الکہف والرقیم

فی شرح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تالیف

حضرت سید عبدالکریم جیلی قدس سرہٗ

الکہف والرقیم

فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السید عبد الکریم الجیلی قدس سرہ

مترجمہ

مولینا محمد تقی حیدر کاظمی کاکوروی

مع مقدمہ و شرح اردو

از شاہ محمد وہاج الدین کاکوروی

الکتاب ۰ گنج بخش روڈ، لاہور

اشاعتِ اوّل ــــــــــــ سنہ ۱۹۱۵ء
اشاعتِ دوم ــــــــــــ سنہ ۱۹۷۷ء
تعداد ــــــــــــ ۱۰۰۰
ناشر ــــــــــــ الکتاب
مطبع ــــــــــــ معارف پریس گنج بخش روڈ
قیمت ــــــــــــ ۲۴٫۰۰

سعی و اہتمام
محمد سلیم اسمٰعیل چشتی

فہرست مضامین

فہرست		۱
پیش گفتار		ج
آغاز کتاب		۲
مقدمہ (کنز العظیم)	از شاہ محمد وہاج الدین	۱۰
باب اوّل : تمہید		۱۲
باب دوم : توحید		۲۸
باب سوم : سلوک		۴۳
سلوک بالمجاہدہ		۴۴
سلوک بالعشق		۴۹
باب چہارم : اندکے از بسیار		۱۱۷
خاتمہ : مشتمل بر فوائد متفرق		۱۳۶
فائدہ اول : خواب		۱۳۶
فائدہ دوم : جاذبہ		۱۴۴
فائدہ سوم : مشاہدہ		۱۴۹
الکہف والرقیم	(متن عربی) از سیّد عبد الکریم الجیلی قدس سرہ	۱۵۹
نور الصہیم	(اردو ترجمہ) از مولانا محمد تقی حیدر کاظمی	۱۵۹
فیض الکریم	(اردو شرح) از شاہ محمد وہاج الدینؒ	۱۵۹

کثرت در وحدت	۱۸۸
نقطہ اور "ب" کی گفتگو	۱۹۲
"ب" کے اوّل قرآن میں لانے کا سبب	۲۰۲
"الف" کے بیان میں	۲۱۷
مرتبہ الف کے بیان میں	۲۲۰
تجرید "الف"	۲۴۳
تفرید "الف"	۲۴۸
بیان حقیقت الباء	۲۵۳
اثنینیّتِ باء کے معنی	۲۵۶
"ب" کی نیابتِ الف کے بیان میں	۲۶۸
نکتہ	۲۷۳
فی بیان حرف المیم	۲۸۶
بیان مراتب وجود	۲۹۲
اسم اللہ کی تحقیق	۳۰۲
ترکیب جلالت کا بیان	۳۲۱
معراج شریف کا بیان	۳۳۵
عرش عالم کبیر ہے	۴۰۶

فقیر محمد عارف قادری عفی عنہ

پیش گفتار

السیّد عبد الکریم الجیلی قدس سرہٗ آٹھویں / نویں صدی ہجری کے معروف صُوفیہ میں سے تھے۔ آپ کی شہرہ آفاق تصنیف "الانسان الکامل" کا شمار تصوّف کی اہم ترین کتابوں میں ہوتا ہے۔ اہلِ ذوق نے ہر دور میں اسے بنگاہِ قدر و منزلت دیکھا ہے۔ یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ حضرت مُصنّف کے لئے یہ کتاب ہی وجہ شہرت بنی ہے اور وہ بیشتر اسی کے حوالے سے معروف ہیں۔ آپ کی زندگی کے بہت کم حالات ملتے ہیں۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ (اُردو) میں جو حالات دیے گئے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

"ایک مشہور صوفی، ولادت تقریباً ۷۶۷ھ (۱۳۶۵ء، ۱۳۶۶ء) میں ہوئی اور وفات غالباً ۸۱۱ھ کے بعد اور ۸۲۰ھ سے پہلے (۱۴۰۸ء تا ۱۴۱۷ء)۔ وہ اپنے آپ کو بغداد کا باشندہ اور غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی صاحبزادی کی اولاد سے بتاتے تھے اور اسی نسبت سے جیلی کہلاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ طریقہ قادریہ کے پیرو تھے اور ان کے مرشد شیخ شرف الدین اسمٰعیل بن ابراہیم الجبرتی تھے۔ انہوں نے ہندوستان کا سفر کیا تھا اور اپنے مُرشد کے ساتھ کچھ عرصہ یمن میں بھی رہے تھے۔"

شیخ عبد الکریم جیلیؒ، شیخ الاکبر محی الدّین ابن عربیؒ کی تعلیمات سے بہت متاثر تھے اپنی تصانیف میں وہ بڑے احترام و عقیدت کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہیں۔ "الانسان الکامل" کے علاوہ ان کی اور بھی تصانیف ہیں جن کی تعداد ۴۰، ۵۰ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے لیکن ان میں سے اکثر نابُود ہو چکی ہیں۔ جو کتابیں دستبُردِ زمانہ سے بچ رہی ہیں ان میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

کی عارفانہ تفسیر بھی ہے جس کا نام "الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے۔
"الانسان الکامل" میں شیخ علیہ الرحمہ نے بعض مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے اس لئے حتمی طور پر کہا
جاسکتا ہے کہ یہ شرح مؤخر الذکر کتاب سے پہلے لکھی گئی تھی۔ شیخ کی تصانیف میں سے اگرچہ
"الانسان الکامل" کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی ہے تاہم یہ شرح کسی طرح بھی اس سے کم تر اور
فرومایہ نہیں۔ اس کا ایک ایک جملہ مصنّف کے تبحرِ علم وعرفان کا آئینہ دار ہے۔ کسی کتاب
کی جامعیّت کو محاورۃً یوں بیان کرتے ہیں کہ گویا کوزہ میں دریا کو بند کر دیا ہے۔ ایک پہلو سے
یہ محاورہ بھی اس کتاب پر صادق آتا ہے لیکن دوسرے پہلو سے دیکھئے تو محسوس ہوتا ہے کہ
اگر قطرہ پھیلے تو اس میں کتنے زخّار و موّاج سمندر بلکہ سمندروں کی شکل اختیار کر جانیکی صلاحیت
ہے۔ "الکہف والرقیم" علم حقائق کا ایک سمندر ہے جسے حضرت مصنّف علیہ الرحمہ نے
اس مختصر کتاب کے کوزے میں بند کر دیا ہے۔ یا پھر اُس اتھاہ ساگر کی ایک ہلکی سی جھلک
ہے جس کی پہنائیوں کا احاطہ عقلِ انسانی کے بس کی بات نہیں۔ اس میں آپنے "بسم اللہ الرحمٰن
الرحیم" کے ایک ایک حرف و نقطہ کی تشریح میں عالم عالم بیان فرمایا ہے۔ کتاب کو پڑھتے ہوئے
بے اختیار حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کا واقعہ یاد آجاتا ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک رات میں
حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رات بھر بسم اللہ کی بار کے نقطہ کی تشریح فرماتے
رہے یہانتک کہ فجر ہوگئی۔ مَیں خود کو ان کے سامنے ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے کسی بحرِ ناپید اکنار کے سامنے
ایک کوزہ ہو۔

الکہف والرقیم کے مترجم شاہ محمد تقی حیدر کاکوروی ہیں اور انہی کی فرمائش پر منشی دراج الدین
نے اردو میں شرح لکھی ہے۔ اُن حضرات کا مختصر تعارف نامناسب نہ ہوگا۔

کاکوری لکھنؤ کے ضلع میں ایک قصبہ ہے۔ اس خطّے سے کئی سر برآوردہ شخصیات اُبھری
ہیں جنہوں نے شعر و ادب کی دُنیا میں بڑا نام پیدا کیا ہے۔ لیکن تنہا یہی کاکوری کا سرمایہ افتخار
نہیں۔ یہاں روحانیّت کے چشمے بھی اُبلے ہیں۔ خانوادۂ قلندریہ کاظمیہ کی خانقاہ ایک ایسا

ہی سرچشمہ فیوض تھا جس سے بے شمار تشنگانِ حقیقت سیراب ہوئے۔ اس خانقاہ کے بانی
حضرت شاہ محمد کاظم علوی کاکوروی علیہ الرحمہ تھے۔ آپ کے بعد آپکے صاحبزادہ حضرت
شاہ تراب علی قلندرؒ اور پھر ان کی اولادِ امجاد نے اس سلسلہ کو جاری رکھا،
اسی خانوادہ کے ایک چشم و چراغ شاہ محمد تقی حیدر تھے۔ جو الکہف والرقیم کے مترجم ہیں۔
آپ مولانا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کے فرزندِ رشید اور خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے بہت چھوٹی
عمر میں علوم مروّجہ کی تکمیل کر لی تھی اور بڑا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ "الکہف والرقیم" کا ترجمہ
جب آپنے کیا ہے اس وقت آپ کا سن بیس برس تھا۔ علاوہ اور تصانیف کے آپنے
"اذکار الابرار" کے نام سے سلسلہ قلندریہ کے بزرگوں کا ایک مبسوط تذکرہ بھی لکھا ہے۔
خانقاہِ کاظمیہ (جسے وہاں عرفِ عام میں "تکیہ شریف" کہا جاتا ہے) کے متوسلین
میں شاہ وہاج الدین کاکوروی بڑے صاحبِ علم و فضل بزرگ تھے۔ آپ کا وصال ۱۳۳۱ھ
میں بعمر ۶۰ سال ہوا۔ نسباً عثمانی تھے۔ کمالِ باطنی کے ساتھ ساتھ جمالِ ظاہری سے بھی بہرہ ور
تھے اور بڑی وجیہہ شخصیّت کے مالک تھے۔ عمر بھر (بطور ڈپٹی کلکٹر) انگریز کی ملازمت
کی مگر بقول شاہ تقی حیدر "دست بکار، دل بیار" کا نمونہ بنے رہے، منشی صاحب
شاہ تقی علی قلندرؒ سے بیعت تھے لیکن "رجوع الی المقصود کا راستہ ان کے صاحبزادہ اور خلیفہ
حضرت شاہ علی انور قلندرؒ کے فیضِ صحبت و تعلیم و تعلّم سے پایا۔" شاہ محمد تقی حیدر نے
"اذکار ابرار" میں موصوف کے بارے میں لکھا ہے کہ "اخص مسترشدِ والد و خلیفہ راشد
و عارفِ کامل تھے۔"
الکہف والرقیم کا ترجمہ کرتے ہوئے، شاہ محمد تقی حیدر نے محسوس کیا کہ اس کتاب کے
مطالبِ توحیدی اور نکاتِ معنوی ہر ایک کی سمجھ میں نہیں آ سکتے تا وقتیکہ وہ کسی عارفِ کامل
کی صحبت نہ اُٹھائے ہوئے ہو۔ چنانچہ انہوں نے شاہ وہاج الدین سے اس کی عام فہم شرح
لکھنے کے لئے کہا۔ مُرشد زادہ کی فرمائش سے انکار ممکن نہ تھا۔ چنانچہ آپ۔

قلم اٹھایا اور نہ صرف شرح لکھی بلکہ ایک بصیرت افروز مقدمہ بھی تحریر کیا جس میں " وہ کلیات جو حضرت مُصنّف کا کلام سمجھنے کے لئے ضروری ہیں " درج کی ہیں۔ بلاشبہ اس سے کتاب کی افادیت میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے۔ ترجمہ، اُردو شرح اور مقدّمہ کو الگ الگ ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں یہ التزام ہے کہ سب نام " الکہف والرقیم " کے ہم قافیہ ہیں (خود " الکہف والرقیم " " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم " کے ساتھ ہم آہنگ ہے) اس دور میں یہ قافیہ پیمائی بہت مقبول تھی۔ چنانچہ اس کتاب کے مندرجات کی تفصیل یوں ہے :

الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، متن عربی از: شیخ عبدالکریم جیلیؒ

نور الصمیم - اردو ترجمہ متن عربی - از: شاہ محمد تقی حیدر کاظمی کاکوروی

فیض الکریم اردو شرح از: شاہ وہاج الدّین رحمۃ اللہ علیہ

کنز العظیم مقدمہ از: شاہ وہاج الدّین رحمۃ اللہ علیہ

یہ کتاب ۱۳۳۳ھ، (۱۹۱۵ء) میں " اصحّ المطابع " لکھنو میں طبع ہو کر شائع ہوئی تھی۔ ممتاز کاکوروی نے " تاریخِ تصنیف " کہی ہے جو درج ذیل ہے ؎

صلائے میکشانِ بزمِ عرفاں — کہ ساقی بر سرِ لطفِ عمیم است

بدور آمد چہ جامے لاجوابے — کز و بر طالباں کیفِ عظیم است

کتابے از بزرگے برگزیدہ — کہ نامش حضرت عبدالکریم است

تقی حیدر کہ دریائے روانے — زفیض حضرت ربّ کریم است

بہ آئین نوے خوش ترجمہ کرد — کہ آئینہ پے مرد فہیم است

وہاج الدین قلندر کرد شرحش — کہ الحق بے عدیل و بے سہیم است

ندا از ہاتفِ غیبی بہ ممتاز

رسید " ایں گنجِ مقصودِ عظیم " است

۱۳۳۳ھ

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون
الکہف والرقیم
فی شرح
بسم اللہ الرحمن الرحیم
مع ترجمہ مسمّٰی بہ
نور الصمیم
وشرح موسومہ بہ
فیض الکریم
ومقدمہ
کنز العظیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر[1]۔ سزاوار حمد وہ ذاتِ پاک ہی جس نے اپنے فیض اقدس و مقدس سے بہ تقاضاے حب ظہور و اظہار وجود و عطاء نقطۂ وحدت واحدیت کو عرصہ گاہ بسملہ کی موجودات و تکوین کا مفتاح بنایا اور خود بسم اللہ الرحمن الرحیم کو کلید معرفت فاتحہ الکتاب کا ٹھہرایا اور سورۂ فاتحہ کو گنجِ قرآن و فرقان کی کنجی دیدی اور قرآن سے فرقان کی تمیز ہر ہر سورہ کے حروف مقطعات سے فرماوے بجز سورۂ برات کے جسمین فی نفسہ نقطۂ باے بسملہ احدیت کو بجاے بسم اللہ کے قائم رکھا اور بجز الف احد کے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اسم سے بسبب علاے ذاتی کے غائب ہوگیا تھا اُسکو اقراء باسم ربک الذی خلق مین بعد ب کے بذاتہ ظاہر کردیا تاکہ تکوین مین بھی کسی ذرہ کی موجودیت توحید ذاتی سے باہر نہ جاے اور تفرقہ عین توحید اور اجمال عین تفصیل اور تفصیل عین اجمال ہوجاے اور ہر شئے جو کنز مخفی مین تھی اور ہی بعینہ ظاہر ہوجاے۔

---

[1] پاک ذات ہی جو لیگیا اپنے بندہ کو رات ہی رات ادب والی مسجد سے پرے مسجد تک جسمین ہم نے خوبیان رکھی ہین کہ دکھاوین اُسکو کچھ اپنی قدرت کے نمونے وہی ہے سنتا دیکھتا ۱۲

سنریھم[1] ایاتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اور معلوم ہو جاے کہ وہی الف احد کہ جو نقطۂ احدیت کے بعد اقراء باسم ربک میں آیا ہی نقطۂ احدیت بائے بسملہ سے پہلے بھی تھا اور بعد کو بھی ہے اور وہی الف جو غیب الغیب مین تھا منبسط ہو کر اولاً نقطہ ہوا اور نقطہ پھر منبسط ہو کر وہی الف بنا تاکہ یکتائے نقطہ و الف کے بلا حلول و اتحاد کے ثابت ہوئے اور الوہیت حق بدرجۂ کمال ظاہر ہو جائے۔ کیونکہ الوہیت حق کی شان یہ ہے کہ اُسکی جامعیت سے کوئی شے یہان تک کہ عدم بھی باہر نہ جا سکے ورنہ وہ شے ضد حق ہو کر ند حق ہونے کا دعویٰ کرنے لگتے جو باعث فساد تکوین عالم تھا اور فساد کی گنجائش سے حق مبرا ہے اور وجود من حیث الوجود ایک ہی یہان دوسرا کہان کل موجودات عالم ایک وجود ہی جس کا جزو بھی وجود حق ہے یعنی جسکو تفرقہ کہتے ہو اور سمجھتے ہو وہ بھی بقدر اس تفرقہ کے وجود حق ہے ایک گلک کے قلم کے لاکھوں ٹکڑے کر ڈالو ہر ٹکڑا اُسکا گلک ہی اس طرح پر ہر ذرہ معرفت حق کی کلید ٹھہرا۔ رباعی

جنگل مین پھرون کہ سیر دریا دیکھون | یا معدن کوہ و دشت و صحرا دیکھون
ہر سو تری قدرت کے ہین لاکھون جلوے | حیران ہون کہ دو آنکھون سے کیا کیا دیکھون

اور ہر سورۃ کو ہر ہر سورۃ سے کلام مجید مین علحدہ رکھا یہ فرقان ہے اور ہر سورہ اُسی الٓمٓ مین ہی جو تمام سورتون کا جامع ہی یہ قرآن ہے فرقان کا دوسرا نام آفاق رکھا گیا قرآن کا دوسرا نام نفس رکھا گیا یہ دو کشتیان دو بڑے بڑے بحرون کی شناوری کیلیے بنائین یعنی بحر ذات و صفات اور بحر افعال و اسماء مرج[2] البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان۔ نفس کی کشتی دریائے ذات و صفات حق کے عبور کے لیے خاصتہً بنائے اور آفاق کی کشتی دریائے افعال و اسماء کے تاثیر و تاثر کے لیے علحدہ چلائے نفس و آفاق یک رنگ و یک ذات بنائے اگر نفس جان ہی تو آفاق جسم ہے

---

[1] عنقریب دکھائین گے ہم اُن لوگون کو اپنی نشانیان آفاق مین اور اُنکے نفس مین یہانتک کہ اُنپر ظاہر ہو جاے کہ وہ حق ہے ۱۲ [2] چلائے دو دریا ملے جلے اُن کے درمیان مین پردہ ہی کہ نہین بڑھتے ہین ۱۲

اور اگر نفس تخم ہے تو آفاق شجر ہے۔ جان کی ودیعت جسم مین عجیب وغریب طلسم ہے جسکے ادراک مین جگر خون ہے اور جسکی کنجی ہاتھ نہین آتی نفس کی نسبت حکم ہے وفی انفسکم افلا تبصرون آفاق کے لیے ارشاد ہے کہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ اور جب دونون اِک رنگ ہون تو اوسکی بابت ارشاد ہی کہ وھو معکم اینما کنتم۔ اس طرح پر دو بحر وجوب و امکان ٹھہرے اور پھر نفس کے لیے یعنی ذات کے واسطے یہ حکم ہے یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد۔ تعجب ہی کہ یہ امتناع کیون ہے خدا کے پاس جائین معشوق حقیقی سے ملین ڈر کس چیز کا اگر اللہ واقعی کوئی ڈراونی چیز ہے تو آخر مین رؤف بالعباد کیون ہی معشوق سے ملنے کی ممانعت! یہ کون رُوفیت ہی کہ جو عاشق دلدادہ کے ساتھ برتی جاتی ہے ہیہات ہیہات ؎

جملہ معشوق است وعاشق پردہٗ زندہ معشوق ست وعاشق مردہٗ

کہان دور جا پڑا۔ نفس ذات کو کہتے ہین ذات تفکر کرنا تفرقہ وجدائی ہے اُس سے ممانعت ہے ؎

بروا اے عقل نامحرم کہ امشب با خیال او چنان خوش خلوتی دارم کہ من ہم نیستم محرم

حق تعالیٰ کو یکتائیے ہر ذرہ کے ساتھ وجدانی طور پر بلا جد و جہد کے ہی عامۃً اور انفس یعنی انسان کے ساتھ خاصتہً اور ممانعت تفکر کی اسواسطے ہے کہ تفکر و تجہد سے وہمی تفرقہ مین دور جا پڑو گے اللہ رُؤف ہی تمکو بتائے دیتا ہے کہ تفکر بلا تفرقہ کے نہین ہوسکتا ہے نفس کے واسطے تذکر ہے یعنی تم ہی کہ اپنے آپکو بھول گئے ہو یاد کرلو فاذکرونی اذکرکم اور آفاق کے واسطے تفکر ہے۔ کذالک یبین اللہ لکم ایاتہ تتفکرون پس تفکر فرقان مین ہے اور تذکر قرآن مین فرقان مین سورتین لائق تفکر اور عمل کے ہین۔ اور حروف مقطعات محض لائق تذکر ہین پھر سورتین مع حروف مقطعات کے لائق تذکر و تفکر ہین

سلہ اور تم اپنے انفس مین کیون نہین دیکھتے ۲ ڈراتا ہے تم کو اللہ اپنی ذات سے اور اللہ مہربان ہے بندون پر ۱۲

اور الم محض تذکر کے قابل ہے پھر الم دغیرہ تفکر و تذکر کے لیے ہی اور الحمد محض تذکر کے لیے
ہے پھر الحمد تفکر کے لیے ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم تذکر کے لیے پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم
تفکر کے لیے اور ب بسملہ کی تذکر کے لیے پھر ب مع نقطہ کے تفکر کے لیے ہی (کیونکہ نقطہ کی
تعریف یہ ہی کہ اسکی جگہہ مقرر ہو لیکن اسکے اجزا نہ ہو سکین اور یہ تفکر ہے) اور الف کو اللہ نے
اسم کے بعد سے غائب کر کے محض تذکر کے لیے رکھا ہے (کیونکہ وہ غائب ہو جانے کی وجہ سے
اطلاقی حالت مین ہے اسکے متعلق کچھ نہین کہا جا سکتا) پس حضرت حق نے الف کا وجود محض یاد
پر منحصر رکھا انسان کو یا دبود مین سرگردان کیا تفکر سے رو کا وادی حیرت وفنا مین ڈالا
خفی واخفا کے جھونکے دیے بحر نوردنی اور ادنی مین غوطے دیے سیر الی اللہ و فی اللہ ختم
ہوئی بجز فنائے محض کے کچھ ہاتھ نہ آیا ید قدرت یعنی جاذبہ نے فنا ء الفناء مین لاکر فتدلی کیا
حیرت مذمومہ سے حیرت محمودہ مین دوبارہ پیدا کیا یعنی مقام محمود مین پہونچایا سیر باللہ شروع
ہوئی۔ انا ء حق مطلق کو اپنے وجود مین پایا۔ الف جو غائب ہو گیا تھا اسکو اس انا ء کے اول و آخر
دیکھا جانا بوجھا سمجھا کہ بجز انا ء مطلق کے کچھ نہین ہے جسکا اول و آخر بجز الف کے نہین ہے
وہی الف نقطۂ باء ہوا جس سے تکوین ہے اور وہ نقطہ نیچے سے اوپر آ کر ن ہو گیا۔ کیونکہ اسمین
بو تکوین کی تھی اور نقطہ باء نون ہو گیا تو الف باتحاد نون تکوینی حالت مین قلم ہو گیا۔ تکوین
ظہور کو کہتے ہین اب نون ظاہر ہو گیا اور الف بدستور اپنی حالت اطلاقی پر قائم رہا اور باوجود
اسکے بلحاظ تکوین اسنے نون کے بعد قلم کی صورت اختیار کی ن والقلم وما یسطرون کے
معنی ظاہر ہوے نون قلم کے قبل اسواسطے آیا کہ اسمین مادہ تکوینی بھرا ہوا تھا پھر قلم نے اس
نون کے اجتماع سے کل حروف الف سے لکھ ڈالے یعنی کل ملک وملکوت کے تخلیق فرمائی
اور الف باوجود اسکے بے حرف وبے صوت اپنی حقیقت پر رہا اور پھر وہی الف انا ء کے نام
سے موسوم ہوا کہ جس سے آفاق مین ہر ذرہ انا ولا غیری کا دم مار رہا ہے اور نفس مین ایک
وجود محض انا ء حق ہے۔ لا الٰہ الا انا فاعبدون۔ ہ

ہر ذرہ چو خورشیدی گویائے انا الحق است　　　ہر گوشہ چو منصورے آویختہ بر دارے

جب الف کو مابعد نون کے مقید بجمیع اسما و صفات سمجھو تو یہ توحید ذاتی موسوی ہے ۱۲ اور جب الف کو قبل نون کے منزہ از اسماء و صفات اطلاق ذاتی مین سمجھو جو قید اطلاق سے بھی پاک ہے تو یہ توحید ذاتی ابراہیمی ہے کہ لا احب الافلین[۱] چونکہ اسماء و صفات ذات مین مندمج ہین لہذا آفل یعنی غایب ہونے والے ہین قلم مستغنی ہو گیا کارخانہ عالم نون سے بسبب سریان قلم کے جاری ہوا اور نون خود بھی سریان قلم ہے مگر تکوین کی بولیے ہی۔ ؎

در لا احب الآفلین پاکی ز صورت بالیقین　　　در دیدہ ہاے غیب بین ہر دم ز تو تمثالہا

الف نے اپنی عظمت و کبریائی و جبروت کے پردون کو نہین اُٹھایا انجیل مین اب اور ام کی کنیت سے بجاے بسم اللہ کے قرار پکڑا اور پھر اب اور ام کی نسبت جو متقاضی ہوئی تو عظمت و جبروت کے پردے اُٹھ گئے اور ن والقلم ہو گیا یعنی زوج و زوجہ تب پھر باتحاد قلم و نون الف احد موسوم بہ اسم جامع اللہ ہوا اللہ کہ جو مبدا ہے اور خیر محض ہے وہ اپنے اسم رحمٰن سے مستوی علی العرش ہوا یعنی ب پر جو بمنزلہ قلب انسانی یعنی فواد کے ہی۔ اور فواد یعنی قلب انسانی ہی حقیقتاً عرش ہے جسپر رحمٰن مستوی ہے اور وہ رحمٰن ذات پاک حضرت رحمۃ للعالمین ہے یعنی آنحضرت بلحاظ رحمت عامہ کے رحمٰن ہین اور مستوی عرش ہین جسمین کل مخلوقات مومن و کافر داخل ہین اور باعتبار رحمت خاصہ کے رحیم ہین یعنی مومنین کے قلوب پر فیض حق کا افاضہ فرماتے ہین۔ ؎

از رحمۃ للعالمین اقبال درویشان ببین　　　چون مہ منور خرقہ ہا چون گل معطر شالہا

اِنَّ اللہ و ملائکتہ یصلّون علی النّبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما[۲] اب بسم اللہ الرحمن الرحیم پوری ہو گئی اب اس کی تفصیل الحمد مین انھین تین مراتب

---

[۱] نہین پسند کرتا ہون مین غائب ہو جانے والون کو ۱۲ [۲] تحقیق اللہ اور اُس کے فرشتے نبی (صلعم) پر درود بھیجتے ہین اے ایمان والو (تم بھی) اُنپر درود و سلام بھیجو ۱۲

اللہ و رحمن و رحیم سے ہی اللہ کے لیے الحمد کا یہ حصہ ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم ملک یوم الدین اور مخلوقات کے لیے یہ شان ہی کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور مومنین کے لیے یہ سلوک اور راہ ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اور یہ کل کلام حضرت حق کا بے حرف و بے صوت ہے کہ رسول اللہ کی زبان ملک ترجمان سے ہی پس دیکھو حق اپنے ہی کلام پاک مین ہر جزو کل و نیک و بد کا کیسا احاطہ فرماتا ہی کہ عابد و معبود و رب و مربوب و حامد و محمود سب خود ہی ہے اور دیکھنے والا کہتا ہی کہ وہ اللہ ہے اور یہ رسول ہی وہ معبود ہے یہ عابد اور وہ خدا ہے اور یہ بندہ اور وہ محمود ہے اور یہ حامد۔ حالانکہ خداوند تعالی فرماتا ہے ان الذین یفرقون بین اللہ و رسولہ الاٰیہ و الذین لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ الخ ؎

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ۔ خود رند سبو کش　　خود بر سر آن کوزہ خریدار بر آمد۔ بشکست و روان شد

اس کتاب مستطاب کی شرح لکھنے کیلیے مجھکو حضرت مولانا شاہ محمد حبیب حیدر صاحب قلندر کے حکم نے مجبور کیا اور حضرت مولانا شاہ محمد تقی حیدر صاحب مترجم کتاب نے مجھکو اس اہم کام پر مامور فرمایا۔ اِن دونون حضرات کے ارشاد سے تجاوز کرنا بشرطیکہ کسی امر کا سر انجام تمام یا نا تمام مین کر سکون خلاف غلامی و عقیدتمندی کے سمجھتا ہون مین بھی اس استانۂ عالیہ کا نام لیوا ہون اگرچہ اس قابل نہ تھا کہ مجھسے ایسا اہم کام لیا جاے مگر حضرات ماسبق کے ارشاد کا فیض تھا کہ جو کچھ اچھا برا بنا لکھ مارا۔ کیونکہ عرصہ تک انھین حضرات کے والد بزرگوار حضرت قدر قدرت مولانا و مرشدنا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کی جوتیان سیدھی کرنے کا فخر مجھے حاصل ہوا ہی کچھ نہ کچھ تو ملنا ہی چاہیے تھا ؎

ہوا ہی شہ کا مصاحب پھرے ہی اتراتا　　وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

اگرچہ میرے پیرو مرشد حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہُ العزیز ہین۔ مین اُن کے اور نیز حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کے وقت مین بخلوص و عینیت حاضر آستانہ مبارک رہا کرتا تھا اور بہت کمسنی مین حضرت مرشد نا و مرشد العالم مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ الاطہر کی زیارت سے مشرف ہوا ہون۔ مگر انھین حضرات کے اشارات با برکات سے رجوع الی المقصود کا راستہ صرف حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر کے فیض صحبت و تعلیم و تعلم سے بقدر استعداد پایا ہے جسکا یہ نتیجہ ہی جو مین نے لکھا ہے اور انھین حضرت کے فیض صحبت سے آپکے والد بزرگوار حضرت شاہ علی اکبر قلندر کی عنایت اور فیض سے استفادہ کیا ہے حضرت ماسبق آیۃ مین آیاۃ اللہ تھے اور اب حضرت شاہ علی انور قلندر کے تینون صاحبزادے حضرت مولانا و سیدنا مولوی شاہ محمد حبیب حیدر صاحب قلندر اور حضرت مولانا مولوی شاہ محمد تقی حیدر صاحب مترجم کتاب مستطاب الکہف والرقیم اور حضرت مولانا مولوی حافظ شاہ محمد علی حیدر صاحب یہ حضرات نورٌ علیٰ نور ہین۔ خدا اس سجادہ اور آستانہ کو تا قیام قیامت قائم رکھے ؎

منم کہ گوشۂ میخانہ خانقاہِ من است　　دعاے پیر مغان ورد صبحگاہِ من است

مین نے کبھی کوئی کتاب یا کسی کتاب کی شرح وغیرہ نہین لکھی ہے۔ ارباب بصیرت سے امید ہے کہ وہ اس بندۂ ہیچمیرز کو خطا و نسیان سے معاف فرمائین اور جو غلطی معلوم ہو اُسکی اصلاح کر دیں۔ مین پہلے مقدمہ لکھتا ہوں اُس کے بعد کتاب کی شرح کرون گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

محمد وہاج الدین عفا عنہ

مقدمہ

یہ مقدمہ کتاب **الکہف والرقیم** کے ترجمہ کی شرح کا ہی جسکا مضمون یہ ہے کہ
الف اور نقطہ ایک ہی اور کل الکل ایک ہی وجود ہے چونکہ یہ کتاب عارف کامل حضرت
عبدالکریم جیلی یمنی جیسے محقق بزرگ کے عالی تصنیفات سے ہی اور اُسکے مضامین نہایت
ادق اور باریک ہین اور سب کے سب توحید ذاتی سے متعلق ہین اسوجہ سے اُن کا سمجھ مین آنا باوجود
شرح کے نہایت درجہ مشکل ہی لہذا مجھکو مناسب معلوم ہوا کہ قبل شرح لکھنے کے ایک مقدمہ لکھ دون
کہ جسمین وہ کلیات جو حضرت مصنف کا کلام سمجھنے کے لیے ضروری ہین مثلاً توحید کی تعریف
وغیرہ وغیرہ درج کردون تاکہ اُسکے بخوبی سمجھ لینے کے بعد اس کتاب کا مطلب مع حضرت مترجم
کے ترجمہ کے بالکل صاف طور پر بلا کسی خرخشہ کے سمجھ مین آجائے ۔

باب اول : **تمہید**

واضح رہے کہ اوّلاً اس بات کو صاف کردینے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ آدمی کو کیا کرنا چاہیے۔ یہ مسئلہ عقائد مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ مرد ہے نہ عورت یعنی دونون حالتون سے مبرّا اور منزہ ہے لیکن بحکم ومن کل شئ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون[1] یہ امر لازمی و لابدی ہے کہ وہ تذکیر و تانیث دونون کا مبدا ہو اور اسی اصل مین دونون کا اندماج ہو اگرچہ مذکر کا پتہ لگے نہ مونث کا لیکن عارف تام المعرفۃ بلا سمجھے بوجھے رہ نہین سکتا ہے اگرچہ مصلحت حقیقی اسکے اظہار کی نہ ہو ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز   ورنہ در محفل رندان خبری نیست کہ نیست

کتاب فصوص الحکم فص محمدیہ مین شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی تحریر فرماتے ہین کہ حقیقت جسپر اطلاق مونث و مذکر کا نہین ہو سکتا ہے مونث لفظی ہے اور ذات بھی مونث لفظی ہے اور بر مذہب حکما علت العلل بھی مونث لفظی ہے اور احدیت بھی جو منتہائے مبداء باصطلاح حضرات صوفیائے کرام ہے مونث لفظی ہے اِس لیے حقیقت اپنی سر اوقات کثرت مین مخفی ہے اور اِسی وجہ سے عورت کے لیے پردہ ضروری ہے اور ذات کسی شے کی اپنے ذات و صفات مین اُس شئے سے ضرور اعلیٰ ہے پس اس اعتبار سے مراتب تنزلات مین عورت مرد سے اعلیٰ و افضل ٹھہرتی ہے حالانکہ اسمائے حسنیٰ جتنے ہین سب مذکر لفظی ہین اور خداوند عالم کلام مجید مین فرماتا ہے الرّجال قوامون علی النساء اور للرّجال درجۃ رسول اللہ خود مرد ہین جو سب سے افضل ہین کل نبی مرد ہی ہوئے عورت کوئی نبیہ نہین ہوئی مرد ہی اولیاء اللہ زیادہ ہوئے عورت ناقص العقل بنص صریح ہے ہی عورت ایک مہینہ مین کچھ دنون محصور رہتی ہے مرد نہین جسکی وجہ سے چار نکاح کی اجازت مرد کو ہے عورت حمل کو برداشت کرتی ہے مرد صرف نطفہ ہی دیکر

---

[1] اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے شاید کہ تم یاد کرو ۱۲

الگ ہو جاتا ہے۔ دودھ پلانا عورت کا کام ہے جو بار ہے نان ونفقہ ومہر دینا عورت کو مرد
کا کام ہے جو عورت کے مرد سے ناقص الفطرت ہونے کی دلیل ہے عورت پر اطاعت مرد کی
فرض ہے یہ بھی کمی فطرت کی دلیل ہی حضرت آدم جو مرد تھے اُنکے پہلوے چپ سے حضرت حوا
پیدا ہوئین یہ بھی دلیل کمی فطرت عورت کی ہے۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو مرد ہین
محض عورت سے پیدا ہوئے مگر جبرئیل نے بصورت مرد حضرت عیسیٰ کو حضرت مریم مین پھونکا
یہ بھی مرد کے غالب ہونے کی دلیل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام بلا مرد و عورت کے پیدا ہوے
جانورون مین بھی ایک نر بہت سے مادا ؤن سے جفتی کر سکتا ہے یہ بھی دلیل مرد کے غالب
ہونے کی ہے پس مقصود طالب مذکر ہونا چاہیے نہ مؤنث اور حضرت شیخ اکبر نے عورت کو
مرد کے مقابلہ مین اعلیٰ نہین فرمایا ہے۔ یون عورت ذات ہی ہے اور ذات کے اعلیٰ ہونے
مین کیا شک ہے لیکن "وجود" جو مذکر لفظی ہے فی نفسہ بشمول ذات کے اسماء وصفات وغیرہ کا بھی
جامع اور اُسکو ذات سے وہی نسبت ہی جو کل کو جزو کے ساتھ ہوتی ہے اور وہی نسبت مرد کو
عورت کے ساتھ ہے حالانکہ اکثر مصطلحات صوفیہ مین اعلیٰ طلب احدیت ہے اور وہی ذات
کہی جاتی ہے جس لامکانی مین اسم ورسم۔ کیف وکم واین وشین اور رنگ وروپ
کا پتہ نہین ہے۔ ؎

تو درو گم شو وصال اینست وبس گم شدن گم کن کمال اینست وبس

اس لامکانی کو دنی اور او ادنیٰ کہتے ہین حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہین ؎

منزل تو مقام او ادنے است ہست جائے شکیب وصبر وقرار
لیکن این جا ستادنت مشکل بلکہ زین جا گذشتنت دشوار

پس ہر سالک اپنے جنب طلب میں اسی لامکانی مین گذرنا اور ٹھہرنا چاہتا ہے جسکا نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ جو اس سے معطل و بیکار خود در خود فانی و محو در محو و سہو در سہو ہو جاتا ہے اور
قیاس یہ کیا جاتا ہے جب اپنے سے خبر نہین ہے تو فانی فی اللہ ہو گیا جس کو عقیدہ ہنود مین

یین ہوجانا ظاہری حالت کے اعتبار سے کہتے ہین۔مین نے بہت سی کتابون مین دیکھا ہے کہ
ایسی حالت کو اعلی اور اشرف کہتے ہین اور اس سے اعلی مقام متصور نہین ہے اور اس مقام کے
اعلی اور اشرف ہونے کی دلیل منقولی اس طرح پر لاتے ہین کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے جن سے زیادہ کوئی عارف نہین ہوسکتا ہے فرمایا ہے ماعرفناک حق معرفتک[1]
اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ العجز عن درک الادراک ادراک[2] کہ جس سے
ارباب سیر و سلوک تو نیستی کو نفس حقیقت کا اعلی مرتبہ سمجھکر ہستی سے گذر کر نیستی کی داد دیتے
ہین اور نیستی کے دریاے فقر و فنا مین غوطے لگاتے ہین بلکہ معدومیت سے استفادہ کرتے ہین
مگر ظاہر بین یا یون کہیے کہ اہل ظاہر محض کہتے ہین کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور
ابو بکر صدیق افضل البشر کا یہ حال ہے تو دوسرے کی کیا مجال ہے کہ راہ عرفان مین قدم رکھے

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

سیر و سلوک فوت موت اختیاری وکمال انسانی غایب یون تو ہر شئے تجدد امثال کے مسلہ
کے رو سے ہر آن غائب ہوجاتی ہے اور اسکا غائب ہوجانا کیا ہے حقیقت احدیت مین ملجانا
پس جانور اور حشرات الارض اس انسان کامل سے جس نے برسون مجاہدہ اور سلوک کرکے
کمال حاصل کرنا چاہا تھا مساوی الاقدام والمقامات ہین اور انکو بلا مہنے دہنے بٹیار دزی ہوگیا
انسان اشرف المخلوقات کی کوئی فضیلت نہین رہی بعثت انبیا و تنزیل کتب آسمانی بیکار اور
دنیا دی قیام و قوام کے لیے یہ سب ڈھکوسلا ہوگیا۔اور ہر شے نے بعد فانی ہوکے اپنے
مبدا ار کی طرف رجوع کرکے بصورت اتحاد سکون و آرام پایا مگر انسان صاحب عجیب مخمصہ مین
اشرف المخلوقات ہوکر پڑگئے کہ ان کو سوالات منکر نکیر اور حشر و نشر گذر پل صراط و حسابات
نامۂ اعمال و دخول جنت و نار تمامی مرحلے بیکار طے کرنا ہین اور مطلوب کا پتہ نہین ارباب ظاہر
بھی مزے مین رہے اگر ان کی نجات ہوگئی جنت مین کودے حور و غلمان آب کوثر وغیرہ وغیرہ

---

[1] نہین پہچانا ہم نے تجھ کو جیسا کہ حق تیری معرفت کا ہی ۱۲ [2] ادراک کے ادراک سے عاجز ہونا یہی ادراک ہے ۱۲

سب نعمتین موجود ہین ابدالآباد تک داخل رہنیکے ارباب نار بھی ایک طرح پر بعد دخول نار کے ایک مدت کے بعد مزے اُڑانے لگے عذاب عُذب ہوگیا۔ کیونکہ ان کی تخلیق اسماے جلالیہ حق سے تھی جب کردہ نکل گیا خود آگ ہوگئے آگ کو آگ کیا ضرر پہونچا سکتی ہے وہ بھی شعلہ انگیز اور تابدار ہوگئے طالب مولیٰ کی مٹی پلید رہی ؎

جونہی اُسکے کوچہ مین رکھا تھا گام　　　　گئے گذرے خضر علیہ السلام

دنیا مین مجاہدون سے فرصت نہین ملی ہر شخص معاندانہ نظران ونگران کہ فلان فعل وحرکت فقر ودرویشی کے خلاف سرزد ہوتی ہے محتاج جو کوئی دیدی سو کھالین اور اگر سالک ہین تو اِس دینے لینے پر پہننے اور اوڑھنے کا دارومدار اُسکے احسان مند طعنہ سننے کا محل اور مورد اور پھر فقیر کی مقبولیت کے بعد طعنہ زنی یہ کہ ؎

ہم جو بیٹھین تو اپاہج کہلائین　　　　شیخ بیٹھے تو توکل ٹھہرے

پھر اگر ایسی زندگی اور سلوک نباہ بھی لے گئے تو خود غرضی سے نباہا صرف تنِ تنہا فائدہ اُٹھایا رفاہِ عام نہین کچھ نہین بفرضِ محال بعد خرابی بصرہ جنت بھی ملی تو وہان حور وغلمان اور نعیم جنت نے آگھیرا۔ دنیا مین مجازی غیریت کے جھگڑے اور فساد مین مبتلا رہے تھے جنت مین حقیقی اغیار موجود ہوئے جس شئے کو فساد سمجھ کر دنیا مین چھوڑا تھا وہ وہان المضاعف موجود دنیا مین اُسکو ابتلا سمجھ کر ترک کرکے طبیعت مالوف کی تھی وہان حقیقی ابتلا جو چیز کھانیکو چاہی منہ مین آرہی اگرچہ آسانی سے ہر شے موجود حاضر ملی۔ مگر ہر شے کا اثر حصہ ہے وہ شئے بقدر اپنے حصہ ومرتبۂ اثر کے بے بُہلے نہین رہ سکتی۔ اور جب ابتلا ہے تو چاہے اچھی ہو یا بُری فی نفسہٖ تکلیف دہ ہی ؎

اک کھیل ہی اورنگِ سلیمان مرے نزدیک　　　　اِک بات ہے اعجازِ مسیحا مرے آگے

بالجملہ ع　　　　دِل کے خوش کرنے کو غالب یہ خیال اچھا ہی

لیکن ابتلا مین مطلوب کہان طالب کا جگر شق ہے ؎

عشق کو تازہ گرفتار بنا بن کیونکر ‏ ‏ ‏ وہ طریقہ تو بتا دو تھین چاہین کیونکر

دنیا مین بحکم خدا و رسول سود چھوڑا کیونکہ حرص اور ابتلا بُری چیز ہے۔ آخرت مین اُسکے دُو گنے ملنے کی تمنا اگر بُرا سمجھکر چھوڑا تھا تو دو گنے ملنے کی خواہش کیون۔ "چھوڑے ہوے گاؤن کا ناتا کیا۔ مگر اہل نجات جنت کو اسکی کیا پروا وہ سمجھتے ہی نہین ہین کہ عرفان کیا چیز ہے اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے طفل نابالغ ہین بفحوائے اکثر اهل الجنة بلهٌ[۱] بالغ ہونے کا کمال تو نزول کے بعد ہوا ہے اگر حضرت آدمؑ بہشت ہی مین مثل بھولے لڑکے کے رہتے تو وعلم آدم[۲] الاسماء کلها کا ظہور نہ ہوتا اور نہ تاثرات اسماے بلوغ سے متاثر ہوتے شیطان کا فی المعنے احسان ہے کہ جہل سے نکالکر علم کے میدان مین لا ڈالا عاشقی اور معشوقی کا چرچا ہوا نہنگ عشق نے چھاپہ مارا بیک دفعہ نگل گیا۔ العشق نار[۳] یحرق ما سوی المحبوب ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما ‏ ‏ ‏ اے طبیبِ جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما ‏ ‏ ‏ وی تو افلاطون و جالینوس ما

یہی ذریعہ ہمارے رجوع الے الحقیقة کا ٹھہرا ؎

جسم خاک از عشق برافلاک شد ‏ ‏ ‏ کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طور آمد عاشقا ‏ ‏ ‏ طور مست و خر موسیٰ صعقا

فریاد ہے کہ جس کا رونا ہم رو رہے تھے وہ یہان بھی پیش آیا کہ موسیٰ غش کھا کر گر پڑے پھر وہی گمنامی وہی ناکامی ؎ (حضرت صاحب)

ادر سے حکم ہے کہ مانگ مراد ‏ ‏ ‏ ہم سے سن رہان نامرادی ہے
نامرادی کی بھی طلب نہ رہی ‏ ‏ ‏ یہی پایان نامرادی ہے

الفقر سواد الوجه فی الدارین اب یہ بھی الفقر[۴] فخری کیا کلام ہے

---

[۱] اکثر اہل جنت بھولے ہین ۱۲ [۲] اور بتا دیے آدم کو تمام سب نام ۱۲ [۳] عشق آگ ہے جو ہر چیز کو جو محبوب کے علاوہ ہے پھونک دیتی ہے ۱۲ [۴] فقر میرا فخر ہے ۱۲

نفخت[1] فیہ من روحی کیا سر ہے نحن[2] اقرب الیہ من حبل الورید کس لیے ہوا فی انفسکم[3] افلا تبصرون کے تبلانے کی کیا ضرورت تھی جب جہل ہی جہل ہی تو ایک ادنی اور ایک اعلی کیون ہے اور وہ کیسی امیت ہی کہ ؎

بیتیمے کہ ناکردہ قرآن درست　　　کتب خانۂ چند ملت بشست

اور وہ ظلوم وجہول کیسا ہے کہ وعلم آدم الاسماء کلھا اوسکی شان مین ہے اور خلقتہ[4] بیدی کا کیا اثر اور فائدہ ہے من[5] کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ کیون ہو گو طلب ہے اس لیے ضرور ہوا کہ پہلے توحید کی تعریف کی جاے تب اصل مطلب وسلوک کا حال کھلے گا توحید باب تفعیل سے ہی جس کی خاصیت سب کو ایک کر دینے کی ہے پس کلمۂ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ جسپر تکمیل انسانی کا دار و مدار ہے اور جسکو کلمۂ توحید کہتے ہین اُسکے معنی بالخاصیت ایسی سمجھ مین آنا چاہیے جس سے ہر جزو وکل ایک ہو جاے اور تمامی اشیاء کی حقیقت باتباع دعائے حضرت نبوی صلعم اللھم ارنا حقایق الاشیاء کما ھی منکشف و مبرہن ہو جاے" اس کے سمجھ مین آنے کے بعد کہ جڑ قائم ہو گئی اب جو سمجھ مین آیگا وہ صحیح و درست اور ٹھکانے کا ہوگا چنانچہ صاحب مرصاد العباد تحریر فرماتے ہین کہ "دانستنی دیدنی دیدنی رسیدنی، رسیدنی چشیدنی، چشیدنی بودنی، بودنی نابودنی، نابودنی بودنی" بلا تفکر کے اصلی حال معلوم نہین ہوتا۔ اور کلام پاک مین بھی تفکر کا حکم ہے پھر وہی جھگڑا پیدا ہوگیا کہ تفکر کا حکم ہی۔ پس تفکر کس طرح کا اور کیونکر کیا جائے جو موصل الی المطلوب ہو اور انسان کی عمیت رفع ہو۔ اگر بر مذہب حکما استدلالی تفکر کیا جائے تو حکما نے کچھ اُٹھا نہین رکھا ہی اور کچھ نہین پایا ہی جسکی دلیل اشعار عمر خیام ہین کہ ؎

در دائرۂ کآمدن و رفتن ماست　　　آنرا نہ بدایت نہ نہایت پیداست

[1] مین نے آدم مین اپنی روح پھونکی ۱۲ [2] ہم انسان کے شہرگ کے زیادہ قریب ہین ۱۲ [3] تم اپنے نفوس مین کیون نہین دیکھتے ۱۲ [4] مین نے اسکو اپنے ہاتھون سے بنایا ۱۲ [5] جو یہان اندھا ہے وہ آخرت مین بھی اندھا ہی ۱۲

کس می نہ زند دمی درین عالم راست	کاین آمدن از کجا و رفتن کجا ست
دارندہ چہ ترکیب طبایع آراست	باز از چہ سبب فگندش اندر کم و کاست
گر زشت آمد این صور عیب کہ است	ور نیک آمد خرابی از بہر چراست

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ کہنے والے کی سمجھ مین کچھ نہین آیا ہے۔ ہان حضرت محمود التبریزی جو کتاب گلشن راز مین تحریر فرماتے ہین وہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ۔ ؎

تفکر رفتن از باطل سوے حق	بجزو اندر بدیدن کل مطلق
درآ در وادیِ ایمن کہ ناگاہ	درختے گو یدت انّی انا اللہ
محقق را کہ از وحدت شہود است	نخستین چشم بر نورِ وجود است
ولی کز معرفت نور و صفا دید	بہر چیزیکہ دید اول خدا دید
بود فکرِ نکو را شرطِ تجرید	پس انگہ لمعۂ از برق تائید

اس طرح کا تفکر راست آنے والا تو معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایسے اشعار کو دیکھ دیکھکر بہت لوگ وادی تفکر مین سرگردان ہوے ہاتھ کچھ نہ لگا کچھ دنون ذوق وشوق و وجد رہا پھر جو دیکھا پنجشاخہ ہاتھ مین اپنا احتساب جو نیک نیتی کے ساتھ کیا۔ ع چو دم بر داشتم مادہ برآمد کا مضمون پیش آیا۔

سالک صاحب مراقبہ مین یاد حق اور مطلوب حقیقی کی یافت کے لیے بیٹھے تھے۔ اور بہت کوشش اور سعی سے برزخ مرشدی بغرض امداد قائم کر رہے تھے۔ کہ انا الحق وانّی انا اللہ سے استفادہ کرین ای لیجیے یکدفعہ جو اپنے خطرات پر غور کرتے ہین تو بلا وجہ قیصر باغ کے چمنستان کی سیر کر رہے ہین پھر پلٹے اور رجوع ہوے لکھنؤ کی منڈی مین شریفے خرید رہے ہین۔ اسی حیص وبیص مین لاحول پڑھتے پڑھتے تھک گئے۔ آخر آپ ہی آپ بلا ارادہ سو گئے صبح کو اٹھے موچی کے موچی اب لیجیے پچھے سے منھ لگے عقیدہ سنبھالنے کہ سوئے نہین تھے بیخودی آگئی تھی آج اسقدر ہوا ہی کل اور بڑھے گا ساری عمر اسی مین ختم ہو گئی۔ مرنے کے وقت حسرت نایافت العیاذ باللہ

یہی حال بعض وظایف کے پڑھنے والون کا ہی۔ ان کو حسرت و افسوس بھی نہین بلکہ وہی سمجھے ہوے
ہین کہ ایک خزانہ اُنکے اعمال کا جمع ہو رہا ہے گٹھری باندھکر مرنے کے بعد اُن کو دیدیا جائے گا۔ اس
رعونت مین ساری عمر گذر گئی کچھ حال مرتے وقت بھی معلوم نہوا کہ کون تھے۔ کہان سے آئے
کہان جارہے ہین۔ تنہا آئے تنہا جارہے ہین۔ کوئی ساتھ بھی تو نہین جس سے رستہ پوچھ لیں
دنیا کی ہر شے بلا حجۃ اپنا اثر دمِ نقد دکھلاتی ہے کلامِ ربانی و آیاتِ آسمانی کیا اُن اشیاء سے
اثر میں کم ہین۔ جسکے لیے حشر و نشر پر دار و مدار کیا ہی۔ بلکہ یہ سب غلط ہی۔ ع

بستان وعدۂ محشر حرام است

وہ مراقبہ و تفکر اور وظیفہ جس طرح پر کرنا اور پڑھنا چاہیے تھا نہین ہوا اسلیئے اس کا اثر بھی
مترتب نہین ہوا پھر وہ کس طرح کرے اور کس طرح پڑھے۔ بھائی کلمہ کے معنی سمجھ کر کرے اور کلمہ کے
معنی سمجھ کر پڑھے۔ یعنی توحید کو سمجھکر مُراقبہ کرے۔ اور توحید ہی سے وظیفہ پڑھے۔ سمجھ مین نہ آئے
تو مُرشد سے پوچھے۔ حدیث و نص سے استخارہ کرے۔ اور پھر قلب سے استفتا کرے دفعۃً فیض آئیگا
اور آپ ہی آپ چول بیٹھ جائے گی اور مشاہدہ اور معائنہ و کشود و شہود دمِ نقد ہوگا۔ یہی بزرگوں
اور حضراتِ صوفیہ نے کیا ہے۔ معمولی منتج آدمی جھوٹ نہین بولتا ہے۔ بزرگانِ دین جھوٹے
نہین ہین۔ دو گواہانِ معتبر کی شہادت پر اسقدر بھروسہ کیا جاتا ہی کہ مجرم کو پھانسی دیدی جاتی
ہی چہ جائیکہ ہزارون بلکہ لاکھون بزرگانِ دین قولاً و کنایۃً و فعلاً و اعمالاً شہادت دیتے ہین
کہ کچھ نہین نہین ہی۔ بلکہ سب کچھ ہے ۔ ؎

انچہ نص است جملہ آمنّا ‌‌ ‌ ‌ ‌ ‌ وانچہ اخبار جملہ سلّمنا

یہان پر ہم اثبات وجود واجب بنفسہ پر مع قدامت رُوحِ انسانی اور اُسکے متعلقات کے
ایک نادر بحث لکھنا مُناسب سمجھتے ہین جسمین معقولی بحث کو مؤید بمنقولات کرینگے بلا لحاظ اس
بات کے کہ منقولات مین کس شخص کا قول ہے۔ اور معقولات مین کس کے بیان کیے ہوئے کو ہم
نقل کرتے ہین مطلب ہمارا اس بیان سے یہ ہی کہ توحید وجودی ذاتی معقولاً۔ و منقولاً اور ردِ فلسفہ

و منطق ثابت ہو جائے۔ اور وجود باری کے نسبت نفس تعینات کے ساتھ مجموعی طور پر اجمالاً
ثابت ہو جائے (کیونکہ ہر ہر تعین کے ساتھ تفصیلاً ثابت کرنے کے لیے بڑی سے بڑی عمر اور بڑی سے
بڑی کتاب بھی کافی نہین ہے۔) اور تاکہ مادیات اور روحانیات مین تمیز ہو جائے۔ اور روحانیات
اور وجود باری مین بھی تمیز ہو جائے منقولات مین ہم کلام مجید کی یہ آیت لیتے ہین ھَلْ اَتیٰ[1]
علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا اور حدیث لاتسبوا الدھر فان الدھر
ھو اللہ[2] اور معقولات مین ہم جوہر و عرض کی بحث چھیڑین گے۔ اور چند اشکال منطقی پیش کرینگے
جو بہت عمدہ مولوی عطا محمد صاحب امرتسری نے رسالۂ نظام المشائخ دہلی کے رسول نامنبر ۱۳۲۹ھ
مین لکھے ہین ہمکو عالم مین دو چیزین مدرکات کے لیے ملتے ہین۔ نورانی و ظلمانی۔ دن اور رات ظہور
تعینات از ازل تا ابد ایک دن و از ابد تا ازل ایک رات اور نفس مین علم و جہل علم یا دن
سے موجودات مراد ہین اور جہل یا رات سے معدومات لیکن ان دونوں حالتون مین غائر فہم سے
معلوم ہوتا ہی کہ معدومات بھی فی نفسہ موجودات ہین جو اپنی شدت لطافت مین معدومات
کہے جاتے ہین۔ اور موجودات بھی درحقیقت وہی معدومات ہین جو شدت کثافت و تنزلات مین
موجودات و محسوسات کہے جاتے ہین۔ صرف خفا و ظہور کا فرق ہے اور وہ بھی اعتباری۔ وجود
اس خفا اور ظہور مین الآن کما کان ہی[3] لیکن اسکا معلوم کرنا بغیر موجودات اور معدومات کی محال ہی یعنی وجود
ایک جوہر ہے جسکے اعراض موجودات و معدومات ہین اب ہم موجودات محسوسہ کو مثالاً
نازک کرتے ہوئے عروج کی طرف لیے جاتے ہین مثال یہ ہی کہ ہم نے ایک نیشکر لیا اور اسکو
لطیف کیا یعنی اسکا رس لیا اب جو اسکا چھلکا باقی رہا وہ سوختنی ہے وہ آفاق کو دیدیا
اس سے کام صرف اسیقدر نکلتا ہے کہ اسکی آگ سے ہم رس کو جوش دیکر صاف کرین اور لطیف
بنائین۔ اب ہم اس رس کو جوش دیکر نازک کرتے ہین جو چیز اسمین سے لطیف نکلے گی وہ

---

[1] کیا ہے انسان پر ایک وقت زمانہ سے کہ وہ کوئی شئے نہ تھا۔ [2] نہ برا کہو دہر (زمانہ) کو کیونکہ دہر وہی اللہ ہے۔ [3] اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

انفس ہوگی اور جو کثیف باقی رہے گی وہ آفاق ہوگی بشمول انفس اب ہم نے جوش دیکر رس کی
راب بنائی اب راب اس رس سے لطیف ہے کیونکہ اس سے شیرہ کثیف نکل گیا ہی یعنی آفاق
اسی طرح سے راب سے گڑ اور گڑ سے شکر اور شکر سے قند اور قند سے مصری بنائی جو لطیف ہی
وہ انفس یعنی روحانیات ہے اور جو کثیف ہے وہ آفاق یعنی مادیات ہے پھر مصری سے جوہر
بنائے جو اس سے لطیف ہے اور جوہر در جوہر بناتے چلے جائیے تو وہی رس اسقدر الطف ہو جائیگا
کہ آپ کو نظر نہ آئے گا اور اگر آپ کہین کہ جوہر در جوہر بوجہ شدت لطافت کے آخر مین چک جائیگا
تو وہ چکنے کا نہین ہے کیونکہ آپ کوئی چیز عالم مین چکتے نہین دیکھتے ہین کسی چیز کا چکنا اُسوقت
کہا جاتا ہے جب وہ چیز مستحیل ہو کر دوسری چیز ہوجاتی ہے اور یہ استحالہ اسوجہ سے ہوتا ہی کہ وہ
شے جب انتہائے نزاکت مین جوہر محض ہو جاتی ہے تو وہ جاذب اعراض ہوجاتی ہے کیونکہ وُہ
موجود ہے معدوم نہین ہوسکتی اور اسی طرح پر حق تعالیٰ کے تقاضائے غیب الغیب سے عالم کا ظہور ہے
پس جب ان سب مراتب نیشکر کو آپ ہر ہر مرتبہ سے معدوم کرتے ہوئے جوہر تک پہونچین گے اور
جوہر کو بھی معدوم کرنا چاہین گے جو محال ہے تو آپ کو چارہ نہین ہے بجز اسکے کہ آپ اوس
جوہر کو پھر ایک پورے نیشکر کے لباس مین کھڑا کردین کہ ہر ہر جوہر اپنے مراتب کے اعراض کو
گھیرتا ہوا آوے گا اور وہ جوہر اپنے جس مرتبہ کو گھیرے گا ۔ اُس مرتبہ کے روح کہا جائیگا
پس ہر شے کی روح بمناسبت اُس شے کے ہی قل کل یعمل علےٰ[1] شاکلتہ اور روح اُس شے
کے تناسب سے تجاوز نہین کرسکتے ؎

تعین ہر یکے را کردہ محبوس　　　　زجزویت بکلی گشتہ مایوس

جب آپ وجود مطلق کو بلالحاظ تعینات یاد کرین گے تو یہ وجود باری ہے اور جب آپ بلحاظ
تناسب تعینات محسوس کرینگے تو یہ روحانیات ہی اور جب بلحاظ اعراض دیکھین گے تو یہ مادیات ہی
اور وجود انسانی سے مراد وجود مطلق ہے اور روح انسانی سے مراد وہ روح ہے جو مجموعہ تعینات انفسی کی

---

[1] کہدو کہ ہر شخص اپنے ڈھانچے کے موافق عمل کرتا ہے ۔

و آفاقی ہے۔ اور جسم انسانی سے مراد خلاصہ مادیات نفس و آفاق ہے۔ اب اگر اس انسان مین جبلی
مین نے تعریف کی ہے۔ آپ کسی صفت جمالی یا جلالی کو کسی دوسرے متبائن صفت پر غلبہ دینگے
تو ہزارون قسم کے انسان ہوجائینگے اور اس غلبہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے ہر ایک بات
مین ممتاز ہونگے۔ اور اگر کسی صفت جلالی کو مجموعی اسمارے تنزلات مین غلبہ دینگے۔ اور اُس سے
کسی صفت جمالی کو دبا دینگے تو وہ انسان سے اُتر کر دوسری مخلوق ہوجائیگا۔ اور اگر کسی صفت
جمالی کو غلبہ دیکر اس سے کسی صفت جلالی کو دبادینگے تو وہ انسانی اعلی مرتبہ ملکی کہا جائیگا اور اگر کسی
صفت کو غلبہ نہ دینگے اور کل اسمار کا اعتدالی مجموعہ رہنے دینگے تو وہ نور محمدی ہوگا کہ جس اعتدالی
تعین پر بہ بتباین غلبہ ہو ہو کر عالم ہوگیا ہے۔ پس وجود مطلق ہی ایسا جوہر ہے جسکو بلحاظ اسمار سبعہ
نفسیہ کے جسمین کل اسمار داخل مین نور محمدی کہتے ہین۔ اور وہ وجود مطلق اپنے آپ مین اپنے آپ کو
دیکھتا ہے اور تمامی اسمار وصفات کے ساتھ دیکھتا ہے اور جب تمامی اسمار وصفات کے ساتھ
اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو ہر اسم وصفت اپنے تنزل تحتی کا جوہر ہے اور تنزل تحتی اُسکا عرض ہے مثلاً
جب آپ کسی شئے کو دیکھینگے تو بلا آنکھ کی بینائی کے نہین دیکھینگے۔ اور بینائی
ایک جوہر ہے جو محسوس نہین ہوسکتا جب تک آنکھ کے متعلق جو حکمت و ترتیب و عوارض ہین
ان کو گھیر نہ لے پس نور محمدی ہو ہو عالم نورانیت و عالم قدس مین بھی اپنے آپ کو اُسی شکل پر دیکھتا
تھا جیسے کہ عنفوان شباب مین کعبۂ شریفہ یا مدینۂ منورہ مین آنحضرت اپنے آپ کو دیکھتے تھے
اب اِس عالم اور اُس عالم مین فرق اِسقدر رہا کہ اس عالم مین آپ اپنے آپکو محمد دیکھتے تھے اور عالم
وجود اقدس مین اپنے آپ کو بصورت امر اللہ دیکھتے تھے پس آپکا تعین حقیقی بصورت اللہ ہے
اور اسی طرح ہر انسان کا تعین بفرق مراتب روحانیات بصورت اللہ ہے ؎

بنام آن کہ او نامے ندارد — بہر نامیکہ خوانی سر برآرد

لیکن تعین محمدی بوجہ اعتدال کے مراتب سے بالاتر ہے اور مراتب کمی وبیشی سے پیدا ہوئے ہین
لہذا آنحضرت بعینہ حق ہین اسی واسطے آپنے فرمایا کہ انا احمد بلا میم اور فرمایا کہ من رآنی فقد

داء الحق احمد بلا میم کے معنی یہ ہین کہ میم کے عدد چالیس ہین اور عوالم بھی چالیس ہین اور آپ اپنے جنب وجود مین عوالم سے مستغنی ہین پس نکھ شکھ حق رہ گئے اور دوسری حدیث مین توصاف ظاہر اور اگر اس حدیث مین حق کے معنی صرف سچ کے لیے جائین توبھی ایک ہی بات ہی کیونکہ پورے طور پر سچائی مسلم حق ہے کو ہی اور آپ کا کلام تام ہے لہذا آپ پورے سچے ہین یعنی پورے حق ہین یعنی جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا[1] اور اسی کا احسان جناب باری نے جنس انسان پر رکھا ہے کہ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم[2]

همه رابسته گیسوے پریشان داری · غمزهٔ خاص بهر گبر و مسلمان داری
مثلے هست که الجنس الی الجنس میل · بهر دل بردن من صورت انسان داری

اب جوہر اسکو کہتے ہین جو قائم بنفسہ ہو اور بلا اعراض کے پایا نہ جاے اور اعراض کی تعریف یہ ہے کہ الاعراض لا یبقی زمانین[3] پس فی الواقع اشیا اشیا نہین ہین بلکہ حق ہے جو مثل جوہر کے اعراض کو جمع کرتا یعنی اشیاء کو موجود کرتا ہے اور اشیا آناً فاناً اپنی عدمیت کو فانی ہوتی جاتی ہین پس اشیا کے موجودیت جسقدر نظر آتی ہے وہ وجود مطلق کے جاذبات سے ہی اور جو اشیاء آناً فاناً فانی ہوتی جاتی ہین یہ اُن کی عدمیت کا تقاضا ہی۔ اب اگر ہر شے کو آپ بلا تمیز مادیات وروحانیات کے مدرک مان لیجیے کلاً وجزاً تو یہ حق ہے اور مادہ کے ماننے والون پر کوئی اعتراض نہین ہے کیونکہ وہی دہر ہے۔ لاتسبوا الدھر فان اللہ ھو الدھر ھو اللہ۔ و ان من شیٔ الا یسبح بحمدہ[4]

نطق آب و نطق خاک و نطق گل · هست محسوس حواس اهل دل

اور اگر مادہ کو مدرک نہ مانیے اور اُسکا وجود علحدہ ٹھرائیے تو یہ بالکل بے بنیاد ہے اور مادہ قائم بنفسہ نہین ہوسکتا۔ کہ وہ آناً فاناً فانی ہوتا ہے اور اشکال ذیلی سے اُس مادہ کا مخلوق ہونا

---

[1] حق آیا اور باطل غائب ہوا باطل تو غائب ہی تھا ۱۲ [2] ہر آئینہ احسان کیا اللہ نے مومنین پر کہ بھیجا اُن مین رسول اُن ہی مین کا ۱۲ [3] اعراض نہین ٹھہرتے دو وقتون مین ۱۲ [4] نہین ہے کوئی چیز مگر یہ کہ خدا کی حمد کرتی ہے اپنی تسبیح مین ۱۲

ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ خالق وقدیم۔ اِس لیے کہ مادہ مین ادراک نہین ہے اور انسان مین ادراک ہے اور یہ قطعی بات ہے کہ جو چیز جس شے مین موجود نہین ہوتی اُس شے کی ترکیب سے وہ چیز پیدا نہین ہوسکتی توجب ادراک انسانی مادہ سے پیدا نہین ہوا تو انسان کا خالق مادہ کیسے ہوسکتا ہے اشکال ذیل غور سے پڑھیے۔

شکل اول

(۱) | جو چیز مرتب مستمر النظام ہے اور اس ترتیب ونظام سے ارادہ کیے ہوئے نتائج پیدا ہوتے ہین تو وہ کسی صاحب ارادہ کی پیدا کی ہوئی چیز ہے۔

(۲) | عالم مرتب مستمر النظام ہے اور اس ترتیب ونظام سے ارادہ کئے ہوے نتائج پیدا ہوتے ہین۔

(۳) | اِس لیے عالم کسی صاحب ارادہ کا پیدا کیا ہوا ہے۔

شکلِ دوم

(۱) | ارادہ صفت ذی حیات ہی۔

(۲) | عالم کسی صاحب ارادہ کا پیدا کیا ہوا ہے (دیکھو شکل اول کا نتیجہ)۔

(۳) | اِس لیے عالم کا پیدا کرنے والا ذی حیات ہی مُردہ نہین ہے۔

شکلِ سوم

(۱) | عالم کا پیدا کرنے والا ذی حیات وصَاحبِ ارادہ ہے (دیکھو شکلِ اوّل ودوم کے نتائج۔

(۲) | مادہ ذی حیات نہین ہی نہ صاحب ارادہ۔

(۳) | اِس لیے مادہ عالم کا پیدا کرنے والا نہین ہی۔

اور چونکہ مادّہ ذی حیات نہین ہی نہ صاحب ارادہ و صاحب ادراک پس حیوانات مین جو حیات و ارادہ و مدرکات معلوم ہوتے ہین علی الخصوص حیوانِ ناطق مین وہ مادہ کی کسی ترکیب یا تاثیر و تاثر سے نہین ہین بلکہ مدرکاتِ حیوانات و انسان ماورائے مادہ ہین جسکو خداوند تعالیٰ نے نفخت فیہ من روحی سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ

شکل اوّل

(۱) جو اثر عناصر کی ترکیب کیمیاوی سے پیدا ہوتا ہے وہ اُس وجود کے لیے امر طبعی ہوتا ہی

(۲) جب تک وہ ترکیب عناصر اُس وجود مین باقی رہتی ہے وہی اثر پیدا ہوتا رہتا ہے اور اِس اثر کا نہ پیدا ہوتے رہنا محال ہی۔

(۳) اِس لیے اِس موجود کے اختیار مین یہ امر نہین ہے کہ جب تک وہ ترکیب عناصر اس وجود مین باقی رہے اس اثر کو کبھی ظاہر ہونے دے اور کبھی نہ ہونے دے۔

مثال شکل اوّل

(۱) مقناطیس مین ترکیب کیمیاوی عناصر سے جذب آہن کا اثر پیدا ہوتا ہے یہ اثر مقناطیس کا طبعی امر ہے۔

(۲) جب تک مقناطیس مین عناصر کی یہ ترکیب کیمیاوی باقی رہے گی یہ اثر جذب آہن پیدا ہوتا رہیگا اور اس اثر کا نہ پیدا ہوتے رہنا محال ہی

(۳) اس لیے وجود مقناطیس کو یہ اختیار نہین ہے کہ جب تک عناصر کی وہ ترکیب کیمیاوی باقی رہی اِس اثر جذب آہن کو کبھی ظاہر ہونے دے اور کبھی نہونے دے۔

شکل دوم

(۱) حیوان مین ارادہ و اختیار ہے کہ جس کام کو چاہے کرے چاہے نہ کرے۔

(۲) ایسا اختیار ترکیب کیمیاوی عناصر مین (حسب نتیجہ شکل اوّل) نہین ہے۔

(۳) اس لیے حیوان مین جو ارادہ و اختیار ہے وہ ترکیب کیمیاوی عناصر کا نتیجہ نہین ہوسکتا ہے۔

مثال

(۱) زید عمرو کے مارنے کو لٹھ اُٹھاتا ہے اور پھر اُسیوقت بلا کسی خارجی اثر کے اُس لٹھ کو رکھدیتا ہے اور عمرو کو مارنا ترک کردیتا ہے۔

(۲) زید کا لٹھ اُٹھانا عمرو کے مارنے کو اور ہی وقت لٹھ کا رکھ دینا ترک ارادہ سے یہ دو متضاد افعال زید کے اختیار سے ہین۔

(۳) اس لیے زید کے ہر دو متضاد افعال عناصر کی کسی ترکیب کیمیاوی کا اثر نہین ہے کیونکہ اگر ترکیب کے اثر سے ہون تو لازم آتا کہ شئے مرکبہ عناصر کو اپنے اثر کے ظاہر کرنے اور نکرنے کا اختیار ہے اور یہ نتیجہ شکل اوّل کے خلاف ہی

شکل سوّم

(۱) حیوان (علی الخصوص حیوان ناطق) مین بعض افعال مثلاً دوست دشمن کا تمیز کرنا اشیاء کی شناخت خیال وغیرہ یعنی تعقل موجود ہی۔

(۲) عناصر کی کسی ترکیب کیمیاوی کا اُصول اب تک اس بات پر قائم نہین ہوا ہے کہ یہ تعقل عناصر کی کسی ترکیب کیمیاوی کا نتیجہ ہی۔

(۳) اس لیے لازمی طور پر حیوان مین کوئی ایسی شے موجود ہے جو ان نتائج یعنی تعقل کا باعث ہی اور جو کچھ وہ شئے ہو وہی روح ہے۔

مثال

(۱) حیوان کی آنکھ کے سامنے شعاع مین جو چیزین ہون اُنکے عکس کا طبقات چشم پر منقش ہونا

عناصر کی کیمیاوی ترکیب و ترتیب طبقات کا اثر ہے۔

(۲) لیکن ان اشیاء کی شناخت دوست دشمن کی تمیز ان اشیاء کا بُرا یا بھلا لگنا عناصر کی ترکیب کیمیاوی کا کوئی اُصول اِسپر دال نہین ہی۔

(۳) اس لیے لازمی طور پر یقین کیا جاتا ہی کہ حیوان مین کوئی اور چیز موجود ہے جو اُن نتائج کا باعث ہی اور جو کچھ وہ شے ہو وہی روح ہی۔

حضرت نجم الدین رازی نے کتاب مرصاد العباد مین قند کے جوہر ہونے کی مثال وجود مطلق سے تنزلات مین مافوق وجود کو جوہر اور اُسکے ماتحت کو اعراض مان کر لکھی ہے اور انتہائی تنزل شیرہ کو قرار دیا ہے کہ جسکے لیے اُسکی ضرورت پیدا ہوئی کہ آخری تنزل شیرہ کو مانکر جو کثافت محض ہی انتہاے عروج مین جوہر کو کثافت سے مبرا کرنا پڑا ورنہ یہ شبہہ واقع ہوتا کہ حقیقت کثافت سے مبرا نہین ہی کیونکہ وہ بھی اُسی سے نکلا ہے ورنہ شیرہ کا وجود ہی نہوتا تو فی الجملہ منزہ حقیقت مین تشبیہ کا دھبہ ماننا پڑتا یہ سوء ادبی تھی لہذا مین نے اُس مثال کو اُلٹا کر دیا اور تنزلات سے عروج کی طرف لطافت کو بڑھاتا گیا ہون اور کثافت کو گراتا گیا ہون کہ آخری جوہر قائم بنفسہ مین کثافت کا دھبہ باقی نرہے اور یہ ثابت ہو جاے کہ شیرہ کی کثافت محض اعتباری ہین نہ تقیید کی وجہ سے ہی کہ جو شیرہ کے وجود کو ماسواے جوہر مان لینے سے پیدا ہوگئی ہے کیونکہ شیرہ کا فضلہ بھی مثل فضلہ نیشکر کے سوختنی ہے اور اُسکا کام صرف یہ ہے کہ اپنی حرارت عشقی سے کہ جو کثافت کے لیے لازمی ہے اِس جوہر کے ہر تعین کو فانی کرتا رہے کہ ہر آن جوہر لطیف کا اثبات ہوتا رہے ورنہ فی الواقع کثافت کثافت نہین ہے جیسا کہ ہم مادیات کثیفہ مین دیکھتے ہین کہ روحی تنزلات مین جاکر غلیظ بن جاتی ہے اور غلیظ آفاق مین جاکر کھیتون مین پڑکر نباتات مین روح لطیف ہو جاتا ہے تولج اللیل فی النھار وتولج النھار فی اللیل و تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی[1] الایۃ جب کہ مادیات محسوسہ مین بلکل کثافت

[1] رات کو دن کرتا ہی اور دن کو رات کرتا ہی اور مُردہ سے زندہ کو نکالتا ہی اور زندہ سے مردہ کو۔

باقی نہین رہتی تو جوہریات و روحانیات مین قطعاً باقی نہین رہ سکتی جیساکہ روح جسم انسانی مین کوئی کثافت مادیات کی نہین ہے اور اسکی وجہ یہ ہی کہ مادہ اعتباری ہے اور عدم محض ہی وجود کے تنزلات مین اعتباری طور پر ظاہر و مبرہن ہوتا ہے اور ترفعات مین اپنی حد تک ظاہر رہتا ہی پھر بوجہ اعتباری ہونے کے فانی ہوجاتا ہے اسیواسطے جناب باری نے انسان کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْـًٔا مَّذْکُوْرًا یعنی فی الواقع انسان جو خلاصۂ آدم و عالم ہے کسی وقت مین کوئی شئے نہین تھا یعنی شیئیت سے منزہ احسن تقویم مین تھا اس نے اسفل السافلین مین نزول نہین کیا تھا اور انسان کا احسن تقویم مین ہونا حق کا اپنے آپ کو بلحاظ مراتب تنزلی ملاحظہ کرنا ہی۔ اسی لیے مولانائے رومی فرماتے ہین کہ ؎

آدمی دید است باقی پوست است دید آن باشد کہ دید دوست است

چونکہ روح ہر انسان کی کل مراتب اسمائے حق کو صفاتاً و افعالاً گھیرے ہوے ہی اور حق ہی اپنے صفات و افعال سے انسان کی ذات ہی اسلیے روح انسانی بسبب جامعیت و تنزہ حق کے حق کے ساتھ متحد ہے یعنی حق ہی اپنے آپ کو جملہ مراتب کے ساتھ جیساکہ قبل تخلیق عالم کے دیکھتا تھا ویسا ہی بعد تخلیق عالم کے دیکھتا ہے اور بعد فنائے عالم کے ابدالآباد تک دیکھتا رہیگا اور یہی وجود انسانی ہے۔ جامی ؎

حبذا روزیکہ پیش از روز و شب فارغ از اندوہ و آزاد از تعب

متحد بودیم با شاہ وجود نام غیریت بکلّی محو بود

باب دوم: توحید

جاننا چاہیے کہ توحید نفسی کی تین قسمین ہین۔ توحید افعالی۔ توحید صفاتی۔ توحید ذاتی توحید افعالی۔ کا ایک نام توحید آفاقی بھی ہے اور اُن مین سے ہر ایک کی تین قسمین ہین۔

توحید افعالی۔ توحید صفاتی۔ توحید ذاتی۔ اور ہر قسم کے توحید ذاتی بالاتر قسم کی توحید افعالی ہے مثلاً توحید افعالی انفسی کی تین قسمین ہین۔ توحید افعالی۔ توحید صفاتی۔ توحید ذاتی۔ اب انین سے توحید افعالی وہ ہی کہ جو اشیا حواس خمسہ سے محسوس ہوتی ہین اور یہ احساس ایک حواس کا دوسرے حواس سے نامعلوم رہتا ہی یعنی آنکھ کے محسوسہ شئے کی خبر کان کو نہین ہوتی اور کان کی محسوسہ شئے کی خبر ناک کو نہین اور ناک کی محسوسہ شئے کی خبر منھ کو نہین ہوتی وقس علیٰ ہذا البواقی۔ پانچ حواس باطنی ہین کہ جن سے آدمی اپنے آپ مین رحم وقہر وغیرہ صفات کا ادراک کرتا ہے اور اس احساس کرنے والے شخص کے علاوہ دوسرا شخص ان حواس کو ادراک نہین کرتا ہے اب یہ توحید صفاتی ہوئی لیکن ان صفات کا احساس انسان تب ہی کر سکتا ہے کہ جب اُسکو اپنے آپ مین رحم یا غصہ آتا ہے اور قبل اس رحم یا غصہ آنے کے اُسکو محسوس ہوتا ہے یہ توحید ذاتی ہے لیکن یہ توحید ذاتی توحید فعالی انفسی کی ہے کہ جو توحید صفاتی انفسی کی توحید افعالی ہے۔ اب اس توحید صفاتی انفسی کی توحید صفاتی یہ ہی کہ انسان یہ نہین جانتا ہی کہ ہم مین یہ غصہ یا رحم کس جگہ پر سے آیا۔ اور اس توحید صفاتی کی توحید ذاتی یہ ہے کہ یہ جانتا ہی کہ یہ ہم ہی مین سے آیا اور وجدانی طور پر اس بات کو تسلیم کیے ہوے ہی۔ اب توحید ذاتی توحید ذاتی نفسی کی توحید افعالی ہے لیکن انسان اس صفت کا وجود ایک اپنے ہی تعین مین مقید جانتا ہے حالانکہ ہر انسان مین یہ صفات موجود ہین پس جب ایک تعین کے ساتھ مقید نہ جانے تو یہ عام ہونا توحید ذاتی کی توحید صفاتی ہی اور اس ایک وجود عام کا ادراک یعنی ان توحید صفاتی کا ادراک ایک ماہیت سے ہوتا ہی جو مجمع ہے اور جسکو آنا کہتے ہین یہ توحید کلیۃً بنفسہ توحید ذاتی ہے۔

آفاق یعنی نفس کی توحید فعالی کی توحید فعالی وہ اشیا ہین مع جسم انسانی کہ جو صورتاً اپنے جسم سے نفس یعنی انسان کو محسوس ہین اور آفاق کے توحید صفاتی اشیاء کے تاثیرات ہین جو سیرتاً محسوس ہوتے ہین کہ جسمین حواس انسانی بھی داخل ہین لیکن اس حواس انسانی و تاثیرات اشیاء کو بجز اس شخص کے جو حواس سے محظور ہوتا ہے یا جس شئی پر تاثر ہوتا ہے دوسرا شخص

یا دوسری شئے نہین جانتی ہے یہ آفاق کی توحید ذاتی ہوئی جس سے وجود ثابت ہوتا ہی اور
اسکی ماہیت نہین معلوم ہوتی ہے یہ نہ معلوم ہونا عین ذات آفاقی کی سمجھ سے لیکن یہ سمجھ تقاضے
آفاق سے نہین ہی بلکہ خواص انا دانسانی سے ہی جو انسان مین علاوہ آفاق کے ودیعت ہی کیونکہ
آفاق کی یہ توحید ذاتی توحید صفاتی انفسی کی توحید افعالی ہے مثلاً آفاق مین آفتاب آفاق
کی توحید افعالی ہے اور آفاق کی توحید صفاتی اسکی گرمی و دیگر تاثیرات ہین اور نفس آفتاب
مد وہ صورت و تاثیر کے جو ایک وجود غیر محسوس ہی یہ آفاق کی توحید ذاتی ہے اسوجہ سے توحید
آفاقی توحید صفاتی انفسی کے توحید افعالی ہے اور باقی کل اقسام توحید صفاتی اور توحید ذاتی
کے ماوراے آفاق مین یعنی وجود غیر محسوس آفاقی آفاق کی توحید ذاتی ہے اور نفسی توحید
صفاتی کی توحید فعالی ہے یعنی توحید صفاتی نفسی آفاق کے کل وجود موجودات کی روح
ہے اور یہ روح انفسی توحید ذاتی کی توحید افعالی ہے اور روح کلی جو عام ہے یعنی جملہ عوالم انفسی
و آفاقی کی روح ہے وہ توحید ذاتی کی توحید صفاتی ہے اور توحید ذاتی فی نفسہ کما کان کما کان
ہی جسکو روح دانا سے تعبیر کرتے ہین اور اس تقسیم کی کیفیت اس شجرہ سے اچھی طرح واضح ہے۔

رواباشد انا اللہ از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

یہ شجرۂ قامت انسانی ہے (جس کی مؤید یہ آیت ہے) اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ

یہ دوائر جو توحید کے سمجھانے کے لیے بنائے گئے ہین انہین تفہیم کی غرض سے توحید ذاتی کے دوائر بھی بنادیے گئے ہین حالانکہ دراصل ذات احاطۂ دوائر کے تقید سے بالاتر ہے اور ایسے ہی دائرہ ذاتی مین تقسیم دوائر بھی محض تفہیم کے لیے ہی ورنہ ذات ہرگز ہرگز منقسم یا محدود نہین ہے بلکہ اِن دوائر سے مراد ذاتی نسبتین ہین۔ جیسے عاشق و معشوق و عشق۔ اور عالم و معلوم و علم وغیرہ وغیرہ الغرض جبکہ توحید ذاتی کی توحید افعالی یعنی وجود عالم ہے سمجھ مین نہین آتا بجز اسکے کہ ہے اور یہ سمجھ توحید صفاتی نفسی کی توحید صفاتی ہے کہ جسنے توحید افعالی نفسی کی یہ پہچان بتائی پس یہ سمجھ وجود عالم سے بھی زیادہ لطیف اور نہ پہچانے جاسکنے کی مستحق ہے۔ اور باوجودیکہ وجود عالم پہچانا نہین گیا ہے مگر تسلیم کرلیا گیا پس جس سمجھ سے کہ عالم کا وجود تسلیم کیا گیا ہے یہ سمجھ نفس تر نم وجدانی ہے اور یہ سمجھ توحید صفاتی نفسی کی توحید ذاتی یا توحید ذاتی کی توحید افعالی ہی اسلیے وجدانیات بتلا رہے ہین کہ یہ سمجھ وجود عالم سے و نیز اوس ناسمجھی کی سمجھ سے کہین اعلیٰ اور سمجھ مین نہ آنے کے قابل ہے اگر وجدانیات نہوتے تو ناسمجھی سے نفس کی سمجھ نہوتی لیکن چونکہ وجدانیات منحصر نہین ہین اور نہ مختتم ہین اور وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کے بموجب ہر شخص کی سمجھ اسی توحید ذاتی مین محدود ہے کہ جو توحید ذاتی کی توحید افعالی ہے تو جب یہ سمجھ محدود نرہے گی بلکہ عام ہوجائے گی تو یہ عام سمجھ توحید ذاتی کی توحید صفاتی ہوگی ؎

یہ بزم خاص جو دربار عام ہوجاے　　یقین ہے کہ ہمارا اسلام ہوجاے

رُباعی

گر گل گذر دبخاطرت گل باشے　　ور بلبل بیقرار بلبل باشی

تو جزوی وحق کل ست گر روزی چند　　اندیشۂ کل پیشہ کنی کل باشی

اب یہ عام اور کل الکل سمجھ کس کی اور کس مین ہی؟ یہ سمجھ انسان مین ہے اور انا انسانی کی ہے جو عین انا حقیقی ہے اور یہ علم حق ہے۔ یہ انا بنفسہ توحید ذاتی ہے کہ جو ہر ذرہ نفس و آفاق

؎ نہین دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا ۱۲

مین یکسان الآن کما کان ساری دطاری ہے اور پھر سب سے منزہ ہے اور جسکا سمجھ مین نہ آنا ہی عین عرفان ہی۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ماعرفناک حق معرفتک اور حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا ہے کہ العجز عن درک الادراک ادراک یہ دونون قول اس بات پر دلالت کرتے ہین کہ نجاننا ہے عین جاننا ہی کیونکہ منزہ اور ایسی منزہ ذات کی پہچان اعلیٰ درجہ کی یہی ہے کہ پہچانی نہ جاے جیسے محسوسات آفاقی مین لطیف ترین اشیار یعنی خلا کی پہچان یہ ہے کہ جہان کچھ نہو یا معقولات نفسی مین نفس قوت متخیلہ سمجھ مین نہین آسکتی ہی یا جو اس مین نظر دیکھی نہین جاسکتی بلکہ نظر کو تعقل سے ادراک کرتے ہین اور تعقل کو روح سے اور روح کو انا حقیقی سے اب اس انا حقیقی کو ادراک کرنیکے لیے آپ کون چیز باہر سے لاسکتے ہین اور جب آپ باہر سے کوئی چیز نہین لاسکتے ہین اور انا کو آپ خود بخود بلا کسی ادراک یا وسیلہ ادراک کے جانتے ہین کہ وہ موجود ہے کیونکہ آپ کو اپنے موجود ہونے کا قطعی یقین ہے لھٰذا ماعَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ اور اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ اور عرفت ربی بربی کے ایک ہی معنی ہین اور یہ اقوال حضرات قائلین کے کمال عرفان کے ثبوت مین ہین نیز یہ ارشاد آنحضرت کا نعمت وعلّم آدم الاسماء کلّھا کے حصول کی دلیل ہے جو نص ہی اور اس نص کی دلیل دوسری نص سے ہے جو کہ اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا[1] جس کی تفسیر جناب امیر کے ان اشعار سے ہوتی ہے

داؤک فیک وما تشعر	دواؤک منک وما تبصر
وتزعم انک جرم صغیر	وفیک انطوی العالم الاکبر
وانت الکتاب المبین الذی	باحرفہ یظھر المضمر[2]

[1] یہ قول حضرت علی کا ہی یعنی اپنے رب کو اپنے رب ہی سے پہچانا ۱۲ [illegible] پڑھ اپنی کتاب کو آج تیرا نفس تجھے کافی محاسب ہے ۱۲ [2] تیرا مرض تجھی مین ہے اور تجھے خبر نہین۔ تیری دوا تجھی سے ہی اور تو نہین دیکھتا۔ تو سمجھتا ہے کہ تو ایک چھوٹی سی چیز ہے اور تجھ مین بڑا عالم پوشیدہ ہے۔ اور تو وہ کتاب مبین ہے کہ جس کے حروف سے پوشیدہ باتین ظاہر ہوتی ہین ۱۲

اور یہ آیت منتج ہے حضرت امام حسین کے اس قول کو کہ فمن قرأ ھذا الکتاب فقد علم ما کان وما ھو کائن وما ھو یکون جو معرفت تامہ کی دلیل یقینی ہے۔ پس ان آیات و اقوال مقدسہ سے آن حضرت کا عرفان کامل صاف صاف ظاہر ہے اب جو نفسانیت و بغض سے نہ مانے اُسکا کیا علاج ہے اسی طرح سے ارشاد فقد علم ما کان وما ھو کائن وما ھو یکون سے کہ جو آیہ کریمہ وما ھو علی الغیب بضنین کے بالکل مطابق ہے علم بسیط رسول برحق صاف ثابت ہے اب منکرین علم غیب کی نسبت بجز صفائی قلب کے اور کیا کہا جاے۔

الحاصل چونکہ انسان کا مبدا یہی وجود ہے اور انسان کامل ہے اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا لقب اُمّی ہوا اور انسان ظلوم وجہول کہا گیا کہ وہ اپنے مبدا، توحید ذاتی سے ملا ہوا ہی پس اس تاریکی و جہل مین پہونچکر جو شخص کہ حیرت زدہ ہوگیا وہ ناکام رہا اور حواس عدم ادراک کو عین ادراک سمجھا تو چونکہ ہر چیز اپنے منتہا پر جاکر ختم ہوجاتی ہے اور اس کا ختم ہونا کیا ہے کہ بطور استحالہ کے وہ دوسری چیز ہوجاتی ہے پس یہ کچھ نہین ہوکر سب کچھ ہوگیا یعنی انفس و آفاق دونون ہوگیا اور علم آدم الاسماء کلھا کا ظہور ہوگیا کیونکہ انہ کان ظلوماً جھولاً اور اسی تاریکی حقیقی ظلومی و جہولی فطرتی انسانی کو سواد اعظم کہتے ہین ؎

سواد الوجہ فی الدارین درویش ۔۔۔ سواد اعظم آمد بے کم و بیش

سواد اعظم اُسکو کہتے ہین کہ جسمین جو کچھ ڈھونڈھیں ملجائے۔ سالک جب اپنی فطرت ظلومی و جہولی مین قیام کرتا ہے تو وہی ظلومی وجہولی جاذب جاذبہ ہوتی ہے۔ اسی واسطے بچہ کو جو بات پہلے پہل سکھائی جائے وہ اُسکو جلد آجاتی ہے اور جو زبان سکھائی جاوے وہ اوسکی مادری زبان ہوجاتی ہے اور جب وہ خطرات کا مورد ہونے لگتا ہے تب جو بات سکھائی جاوے وہ وقت سے آتی ہی اور یہ خطرات دوسادس ہی ہین جن کا نام خودی ہے ؎

ملہ پس جسنے یہ کتاب پڑھی اُسے معلوم ہوگیا جو تھا اور جو ہو رہا ہی اور جو ہوگا ۱۲ ملہ اور وہ غیب کے معاملہ مین بخیل نہین ہی ۱۲
ملہ تحقیق انسان بڑی تاریکی والا اور بڑا جہل والا تھا ۱۲

ہر آن کو خالی از خود چون خلا شد　　انا الحق اندر و صوت و صدا شد

اسی سواد اعظم کو حاصل کرنے کے لیے حقائق و معارف نعم جنت کو نسیًا منسیا کر کے حضرت آدم علیہ السلام نے گیہون کھایا اور علم جنت سے نزول کر کے ناسوت مین آے تاکہ نسیان کے ذریعہ سے سواد اعظم حاصل کرین اور یہان تک نسیان پیدا کیا کہ حضرت حوا کو بھی بھول گئے اور اُن سے مفارقت رہی عورت ذات ہی اور ذات روح ہے یعنی صرافت روحی کی بھی پروانہ کی اور اسی صرافت روحی سے تبرا کر کے اکثر پیغمبرون نے جانین دین تاکہ نعمت لازوال سواد اعظم حاصل کرین۔ اسکی طلب مین حضرت مریم نے دعا کی کہ کنت نسیًا منسیا تاکہ مباشرت جبریلی و روحانیت عیسوی سے بچ پاکر اپنے نفس ذات سواد اعظم مین خوش عیش رہین۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب سے اسی مقام کا پتہ پاکر حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ مجکو اس خواب کی تعبیر عرض کرنے کی اجازت ملے چنانچہ اجازت پاکر اوسکی تعبیر مین کلام مجید کے فوائد ختم کیے یعنی ناس تک پہونچے تب آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے تعبیر سچی کہی مگر یہ آدھی ہے اور بقیہ آدھی تعبیر جب حضرت صدیق نے پوچھی تو اسوقت آپنے نہین بتائی۔ لیکن جب حضرت صدیق افضل البشر تھے تو بہ فیض رسول اللہ بشریت یعنی نسیان مین ضرور کامل تھے اور اسی سواد اعظم کے دریافت کرنے کے لیے حضرت عمر نے حضرت صدیق اکبر کی بیوہ بی بی سے نکاح کیا جن سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق رات بھر چپکے بیٹھے رہتے تھے یا رویا کرتے تھے اور اسی سواد اعظم کا کمال حاصل کرنے کے لیے حضرت عثمان نے آیہ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر جان دی اور اسی سواد اعظم کے ستر کے لیے شب معراج مین آنحضرت کو حکم ہوا کہ بجز حضرت علی کے کسی سے نہ کہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بالآخر اسکو کنوے مین منھ کر کے کہا کہ جہان بجز جمادات بے نفس کے کوئی دوسرا نہ تھا پھر بھی اس کنوین کا پانی خون ہوگیا اور اسی سواد اعظم کا فیض تھا کہ جس سے مولا علی کی نماز مین یہ محویت ہوتی تھی کہ حالت نماز مین تیر آپکے جسم سے کھینچکر نکالا گیا۔ اور

سلہ کاش مین لیاپٹ ہوگئی ہوتی ۱۲ ؎ اب تیری طرف سے کافی ہے اُنکو اللہ اور وہی ہے سننے جاننے والا ۱۲

خبر نہوئی پس نماز کا سر بھی سواد اعظم ہے کیونکہ نماز معراج شریف سے فرض ہوئی اور معراج شریف
محض بغرض حصول سواد اعظم ہوئی ؎

از سوے معراج آمد مصطفےٰ ‌‌‌‌‌‌‌‌ ‌ جبذا اے سرِ پنہان حبذا

اور نماز مین جو ہر شخص کا دل گھبراتا ہی وہ بھی اسی سواد اعظم کے تقاضے سے ہی اور یہ حقیقت نماز
ہے جسکو لوگ برا جانتے ہین اور یہ چاہتے ہین کہ جی لگے یہ جی لگنے کی خواہش نماز مین ایک وسوسہ
شیطانی ہے جو نماز کو اُچک لے بھاگتا ہے جبقدر نماز مین الجھن ہو اُسیقدر نماز اعلی ہوئی کیونکہ
جی لگنا خودی پر دلالت کرتا ہے اور نماز مین خودی بالکل نہین ہونی چاہیے۔ اور روزہ کا سر بھی
یہی سواد اعظم ہے عطار ؎

روزہ حفظِ دل ست از خطرات ‌‌‌‌ ‌ بعد ازان از مشاہدہ فطار

یعنی سالک جب خطرات سے فارغ ہوکر سواد اعظم مین جائیگا تب حق تعالیٰ اُسکی سمع وبصر
وغیرہ ہوجائیگا کہ کنت له سمعًا وبصرًا و یدًا ورجلًا۔ الحدیث اور یہی مشاہدہ ہے اور یہی فطار
ہے فرحتٌ عند الافطار وفرحت عند لقاء الرحمن۔ الصوم لی وانا اجزی بہ
اور یہ تفکر حاصل نہین ہوتا مگر نصف شب آخر مین جو سحری کا وقت ہوتا ہی اور جس وقت جاگنے کا معمول
آنحضرت کا تہجد کے لیے تھا کیونکہ آخر شب مین نوم بشری کا غلبہ کم رہجاتا ہے اور علم خودی کا
زور بھی فطرتًا گھٹا ہوا رہتا ہے یہ حالت مابین بیداری وخواب کے ہوتی ہے اور اسی حالت مین
آنحضرت کو معراج ہوئی۔ اور حج بھی سواد اعظم کو حاصل کرنے کے لیے ہی کہ صورتًا جسکا طواف کیا
جاتا ہے (حجر اسود) وہ سواد اعظم ہی ہے اور وہی اللہ کا گھر ہے اور اسی طواف کے بعد حج ہی کہ جہان
نہ روزہ فرض ہے نہ نماز۔ اور حقیقی زکوٰۃ بھی اسی سواد اعظم کی ہے یعنی جب تمنے بعد مجاہدہ وسلوک کے
سواد اعظم حاصل کیا تو تمپر فرض ہے کہ بحکم واما بنعمت ربك فحدث اللہ کا شکر ادا کرو اور

ملہ مین اس کی سماعت بصارت اور بات تدبیر ہوجاتا ہون ۱۲ ملہ ایک فرحت افطار کے وقت جو
ہو ایک فرحت جس سے ملاقات کے وقت ۱۲ ۳ روزہ میرے لیے ہی اور مین اوسکی جزا ہون ۱۲ ۴ اور احسان اپنے رب کا سنو

جو فیضان حق سے آوے اسکی زکوۃ نکالو کیونکہ حقیقی نصاب وہی ہے اور اُسکو خلق اللہ پر ایثار کرو یہانتک کہ اگر شیطان بھی مانگنے آوے تو اُسکو بھی دیدو ؎ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ تاکہ وہ بھی رام ہوجاوے کیونکہ جب توحید کا کلام سنے گا تو تمھارا مُطیع ہوجائیگا جیساکہ تمھارے رسولؐ ہر حق کا مطیع تھا اسکی زکوٰۃ کہتے ہین کیونکہ عوالم چالیس ہین پورے عالمون کا فیض تم کسی شخص کو بیک دفعہ نہین دے سکتے ہو کیونکہ بجاہدہ و محنت حاصل ہوتا ہے اور سائل اُس مجاہدہ کے لیے تیار نہین ہی لہذا اپنے حقائق و معارف سے مُطلع کر کے اُسکو چالیسؔ مین سے ایک دیدو اور وہ ایک کیا ہی کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ یعنی توحید اور اُسکے متعلق جو حقائق ہین وہ اُسکو بتادو جو ساری معرفت کی جان ہے مگر خبردار رہو کہ توحید کو شرک سے نہ ملاؤ کل چیزون کو ایک کرکے اُسکو سمجھادو ورنہ کلمہ توحید کلمہ توحید نرہے گا بلکہ کلمہ تشریک ہوجائیگا اور شرک کو خدا نہین بخشتا ہی ۵

ہان کھائیو مت فریب ہستی ۔۔۔ ہرچند کہین کہ ہے نہین ہے

اور اسی سوادِ اعظم کی طلب مین حضرت امام حسن علیہ السلام نے خلع خلافت کیا کیونکہ آپنے خیال فرمایا کہ ظاہری سلطنت مین بڑا جھگڑا ہے سب کے سب رسول اللہ نہین ہوسکتے کہ جامعیت کے ساتھ ظاہر و باطن کو بالاعتدال لیے رہین آفتاب حقیقت محمدی مثل آفتاب ظاہری کے آناً فاناً خطِ استوا پر آتا ہے اور اُسوقت نصف طلوع یعنی ظاہر کی طرف ہوتا ہے اور نصف غروب یعنی باطن کیطرف یہ جامع تخلیق تعین محمدی ہی کی تھی کہ ہر دو جانب طلوع و غروب کو ایک ساتھ گھیر لیا۔ اور کسی تعین مین ظاہر و باطن کو پورا پورا من کل الوجوہ بجامعیت انجام دینے کی قابلیت رکھی ہی نہین گئی ہے ۔ پس بجز فرائض و سنن موکدہ کے جس قدر ظاہری تقلید زیادہ کی جائے گی اُسی قدر باطن رہ جائے گا اور باطن ظاہر سے اہم ہے یعنی نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے اعلےٰ ہے ۔ پس جب معلوم ہوا کہ وہ مرتبہ جامعیت کا مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاصل نہین ہوسکتا تب اولیاءاللہ نے اس حکمت اور کمال طلب کے لحاظ سے

؎ اور سائل کو نہ جھڑک ۱۲

باطن کو ظاہر پر غلبہ دیدیا کہ ظاہر صرف دُنیا تک ہی اور باطن کو دوام ہے کہ جسکی یہ حدیث شاہد ہے حُبّب الیّ[1] من دُنیاکم ثلٰثۃ النّساء والطّیب وقرّۃ عینی فی الصّلٰوۃ پس معلوم ہوا کہ نماز جو افضل عبادات ظاہری ہے داخل دنیا ہی اور آنحضرتؐ نے بھی بتقاضاے کمال طلب با وجود اس تعین اعتدالی کے فرمایا کہ اللّٰھم[2] لم یخلق محمّدؐ۔ آپ کا نام محمّد ظاہر جسم سے متعلق ہے۔ اور احمد روحانیت سے اور ماحی عالم امر سے کہ جہان سے روحین پیدا ہوتی ہین۔ قل[3] الرّوح من امر ربّی پس یہ تینون چیزین دُنیا کی ہین اور راہِ حق مین واجب الترک ہین۔ روح مؤنث ہے جسکی طرف نساء سے اشارہ ہی۔ طیب نسبت روحانیت کی عالم امر سے ہی۔ قرۃ عینی فی الصّلٰوۃ یہ بھی لفظاً مؤنث ہے لہذا یہ بھی نساء مین داخل ہے اور اس حدیث کے ارشاد کے وقت حضرت خاتونِ جنّت آپ کی صاحبزادی نماز پڑھ رہی تھین تو ایک اشارہ اس حدیث مین اُن کی طرف بھی ہے کہ اولاد کی حب بھی داخل دنیا ہے اسکو بھی ترک کرنا چاہیے جیسا کہ کلامِ مجید مین ہی انّما[4] اموالکم واولادکم فتنۃ اور اموال نتائج اعمال ہین اعمال بھی ترک کرنا چاہیے بشرطیکہ جاذبۂ حق مدد کرے ؎

نہ ترکش عمل کار ہر کس بود نہ فضل حسد یار ہر کس بود

اور یہ سب کس بات سے حاصل ہوتا ہی؟ اسی نسیان سے جسکا اسم فاعل ناس ہی۔ اجر سے گانون سے خراج نہین لیا جاتا لہذا حضرت امام حسن علیہ السلام نے چاہا کہ عملاً اُن اسباب ہی کو ترک کردیا جاے جو نسیان کے مانع ہون کیونکہ ؎

بندگی و حق پرستی کچھ نہونا ہے نیاز کچھ نہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہین

اور یہی موت اختیاری ہے۔ کلامِ مجید مین ہی کہ قل[5] یاایّھا الذین ھادوا ان زعمتم انّکم

---

[1] مجھ کو تمھاری دنیا مین سے تین چیزین محبوب کی گیئن عورت۔ خوشبو۔ اور میری آنکھون کی ٹھنڈک جو نماز مین ہے ۱۲ [2] خدا وندا تو محمد کو نہ پیدا کرتا ۱۲ [3] کہو کہ روح میرے رب کے امر سے ہے ۱۲ [4] بتحقیق تمھارے مال اور اولاد آفت مین ۱۲ [5] کہو کہ اے یہودی لوگو اگر تم دعوی کرتے ہو تم دوست ہو اللہ کے سب لوگون کے سواے تو آرزو کرو موت کی اگر تم سچے ہو (بقیہ بر صفحہ ۳۶)

اونیاء للّٰہ من دون الناس فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین ٥ ولا یتمنونہ ابدًا بما قدّمت ایدیھم واللہ علیم بالظّالمین ٥ قل انّ الموت الذی تفرّون منہ فانّہ مُلٰقیکم ثمّ تردّون الی عالم الغیب والشھادۃ فینبّئکم بما کنتم تعملون ٥ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن وہی ہی جسکا کوئی عمل نہو اور جو موت سے نہ ڈرے اور جان دینے کی پرواہ نکرے کیونکہ جان فی نفسہ روح ہے اُس نے جسم عنصری یعنی طبیعت انسانی سے تعلق کرکے کثافت پیدا کرلی ہے اور قابل باریابی بارگاہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید نہین رہی ہے ؎

باسایہ ترا نمی پسندم   عشق است و ہزار بدگمانی

پس نحن اقرب الیہ من حبل الورید سے یکتائی پیدا کرنے کے لیے جسم و جان دونوں سے تبرّا کرنا ضروری ہے ؎

مکن در جسم و جان منزل کہ این دون است و آن والا

قدم زین ہر دو بیرون نہ نہ این جا باش نے آن جا

اور ہماری روح ہم سے کمتر ہے کہ وہ ہماری طرف اضافت کی جاتی ہے ہم کوئی اور ہی چیز ہین انّی انا اللہ لا الٰہ الّا انا۔ اسی واسطے جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے پوچھا کہ تم مجکو حقیقتاً اپنے جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہو؟ تو آپ نے عرض کیا کہ نہین یا رسول اللہ اور سب چیزون سے زیادہ عزیز رکھتا ہون لیکن جان سے زیادہ عزیز نہین رکھتا ہون اوس پر ارشاد ہوا کہ ایمان کامل نہین ہے اور تب آنحضرتؐ نے تصرف کیا کہ دفعۃً حضرت عمر پکار اُٹھے کہ یا رسول اللہ ہم آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہین ؎

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) اور کبھی نہ آرزو کرین گے موت کی بوجہ اپنی دست درازی کے اور اللہ جانتا ہے ظالمون کو۔ کہو کہ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو ملنے والی ہے پھر تم لوٹو گے عالم الغیب والشہادت کے پاس تو بتا دیگا تم کو جو کچھ تم کر رہے تھے ۱۲

۵۱ بیشک مین اللہ ہون نہین کوئی معبود مگر مین ۱۲

پس اعلیٰ ترین سلوک جان دیدینا ہے اور جو جان خدا کے واسطے دی جاوے وہ بھی و لا[1]
تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ میں داخل نہیں ہے جیسے حضرت خلیل اللہ نے آگ میں جاتے وقت
جبرئیل سے مدد لینے سے انکار کر دیا اور حضرت اسحاق یا حضرت اسمٰعیل نے جان دینے میں اور
حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کی جان لینے میں کچھ مضائقہ و تامل نہیں کیا۔ اور جیسے معمولاً کسی
بادشاہ کا غلام جو اپنے آقا پر جان دے وہی قابل تعریف ہے اور جیسے کوئی عاشق اپنے
معشوق پر جان دیدے تو وہی عشق میں کامل سمجھا جائیگا یا جیسے اہل ہنود میں عورت اپنے
مرد پر "ستی" ہوتی تھی۔ اور اسیطرح حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا سر بھی سواد اعظم
ہے حضرت امام علیہ السلام حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر صحبت تربیت یافتہ
تھے۔ اِن سب سلوک نفسی رسول اللّٰہی سے واقف تھے اور سواد اعظم سے بھی واقف تھے۔ جس کو
آن حضرتؐ نے شب معراج میں حاصل کیا تھا یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک آنحضرت
کی مشارکت میں آپ شہادت حاصل نکریں کیونکہ آپکی شہادت آنحضرت ہی کی شہادت تھی اور یہ بھی سر تھا
کہ کافرونکے ہاتھ سے شہید ہوں بلکہ مومن یعنی حق ہی کے ہاتھ سے شہید ہوں کیونکہ مومن خدا کا نام ہے ؎

چہ خوش ست قتل عاشق کہ ز دست تست جانان　　بہ فدائے لطف تیغت طلبد ہزار سرہا

کیونکہ کافروں کے ہاتھ سے شہید ہونا اگرچہ شہادت ظاہری ہے لیکن یہ شہادت اس سے اعلیٰ
ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ رجعنا[2] من الجہاد الاصغر
الی الجہاد الاکبر۔ اور حضرت امام کی شہادت جہاد اصغر بھی تھی اور جہاد اکبر بھی
کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شہید کربلا می گفت زیر تیغ قاتلہا　　الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا[3]

اسی بات سے واقفیت حاصل کر کے منصور نے جان دی اور یہ ایک نئی چاشنی سلوک حصول

---

[1] اور نہ پڑو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ۱۲ [2] لوٹے ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف ۱۲ [3] اس مصرع کا ترجمہ یہ ہے کہ ؎ دور چلے دور چلے ساقیا ؛ اور چلے اور چلے ساقیا ۱۲

سوادِ اعظم مین آپ کی ذات سے پیدا ہو گئی ہے (نیاز)

ذوقے دگر بجام شہادت از و رسید　　شوقے دگر بمستی عرفان اولیا

اِس واقعہ کربلا پر رونا اسوجہ سے نہین ہی کہ آپ شہید ہوے بلکہ رونا با ذوق لوگون کا اسی مقام کی طلب مین اور اُسکے عرفان کے ذوق سے ہی کہ کیا اچھا سلوک کیا پس بلا جان دیے ہوئے نہ عرفان ہو سکتا ہے اور نہ کمال باطنی حاصل ہو سکتا ہے رُباعی (سرمد)

اندر رہِ عشق سرسری نتوان رفت　　نا دیدہ رہِ قلندری نتوان رفت

خواہی کہ پس از کفر بیابی ایمان　　تا جان ندہی بکافری نتوان رفت

اب یہان پر ایک مسئلہ دقیق آ پہونچا جسمین تین باتین اعتراض کی ہین۔ اوّل یہ کہ جو بزرگ شہید نہین ہوے تو کیا وہ کامل نہین ہوے؟ دوم یہ کہ ہم جان دینے کو تیار ہین کوئی بھی تو اتنے وہ زمانہ لگا ہے کہ ع

انا الحق کہین اور پھانسی نہ پائین،

سوم یہ کہ اگرچہ آن حضرتؐ کی معنوی شہادت حضرت امام کی شہادت سے ہوئی یا زہر دیا گیا وہ بھی شہادت خفی ہے لیکن علانیہ شہادت آپ کی نہین ہوئی اس کا سر کیا ہی۔ آنحضرت کی شہادت نہونے کی دو وجہین ہین۔ اوّل تو آپ کی روح حضرت عزرائیل نے قبض نہین کی جبتک آپ نے اجازت نہین دی اور یہی طریقہ ہر ولی اللہ کے ساتھ برتا جاتا ہی کہ جبتک وہ ولی اجازت نہین دیتا روح قبض نہین کی جاتی۔ پس شہادت تو ہو گئی۔ دوسرے عالم حیات مین آنحضرتؐ کا یہ قول کل شہادتون کی جان ہے کہ لی[1] مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی ملک مقرب حضرت جبرئیل نسیاً منسیا نبوت ظاہری نسیاً منسیاً عورت یعنی نفس یعنی روح نسیاً منسیاً کہ حضرت عائشہ جیسی محبوبہ آپ کے حجرہ مین جانے لگین تو آپ نے فرمایا کہ من (کون)، کہا عائشہ فرمایا من عائشہ عرض کیا بنت ابوبکر فرمایا من ابوبکر

---

[1] میرا اللہ

تب حضرت عائشہ کچھ سوچکر دہان سے چلی آئین۔ توآپ کو یہ مقام اپنے تعین ہی سے فطرتًا حاصل تھا کیونکہ آپکا تعین ہی جامع اور کل الکل تھا یعنی آپ نے بتادیا کہ نہ ابُوبکرؓ نہ عمرؓ نہ عثمانؓ نہ علیؓ اِن ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم ایک حقیقت بےکیف وبے رو و بے جہت ہے جو موجین لے رہی ہے ؎

دریا ز وجود خویش موج دارد — خس پندارد کہ این کشاکش با اوست

اولیاراللہ نے دیکھا کہ کوئی گردن مارنے والا ہے نہین اس ٹھگ کا فضیحتی مین کیون پڑو اُنھون نے اوس ادراک ہی کو جو مدرک کلیات وجزئیات اور مانعِ حصول سوادِ اعظم ہے مٹا دیا ؎ (غالب)

ہان اہلِ طلب کون سُنے طعنۂ نایافت — دیکھا کہ وہ ملتا نہین اپنے ہی کو کھوآئے

یہی سلوک مین جان دینا ہے اور یہی موت اختیاری یعنے موتوا قبل ان تموتوا ہے۔

باب سوم :

سلوک

اب اِس نعمت لازوال سوادِ اعظم یعنی نفس ذات کے حاصل کرنیکے لیے یعنی اسمین قائم رہنے کے لیے دو طریقہ سلوک کے ہین۔ سلوک اول بمجاہدہ وتفکر۔ سلوک دوم بہ سوزِ عشقِ مجازی۔ سلوک اول مین خطرات ووساوس کو بہمت وزور تفکّر برطرف کرنا پڑتا ہے اور سلوکِ دوم مین یعنی طریقہ عشق مین آپ ہی آپ یکسوئی ایسی پیدا ہوجاتی ہے کہ خطرات ووساوس کا پتہ نہین لگتا۔ العشق نار یحرق ماسوی المحبوب اور اسمین جامعیت بھی پوری پوری ہے لہذا یہ طریقت اول سے اعلی ہے لیکن یہ عشق موہبت الٰہی ہے اختیاری نہین سب جیسا نچہ مو. نا

لے: یہ نام جو تم نے اور تمھارے باپ دادون نے رکھ لیے ہین ۱۲

حافظ شیرازی کہتے ہین ؎

مے خور کہ عاشقی نہ بکسب است و اختیار این موہبت رسید ز دیوان قسمتم

اب ہم ان دو طریقون کو بیان کرتے ہین۔

سلوک بالمجاہدہ

واضح ہو کہ کوئی تفکر جب تک قرآن و حدیث کے مطابق نہو سالک کو کامیاب نہین کر سکتا لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سواد اعظم کے حاصل کرنے کے تفکر کا جو طریقہ مین لکھنا چاہتا ہون اسکو محض آیات قرآنی یعنی چارون قل کی تفسیر مین بیان کر دون۔

اب جاننا چاہیے کہ قل ہو اللہ احد مین سات حضرات ہین۔ قل ہو اللہ یہ تینون احد ہین اور یہ نفس کے حضرات ہوے یعنی ذاتی اور اُس ذاتی ہونے کی وجہ یہ کہ جناب باری نے بیان کی کہ اللہ الصمد یعنی حق تعالیٰ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جنبش نہین ہے یہ چوتھا حضرت ہوا۔ اور یہ ارشاد جناب باری کا رفع توہم شائبہ تثلیث کے لیے ہی کیونکہ اگر آپ تین مراتب نفسی سے مرکب کر کے احد کو ایک مستقل خدا قرار دین گے تو لامحالہ آپ کو تین خدا ماننے پڑین گے اور اسی پر اکتفا نہین ہوگی بلکہ دو مراتب آفاقی جو لم یلد و لم یولد اور و لم یکن لہ کفواً ہین ان کو بھی ایک مستقل خدا قرار دینا ہوگا اور اس طرح پر ہر والد و مولود اور جملہ عالم ایک ایک مستقل خدا ہو جائین گے اور یہ بالکل باطل ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ اسی لیے جناب باری نے ادھر تو قل ہو اللہ احد کے بعد فرما دیا کہ اللہ الصمد یعنی اسکی صمدیت مین نفسہ بلا کسی ترکیب کے قائم ہے اور اُدھر پھر لم یکن لہ کفواً کے بعد فرما دیا کہ احد تاکہ آفاق فی الخارج بھی الوہیت حق سے باہر نہ متوہم ہو بلکہ یہ ظاہر ہو جاے کہ اللہ فی نفسہ و بعینہ اپنے کل اسماء و صفات کے ساتھ صمد ہے۔ نہ وہ مرکب ہی اور نہ متجزی نہ متبعّض بلکہ یہ سب انفس و آفاق اسکی ذات کے مراتب اسمائی و صفاتی ذات کے اندر ہین اور اللہ ایک ہے تثلیث قطعی نہین ہے۔ اور چونکہ انفس کی وجہ

بیان کردی وہی فی الخارج منطبق ہوکر آفاق کی وجہ ہوگی یعنی لم یلد ولم یولد یہ نفس فی الخارج ہے
جس کی جامعیت آفاق کو بھی لیے ہوے ہے اور یہ پانچون حضرت ہوا اور پھر فرمایا ولم یکن لہ کفواً
یہ چھٹا حضرت محض آفاق کا ہے کہ جو انفس فی الخارج کے مقابلہ مین کفو ہوگا اور حضرت الحضرات
جو احد ہے وہ ساتوان حضرت ہوا پس کل قل ہو اللہ محض احد کی توحید ہے کہ جسمین مجموعی انفس
و آفاق و ملک و ملکوت احدیت کے ساتھ شامل ہے اور اس احدیت کا ایک طور جو نفس ہے اُسکے
اندر بھی تلفظاً پانچ حضرات ہین قل ہو اللہ احد اللہ الصمد یہ نفس کے حضرات ہوے اور آفاق
فی الخارج کے بھی مع انفس فی الخارج کے پانچ حضرات ہین۔ اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ
کفواً اور یہ سب احد ہین۔ اللہ الصمد نفس و آفاق دونون مین شامل ہوگا کیونکہ وہ آفاق مین معیت
نفسی ہے پس مجموعی انفس و آفاق کے دس حضرات ہوے اور یہ سب احد ہے لہذا گیارہ حضرات ہوے
یہی گیارہ حضرات شریعت و طریقت کی جان ہین اور جو ان پر حاوی ہے اُسکو مرتبہ الوہیت حاصل
ہے اسی مرتبہ الوہیت سے حق تعالی نے فرمایا کہ اللّٰہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم لا تاخذہٗ
سنۃ ولا نوم اور اسی مرتبہ الوہیت سے آن حضرت نے فرمایا لاینام قلبی اور اسی مقام کی طلب
آپکے متبعین کو کرنی چاہیے اور اسی کا سلوک کرنا چاہیے اور اسکا سلوک یہ ہے کہ جس طرح تقاضا بتقاضا
تنزلات ہونے سے نفس و آفاق وجود مین آیا اُسی طرح نحن اقرب الیہ من حبل الورید جسکو
جاذبہ حق کہنا چاہیے اُسکی اعانت و استمداد سے ہر تقاضے کو باوجود اُسکے حقیقی ہونے کے فانی کرکے
یعنی صورت سے بے صورتی مین رہکر رجوع الی الحقیقت کرے ؎

رہ شاد تر آب اپنی حقیقت کو سمجھ کر   صورت کے لیے کاہے کو غمناک بنیگا

؎ صورت از بے صورتی آمد برون   باز شد۔ کانا الیہ راجعون

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ ہم کو چاہیے کہ ہر آن

ـلـہ اللہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہین وہی حی وقیوم ہے نہ اُس کو اُنگھائی آتی ہے نہ نیند ۔ ۵۲ جو شخص کہ زمین پر ہے فانی ہے اور باقی رہے گا وجہ تیرے رب کا جو صاحب جلال و بزرگی ہے۔ وجہ سے مراد ذات حق ہے اور جہ ہستی محض اور جوہر فرد بھی کہتے ہین اور یہی صورت بے صورتی ہے ۔

ہر شے کو فانی کرین اور حق کو ثابت کرین اور یہی ہم کو ہمارا کلمہ بتاتا ہے جس پر ہمارا ایمان ہے کہ لآ اِلٰہ
اِلّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ نہین کوئی موجود مگر اللہ اور وہی محمد رسول اللہ ہین اب یہ سلوک تو
عرفان کا بتایا گیا کہ جب جاذبہ حق ہو وہ اِس سلوک بے صورتی مین لیجائے فی الواقع ہم جاذبۂ حق کو
کیونکر حاصل کرین جو ہم مین ودیعت ہے اور اُسکو حاصل کرکے اِس الوہیت کے مرتبہ کو کیونکر پائین
کہ مخاطب بخطاب فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہون اور مقام محمود مین الحمد پڑھین
جو جامع انفس وآفاق وعابد ومعبود وجمع وفرق وقرآن وفرقان ہے اور اللہ کا کلام ہے اور بندہ
کی زبان سے ہے گویا مقام الوہیت کا خلاصہ ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفصیل ہے اور مثل
الحمد کے باقی قرآن وفرقان کا اجمال ہے ہم کبھی کوئی مرتبہ سلوک مین حاصل نہین کرسکتے ہین جبتک
ہم خدا کو اپنے سلوک کی کسوٹی نہ بنائین اور اُسکے احکام پر انفس وآفاق مین عامل نہون حقتعالیٰ
نے جس طرح اپنی توحید قل ہو اللہ احد مین بتائی ہے اسی طرح پر قل یا ایہا الکافرون مین بھی اپنا
سلوک بتایا ہے اگرچہ اس سورۃ مین جوکچھ ارشاد ہوا ہے وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور ہمارے
لیے ارشاد ہوا ہے مگر جو شخص خود کسی بات کا عامل نہو وہ دوسرے سے اوسکی تعمیل کیا کرائے گا
تو معلوم ہوا کہ حق ہی کا سلوک بحکمت جس سے عالم کی فنا وبقا ہے اور حق اس سلوک مین منزہ رہتا ہے
یہی قل یا ایہا الکافرون ہے ظاہر مین تو اسکے یہ معنی ہین کہ کافرون سے کہدو کہ ہم تمھارے معبودونکی
عبادت نہین کرتے اور تم ہمارے معبود کی عبادت نہین کرتے تمھارا دین تمھارے لیے ہے اور ہمارا
دین ہمارے لیے ہے یعنی اِس جھگڑے کو خیر باد کہو اور کسی دین کو مٹنے کے درپے نہ رہو کیونکہ اللہ
اگر چاہتا تو سب دین ایک کردیتا مگر اُسنے ایسا نہین کیا تو جب تم فراغت پاؤ تو تمکو انشراح صدر ہوگا
جسکی مقتضی فراغت ہے چنانچہ اسکا ذکر الم نشرح مین فرمایا ہے فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب[۱]
اِسیواسطے حضرات صوفیہ کہتے ہین۔ کہ ؎

چون نہ من قاضیم نہ محتسبم | نہ بریزم نہ مے بکاس کنم

[۱] پھر جب تجھ کو فراغت ہو تو متوجہ ہو اور اپنے رب کی طرف رجوع کر ۱۲

نمیہ واجب زسعی دا مانم   نہ بہ ہر تدعا مکاس کنم

اور اس صورت کے باطناً معنی یہ ہین کہ علاوہ رجوع الی الحق کے جو خطرہ نیک یا بدتم کو آوے وہ خطرہ کافر یعنی حق کا چھپانے والا ہے۔ کفر کے لغوی معنی چھپانے کے ہین پس وہ خطرہ نہین ہے مگر حق اور تم وہمی طور پر اوس خطرہ کو غیر کیے دیتے ہو حالانکہ ؎

ہر چہ آید در دلم غیرے تو نیست   یا توے یا خوے تو یا بوئے تو

لہذا مطابق اس سورۃ کے نفس مین اپنے خطرات سے فراغت حاصل کرو۔ یعنی نہ اچھے سے خبر ہو نہ برے سے ؎

بعادت حالہا با خوے گردد   بمدت میوہ ہا خوشبوی گردد

جب اس طرح پر خطرات سے فراغت پاؤگے تب تمکو بے صورتی کی جھلک دکھائی دیگی۔ مگر تم نے اپنے نفس کی خبر لی آفاقی تاثیر و تاثر جو تمپر واقع ہونگے انکی ابتلا سے توبچو۔ اور اوسکا طریقہ یہ ہی کہ اسباب اکو اسباب نہ سمجھو بلکہ عین مسبب سمجھو پس جب تمھاری نظر کبھی سبب پر نہ پڑے گی تو کوئی سبب تمھین صورت مین نہین پھنسائیگا بلکہ ہر سبب بسبب تکلیف کے بے صورتی کی طرف لیجائیگا۔ جیسے بیماری مین خدا کی یاد زیادہ ہوتی ہے ؎

ہر سبب را آن مسبب آورد   قدرت مطلق سببہا بردرد

اور یہ سلوک ہم کو خداوند تعالی نے قل اعوذ برب الفلق مین بتایا ہے۔ اِس صورت کے ظاہری معنی تو صاف ہین کہ دن اور رات کے اسباب اور حسد وغیرہ کے سبب سے جو نتائج اور جھاڑ پھونک اور جادو کے تاثیرات جو تمپر وارد ہوتے ہین اُنسے خدا سے پناہ مانگو مگر حقیقۃً اِس کے معنی یہ ہی نہین ہین کہ اسطرح پر خدا سے پناہ مانگ کر اپنے آپ کو عابد سمجھکر اسباب دنیا کے نتائج بد سے محفوظ رہو بلکہ حقیقی معنی یہ ہین کہ فعال مطلق حق ہے اون اسباب کو حق جانو اور انکا وجود جو تم غیر حق دیکھتے ہو یہ شر ہے ورنہ جاء الحق[۱] وزھق الباطل حق خیر محض ہے اور تمھارا اطلاب

---

[۱] حق آیا اور باطل غائب ہوا ۱۲

جیسے کہ تم اس کے طالب ہو کیونکہ تم طالب نہین ہو بلکہ حق ہی طالب ہے ~

ہیچ کسی بخویشتن رہ نبرد بسوی او ؛ بلکہ بپای او رود ہر کہ رود بکوی او

تاکہ نشد از و طلب طالب او کسی نشد این ہمہ جستجوے ما ہست ز جستجوی او

پس حق تم کو دھوکا نہین دیگا کہ گمراہ کرے دھوکا صرف اوسی وقت تک ہی جب تک حق تمکو تمھاری طلب کے موافق خطرۂ غیر عطا کرتا ہے جیسے بچہ جب کسی بات پر ضد کرتا ہے تو وہ بات کیسی ہی خراب ہو مگر والدین اُسکو پورا کرتے ہین یہ شدت محبت ہے اور کہا جاتا ہے کہ مان باپ نے محبت مین بچہ کو خراب کیا پس تم کچھ پرواہ نہ کرو کہ سبب مین کوئی اثر ہے یا جادو مین کوئی اثر ہے یا فلان سبب سے فلان بات ہو جائے گی اگرچہ اس خیال نہ کرنے سے تمکو اس بات کا اندیشہ بھی ہو کہ تم ہلاک ہو جاؤ گے چونکہ تم حق کے طالب ہو کبھی ہلاک نہین ہو گے اور حق اپنے وجود خیر محض سے تمھاری مدد فرمائے گا۔ الحزم سُوء الظن بظاہر اس کے یہ معنی ہین کہ بدگمانی کی جاے تب احتیاط ہوتی ہے اور دراصل یہ معنی ہین کہ حق کے مقابلہ مین احتیاط کرنا بدگمانی کی بات ہی اور خدا سے بدگمانی نہ کرنا چاہیے وتبتل الیہ تبتیلا۔ اسی سلوک و مراقبہ کو حضرات صوفیہ میکویت کہتے ہین کہ سالک جزاً وکلاً حق کے ہاتھ مین اپنے آپ کو دیدے اور جب انسان اس طرح اپنے آپ کو حق کے ہاتھ مین دیدیتا ہے تو جاذبہ حق کی شان یہ ہے کہ وہ اُسکو گھیر لیتا ہے اور خداوند تعالیٰ اوسکی سمع و بصر اور ہاتھ پیر ہو جاتا ہے اور اوسکی صورت مثل جبرئیل کے وحیۂ کلبی کی ایسی ہو جاتی ہے کہ کان اور ہاتھ اور آنکھین وغیرہ سب وحیۂ کلبی کے معلوم ہوتے ہین اور ہوتے ہین جبرئیل اور یہ سلوک بلا تفکر کے حاصل نہین ہوتا جسکی کلام مجید مین بہت تاکید ہے۔ آپ کہین گے کہ اچھا اس طریقہ سے ہم نے نفس کے خطرات سے نجات پائی یہ شیطان جو مسلط ہی اسکو کیا کرین تب ہم آپ سے کہین گے کہ آپ اسکے لیے قل اعوذ برب الناس پڑھیے اور واقعی شیطان سلط تو نہین ہی تسلط تو رحمن کو ہی اور شیطان کو جب جناب باری نے اغوا کا اختیار دیا تھا تب ہی عباد الصالحین کو

---

۵۱ احتیاط بدگمانی کا نام ہی ۱۲ ۵۲ اور چھوڑ دے اُسپر جیسا کہ حق چھوڑنے کا ہے ۱۲

مستثنے کر لیا تھا اور عباد الصالحین وہی ہین جو اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اللہ کا ذکر اور اُس کی
یاد کرتے ہین پر آپ اس وسوسۂ شیطانی مین نہ پڑیے کہ کہین شیطان نے تو نہین بہکایا ہے
یہ وسوسہ ہی شیطان ہے کیونکہ شیطان شطن سے مشتق ہے اور شطن کے معنی بُعد مین پس جس چیز
مین بعد یعنی غیریت ہو وہی شیطان ہے اور شیطان عباد الصالحین کو کیون بہکانے لگا کیونکہ وہ
اُسکو بھی مظہر جلالی حق جانتے ہین۔ پھر شیطان کیا دھوکا دے سکتا ہے جناب عالی۔

من خوب می شناسم پران پارسا را

پس اب جبکہ آپنے قل ہو اللہ سے توحید آلہی کا سلوک حاصل کیا اور قل یا ایہا الکافرون کے
خطرات اور قل اعوذ برب الفلق کے جادو اور ٹونے اور قل اعوذ برب الناس کے وساوس کی
کنکریان پھینک پھینک کر شیطان کو مارین یعنی تفرقہ کو دور کیا تو فوراً تجلی وحضوری حق مقام
عرفات مین آپ کو نصیب ہوگی یعنی جمال سواد اعظم خود بخود بلا سعی وکوشش کعبہ دل مین جلوہ افروزی
کرے گا اور معلوم ہو گا کہ یہ سواد اعظم یون ہی موجود تھا جیسا کہ ہے۔ ہم سمجھے نہین تھے۔کسی
بزرگ نے فرمایا ہے ؎

معشوق عیان بود نمی دانستم	با ما بمیان بود نمی دانستم
گفتم بطلب مگر بجاے برسم	خود تفرقہ آن بود نمی دانستم

سلوک بالعشق

جاننا چاہیے کہ معرفت کے لیے دو ہی تعینات انسان کے پیش نظر ہین۔ خواہ اپنے آپ
مین اپنی ذات وصفات وافعال کو دیکھکر شناخت کرے کہ جسکو نفس کہتے ہین خواہ عالم کے اشیاء
کو دیکھکر حقائق اشیاء کا ادراک کرے جسکو آفاق کہتے ہین۔ اسکے علاوہ کوئی ذریعہ و وسیلہ شناخت کا
نہین ہے اور اگر علحدہ علحدہ نفس وآفاق مین شناخت کی جاے تو وہ معرفت ادھوری اور ناتمام
ہے اگرچہ نفس وآفاق دونون ایسے لازم وملزوم ہین کہ شناخت نفس سے کچھ نہ کچھ آفاق کی بھی

شناخت ہوجاتی ہے اور شناخت آفاق سے کچھ نہ کچھ نفس کی بھی شناخت ہوجاتی ہے۔ مگر تکمیل اسی مین ہے کہ دونون کی شناخت ایک ساتھ ہو اور نفس کی شناخت کو آفاق کی شناخت پر غلبہ ہو کیونکہ آفاق جسم ہے اور نفس اوسکی روح ہے کیونکہ آفاق مین کسی چیز کا وجود بلا نفس کے ادراک کے پایا نہین جاتا ہے پس رونگٹا رونگٹا نفس کا آفاق کے لیے عالم عالم ہے۔ اسی لیے پچھلی صدیون سے شاعری ہر زبان کی بشمول آفاق کے نفس کو غلبہ دیکر مکمل سمجھی گئی ہے اور باعتبار مشرب ہر ملت وقوم کے معشوق نفس ہی قرار دیا گیا ہے اور اس زمانہ کی نیچرل شاعری جو بہت پسندیدہ کہی جاتی ہے وہ ناتمام ہے کیونکہ اسمین صرف آفاق کو لیا ہے اور نفس کو جو آفاق کی جان ہے چھوڑ دیا ہے لہذا یہ شاعری مثل ایک جسم بے جان کے ہے اور پرانی شاعری پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ جھوٹ اور مبالغہ بھرا ہوا ہے یہ اعتراض ناسمجھی سے ہے کیونکہ جان کی بابت کوئی بات مبالغہ نہین ہے اور چونکہ اُسی سے آفاق کی ہر شے کی نمود ہے پس بلا نفس کے نیچرل شاعری مین جو مبالغہ سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے وہ ناتمامی ہے اور پھر بھی نفس جسکو چھوڑتے ہین وہ بھی نہین چھوٹتا البتہ قطع دوسری ہوجاتی ہے جیسے ؎ (اکبر الٰہ آبادی)

تم جو کہو کہ آئی[۵۱] ہے اسٹار[۵۲] یہ صحیح — ہم جو کہین کہ آنکھ ہے بادام یہ غلط

اور جب نفس کا اطلاق حقیقت پر کیا جائے پھر تو مبالغہ کی وہان رسائی ہی نہین ہے پس پرانے اُستادون اور عرفا کی شاعری مین نفس ہی معشوق رکھا گیا ہے اور نفس ہی معشوق حقیقی ہے مثلاً عربی مین عاشق مرد ہے اور معشوقہ عورت ہے سنسکرت اور بھاشا کی شاعری مین معشوق مرد ہے اور عاشق عورت ہے۔ فارسی و اردو مین مرد ہی عاشق ہے اور مرد ہی امرد معشوق ہے۔ مجازاً اور حقیقۃً عربی مین عورت سے مراد احدیت ہے جسکا طالب وجود انسانی یعنی مرد ہے اور بھاشا مین مرد سے مراد وحدت ہے جسکی طالب احدیت ہے اور فارسی اور اردو مین اتحاد حقیقی ہے کہ حقیقت نہ مذکر ہے اور نہ مونث لیکن اسکا یہ بدرجہ کمال امرد ہی سے ملتا ہے کیونکہ حقیقت غیب الغیب ہے

---

[۵۱] انگریزی لفظ ہے اس کے معنی آنکھ ۱۲ [۵۲] انگریزی لفظ بمعنی ستارہ ۱۲

اِسمین تفرقہ بالکل نہین ہے۔ اسماء حسنیٰ سب مذکر ہین خدا کا ابتداے ظہور عوالم انفسی و آفاقی مین نور محمدی ہے اور وہ امرد ہے اور عالم آفاق مین پہلا ظہور کامل آدم ہے اور وہ امرد ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت آدم عہ بلا مان باپ کے پیدا ہوے اور نسوانیت مین اثنینیت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ عورت کی تخلیق آدم کے پہلوے چپ سے ہوئی ہے تو جیسا اتحاد امردیت مین ہے نسوانیت مین نہین ہی اور ایک قسم خواجہ سرا کی بھی ہے اور اسی طرح پر اگر عالم مین کوئی قسم مخلوقات کی نکلے بھی تو وہ قسم نامکمل ہے اُس سے کوئی معرفت حقیقت کے پورے طور پر باوجود اوسکی ناتمامی کی لے لینا یہ عرفان کا نقص ہے لہذا اُس سے قطع نظر کرنا چاہیے یون ہی اگر کسی عارضہ سے انسان سے کوئی دوسری مخلوق حیوان وغیرہ پیدا ہو جاے تو اُسپر کوئی کلیہ قائم نہین ہو سکتا ہم کو بحکم ومن کل شئ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون عشق ومحبت کے دریاے معرفت مین غواصی کرنا چاہیے اور گوناگون جواہر آبدار نکالنا چاہیے اور خواجہ سرا کی معرفت کے درپے نہ رہنا چاہیے۔ کیونکہ بلحاظ معانی تحول زہد کا خواجہ سرا مین ہوا ہی اور زہد خشک کوئی چیز نہین ہے اور نہ اُس سے تخلیق ہو سکتی ہے۔ اسی واسطے حق تعالیٰ نے کلام مجید مین جو قصہ کہ عشق بازی کا ہے اسکو احسن القصص قرار دیا ہی تو بہرحال عشق بازی اعلیٰ چیز ہے۔ اور باعتبار جامعیت کے عشق امرد کے ساتھ بہت اعلیٰ ہے اور بلا عشق کے خواہ امرد کے ساتھ ہو یا عورت کے ساتھ حقیقت کا پتہ نہین لگتا ہے اگر علاوہ امرد اور عورت کے کسی اور شے کا عشق ہے وہ اِس مرتبہ کا نہین ہے اور اسی واسطے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ المجازۃ قنطرۃ الحقیقۃ[۱] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ مظہر تام حق ہین۔ بلکہ عین حق ہین لہذا آپ متخلق باخلاق اللہ ہین جس طرح حق تعالیٰ نے بحکم فاحببت ان اعرف کے رسول اللہ یعنی مرد کے عشق سے عالم کی تخلیق فرمائی اور حضرت مریم پر خاص عنایت مبذول فرما کر حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا ویسے ہی رسول اللہ صلعم کی بھی خاص عنایت حضرت زید امرد پر تھی اور عورتون مین حضرت عائشہ پر سے

---

[۱] مجاز حقیقت کا زینہ ہے ۱۲

آنکہ عالم مست گفتش آمدے کلمینی یا حمیرا می زدے

چونکہ عشق ہی پر تکمیل کا ہونا منحصر ہے اس لیے جتنے بزرگان دین گذرے ہین وہ خاصکر اپنے آخر وقت مین ضرور کسی امرد یا عورت پر عاشق ہوئے۔ یہ عاشق ہونے کا کمال آنحضرت صلعم کا بالکل حق کا ایسا ہے اور یہ مقام محبوبیت سے بھی اعلیٰ ہے۔ اور اسی مقام سے آپؐ کی نسبت کلام مجید مین یہ ارشاد ہوا ہے کہ ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ[۵۱] اور ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم[۵۲] اور من یطع الرسول فقد اطاع اللہ[۵۳] اور اسی مقام سے آنحضرت نے خبر دی ہے کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل یہی سواد اعظم ہے جو اصل مقام قلندری ہے۔

ہر کو نہ بدین مقام جا کرد دعواے قلندری خطا کرد

اسی کو مقام الوہیت کہتے ہین جو مجاز و حقیقت دونون کا جامع ہے۔ پس اگر محض عشق حقیقی ہے تو ادھورا اور ناتمام ہے اور اگر محض عشق مجازی ہے اور حقیقت کی اطلاع نہین ہے تو وہ بھی ادھورا ہے اور اگر مجاز عین حقیقت ہے۔ اور حقیقت عین مجاز تو یہی مجاز واقعی اعلیٰ عشق ہے حضرت شاہ تراب علی صاحب قلندر اپنی مثنوی عاشق و صنم مین تحریر فرماتے ہین۔

کوئی پاتا نہین بے عشق بازی حقیقی ہووے عاشق یا مجازی

غضب ہے عشق ہان یارو غضب ہے اسیکا ہر طرف شور و شغب ہے

آپ سے کہا جاے کہ آپ خدا کا عشق کیجیے آپ کہین گے کہ بے دیکھے ہوے کیسے عشق کرین اور کسکا اور عشق ہو تو کیسے لہذا آپ عاجز ہو جاینگے اور اگر آپکے سامنے ایک امرد حسین و جمیل و شکیل کھڑا کر دیا جاے یا ایک عورت حسینہ و جمیلہ و شکیلہ چشم سے کھڑی کیجاے تو پھر آپ کسی کے روکے نہ رکین گے اور ان کے دلدادہ ہو جائین گے اور جو کوئی پوچھے کہ آپ ان کے دلدادہ کیون ہین

---

۵۱ کنکری نہین پھینکی تم نے اے محمد جب کہ پھینکی بلکہ اللہ نے وہ کنکری پھینکی ۱۲ ۵۲ جن لوگون نے تیری بیعت کی انھون نے اللہ کی بیعت کی ان کے ہاتھون پر اللہ کا ہاتھ ہے ۱۲ ۵۳ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۱۲

آپ نہ بتا سکین گے یہی عشق مجازی ہے جو قنطرۃ الحقیقۃ ہی حقیقت کو بلا مجاز کے پا نہین سکتے۔ اور اس عشق مین نہ تنزیہ چھوٹی ہے اور نہ تشبیہ اور نہ تنزیہ مین تقید ہی اور نہ تشبیہ مین اور اسی مین گرفتاری عین رہائی ہے ؎

نجات حافظ ازان زلف تابدار مباد — کہ بستگان کمند تو رستگار انند

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بسبب نبوت وجامعیت کلی کے دونون سلوک حاصل تھے اور دونون مین مطلوب حقیقی آپکو ذم نقد تھا اور کلام مجید مین ہر دو سلوک کا ذکر ہے۔ چار قل سے سلوک اول واضح ہوا اور سلوک ثانی احسن القصص سورہ یوسف ہی جسمین مرد کا امرد پر عاشق ہونا حضرت یعقوب علیہ السلام کا عشق حضرت یوسف کے ساتھ ہے اور عورت کا مرد پر عاشق ہونا زلیخا کا عشق حضرت یوسف کے ساتھ ہے اور چونکہ عشق ہے لہذا العشاق معذور دن بادشاہ مصر نے باوجود ثبوت جرم کے زلیخا کو تو کوئی سزا نہین دی اور حضرت یوسف ع قید ہوے اسی طرح پر عشاق حضرت حق سے اپنے معاصی کی نسبت بحکم المجبور معذور معاف ہین زہاد خشک حضرت یوسف ع کے بھائی تھے اور وہ شخص تھا جس نے کم قیمت پر آپ کو خرید کیا جس کی نسبت جناب باری نے بھی کلام مجید مین (بلا تشبیہ شعرا کی طرح) زہد خشک کو نیچا دکھا دیا ہے جہان پر یہ فرمایا ہے کہ وکانوا فیہ من الزاھدین اور عشق کو اعلی دکھایا ہے جہان پر حضرت یعقوب ع نے آپ کو بھائیون کے ساتھ رخصت کیا ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ جو واقعہ پیش آنے والا تھا مگر چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا سلوک عشقبازی کا تھا لہذا رخصت کر کے ان کے فراق مین آنکھین کھونا لازمی تھا۔

دیدہ سعدی و دل ہمراہ تست — تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

یہین سے ہم کہ معشوق مجازی کی نسبت جو الفاظ شعرا یا عشاق نے موضوع کیے ہین وہ فی نفسہ الفاظ نہین ہین بلکہ وہ معانی ہین جو شاہد حقیقی کی طرف حقیقتاً مضاف ہین لہذا ہم

لہ اور تھے وہ لوگ یوسف کے معاملہ مین زاہدون سے (یعنی زاہد خشک جنھون نے حسن یوسف کی قدر نہ کی) ۲

اس مقام پر حضرت مغربی کے چند اشعار جو ہم کو کتاب مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز سے مل گئے ہین لکھکر اُن کے بیان کردہ الفاظ کی تصریح کرتے ہین کہ کیونکر شاہد معانی نے تلبیس الفاظ اختیار کیا ہے اشعار یہ ہین۔

اگر بینی درین دیوان اشعار | خرابات و خراباتی و خمار
بت و زنار و ناقوس و چلیپا | مغ و ترسا و گبر و دیر و مینا
شراب و شاہد و شمع شبستان | خروش بربط و آواز مستان
می و میخانہ و رند خرابات | حریف و ساقی و مرد مناجات
گرو کردن بباده خویشتن را | نہادن بر سر مے جان و تن را
خط و خال و قد بالا و ابرو | عذار و زلف پیچا پیچ و گیسو
مشو زنہار ازین گفتار در تاب | برو مقصود ازان گفتار دریاب
مپیچ اندر سر و پائے عبارت | اگر ہستی ز ارباب اشارت
نظر را نغز کن تا نغز بینی | گذر از پوست کن تا مغز بینی
چو ہر یک را ازین الفاظ جانیست | بزیر ہر یکے پنہان جہانیست
تو جانش را طلب از جسم بگذر | مسمی جوے باش از اسم بگذر

عام لوگ جن کو تصوف کا مذاق نہین ہے ان الفاظ کے معانی وہین تک سمجھتے ہین جو ملکی یعنی ناسوتی تعینات کے لیے سرور بخش و لذت دہ ہین اور سمجھتے ہین کہ فن شاعری مین شعرا جو عشاق شوریدہ سر و رندان سیہ مست مان لیے گیے ہین وہ گویا شاعری کو رونق دینے کے لیے اور ایک دلچسپ مذاق پیدا کرنے کے لیے مجاز و معاف کر دیے گئے ہین کہ ان الفاظ کو گستاخانہ علاوہ معشوق مجازی کے معشوق حقیقی کی نسبت بھی استعمال کرین ورنہ فی الواقع یہ الفاظ لائق تنفر و خلاف تہذیب و بے اصل ہین حالانکہ در اصل بلا ان الفاظ سے اشارہ و کنایہ کے جامعیت کے ساتھ معانی کا فیض کسی سالک کا حال ہوکر

اسکو اس مقام پر پہونچاتا ہی نہیں ہے۔

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران

مجھکو ایک واقعہ یاد آیا کہ ایکبار حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کے عُرس شریف کی محفل سماع میں ایک قوال نے یہ اشعار گائے تھے۔

ہم نے اُنکے سامنے اول تو خنجر رکھدیا
پھر کلیجہ رکھدیا دل رکھدیا سر رکھدیا

قطرہ خون جگر سے کی تواضع عشق کی
سامنے مہمان کے جو تھا میسر رکھدیا

یہ اشعار کیسے پاکیزہ و عاشقانہ ہین کہ ان کی چاشنی اور ان کی لذت اور ان کا سوز و گداز وہی شخص جان سکتا ہے جو عاشقی کے رُموز سے اور فنا فی اللہ کے اسرار سے واقف ہو اور جسنے اپنی ہستی سے کنارہ کر کے اور حق کو ثابت کر کے اپنے آپ کو بالکل مٹا دیا ہو برخلاف اسکے ایک صاحب نے ان اشعار کے معانی سے کوئی ذوقی نعمت حاصل کرنا نہین چاہا بلکہ معمولی شاعرانہ چھوٹا مذاق سمجھکر شدت خشکی سے نکتہ چینی کرنے لگے کہ کیا معشوق کا مکان قصاب کی دوکان تھا؟ اگرچہ عاشق شوریدہ سر کے لیے اس بات نے بھی ایک دوسری قسم کی حلاوت پیدا کی لیکن یہ ضرور ظاہر ہو گیا کہ وہ صاحب ان اشعار کے معانی کے فیضان سے محض کورے تھے اور وہ بیچارے یہ نہین جانتے تھے کہ ان اشعار سے اصلی مطلب یہ ہی کہ۔ (گلشن راز)

دمد یکبارہ ہستی را بتاراج
در آید در پے احمد بمعراج

پس جو اس قسم کے مصطلحات بزرگوں کے اشعار یا دیگر تصانیف مین پائے جائیں انکا مطلب ہرگز وہ نہین ہے جو متعارفہ عوام ہے کے ساتھ اشعار مسطورہ بالا کی بر مذاق حضرات صوفیہ و عشاق حقیقی تعبیر کرتے ہین۔ جاننا چاہیے کہ معانی الفاظ کی جان یا روح ہیں پہلے معانی دلنشین ہوتے ہین انکی مناسبت سے الفاظ وضع کیے جاتے ہین اور جس طرح پر ان الفاظ سے معانی نزاکت کے ساتھ مفہوم ہوتے ہین اُن سے حقیقت کے مراتب ذاتی و تنزیہی غیبی مکشوف و مبرہن ہوتے ہین کہ جو مراتب کبھی مدرک نہوتے اگر معانی ان الفاظ کا لباس

نہ ہین لیتے کیونکہ الفاظ بھی معانی کے مراتب تنزلی سے پیدا ہوے ہین اسی مقام پر دو مثالین نفسی و آفاقی تفہیم توحید ذاتی و توحید صفاتی ذاتی کے لیے پیش کرتا ہون تاکہ اس کتاب کے مطالعہ کرنے والے کو معلوم ہوجاے کہ یہ کتاب حضرت مصنفؒ نے محض توحید ذاتی مین لکھی ہو اور چونکہ توحید ذاتی و توحید صفاتی ذاتی مین تمایز مشکل ہے لہذا مثال لانا ضروری ہے۔

اوّل مثال نفسی یہ ہے کہ آپ ہین جو ذات ہین یعنی انا جو آپ مین ہے یہ عین ذات ہے تو یہی آنا تمامی موجودات عالم مین بنفس نفیس ساری وطاری ہے اور ہر نفس اور ہر شئے اسی انا اور وجود سے دم انانیت و موجودیت مارتی ہے اور یہی آنا ہے کہ جس سے آپ اپنے آپ کو کہتے ہین کہ مین ہون بلا لحاظ اسکے کہ مین ہون تو کیا ہون۔ اور اسی انا سے سوتے مین بھی آپ دم انا مارتے ہین پس یہ انا جسکی تعریف کی گئی انا حقیقی کی صفت ذاتی نفس مین ہے جسکو روح سے تعبیر کرتے ہین۔ پس روح ہر نفس مین فی نفسہ اُس نفس کی صفت ذاتی ہے۔ جسکی وہ روح کہی جاتی ہے اور انسان کامل اُس انا حقیقی کا صفت ذاتی ہے جو ہر ذرہ مین بلا حلول و اتحاد ساری وطاری ہے پس انسان کامل باعتبار روحانیت کے اُس انا حقیقی کا نفس ہے اسی واسطے جناب باری نے فرمایا کہ لا الہ الا انا فاعبدون اور یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی پس انسان کامل بلحاظ لا الہ الا انا کے وہی انا حق ہے اور بلحاظ نفس المطمئنۃ کے روح ہے جو اپنی ہی انا کا نفس ہے۔ پس انسان کامل کے سوا کوئی شئے خواہ حقیقی ہو یا مجازی معنوی ہو یا لفظی منقولی ہو یا معقولی موجود نہین ہے اور یہین کوئی تفریق انسان کامل یا انسان ناقص کی نہین ہے کیونکہ تفریق اعتباری چیز ہے احسن تقویم مین انسان کی تخلیق بحیثیت مساوی ہوئی ہے۔ اسفل السافلین مین اعتباری تفریق ہر انسان مین ہوگئی ہے جسکو زیادہ ابتلا مراتب تنزلی مین ہوئی وہ اس سے جسکو ابتلا کم ہے فروتر ہوگیا اور جسکو ابتلا کم ہے وہ اُس سے جسکو زیادہ ابتلا ہے بالاتر ہوگیا۔ پس اعتباری مراتب تنزلی مے فرق

---

۵ اے نفس مطمئنہ پلٹ اپنے رب کی طرف تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی پھر مل میرے بندون مین اور داخل ہو میری جنت مین ۱۲

ما بین اعلی و اسفل کر دیا۔ مین دور جا پڑا مقصد میرا اس مثال سے اِس مقام پر یہ ہے کہ مین توحید ذاتی
اور توحید صفاتی ذاتی نفسی کا فرق بتاؤن جو نفس مین وجدانی ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے ہم مین
ہماری روح ہے یہ روح ہماری ذات کی توحید صفاتی ہے اور اسمین اور ہم مین یہ فرق ہے کہ ہم
بے کیف و بے رد و بے جہت ذات محض ہین اور روح بھی بے کیف اور بے رد و بے جہت ہے لیکن
وہ بے کیفی و بے روئی و بے جہتی ہماری انا کی جب مدرک و متحرک ہوتی ہے تب اُسکا
نام روح ہے اور متحرک و مدرک ہونا یہ ہماری انا کا تقاضائے ذاتی ہے اور باوجود مدرک
و متحرک ہونے کے متحرک ہونا اور مدرک نہ کہا جانا یہ ہماری روح کا تقاضائے ذاتی ہے پس
روح صفت ذاتی حق ہے اور جس طرح یہ روح جب معقولات وغیرہ کا ادراک کرتی ہے تو کہا جاتا
ہے کہ اُسکی عقل نے ادراک کیا اور جو محسوسات وغیرہ کا ادراک کرتی ہے تو جس عضو کے حس سے
وہ چیز محسوس ہوتی ہے اُس عضو کا نام لیا جاتا ہے۔ اور فی الواقع اگرچہ روح کا ادراک
کرنا اس عضو سے لازم ملزوم ہے مگر صاف معلوم ہوتا ہے کہ نہ اعضا نے چھونے سے نہ زبان
نے چکھنے سے نہ ناک نے سونگھنے سے نہ آنکھ نے دیکھنے سے نہ کان نے سننے سے ادراک کیا
بلکہ دل نے ان سب کی وکالت سے کسی شئے کا ادراک کیا ہے اور دل نے بھی اپنی جسامت سے
نہین بلکہ اُس شئے سے جو اُسمین خاص طور پر ودیعت ہے اور جو بعینہ دل اور کل اعضا مین ساری
ہے ادراک کیا ہے اور وہی شے روح ہے اور چونکہ وہ روح ہر ہر انسان مین ایک ہی آن
مین تمامی معقولات و مدرکات کا ادراک نہین کر سکتی ہے اور ہم عالم مین دیکھتے ہین کہ ہر ہر انسان
مین اور ہر ہر شے مین وہ روح ایک ہی آن مین معقولات و محسوسات کا ادراک کرتی ہے اور ہر امر کو
بحکمت سرانجام دیتی ہے لہذا معلوم ہوتا ہے ؎

تعین ہر یکے را کردہ محبوس　　زجزویت بکلی گشتہ مایوس

پس یہ فرق روح کلی سے ہماری جزوی روح کو ہے پس ہماری روح جزوی روح کلی
کی صفت ذاتی ہے اور چونکہ روح کلی بھی جہان پر جو شئے معقول یا محسوس ادراک کرتی ہے

توقف کے ساتھ ادراک کرتی ہے اگرچہ ایک ہی آن مین ادراک کرتی ہے اور انا مین توقف نہین ہے پس یہ فرق روح کلّی اور انا رحقیقی مین ہے پس مطلوب یہ انا ہے جس کا ذکر کیا گیا اور اسی تحصیل حاصل کی یاد بود مین جگر خون ہے اور اسکی یافت اُسوقت تک نہین ہوسکتی ہے جب تک بحکم وعلّم آدم الاسماء کلھا ہر دم آدمی اپنے آپکو جامعیت کے ساتھ فانی وباقی نہ کرتا رہے فانی لاالہ سے کرنا چاہیے اور باقی الا اللہ سے یعنی انا رحقیقی سے ہونا چاہیے یعنی الاحرف استثنا کے حقیقی معنی لیکر لاموجود انا کہنا چاہیے کیونکہ اگر الّا کے معنی لیے جائین گے تو بھر بھی شایبہ دوئی کا رہ جائیگا۔ اور لاموجود کو بھی علیحدہ کر دینا چاہیے اور محض انا رہنا چاہیے اسی واسطے جناب باری نے فرمایا ہے کہ انی انا اللہ ؎

روا باشد انا اللہ از درختے — چرا نبود روا از نیک بختے

اب آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ انا مجموعہ کا عطر ہے نہ اس طرح پر کہ مختلف پھولون کے عطر سے مرکب ہوکر یہ عطر بنا ہے بلکہ اسطرح پر کہ اس عطر سے ذوات اشیار نفسی وآفاقی نکلتے رہنے سے اِس مجموعہ کے عطر کا پتہ لگتا ہے یہ مثال آفاقی ہے اور مین نے حقیقت کو ترکیب سے بچایا ہی کیونکہ حقیقت مرکب نہین ہے اور لوگون کے ذہن کو ایک فاسد اور غلط خیال سے بچانے کے لیے یہ مثال دی ہے جو لوگ اسباب سے مسبب کا ادراک کرتے ہین وہ محال ہی بلکہ اسباب کا ادراک مسبب سے ہونا چاہیے۔

ہر سبب را آن مسبّب آورد — قدرت مطلق سببہا بردرد

پس سلوک یہ ہی کہ حقائق اشیار کا ادراک انا رحقیقی قائم کرکے کرنا چاہیے نہ یہ کہ اپنی موجودیت یا عبودیت کو ایک سبب قرار دے کر وجود مطلق اور معبود حقیقی کی یاد کی جائے اور یہ بڑا دھوکا ہے اسی وجہ سے سالک کو مشاہدہ حقائق ومعارف کا نہین ہوتا ہے ؎

تفکر رفتن از باطل سوئے حق — بجزو اندر بدیدن کُل مطلق

کیونکہ محض عبودیت سے تفکر کرنے مین جامعیت فوت ہوجاتی ہے اور جامعیت فوت ہوجانے پر الوہیت قائم نہین رہ سکتی کیونکہ عبودیت کچھ نہ جاننے کی مقتضی ہے۔ اور الوہیت سب کچھ جاننے کے بھی اور کچھ نہ جاننے کی بھی مقتضی ہے پس ابتدا جب سالک کو کچھ نہ معلوم ہوگا تو وہ مایوس ہوکر ادراک سے باز رہے گا اور یہی عین حرمان ہے ؎

مایوسی از تو کفر و تو راضی نہ بکفر

لا تایسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون[۱] پس سالک کو چاہیے کہ جب کچھ نہ معلوم ہو اور کچھ نہ جمے تو اس کچھ نہ معلوم ہونے اور کچھ نہ جمنے کو الوہیت سے باہر نہ جانے اور اپنی حرمان کا خیال نہ لادے کیونکہ یہ حرمان نہین ہے بلکہ ہر انسان اپنے مرتبہ ظلوم وجہول مین بسبب احسن تقویم کے کمال لازوال سواد اعظم یعنی ذات حقیقی کو حاصل کیے ہوے ہے اب تفکر کرکے جب اس سے تنزل کرے گا تب عرفان حاصل ہوگا اسی سے کہنے والے نے کہا ہے ؎

در ترقی می نہ گنجد گفتگو در تنزل دم ز عرفان میزنم

جب سالک یون سوچے گا تو اوسکی جہالت عین علم ہو جائے گی اور جب عین علم ہوجائیگی تو عین ظلمت عین نور ہو جائے گی کیونکہ اسنے تفکر ذاتی کیا ہے۔ پھر ہم دور آگئے ہمارا مطلب اس عطر کی مثال سے ہے جو ہم نے دی ہے۔ پس جب مجموعہ کا عطر اور پھولون کے عطر سے مرکب نہین ہے لیکن ہر پھول کی عطریت اس مجموعہ کے عطر مین ایسی کھپی ہوئی ہے کہ مجموعہ کے عطر سے دم انا مار رہی ہے اور چونکہ مجموعہ کا عطر اُن عطرون کی ترکب سے نہین ہے وہ علی الاطلاق ہر عطر کی انانیت سے دم انا مار رہا ہے اس طرح پر ہر انسانِ کامل کی روح جسم عنصری سے مفارقت کے بعد حقیقت سے متحد ہے ؎ (مولانا رومی)

اتصال بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را باجان ناس

[۱] نا امید ہو اللہ کے فیض سے بیشک نا امید نہین ہوتے اللہ کے فیض سے مگر جو لوگ کافر ہین ۱۲

اب اُس نفس کی مثال "انا" اور اس آفاق کی مثال "مجموعہ کا عطر" مین آپ کو کسیقدر فرق معلوم ہوتا ہوگا۔ حالانکہ یہ فرق نہین ہے اسوجہ سے کہ انا نفسی آفاقی عطر کی جان ہی کیونکہ انا نفسی کے ادراک کی وجہ سے عطر مجموعہ کا وجود پایا گیا ہے۔ پس بجز ایک انا نفسی حقیقی ذاتی کے اور کوئی شے آدم و عالم مین نہین ہے پس انا نفسی یا معانی جب اپنی انانیت اطلاقی سے تنزل کرتے ہین تو ہر معنی عالم تفرقہ مین اپنا اپنا ٹھکانا ڈھونڈھ لیتا ہے جیسے انا حقیقی اپنی صفت ذاتی مین روح کو ڈھونڈھ لیتی ہے اور دل صفات مین معقولات اور فعال مین حواس خمسہ کو ڈھونڈھ لیتا ہے اور ڈھونڈ لینے کے معانی یہ ہین کہ انا حقیقی جسکو معانی کہتے ہین وہ معانی الفاظ مین تحوّل کرتے ہین لیکن الفاظ اُن کو تمامہ گھیر نہیں سکتے کیونکہ وہ معانی یا انا الوہیت کے جامعیت کو گھیرے ہوے ہی۔ ؎

معانی ہرگز اندر حرف ناید	کہ بحر قلزم اندر ظرف ناید

لیکن اگر معانی کا پتہ چلتا ہے تو انھین الفاظ سے۔ اب ان اشعار کی شرح دیکھیے ؎

اگر بینی دریں دیوان اشعار	خراباتے و خراباتے و خمّار

اِس شعر مین خراباتے نفس ہی اور خرابات آفاق ہے۔ عام لوگ خراباتی اُس شخص کو کہتے ہین جو خرابات آفاقی کے مزبلہ بول و براز مین دین و دنیا و کفر و اسلام سے بےخبر مست پڑا ہوا کبھی تو چیخ پکار مچاتا ہو اور کبھی سکوت مین خرّاٹے لے رہا ہو۔ نہ اُسکو دنیا کی تمدن کی پروا ہو اور نہ عاقبت اندیشی ہو نہ اپنے مبدا و معاد کی فکر ہو نہ سیاسی مصالح پر اُسکو بحث ہو اور نہ قومیت کی تفوق کی اُسکو فکر ہو۔ نہ حیا رکھتا ہو نہ غیرت۔ نہ کسی کی عزت اُسکے ذہن مین ہو نہ کسی کی ذلت کا خواہان ہو نہ باغ پسند ہو نہ راغ پسند ہو۔ نہ کالے گورے کی شناخت ہو۔ نہ اچھے بُرے کی تمیز ہو۔ نہ مہمان نوازی ہو۔ نہ مہمان سے بیزاری ہو نہ دوستی سے کام ہو نہ دشمنی سے سروکار۔ نہ دیر و حرم کا فرق ہو۔ مگر ایک جلو مین مست شیشہ و ساغر کا خیال۔ می و پیمانہ کا دھیان لیکن وہین تک کہ جس قدر ان چیزون کو اُسکی مستی سے تعلق ہو۔ شراب مستی دے جاہے ٹھرّا ہو

مینا مین شراب ہو۔ چاہے مٹی کا ہو ؎

نہ ہو جام کورے سکورے مین دے — کھنگھالے ہوے آبخورے مین دے

لیکن اس خرابات مین جو خراباتی نے رہنا پسند کیا ہے وہ محض بیخودی کی وجہ سے

مولانائے روم ؎

تا دمی از ہوشیاری وارہند — ننگ خمر و بنگ بر خود می نہند

یہ بیخودی کی حالت اس نے محض اسوجہ سے پسند کی ہی کہ یہ حالت اُسکو اپنی ابتدائی فطرت سے ملا دیتی ہے جس سے مراد ظلوم و جہول کی حالت ہی اور محض ابتدائے فطرت مین مل جانیکی وجہ سے اُس کو حقیقی سُرور پیدا ہو جاتا ہے اگرچہ بیرونی لوگ اُسپر اس حالت مین مضحکہ کرتے ہین۔ ؎

چونکہ از میخانہ مستی ضال شُد — تسخر و بازیچۂ اطفال شُد

می فتد او سو بسو در ہر رہے — در گل و می خندوش ہر ابلہے

او چنین و کودکان اندر پیش — بے خبر از مستی و ذوق میش

بالجملہ اس خراباتیت مین صرف ایک بات ہی جس نے خراباتی کو ذوق مین مست و سرشار کر رکھا ہو وہ یہ ہی کہ اس کی خودی غائب ہی اور خودی غائب ہونے سے معانی کا غلبہ ہے اور معانی عین حقیقت ہین جسکا حصول بلا تبتل کے نہین ہو سکتا۔ اِسی واسطے کلام مجید مین یہ آیت خراباتی و خرابات کے لیے سند ہے کہ وتبتل الیہ تبتیلا۔ ؎

تو نہ دانی نہ نیک و نے بد را — خازن او بہ تراکہ تو خود را

پس جس وقت کہ خراباتی اس خرابات بے خودی مین اپنے جملہ افعال نیک اور بد اور جملہ صفات محمودہ و مذمومہ کو حق پر چھوڑ دیتا ہے۔ بلکہ بہ سبب بیخودی کے اپنی ذات سے بھی کنارہ کرتا ہے تب حق اُسکی سمع اور بصر اور ہاتھ پیر ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی مین ہی کہ کنت لہ سمعًا و بصرًا و یدًا الخ اگر اپنے افعال کو حق کے سپرد کر دیا ہے تو اُسکو قرب نوافل حاصل ہوتا ہی

اور وہ اُس شراب کا مستحق ہوتا ہے جسکی تعریف کلام مجید مین ہے کہ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورًا اور جب اپنے صفات حق تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے تب اُسکو قرب سُنن حاصل ہوتا ہے اور وہ اُس شراب کا مستحق ہوتا ہے جس کی تعریف کلام مجید مین یون ہے کہ یسقون فیھا کاسًا کان مزاجھا زنجبیلا اور جب وہ اپنی ذات کو کلیۃً حق کے سپرد کرتا ہے تب اُسکو قرب فرائض حاصل ہوتا ہے اور وہ اُس شراب کا مستحق ہوتا ہے جس کی تعریف خداوند تعالیٰ نے یون فرمائی ہے کہ وسقاھم ربھم شرابًا طھورًا۔ اور اِس حالت مین ہر عمل نیک و بد خیر و شر و سُستی و چالاکی بیہوشی و ہوشیاری اُس شخص کے لیے ایک ہو جاتی ہے اور مثل اصحاب کہف کے وہ محض بیخودی و بے علمی سے استفادہ کرتا ہے اور اگر کبھی بیخودی کی موج اُسکو ساحل علم و ہوشیاری پر لا ڈالتی ہے تو وہ علم و ہوشیاری منجانب اللہ ہوتی ہے اُس شخص کو اس سے بالکل سروکار نہین ہوتا ہے جب ایسی حالت مین اُسکو ہوش آتا ہے تو وہ ہوش اُسکا نہین ہوتا ہے اُس ہوش مین مثل شرابی کے بجز ساقی کے کسی کی پروا نہین ہوتی ہی۔ اور حق تنزیہی حالت مین اپنے اسم اول سے ساقی ہوتا ہے اور تشبیہی حالت مین اپنے اسم آخر سے شراب پلاتا ہے کہ جبکا جامع مظہر ظاہر و باطن پیر و مرشد ہے اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اناعند ربّی ھو یطعمنی ویسقینی اور چونکہ خراباتی بہ یک دفعہ افعال و صفات و ذات سے بسبب اپنی نیستی کے کہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورًا ہے تبرا کر دیتا ہے تو اپنی ظلومیت حقیقی کی وجہ سے بہ تبع رسول برحق اُمیت کا خطاب پاتا ہے اور علم لدنی حاصل کرتا ہے۔ ۹۵

لکھے نہ پڑھے جناب والا   شاگرد رشید حق تعالیٰ

---

۹۱ بے شک نیکو کار پیتے ہین اُس پیالے سے جس کا مزاج کافور کا ہے (یعنے ٹھنڈک) ۱۲۔
۹۲ پیتے ہین وہان وہ پیالہ کہ جس کا مزاج سونٹھ کا ہے۔ (یعنی گرمی) ۱۲ ۹۳ پلائی اُن کو اُن کے رب نے وہ شراب کہ جو پاک ہے (آلودگی حدوث سے) ۱۲ ۹۴ مین اپنے پروردگار کے پاس رہتا ہون وہی مجکو کھلاتا پلاتا ہے ۱۲

(گلشن راز) ؎

خراباتی خراب اندر خراب است	کہ در صحرائے او عالم سراب است

اگر کسی وقت بمقتضائے بشریت بفحوائے لیغان[1] جلی قلبی اُسکو خمار آتا ہی تو اُسکو بیچینی ہوتی ہی اور قبض پیدا ہوجاتا ہے۔ اور اگر کسی وقت وہ بہ پرتوہ احدیت اپنے آپ کو عاجز دیکھتا ہے تو عبودیت کی باریک چادر خمار سے اپنا منھ بند کرلیتا ہی اور یہ دونوں لیغان ہین کہ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انزجار ہوتا تھا اور جن کا ورود اجرائے احکام شریعت و نبوت کی وجہ سے بسبب آپ کے اعلےٰ کمال کے لازمی تھا ورنہ تجلی برقی حقیقی جاذب ہوکر طور جسم محمدی کو پارہ پارہ کرکے سُرمہ غیب مَازاغ البصر سے چشم بینا کرکے عالم و مافیہا کو خاکِ سیاہ کرڈالتی اور کارخانۂ عالم درہم برہم ہوجاتا ؎ (غالب)

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی	ہیولا برقِ خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا

اور جسوقت سالک کلیتہً بیخود ہوجاتا ہے یعنی ذات مین فانی ہوجاتا ہے تب وہ مطلق ہوجاتا ہے اور متخلق باخلاق اللہ ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت قدر قدرت سیدنا و مرشدنا مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہٗ فرماتے ہین۔ ؎

نہ شد مست کاظم زہے ظرفِ عالی	پیے مدہ کے دن رات بھر بھر پیالے
خورد ساقی و مے و خمخانہ جُملہ	بہتی عارفون مین ہے وہ سر نکالے

اور حضرت مولانائے رومی فرماتے ہین ؎

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ	وز گران جانی و چالاکی ہمہ

اور ملامتیان قلندر روش جو بسبب فنائے تام کے اپنی ہستی اعتباری کا ستھراؤ کرکے روحی ہمت سے بے ہمت اور بے تصرف اور بے عمل بحکم خُلق[2] الانسان عجولا ہوجاتے ہین اُنکی نسبت حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہین۔ ؎

---

[1] میرے قلب پر پردہ ڈالدیا جاتا ہے ۱۲ [2] انسان جلد باز اور بے صبر بنایا گیا ہے ۱۲

جملہ کمزن پاک دود و پاک بر　　در پلیدی ہر یک از یک پاک تر

کمزن کے معنی کم ہمت کے ہین حضرت عطار نے یہ لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ عارف تام المعرفت کی ہمت اور اُسکا تصرف آخر مین بوجہ انتہاے کمال کے باقی نہین رہتا ہے کیونکہ ہر چیز جملہ عوالم کے اُسکا نقد حال ہوتی ہے پس وہ کس چیز کو رد کرے اور کسکو قائم کرے بقول شخصے کہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے۔ یا بقول حضرت مولانا روم فرماتے ہین۔ ؎

نقد حال خویش را گر پے بریم　　ہم ز دنیا ہم ز عقبےٰ بر خوریم

یہ مقام بہت اعلیٰ ہی کہ جسکا عطا کرنا نعمت خمار پر موقوف ہی کہ جو ذات پیر و مرشد ہے اور فی الواقع پیر و مرشد حق ہے ید اللہ فوق ایدیھم ؎ (غالب)

ستم اما نہ ازان بادہ کہ سازند فرنگ　　ستم اما نہ ازان بادہ کہ سازند مغان

للہ الحمد کہ در ساغر من ریختہ اند　　مے بے رنگ ز میخانۂ بے نام و نشان

چونکہ حقیقت پاک و مبرا ہے اور محض خیر و رحمت ہی لہذا نیک سے نیک ہی صادر ہوتا ہے عالم مین معصیت اور بدی کی تخلیق بھی نیکی سے خالی نہین ہو سکتی ؎

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

پس معصیت کی کثافت باعث قیام روحانیت ہے اس سے بڑھ کر نیکی کثافت کی اور کیا کہی جاسکتی ہے کہ جو باعث قیام روحانیت و نظام عالم و عالمیان ہو۔ ؎ (غالب)

لطافت بے کثافت جلوہ آرا ہو نہین سکتی　　چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

رحم مین نطفہ کہ جو روحانی ہے بلا کثافت کے قائم رہ نہین سکتا۔ کیچڑ مین اور سڑی ہوئی کیچڑ مین کیڑے کہ جن مین روحانیت ہے بلا کثافت کے پیدا نہین ہو سکتی۔ آئینہ مین چہرہ بلا کثافت کے منعکس نہین ہو سکتا۔ منزہ مین وجود کی موجودیت بلا کثافت کے ظاہر نہین ہو سکتی۔ اعمال صالحہ کی شناخت بغیر اعمال سیئہ کے محال ہے۔ خرابات و خراباتی و خمار حق کی اسی جامعیت کا نام ہے جسکو الوہیت کہتے ہین اور الوہیت حق نے خرابات و خراباتی و خمار کا لباس پہنا ہے

یہ معمولی الفاظ نہین ہین وجد کرنے کے الفاظ ہین حال لانے کے الفاظ ہین جان دیدینے کے الفاظ ہین۔ مجھ کو یہان پر قصہ شاہ اورنگ زیب عالمگیر کا یاد آیا یہ قصہ تاریخی واقعات کی رو سے چاہے صحیح ہو یا غلط لیکن اس مقام پر بیان کر دینا مناسب ہے۔ کہتے ہین کہ اورنگ زیب نے ایک بار بسبب اپنے تشرع کے یہ حکم دیدیا کہ دہلی مین جس قدر کسبیان بدکردار و بدافعال ہین وہ سب بکیدفعہ کشتیون مین سوار کر کے قلعہ کے نیچے جھروکے کے سامنے دریا مین لائی جائین اور شاہ کے روبرو دریا مین غرق کر دی جائین۔ اور جس طرح جہان پاک سے بموجب بدکرداری کا خاتمہ کر دیا جاے ایک خراباتی کسی کسبی کے دروازے پر بے پاؤ سر پڑا رہا کرتا تھا اُس کو جب اس حکم کی اطلاع ہوئی اور کسبیون کے شور واویلا کو اس نے سُنا تو وہ چونکہ دریاے حیرت مین ڈوبا ہوا تھا فی الجملہ بسبب عشق و محبت کے اوس کو حرکت و جنبش ہوئی اور درد پیدا ہوا تب اس نے اُس کسبی سے کہا کہ اگر تم نہین تو مین بھی نہین مجکو بھی اپنے ساتھ کشتی پر بٹھا لو تاکہ مین بھی تمھارے ساتھ ڈوب مرون چنانچہ اُس نے اس خستہ تن کو بھی اپنے ساتھ کشتی پر بٹھا لیا جب سب کشتیون پر سوار ہوگئے اور جھروکے کے قریب پہونچنے کا وقت آیا تو اُس خراباتی نے ایک شعر مولانا حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا سبکو سکھا دیا اور کہدیا کہ یہ شعر خوب الاپ کر گاؤ مرتا کیا نہ کرتا کسبیون نے اس شعر کو یاد کر لیا اور نہایت دردانگیز اور دل ہلا دینے والی آواز سے خوب الاپ کر گایا۔ بادشاہ سلامت بھی آخر آدمی تھے اور الست بربکم کا نغمہ روح افزا سُن کر روزِ ازل مین مست ہو چکے تھے فطرتی خو بو کہان جاے بیتاب ہو گئے وہ شعر یہ تھا ؎

در کوے نیکنامی مارا گذر ندادند
ور تو نمی پسندی تغییر کن قضا را

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے پھر حکم دیا کہ کشتیان غرق نہ کی جائین اور کسبیان ساحل پر سلامت اُتار دی جائین اور اس شعر کی بدولت بیچاری کسبیون کی کشتی کا بیڑا

غرقابی طوفان اختیار کے امواج سے بیخودی کے ساحل نجات پر پہونچا بے اختیاری آڑے آئی ورنہ کبھی کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ ان لوگوں کے لیے یہ آیت گویا حضرت حق سے معافی کا پروانہ ہے کہ قل یا عبادی الذین اسرفوا علےٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ؎

جملہ می دانند کاین ہستی فخ است ۔۔۔ ذکر وفکر اختیاری دوزخ است

اہل ہنود کی مشہور مذہبی کتاب **گیتا** کا ترجمہ جو علامہ فیضی نے کیا اُس کا شعر یہ ہے ؎

نہ ترک عمل کارِ ہر کس بُود ۔۔۔ نہ فضل خدا یار ہر کس بود

اِسی واسطے حضراتِ صوفیہ کا یہ بہت مستند قول ہے کہ التوحید اسقاط الاضافات

خرابات از جہان بے مثالی ست ۔۔۔ مقامِ عاشقانِ لااُبالی ست

مولانا جامی نعت میں کہتے ہیں۔ ؎

ی مظہر حسن لا یزالی ۔۔۔ مرآتِ جمال ذوالجلالی
انوار تجلّی قدم را ۔۔۔ رُخسارِ تو احسن المجالی
در شان کمال تست نازل ۔۔۔ آیاتِ مکارم و معالی
احرام حریم تو نہ بندند ۔۔۔ جز دُرد کشانِ لااُبالی

حال وہاں ؎

خراباتیان مے پرستی کنند ۔۔۔ محمّد بگویند و مستی کنند

اب دوسرے شعر کی شرح سنیے۔

بُت و زنّار و ناقوس و چلیپا ۔۔۔ مغ و ترسا و گبر و دیر و مینا

---

۵۱ کہدو کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنے نفوس پر زیادتی کی ہے بے آس نہ ہو خدا کی رحمت سے۔ بیشک اللہ کل گناہ بخش دے گا وہ بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے ۵۲ توحید نام ہے سب اضافتوں کے ساقط کرنے کو ۔

جب خراباتی اپنے اسما و صفات سے بسبب شدت مستی کے فانی ہوکر مستی جام تجلی سے ساکت و صامت ہوجاتا ہے تب اُسکی حالت مع تمامی اعضا و اجسام کے مثل مردہ بدست زندہ کے ہوجاتی ہے اور وہ اپنے حول وقوت سے فانی ہوکر اللہ کی حول وقوت سے باقی ہوجاتا ہی اور جو کچھ اُس سے صادر ہوتا ہے نہ اسکا فعل ہوتا ہے اور نہ اُسکی صفت اور تب وہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی کا مستحق ہوتا ہے اور شیون تنزیہات ذاتی کا مظہر ہوجاتا ہے۔ اور بلا کسی مزد کے اور بلا قصد کسی فائدہ کے محض اپنی شانون کے ملاحظہ کے لیے باسم مرید عامل و ہنگامہ آرا ہوتا ہے اور اپنے ہر ہر تعین کی مناسبت سے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے چونکہ ہر تعین کا ملاحظہ کرنا اُس تعین کا بنفسہ کتم عدم سے باہر لانا ہے اور یہ تقاضائے اسم مرید ہے لہذا وہی ارادہ اور وہی ملاحظہ اُس تعین کی روح ہوتا ہے اور اسم مرید کی اس پابندی کو زنار بندی بھی کہتے ہین کہ جو مظاہر کا جال بسبب ملاحظہ کے بندھا گیا ہے اُسکے باہر کوئی فعل لحکم لاتبدیل لخلق اللہ[1] اُس سے صادر نہین ہوتا اور شریعت کو از خود در خود اپنا شعار و دثار کرتا ہے اور اسی کو تخلیق اخری کہتے ہین کوئی جبر کوئی تکلیف کوئی عادت احکام شرعیہ پر عمل کرنے سے اس انسان کامل کو باز نہین رکھ سکتی۔ اکثر لوگون یہ اعتراض کہتے ہین کہ فلان بزرگ کیونکر بزرگ ہوسکتا ہے کہ اُس سے بعض احکام شرعیہ فوت ہوتے ہین حالانکہ پیغمبرون سے باوجود اعلی کمال کے کوئی حکم شریعت فوت نہین ہوا تو کیا وہ شخص پیغمبرون سے بڑھکر ہے جو اسکے لیے معافی ہوگئی۔ یہ اعتراض اُس بزرگ پر غلط ہی تعمیل احکام شرعیہ کی ہوجہ سے نہین ہے کہ جناب باری اُسکا محتاج ہے اور نہ اسوجہ سے ہے کہ انسان کو اُسکا حکم حقیقت کے اتحاد سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ہوا ہے کیونکہ توحید ذاتی مین ہر متنفس اپنے مقصود کو پاے ہوے ہی اُسکے حصول کی کوشش تحصیل حاصل ہے بلکہ بحکم- ولقد کرمنا بنی آدم[2] کے انسان کو حق نے اپنی توحید ذاتی کا شرف دینے کے لیے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ تم ادبو رطور پر

---

[1] اللہ کی تخلیق مین تبدیل نہین ہی ۱۲ [2] اور ہم نے بنی آدم کو شرف بخشا ہے ۱۲

اسوقت ہو جب اپنے اسمِ مُرید سے یعنی حق کے اسم مرید سے حکمت احکام شرعیہ کے مطابق خدمت کرتے رہو یعنی احکام شرعیہ کے موافق جن مین ناتمامی کو دخل نہین ہے عمل کرتے رہو اور جس مذہب وجس طریقہ مین ہو اسکے احکام کو مدِّ نظر رکھو اور اسلام چونکہ فطرت پر ہے یہ کل مذاہب و فرق کا جامع ہے اسکے احکام شرعیہ بحکم الیوم اکملت لکم دینکم[له] کے جامعیّت کا پورا پہلو لیے ہوے ہین ۔ زنار بندی سے مراد وہ رشتہ نسبت ہی جو ہر ہر تعین کے ساتھ جدا جدا حق کو ہے جیسے عبودیت وہ نسبت الوہیت ہے جو معیت ہر تعین مومن کے ساتھ حق کو بروجہ عرفان ہے پس کامل وہ شخص ہے جو عبودیت کو نہ چھوڑے تاکہ الوہیت اُس سے باہر نہ جاے ۔ اور الوہیت کو مقید محض بعبودیت اسلامی عظمت و جبروت مین نہ کرے بلکہ اُس رشتہ النسبتی کو ہاتھ سے نہ چھوڑے جو الوہیت کو عام طور پر ہر تعین مومن و ملحد و گبر و ترسا کے ساتھ ہے تب سالک حق تعالیٰ کا مظہر تام ہو کر اپنے اسم رحمن سے عام طور پر جملہ مخلوقات کو فائدہ دے سکتا ہے اور اپنے اسم رحیم سے خاص طور پر مومن کو اور یہی بت مستوی علے العرش ہے اور اسی کو الرحمٰن علی العرش استویٰ[مله] کہتے ہین جس سے کوئی شئے باہر نہین ہے اور اس آفتاب رحمت کا بتمامہ و بعینہ مظہر نور محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبران علیہم السلام اپنے اپنے تعین سے اس آفتاب حقیقی کے مظاہر ہین اس آفتاب حقیقی کا طلوع جس خط پر یعنی جس تعین مین مناسبت اُس تعین کی ہے چونکہ وہ تعین بھی جامع ہے صرف نسبت کا فرق ہے لہذا یہی آفتاب حقیقی ایک ایک پیمبر کہا جائیگا اور پیمبر ایک ایک بت ہوگا تلک الغرانیق العلی ان شفاعتھن لترتجی اور یہ آفتاب حقیقی جب اپنے مرکز یعنی استوی پر آئے گا تب رسول اللہی تعین جامعیت کے ساتھ از خود در خود بخود قائم ہوگا اور سایہ بھی غائب ہو جائے گا ۔

سایہ ترانمی پسندم　　عشق است و ہزار بدگمانی

[له] آج جن نے تمھارے لیے تمھارے دین کو پورا کردیا ۱۲ [مله] رحمٰن عرش پر مستوی ہے (استوی کے معنی کسی چیز کو من کل الوجوہ گھیر لینے کے ہین ۱۲

اور اس افق اعلےٰ مین اسما غائب ہوجائینگے ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم الایۃ
اگرچہ اس افق اعلیٰ مین شعاع شمسی ہر ہر ذرہ کو علی التساوی فیض دیتی رہے گی مگر ہر تعین بمناسبت
اپنے تعین کے اُس فیض سے استفادہ کرے گا اور اس فیض کے دیتے رہنے مین کوئی تکلیف یا تکلف
آفتاب حقیقی کو نہین ہے اور نہ کوئی خوف ہی اور نہ امید بلکہ آفتاب حقیقی بسبب اپنے کمال کے
بلا تکلف فیض دیتا ہے ہم دھوکے مین ہین کہ یہ سمجھتے ہین کہ پیغمبرون نے ہماری طرح خوف
سے عبادت کی ہے یہ غلط ہے الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون اور
جو بلا توحید کے ہم احکام شرعیہ کو محض تقلید سے ادا کرین گے تو ہم وہ تلقوا بایدیکم الی التھلکتہ
کے ملزم قرار پائین گے۔ لیس البر ان تولو وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر
من اٰمن باللہ وبالیوم الاٰخر عین حق ہو کر خدمت کرنا چاہیے یوم آخر سے آفتاب حقیقی کا
افق اعلیٰ مین ستوا ہے حقیقی مراد ہے بالجملہ سالک جب سیر الی اللہ مین بتمامہ فانی ہوجاتا ہی تب
وہ وجود مطلق سے ایک دوسرا وجود پالیتا ہے اور اسی وجود سے وہ شخص بلا تکلف عبادت کرتا ہی
اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاصلوٰۃ الا بحضور القلب بلا تکلف
عبادت کرنا یہ حضور قلب ہی اور لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ مین اُس حالت کی طرف
اشارہ ہے جو سیر الی اللہ مین مستی ہوتی ہے اُسوقت محل عبادت کرنے کا نہین ہی بلکہ سالک
کی عبادت اسوقت مین صلوٰۃ دائمی کی طلب مین اپنی ہستی کو مٹتے جانا ہے اگر ایسی حالت مین
وہ عبادت کریگا تو اپنی رجوع الی اللہ سے باز رہے گا ؎

پنج وقت آمد نماز ذو فنون ۔۔۔ عاشقان را شد صلوٰۃ دائمون

کیونکہ رجوع الی اللہ مین اُسکو خرابا تیت سے فائدہ اُٹھانا چاہیے جس کی تعریف اوپر ہوئی

سلہ آگاہ ہو کہ اولیا اللہ کو نہ کوئی خوف ہی نہ کوئی رنج ہی ۱۲ سلہ یہ کوئی عمدگی نہین ہے کہ تم اپنا منھ مشرق اور مغرب کی جانب پھیرا کرو لیکن عمدہ شخص وہ ہے جو اللہ پر ایمان لاوے اور قیامت کے دن پر ۱۲ سلہ نماز نہین ہے مگر حضور قلب سے ۱۲ سلہ پاس نہ جھنکو نماز کے اُس حال مین کہ تم نشہ کی مستی مین ہو۔ ۱۲

کہ وہ مجموعہ کا عطر ہے اور پھر اُس جمع مین متخلق با خلاق اللہ ہوکر فرق بعد الجمع سے مخلوقات کو فائدہ دینا چاہیے اور باسم رحمن واسم مرید ہر ذرہ کو وجود دینا چاہیے اسی واسطے کہا ہے کہ سید القوم خادمھم [۵۱] اور ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد — ہر کہ خود را دید او محروم شد

اگرچہ اس تقلیدی نماز کا اجر جناب باری کے حضور سے سالک کو عطا ہو لیکن یہ اجر بھی دنیاوی ہے دینی نہین ہے دینی اجر فنا فی اللہ ہے جو ہمیشہ کے واسطے ہے جس کا پتہ یہ ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر [۵۲] اور دینی اجر یہ ہے کہ تنزلات سے رہائی پانا اور بغیر تناسخ کے اپنے ہر ذرہ سے ہر ذرہ کو وجود دینا اور اسیواسطے تناسخ اسلام مین کفر و باطل قرار دیا گیا کیونکہ تناسخ اعمال کے نتائج کے موافق دوسرا وجود حاصل کرنے کو کہتے ہین۔ اور یہان سوائے ایک وجود کے دوسرا وجود ہی نہین ہے کیونکہ خدا کا دوسرا ہونا محال ہے اگرچہ نتائج اعمال کی وجہ سے ایک شے دوسری شئے ہوتی رہے لیکن یہ سب ایک وجود کے اندر ہے اور مناسبت نتائج اعمال حسنہ و قبیحہ ہے جسکا سلسلہ صرف عالم ناسوت و عالم برزخ تک جاتا ہے اس کے بعد نہین لہذا تناسخ کا ماننا علاوہ خلافِ توحید ہونے کے پست ہمتی بھی ہے ؎

تناسخ زان سبب شد کفر و باطل — کہ آن از تنگ چشمی گشتہ حاصل

صلوٰۃ جس سے نتائج اعمال پیدا ہوتے ہین محض دنیا تک ہے بحکم حبب الی من دنیاکم ثلاثۃ النساء والطیب وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ اور صلوٰۃ کا فائدہ خود خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر [۵۳] اور پھر اسی آیت مین توحید ذاتی کا فائدہ یہ بھی بتایا ہے کہ ولذکر اللہ اکبر [۵۴] مگر چونکہ احکام شرعیہ اسلامی فطرتی طور پر جامع جملہ اسماء حق ہین مثلاً جسقدر مخلوقات کہ عالم مین پیدا ہے وہ یا قیام مین ہے یا رکوع مین ہے

---

[۵۱] قوم کا سردار قوم کا خادم ہے ۱۲ [۵۲] مقام صدق مین قدرت والے بادشاہ کے پاس ۱۲
[۵۳] بے شک نماز بیہودہ اور ممنوع کامون سے روکتی ہے ۱۲ [۵۴] اور ذکر خدا بہت بزرگ ہے ۱۲

یا سجود مین ہے یا قعود مین۔ جمادات سجود مین ہین نباتات قیام مین حیوانات قعود مین ہین حیوان ناطق قیام و قعود و رکوع و سجود سب مین ہے اسلیے اسلام کی نماز کل مخلوقات کی تسبیح کی جامع ہے اور اس سے باہر کوئی چیز نہین ہے۔ لہذا نماز کے ادا کرنے مین جامعیت کے سبب سے چاہے اسکی حقیقت کو سمجھے یا نہ سمجھے فائدہ ضرور ہے۔ اور اس لیے نماز کا ادا کرنے والا با حصہ وری کے بھی ممکن ہے کہ بسبب جامعیت کے فائدہ اوٹھالے جاے۔ لہذا نماز کا پڑھنا فرض کردیا گیا ہے۔ مگر فی الواقع اوس طرح سے اور اوس خیال سے فرض نہین ہے جیساکہ عام لوگ سمجھتے ہین۔ ؎

نماز خلق تسبیح و سجود است نماز عاشقان ترک وجود است

مجکو یہان پر ایک قصہ ایک فقیر سدا سہاگ کا یاد آیا کہ فتحپور بسوان مین مولوی نذیر علی صاحب مغفور کے یہان میرے بھائی خان بہادر منشی محمد تاج الدین صاحب ایک روز بیٹھے ہوے تھے اور مولوی صاحب موصوف تذکرہ بے نمازیون کا کرتے تھے اور انکی ہجو کرتے تھے اس عرصہ مین ایک فقیر سدا سہاگ چوڑیان اور گھنگرو پہنے چھم چھم کرتے ہوے آئے انکو دیکھکر مولوی صاحب نے طعنًا فرمایا کہ ان کو دیکھیے چوڑیان اور گھنگرو پہنے ہوے ہین اور نماز ندارد۔ اور باوجو انکے فقیر بنتے ہین اور بہت ملامت ان سدا سہاگ کو کی۔ مگر سدا سہاگ صاحب نے جناب مولوی صاحب کی مجموعی لعنت و ملامت کا جواب یہی دیا کہ (کا ہو نماج پڑھنے مین کچھ مجانکہ نہین ہے) غالب ؎

رند ہزار شیوہ را طاعت حق گران نبود لیک صنم بسجدہ در ناصیہ مشترک نخواست
گفت و شنود دوستان مایۂ غبن مے شود ہر کہ نفس شمردہ زد ہمہ می ملک نخواست

یہان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ایک قصہ بھی یاد دلانے کے قابل ہے کہ جب آپ کو بھنے کے ذریعہ سے آگ مین پھینکے گئے ہین تو اثناے راہ آتش مین جبرئیل علیہ السلام نے

؎ کیا ہوا نماز پڑھنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے ۱۲

آپ سے پوچھا هل لك حاجة[۱] تو آپ نے یہی فرمایا حاجة لی اما الیك فلا[۲] یعنی مجھ کو حاجت ہے کہ مین آگ سے بچالیا جاؤن لیکن تم سے حاجت نہین ہے کہ تم بچاؤ۔ حالانکہ آپ اِس آیت کے مضمون سے واقف تھے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التهلكة بظاہر جب حضرت جبرئیل بچاتے تھے تو آپ کو انکار نہین کرنا چاہیے تھا لیکن درحقیقت آپ غوّاص بحر حقائق توحید تھے اور نماز و نیاز عشقیہ سے مالا مال تھے اس لیے آپ نے انکار فرمایا اور اپنے آپ کو آگ مین گرجانے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگ باغ ہوگئی قلنا یا نار کونی بردًا وسلامًا علی ابراهیم[۳] پس ہر عامی مسلم کی نماز کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو جبرئیل علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بچا لینے سے ہوتا یعنی آپ موت دنیادی سے کچھ دنون کے لیے حیات پاکر شادکام رہتے لیکن موت بالآخر پھر ہوتی۔ اور جبرئیل ؑ سے انکار کرنے کا فائدہ حقیقی ذاتی یہ ہوا کہ آپ نے جلالی صفت حق سے عینیت حاصل کرکے ہمیشہ کے لیے حرقت نار سے نجات پائی کہ کہین کوئی آگ یا کوئی تکلیف کسی محل و مقام پر آپ کو نقصان نہین پہونچا سکتی یہ فوز عظیم ہے پس پیمبرون کے لیے فوز عظیم کی وجہ سے نماز مکلف بہین ہے۔ اور ہم لوگون کے لیے محض دنیادی فائدہ یا عالم برزخ تک ہے مقصد یہ ہے کہ نماز کا پڑھنا تو فرض ہے لیکن جیسا کہ عام لوگ نماز کو بے سمجھے بوجھے پڑھتے ہین اور پھر اس بات کے مدعی ہوتے ہین کہ ہم نے فرض کو ادا کیا یہ بالکل غلط ہے اور دعوی بلا دلیل ہے کہ حدیث شریف مین ہے کہ الصلوٰۃ معراج المؤمنین[۴] پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ کس نماز مین اُن کو معراج ہوئی اِس کے بعد اوس نماز کے ادا ہونے کا دعوی کرنا جائز ہوگا۔

القصہ بت سے مراد فنائے سیر الی اللہ مقام جمع و جمع الجمع ہے اور زنار سے مراد فرق بعد الجمع ہے لیکن سیر الی اللہ اور سیر باللہ مین ناقوس ہی کام دیتا ہے۔ رجوع الی اللہ مین

---

۱ کیا تم کو کوئی حاجت ہے ۱۲ ۲ مجھ کو حاجت ہے لیکن تم سے نہین ہے ۱۲ ۳ کہا ہم نے کہ اے آگ ٹھنڈک اور سلامتی ہوجا ابراہیم پر ۱۲ ۴ نماز مومنین کی معراج کا نام ہے ۱۲

بلا صوتِ سرمدی کے فنا مطلق نہین ہوتی صوتِ سرمدی نہایت باریک آواز جھینگر یا مکھیون کی آواز کی ایسی ہوتی ہے اور نہایت بلند مثل بجلی کی کڑک یا صور اسرافیلؑ کے بھی ہوتی ہے۔ جب النفس مین یہ آواز ہوتی ہے تو نہایت دلچسپ مثل اذان کے ہے اور جب آفاق مین ہوتی ہے تو مثل گھنٹے کے ہوتی ہے۔ یہ آواز جاذبۂ حق سے پیدا ہوتی ہے اور جاذبۂ حق یدِ قدرت جنابِ باری کو کہتے ہین جسکی مناسبت سے حضرت موسیٰ کے آفتاب ید بیضا کے لیے عصا عنایت ہوا تھا۔ ید قدرت کا خاصّہ یہ ہی کہ جو شئے چاہے ہو جاے سالک کے رجوع الی اللہ مین ذات مین فانی ہونے کے لیے یہی جاذبہ مدد کرتا ہے جو ید قدرت ہی اور اسی نے معراج شریف مین رسول اللہ صلعم کے رفرف سے ترقی فرمانے کے وقت آپکو انا رِبشری سے لے لیا تھا اور الوہیت کے در تک پہونچایا تھا ؎

کس ندانست کہ منزل گہ مقصود کجاست ۔ این قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

جس طرح نفس آفاق کی روح ہے اوسی طرح پر اسلام کل مذاہب کی جان ہے ان الدین عند اللہ الاسلام لہٰذا اسلام مین بجاے تفرقہ کے گھنٹے اور گھنٹی اور سنکھ کے رجوع الی اللہ کے لیے اذان رکھی گئی جو انفس ہی کی زبان سے نکلتی ہے اور دیگر مذاہب مین چونکہ کسی قدر تفرقہ تھا اور جامعیت اسلام کی ایسی نہین تھی ناقوس وغیرہ کا رواج ہوا اور الوہیت حق اس امر کی مقتضی تھی کہ کوئی ذرہ یا کوئی حرکت اُس سے باہر نہ جائے ایک ہی آن مین نزول و عروج ہو نزول اسوجہ سے کہ تشبیہات قائم ہو کر کل اسمار کا مطابق اُن کے تقاضہ کے ظہور و وجود ہو جاے تاکہ حکمتِ حق کے اسرار کھل جائین اور عروج اس لیے کہ ہر اسم نے جس طرح اپنے مبدا سے نزول کرکے ظہور پایا ہی اُسی طرح بفحواے لا احبّ الآفلین اپنے مبدا یعنی وجہ باقی کی طرف عود کرکے اپنا اصلی ٹھکانا پاکر آرام پاے۔ پس عروج مین بسبب جاذبہ ید قدرت کے صوت سرمدی کے سالک فانی ہو جاتا ہے اور نزول مین پھر باقی باللہ ہو کر تخلیق عالم اپنے ید قدرت سے

لہ بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے ۱۲

کرتا ہے اور اس طور پر نزول و عروج اور آنا اور جانا برابر جاری ہے اور ایسی یہ قدرت کا فیض ہے اور نہ آنا معلوم ہوتا ہے اور نہ جانا۔ اور ہر چیز ہر آن من کل الوجوہ فانی ہوجاتی ہے۔ انفس مین سالک کو ہر آن صوتِ سرمدی سے جسکو اناہت[1] کی آواز بھی کہتے ہین یہی دھندا فنا اور بقا کا لگا رہتا ہے اور وہی انفس اسی فنا اور بقا کو آفاق مین ہر شے کی نسبت ملاحظہ کرتا ہے بل ھم فی لبس من خلق جدید اور بسبب سُرعت فنا اور بقا کے اِس کا امتیاز نہین ہوتا ہے کہ ہر شئے کب فانی ہوئی اور کب باقی ہوئی۔ اس فنائے تام کی وجہ سے کلام مجید مین ذکر ہے کہ تخت بلقیس کو آصف برخیا حضرت سلیمان کے پاس شہر سبا سے پلک مارتے ہوے لے آئے تھے اسکی حکمت یہی تھی۔ اور اس حکمت کو بلقیس بھی سمجھ گئی تھین چنانچہ کہا کہ کانّہ ھو[2] مجھ کو یہان پر ایک قصہ اور یاد آیا مین ضلع سیتاپور مین ڈپٹی کلکٹر تھا اور نیم کھار مصر کھ کی تحصیل میرے سپرد تھی وہان ایک بت کا میلہ بہت ہجوم کے ساتھ ہوتا تھا سمین مین گیا تو مین نے دیکھا کہ ہزارون آدمی کہ جن کو مظاہر جامع حق کہنا چاہیے۔ منزل دور و دراز سے سفر کر کے اُس مندر مین آتے تھے اور وہان ایک گھنٹہ بھی لٹکا ہوا تھا جسوقت مندر مین گھستے تھے خدام مندر کے دور باش گوارا کرتے اور پولیس کے کوڑے کھاتے تھے اس لیے کہ اُس ساکت و صامت پتھر کے چھوٹے سے بُت کو دیکھ لین اور دیکھنے کے بعد اُس گھنٹے کو بجا کر اپنے گھر جہان سے آئے تھے وہین پلٹ جاتے تھے۔ مجھ کو یہ دیکھکر یہ موفت حاصل ہوئی کہ ہر شخص کا منازل دور و دراز سے اس مندر مین آنا یہ نزول حقیقت کی مثال ہے اور گھنٹہ بجا کر واپس جانا یہ عروج حقیقت کی مثال ہی اُسوقت مجکو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز کا یہ شعر یاد آیا

؎ دلیل کاروان بانگِ جرس ہے　　گواہِ دردِ دل اِک نالہ بس ہے

یہ نزولی مثال مین اور عروجی مثال مین حافظ کا یہ شعر یاد آیا کہ ؎

مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم　　جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

---

[1] یہ لفظ تین طرح پر مستعمل ہی اناہت و انہت و آنہد - اور یہ نام اہل ہنود کے یہان اسی صوت سرمدی کے ہین ۔ [2] بلکہ وہ لباس بدلتے رہتے ہین نئی خلقت کا ۔ [3] گویا کہ یہ وہی ہے ۔

اور حکیم سنائی کا یہ شعر سمجھ مین آگیا ؎

یدِ او قدرت است وجہ بقاش | آمدن حکمت و نزول عطاش

اگر یہ لوگ جوق جوق نہ آتے تو اُس بت کو کون پوچھتا یعنی تشبیہات کا ظہور کیسے ہوتا اس نزول سے عطاے حق ہوئی - اور اگر قدرت آنے کی اور جانے کی نہوتی تو گھنٹہ بجا کر ہر شخص جہان سے آیا تھا کیون واپس چلا جاتا - تو گویا ہر شخص بخوشی اوس بت یعنی پتھر کو دیکھنے کے لیے یعنی اُسکے وجود کو قائم کرنے کے لیے آیا اور اوس کو فانی کرنے کے لیے بعد صداے ناقوس کے اپنے مبداء کو چلا گیا - اور ہر شخص کی آمد و رفت سے باقی رہنے مین کوئی فرق نہین ہوا پس صداے ناقوس باعث فنا و بقائے عالم ہے - آپکو عقاید مین معلوم ہوا ہوگا کہ قیامت مین اسی صور سے سب فانی ہوجائینگے یعنی حشر ہوجائیگا اور اسی صور سے سب باقی ہوجائینگے یعنی نشر ہوجائیگا

صدا دی کعبہ مین ناقوس دیر مین بجا | کہان کہان ترا عاشق تجھے پکار آیا

الحاصِل اُس بت کو بمناسبت جامعیت تشبیہی و تنزیہی مقام وحدت کہتے ہین کیونکہ حق تعالیٰ کبھی امہات سبعہ ذاتیہ سے خالی تصور نہین کیا جا سکتا اور حالت تنزیہی حقیقی مین جب یہ امہاتِ سبعہ ملائینگے تو ایک صورت انسانی ہوجائیگی اور یہی بت ہے لہذا بت بہت اعلےٰ چیز ہے - اب بت پرستی یہ ہے کہ اوس بت کو بت سمجھنا اور حق نہ سمجھنا - اور بت سمجھ کر اوس کو ماسواے حق قرار دے کر ایک دوسرا خدا بنانا نعوذ باللہ من ذٰلک اور اسلام مین بت پرستی ممنوع اسوجہ سے ہوئی کہ اسلام کی جامعیت کمل ہے یعنی جامعیت اسلامی کی وجہ سے یہ امر مکروہ معلوم ہوا کہ انسان جو مظہر تام حق یعنی اسم اللہ ہے ایک ناقص مظہر یعنی رب کو سجدہ کرے حالانکہ وہ رب اسی اللہ سے نکلا ہے یا ایک واہیات بات ہی - لہذا اسلام مین اصنام پرستی ممنوع ہوئی - کہ ءاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ اور اس بت یعنی اللہ کا مظہر تام ذات پاک مرشدی ہے اور زنار

؎ کیا بہت سے متفرق رب بہتر ہین یا ایک خداے قہار ۱۲

وہ نسبت ہی جو سالک کو مرشد یا حق کے ساتھ ہے یہین سے کہا ہے کہ ؎

ہر طاق ابروے ادمحراب بت پرستی ہر تار موز زلفش زنار پارسائی

اس بت اور زنار کی ذات اُس عطر مجموعہ خراباتی مین نسبتاً کھپی ہوئی ایک جداگانہ عطر ہے جو تفصیل مین بت اور زنار کے نام سے موسوم ہوئی ہے۔ کیونکہ بوقت تخلیق حق نے خود ہی اَلَستُ بِرَبِّکُم کہا تھا اور خود ہی بلٰی بس زنار بندی محض ایک دھاگا نہین ہے جس کو عام لوگ سمجھتے ہین کہ بعد بلوغ کے باندھ لیا جاتا ہے بلکہ عہد اوفوا بعھدی اوف بعھدکم کا ایک نمونہ ظاہری ہے جس طرح پر طواف حجر اسود بیت اللہ کے لیے احرام بندی ہے **چلیپا** اِس کے معنی صلیب کے ہین جو ایک نشانی حضرت عیسی علیہ السلام کی دار پر چڑھائی جانے کی ہے۔ اور حضرات صوفیہ کی اِصطلاح مین اپنے آپ کو مجرد عن العوائق موت اختیاری سے کرنے کا نام چلیپا ہے اور اس تجرد کے حُصول کے لیے تمامی مجاہدات موضوعہ حضرات صوفیہ و دیگر فرق موحدہ سالک کو بارشاد مرشد کرنا پڑتے ہین اور اس راہ مین بڑی بڑی گھاٹیاں مُہلک ہین جو مانع اور حجاب راہ سالک ہوتی ہین حضرت عیسیٰؑ کے طریقہ مین ان عوائق سے قطع تعلق کرنے کے لیے رہبانیت اِختیار کی گئی تھی۔ اور محمدی طریقہ مین یہ ارشاد ہوا کہ لارھبانیہ فی الاسلام اسوجہ سے کہ رہبانیت مین جامعیت اسماء و صفات بوجہ قطع تعلق کے فوت ہوتی ہے جب تک کہ تمامی اسماء و صفات مین مبتلا ہو کر اُن سے تجرد نہ حاصل کیا جائے اُسوقت تک معراج تفرد کا حصول ناممکن ہے۔ اِس لیے حضرت عیسیٰؑ جو تھے آسمان ہی پر ٹھہر گئے اور آگے نہین بڑھے کیونکہ آپ کے طریقہ مین بسبب آپکے فطرتی پیدائش کی جامعیت تمامی اسماء نہین تھے مگر معاذ اللہ آپ فی نفسہ ناقص نہین تھے بلکہ نہایت الوالعزم پیمبر تھے لہذا اوس جامعیت کو حاصل کرنے کے لیے آپنے خواہش ظاہر فرمائی کہ آخر زمانہ مین آپ پھر فلکِ چہارم سے اِس دنیا مین تشریف لائین اور اُس جامعیت اسمائے محمدیؐ کو بھی حاصل کرکے متفرد ہو جائین

---

۱ کیا مین تمہارا رب نہین ہون ۱۲ ۲ کیون نہین ۱۲ ۳ تم میرا وعدہ پورا کرو مین تمھارا وعدہ پورا کرونگا
۴ اسلام مین رہبانیت نہین ہے ۱۲

رہبانیت مین جامعیت اسما اسوجہ سے نہین ہے کہ جنگل مین بیٹھکر تمامی اشیا کی تاثیر و تاثر سے سالک متکیف نہین ہوتا ہے کہ اُن سے تجرد اختیار کرنے کا موقعہ اسکو ملے۔ صرف اسماء خلوتی سے استفادہ کرتا ہے اور اسماء جلوتی سے بھی استفادہ کرنے کا طریقہ محمدیون کے لیے ہی جو جامع ہے لیکن ہم محمدیون نے اس طریقہ کو جس غرض سے کہ یہ وضع کیا گیا ہے کمتر برتا ہے حالانکہ یہ طریقہ بہت اعلی ہے مثلاً چار نکاح محمدیون کے لیے اِسی جامعیت کی وجہ سے جائز رکھی گئی ہین اور عیسائیون کے یہان صرف ایک نکاح کی اجازت ہی۔ اور گیارہ بیویان آنحضرت صلعم کی تھین اور حضرت عیسی کی ایک بھی نہین تو جتنا بھنساوہ توحید کی رو سے جلوت اسماء مین ہوگا اُتنا ہی کمال اعلی ہوگا۔ اگر سالک اسی بھنساوہ مین تجرد کرلے جائے گا ہم لوگ چار ازواج تک کرتے ہین اور یہ نہین جانتے کہ چار نکاح کی اجازت کیون ہے محض شہوت رانی کی وجہ سے چار نکاح کی اجازت نہین ہے بلکہ اِن چار تعلقات مین پھنسکر مجرد رہنا مقصود ہے اور تجرّد کے معنی یہ نہین ہین کہ تعلقات کو چھوڑ بیٹھے بلکہ تجرد کے معنی یہ ہین کہ عین تعلقات مین اُن تعلقات سے مجرد رہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل شدن	نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

اور ایسی سخت ابتلا اور جکڑبندی مین مجرد رہنا آسان نہین ہے جب تک سالک اپنے خطرہ اور ہر رفتار کو منجانب اللہ نہ دیکھے گا۔ ؎

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تست	ایمنی از تو مہابت ہم ز تست

اور خطرہ نیک ہو یا بد وہ واردات قلبی مین سے ہی اسکو مہمان سمجھنا چاہیے اور اسکا منتظر رہنا چاہیے کہ بالآخر نیک کو ترجیح ہوتی ہے یا بد کو ؎

فوج لشکرہاے احوالت ببین	ہر یکے با دیگرے در جنگ و کین
می نگر در خود چنین جنگ گران	پس چہ مشغولی بجنگ دیگران
تا مگر زین جنگ حقت وا خرد	در جہان صلح یک رنگت برد

اس تجرد کو چلیپا کہتے ہین۔ اور اس سلوک یکرنگی سے جو ایک دید حاصل ہوتی ہے اُسکی ذات اُسی عطر مجموعہ خراباتی مین مندرج ہے۔ مغ کے معنی آتش پرست کے ہین۔ اور ترسا لفظ رومی ہے اسکے معنی بھی آتش پرست کے ہین مینا کے معنی شیشہ شراب کے ہین۔ ہم ناسوتیات مین ہر چیز کو فانی ہوتے دیکھتے ہین یعنی ہر چیز دوسری چیز مین مستحیل ہو جاتی ہے۔ استحالہ کی معنی یہ ہین کہ ایک شے جب دوسری شئے ہو جاے تو اس دوسری شئے مین پہلی شئے کا شایبہ باقی رہ جائے۔ تمامی اشیاء کی موجودیت موالید ثلثہ کہلاتی ہے۔ جن کا ترکب عناصر اربعہ سے ہوتا ہے۔ اب ہم کو دیکھنا چاہیے کہ اگر بکدفعہ یہ عناصر اربعہ مستحیل ہو جائین تو کیا چیز بنے گی مثلاً پانی مستحیل ہو جاے تو خاک ہو جائیگا اگرچہ پانی اُسمین ہے خاک مستحیل ہو جائے تو ہوا ہو جائیگی اگرچہ غبار اُسمین ہے۔ ہوا مستحیل ہو جاے تو آگ ہو جاے گی اگرچہ اُسکی لو نہ دکھائی دیتی ہو یہ آگ ایک جنس سے پیدا ہوئی ہے اور یہ وہ آگ نہین ہے جسکو ہم دیکھتے ہین کہ اُسمین ہوا شعلہ زن ہے۔ بلکہ یہ آگ وہ آگ ہے کہ جسکے اندر آتش و باد و آب و خاک مستحیل ہے۔ پس اس حرارت کا نام حرارت عشقی ہے جو تمامی مخلوقات کی جامع ہے اسی واسطے حدیث قدسی مین ہم فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی اس حرارت عشقی کو جب حرکت ہوئی اور لو نکلی تب آگ کہلائی اور وہ حرکت فی نفسہ ہوا ہے۔ لہذا ہوا بھی پیدا ہو گئی۔ ہوا اور آگ کے ملنے مین غلبہ بخار ہوا جو پانی ہو گیا پھر آگ اور ہوا اور پانی کے ملنے سے جو غلبہ آگ کا ہوا خاک ہو گئی۔ ان سے آفاق مین موالید ثلثہ ہوئی اور انفس مین طبائع ہوئی غرض کہان تک طول دیا جاے اس عمیق نظر سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ مُغ یعنی آتش پرستون کا لہ اگر آگ ہی تو بے محل نہین ہے اگرچہ پست خیالی کی وجہ سے ہے پس مغ کے لفظ سے حضرات صوفیہ حرارت عشقی مراد لیتے ہین جسکا دینے والا آفاق مین آفتاب ہی اور انفس مین پیر و مرشد ہے ؎ (حافظ)

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت
چہرۂ خندان شمع آفت پروانہ شد

اور یہ مرشد عطر مجموعہ یعنی خرابات وحدت یعنی ایک ذات ہی جو وحدت ہی کی ذات ہوتا ہے اور تخلق باخلاق اللہ ہے مغ سے حضرات صوفیہ یہی اصطلاحی معنی لیتے ہین۔ جو لفظ مغ کی سیمرغ جان ہے جس کا آشیانہ خرابات وحدت ہے۔ اور ترسا وہ سالک ہے جو اس مغ پر فریفتہ ہے اور بسبب اتحاد وحدت کے حب مغ سے عینیت پاتا ہے یعنی مغ کہتا ہے کہ انت انا تب یہ کہتا ہے کہ انا انت یعنی اناکنا کنا انا یہ فنا فی المرشد ہے۔ اور فی الواقع فنا فی الرسول ہے اور حقیقتًا فنا فی اللہ ہے۔ اور یہ ترسا اپنی خودی سے مبرا ہوکر یہ دیکھتا ہے کہ بجز وحدت حقیقی کے کسی شئے کا وجود نہین ہے اور پھر اپنے آپ مین ثابتیت وحدت کا عقلاً و نقلاً و حسًا ادراک کرتا ہے اور اپنے سے باہر کوئی چیز نہین دیکھتا ہے تب شدتِ حرارت عشق ہے سے بیتاب ہوکر عین حرارت عشق کو حق جانتا ہے۔ اور اُس حق کو بجز اپنے وجود کے نہین دیکھتا ہے۔ لہذا حضرات صوفیہ نے مظہر تام وحدت عشقی کو گبر قرار دیا ہے یہ موحد عاشق کی دید ہے جس کے شعلہ انگیز یون مین فانی اور باقی ہوتا رہتا ہے اور ہر فنا اُسکو ایک دوسرا وجود دیتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کلّما نضجت جلودھم بدلنھم جلودًا غیرھا لیذوقوا العذاب عذاب مشتق ہے عذب سے عذب کے معنے شیرینی کے ہین۔ دیر قدوسی وحدت یعنی مقام لاہوت کو کہتے ہین جو سیمرغ بقا کا آشیانہ ہے اور یہ خاص نسبت حضرت روح اللہ علیہ السلام کی ہے۔ اور جس سالک پر غلبۂ تنزیہ ہوتا ہے اُسکے مقام کو بھی دیر کہتے ہین۔ وحدت کے دو مراتب ہین ایک مقام احدیت کہ جس مین سالک ہمہ تن عین سرور ہوتا ہے یہ مرتبہ تنزیہی ہے اور دوسرا مقام واحدیت کہ جس مین اعیان ثابتہ کی دید سے علمِ حضوری مین مست و سرشار و مالامال رہتا ہے جس مین ہر شئے کی روحانیت اپنی جلوہ گری سے شادکام رہتی ہے اور ہر عین ثابت مین کل اعیان ثابتہ کا علم و م نقد ہوتا ہے اُسکو مینا کہتے ہین۔ اور جام اُس میناگری کے حصولِ صور کو کہتے ہین

ﻃ جو کھال انکی اُتر جاتی ہو ہم اُسکے بدلے دوسری کھال چڑھا دیتے ہین تاکہ چکھین عذاب کے مزے ۱۲

بس کا مشاہدہ سویدای دل دفوا دسے ہوتا ہے جن مین اعیان ثابتہ کے صور مجموعی طور پر بلا امتیاز ظاہر و مبرہن ہوتے ہین مگر عاشق اپنے سوز و گداز عشقی مین اُنکی طرف تخاطب نہین کرتا ہے۔ الا بضرورت کسی نے خوب کہا ہے ؎

جام ٹوٹا بت مدست کہ مینا ٹوٹا　　　دل عاشق بھی کوئی چیز ہے ٹوٹا ٹوٹا

رجوع الی اللہ مین سالک جب تک گیان اور دھیان کرتا ہے حق اُس کی مراد ہوتا ہے اور وہ مرید اور جبکہ فنائے تام مرید کو اپنی مراد مین حاصل ہوتی ہے تب نامرادی کی وسیع میدان مین جا پڑتا ہے اور ایک عرصہ تک دیر قدس مین سرگردان رہتا ہے۔ پھر جاذبہ اقدس سے نیا فیض اُسکو پہونچتا ہی تب نیا وجود اُسکو عطا ہوتا ہے اور وہ مراد ہوجاتا ہے اور حق اُس کا مُرید ہوجاتا ہے اور ولقد کو منا بنی آدم سے مشرف ہوتا ہے اور حق کی عینیت بعینہ اُسکو گھیر لیتی ہے۔ اور حق سے اُسکو ولتُصنع علی عینی کا خطاب حاصل ہوتا ہے۔

خرد باشد از ینگونہ در آشفت　　　ولتصنع علی عینی چرا گفت

کیونکہ انسان اپنے سویدائے دل کے سبب سے وجہ حقیقی کا خال ہے۔ اور مین نے سویدائے دل کو وجہ حقیقی کا خال اِس واسطے کہدیا کہ خال کی تعریف بھی ہوجاے جو آیندہ اشعار مین آوے گا در یہ مجموعی انسان مع خال کے وجہ حقیقی ہے اور وہ مُرشد عالم و عالمیان ہے ؎ (امام غزالی)

ماجامہ نمازی بسر خم کردیم　　　وز خاکِ خرابات تیمم کردیم
شاید کہ درین میکدہ ہا دریابیم　　　آن یار کہ در صومعہ ہا گم کردیم

صومعہ اُسکو کہتے مین کہ جس مقام پر مصلحت اندیشی و اعمال یعنی تعلیم و تعلم و تمیز نیک و بد و خودنمائی و خودستائی کا ہنگامہ عظیم برپا ہو اور میکدہ مقام محض بے اختیاری و تجلی کا نام ہے
عالم گویدمن چہ کنم عارف گویدا چہ کند ابتدا اُور جوع الی اللہ مین بے اختیاری سے بحکم کُلھا ہو

۵ا اور وہ میری آنکھ کی ٹھنڈک بڑھاتا ہے ۱۲

لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم استفادہ کرنا چاہیے ؎

چون مصلحت اندیشی دور است ز درویشی　　　این سینہ پر آتش بہ این دیدہ پر آب اولی

اور جب فانی ہوکر رنگ حقیقت مین باقی باللہ ہو جاتا ہے تب وہ مرید ہوکر باسم حق سیر باللہ کرتا ہے ؎

چون پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون رو　　　رندی و ہوسناکی در عہد شباب اولے

مگر یہ خدمت اُس کی عوام کی خدمت نہین ہے بلکہ ذاتی خدمت بحکم تخلقوا باخلاق اللہ ہے یعنی اِس خدمت مین جو جو د ہر ذرہ کو عطا کرتا ہے وہی اس کی خدمت ہے

(حضرت صاحب)

اسے محض مطلق مت کہو کہ مقید آپ ہوا ہی وہ　　　وہی ایک ہے کہ بنا ہی دو نہ وہ مخفی ہی نہ پدید ہی

واضح ہو کہ توحید ذاتی محض فنا ہو جانے کو نہین کہتے ہین کیونکہ یہ ادھوری تکمیل ہے کہ محض لازمی ہے متعدی نہین ہے بلکہ توحید ذاتی فنا فی اللہ ہو جانے کے بعد بقا باللہ کو کہتے کہ جس سے تخلیق عالم ہے یعنی احدیت توحید ذاتی نہین ہی جو محض نیستی ہے بلکہ وحدت توحید ذاتی ہے جو جمعیت نیستی احدیت ہستی واحدیت کے ساتھ ہست ہی اور یہ مرتبہ صوفی کامل کا ہے کہ جو بظاہر صومعہ مین تعلیم و تعلم کے لیے بمکاری اسمار کو ظہور و وجود دینے کے لیے بحکمت قدم رکھتا ہے ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین ؎

آستین بر رو کشیدی ہمچو مکار آمدی　　　باخودی خود در تماشا سوے بازار آمدی

اور باطن مین رندسیہ مست و پیر مغان کے نام سے موسوم ہی ؎

حافظ جناب پیر مغان جاے دولت ست　　　من ترک خاکبوسی این در نمی کنم

زہد محض طفلانہ تعلیم و تعلم کو کہتے ہین جو ضرور اسماء کے لحاظ سے ہونا چاہیے مگر یہ سرمایہ نشاط بلوغ نہین ہے ؎ (مولانا روم)

۱؎ اللہ کے اخلاق اختیار کرو ۱۲　۲؎ اور مکر کیا اُن لوگون نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ سب مکر کرنے والون سے بہتر ہے

خلق اطفال اند جز مستِ خدا	نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ ایسے زہد خالی از عشق و محبت کے لیے خود سورۂ یوسف عؑ مین جناب باری مے فرمایا ہے وکانوا فیہ من الزاہدین کیونکہ ایسا شخص اللّٰہ جمیل یحب الجمال[ف] کی قدر نہین جانتا ہے۔ (رومی) ے

یک شبی مجنون بخلوت گاہ راز	گفت کاے پروردگار بے نیاز

از چہ را نامم تو مجنون کردۂ	عشقِ لیلےٰ در دلم چون کردۂ

کردۂ خار مغیلان بالشم	می بری شبہا بگردون نالشم

تو چہ خواہی زین گرفتاریِ من	از خدائے من ازین زاریِ من

ہاتفش گفتا کہ اے مردِ غریب	در محبت کردم این غم ہا نصیب

عشقِ لیلےٰ نیست این کارِ من است	حُسن لیلےٰ عکس رخسارِ من ست

خوش نماید نالہ شبہاے تو	ذوقہا دارم بہ یارب ہاے تو

گر عشق مجازی اعلیٰ ترین سلوک نہوتا تو خود جناب باری رسول مقبول صلعم کو اپنا محبوب نہ بناتا۔ اور نہ خود اُن پر درود بھیجتا اور نہ ہم کو مع فرشتون کے اُن پر درود پڑھنے کی ہدایت کرتا اور نہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت زید پر اپنی شدت عنایت کا اظہار فرماتے اور نہ حضرت عائشہ صدیقہ سے آپ کو لشدت محبت ہوتی۔ ے

آنکہ عالم مستِ گفتش آمدے	کلیمنی یا حمیرا می زدے

آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ عشق مرد یعنی زید اور عورت یعنی حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ عین تحبیب الٰہی تھی اب ہم ان اشعار کی شرح پھر شروع کرتے ہین مگر اس سے قبل یہ جان لینا چاہیے کہ مرد یا عورت مظہر تام حقیقت ہے پس ملاحت جمال نامتناہی کا ظہور و اثر بجز صورت انسان کامل کے اور کسی نہج سے نہین ہو سکتا ہی اور نہ تنزیہ مین

[ف] اللہ جمیل ہے اور دوست رکھتا ہے جمال کو ۱۲

اوس کا پتہ چل سکتا ہے لہذا اوس ملاحت کو بروجہ تام یا مردین پائیے گا یا عورتین،

ملاحت از جہان بے مثالی ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ در آمد، ہمچو رند لا اُبالی

اِس ملاحت کے اِحسان کرنے والے کو عاشق رند کہتے ہین اور نفس ملاحت کو حُسن و عشق کہتے ہین

حسن جب مقتل کی جانب تیغ بران لیچلا ‌‌‌‌‌‌ عشق اپنے مجرمون کو پا بجولان لے چلا

سیر الی اللہ مین المجاز قنطرۃ الحقیقۃ ہی اور سیر باللہ مین سب حقیقت کی جلوہ آرائی ہے اور اسکا مظہر تام پیر و مرشد ہے جس کو پیر مغان کہتے ہین۔ اور زاہد بھی بسبب نزول حقیقت کے اس ملاحت سے حصہ پائی ہوئی ہے لیکن بسبب ریا کے اُسکو بُرا سمجھ کر چھپاتا ہے اور یہ نہین سمجھتا ہے کہ عوام خلائق سے اُس نے ان تلذذات کو تو چھپا لیا لیکن اللہ سے جو اپنی عینیت سے عالم الغیب ہے کیسے چھپا سکتا ہے۔ اسوجہ سے وہ ملاحت کے استفادہ سے محروم ہے

واعظا کاین جلوہ بر محراب و منبر میکنند ‌‌‌‌‌‌ چون بخلوت می روند آن کار دیگر میکنند

اور عاشق رند حقیقت کو عین مجاز اور مجاز کو عین حقیقت جانتا ہے بحکم وھو معکم اینما کنتم [1] اور اپنی قلب و جگر و روح و بصارت و بصیرت سے بعینہ حقیقت و مجاز کی باہمی عینیت کو ادراک کرتا ہے اور کوئی فرق مجاز و حقیقت مین نہین کرتا ہے اور اپنی خودی سے جس کا فی الواقع وجود نہین ہے بیک دفعہ کنارہ کرتا ہے اور جملہ اسماے جلالی اور جمالی کے ذوات کو ایک ذات جان کر مثل خلا کے خالی ہو جاتا ہے اور عدمیت محضہ پر قائم ہو جاتا ہے اور اُسکا قول یہ ہوتا ہے

بتان ماہوش اُجڑی ہوی منزلمین رہتی ہین ‌‌‌‌‌‌ کہ جسکی جان جاتی ہے اسی کے دلمین رہتے ہین

خدا رکھے محبت کو کیے آباد دونون گھر ‌‌‌‌‌‌ مین اُنکے دلمین رہتا ہون وہ میری دلمین رہتے ہین

---

[1] اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہان کہین تم ہو ۱۲

ہمہ عالم چو یک خمخانہٴ اوست | دل ہر ذرہ پیمانہٴ اوست
دل اندر روے او یا اوست در دل | بمن پوشیدہ شد این راز مشکل

اس قدر بیان کرنے کے بعد اب ہم ان اشعار کی شرح کرتے ہین جبکہ ناظرین کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ بجز معشوق مجازی کے کہ جو معشوق حقیقی ہے کوئی دوسری چیز نہین ہے ؎

جملہ معشوق ست و عاشق پردہٴ | زندہ معشوق ست و عاشق مردہٴ

تاکہ ہم ناظرین کو ذرا شاہد بازی کا مزہ بھی چکھائین اور معشوق مجازی کے نظارے سے معشوق حقیقی کا جمال جہان آرا دکھائیں ؎

شراب و شاہد و شمع شبستان | خروش بربط و آواز مستان
مے و میخانہ و رند خرابات | حریف و ساقی و مرد مناجات
گرو کردن بباده خویشتن را | نہادن بر سر مے جان و تن را
خط و خال و قد بالا و ابرو، | عذار و زلف پیچاپیچ و گیسو

شراب متعارف کے معنی یہ ہین کہ خواہ مے انگوری ہو یا اور کوئی قسم ہو مسکرات سے کہ جس کی مستی سے بیخود ہو کر بے خطرہ ہو جاے۔ اور اس مستی سے لذت اٹھائے اور جب مستی کم ہو جاے تو پھر اسکی طلب ہو شاہد کے متعارف معنی یہ ہین کہ کسی معشوق مجازی پر فریفتہ ہو اور اسکی سج دھج کلیتہً آپ ہی آپ بھلی معلوم ہو کسی شے پر فریفتہ ہو اور اسکا رنگ روپ ہر طرح پر آپ ہی آپ اچھا معلوم ہوتا ہو اور اسکی یافت یعنی وصال سے خرم و شاداں و فرحاں ہو۔ اور نایافت سے مغموم و سوزاں و گریان ہو اور اسکی طلب مین تنگ دنا موس یا ملامت کی پروا نہو اور اس کی یافت کے صلہ مین جان تک دیدینے مین انکار نہو چاہے فسق و فجور سے بھی

اس طرح کی محبت ہو اور دنیا وما فیہا کی محبت کو اُسپہ صدقہ کردے اور اپنی معشوق کی مرضی کو سب پر مقدم جانے۔ اور شمع شبستان کے مجازی و اصطلاحی معنی یہ ہین کہ شاہد سراپا ناز کے فراق کی شب غم مین اُس کی وعدون کی یاد سے دل مین جو اُمیدین بندھتی ہین وہ ہر اُمید شمع شبستان ہے جس سے دل و دماغ مین سرور اور آنکھون سے آنسو اور دل سے آہ و نالے جو درد انگیز و حسرت خیز نکلتے ہین اُسی کو خروش بربط کہتے ہین اِس مین انداز شاہد مجازی سے شکوہ و شکایات کو بڑا دخل ہے جو تھوڑی سی دید بازی میں بوقتِ مُلاقات ہو جاتی ہے ؎

پہروں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا　　اِک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہی

بالجملہ خروش بربط و آواز مستان نہ فراق پر موقوف ہے نہ وصال پر دونون ایک ہی چیز ہین صرف اعتباری امتیاز ہے ؎ حافظ

گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست　　گفت مارا جلوۂ معشوق برایں کار داشت

مے زیادہ تر اُس مستی کو کہتے ہین جو معشوق مجازی کی یاد مین بامید وصال یا وصال کے سرور سے ہوتی ہے اور اُسوقت ایک حالت میکدہ یت معشوق و عاشق مین بسبب مستی کے بیخودی کی پیدا ہوتی ہے یہ میخانہ ہے اور اُس یافت عشق مجازی سے شکریہ معشوق حقیقی کا ایسا عظیم اور لطیف اور تہ دل سے ادا ہوتا ہے کہ جو معمولی زاہد کو بسبب حجاب تعظیم و تکریم کے جسکے واسطے خوف لازمی ہے کبھی حاصل نہین ہو سکتا اور اس مقام پر دو قسم کے امرد مناجاتی ہوئے ایک زاہد خشک محض دعا کرنے والا دوسرا رند عاشق تن جو واقعی حقیقی طور پر اپنے مطالب کی کامیابیون پر خواہ وہ کیسی ہی اچھی یا کیسی ہی بُری ہون شکر ادا کرنے والا ہے۔ اوس زاہد خشک مین ریا کا لگاؤ ہوتا ہے جس سے فی نفسہ قلب مین تاریکی آتی ہے۔ اور اس فاسق مین چونکہ ریا کا لگاؤ نہین ہے اِس سے قلب مین فی نفسہ روشنی آتی ہے۔ اگرچہ وہ زاہد ظاہر مین معظم و مکرم ہے لیکن باطناً یہ عاشق مقدم ہے۔ اِس عاشق بے تکلف کو رند خراباتی

خراباتی کہتے ہین کہ مرد مناجاتی کا مقابل ہے ع

راتون کو نہ ہو حق گر او شیخ مناجاتی سوتے ہوے جاگین گے رندان خراباتی

حریف وہ لوگ ہین جو اپنے ہم مشرب لوگون کے ساتھ ایک خمخانہ سے ایک ہی وضع پر شراب خواری کرتے ہون اور ایک ہی شاہد کی گردش پیمانہ سے شراب پینے کا سرور حاصل کرتے ہون اور اس شاہد یا شخص کو جس کے پیمانہ سے حریف شراب پیتے ہین ساقی کہتے ہین یہ حریف اسوجہ شاہد بازی و محبت ساقی مین منہمک ہوتے ہین کہ بجز مستی کے اور کسی نیک و بد کی پروا نہین کرتے اور جون ہی کہ نشہ نے کم ہوکر خمار کی رنگت پکڑی وہین ساقی نے بے شمار کیئے دوسرا پیالہ شراب کا دیدیا جو سر خمار کی سر گرانی سے خم کے نیچے سے اُٹھا تھا وہ پھر اُسی خم کے نیچے جا پڑا یعنی جو ذرا ہوش آیا تھا اُس نے پریشان کرنا شروع کیا تھا کہ پھر بیہوشی کے غلبہ کے خطرات کے لکد کوب سے اُسکو آرام دیدی۔ اور بلحاظ اِسکے کہ یہ سب مستی باعث فنائے تندرستی اور موجب آبرو ریزی ہے اُسکو شراب پینے ہی سے کام ہے ایسے شخص کو کہتے ہین کہ اُسنے اپنے آپ کو مے کے لیے رہن کردیا اور شرابخواری کی وجہ سے اپنے دین و ایمان کے جانے اور جان و تن کے ضایع ہوجانے کی اُسکو پروا نہین ہے ۔ اور معشوقِ مجازی کے خط سے مُراد عنفوان شباب مین چہرہ پر داڑھی اور مونچھون کا سبزہ آغاز ہونا ہے۔ اور چہرہ پر صباحت مین جو سیاہی خال کی معلوم ہوتی ہے وہ اگرچہ سیاہ ہے اور صباحت مین دھبہ لگاتی ہے مگر چونکہ صباحت کی تمیز اِس خال کی سیاہی سے ہوتی ہے ۔لہذا وہ خال ایک نئے طرح سے اُس صباحت کو ملاحت بخشتا ہے کہ بغیر اُسکے صباحت پھیکی معلوم ہوتی ہے ۔ اور معشوق مجازی کے قدِ بالا سے مراد اعتدالی راست قامتی کا حسن فطرتی ہے کہ بلالحاظ رنگ و روپ کے معشوق مجازی آپ ہی آپ تمام ہر عضو سے بھلا معلوم ہو اور یہ سمجھ مین نہ آے کہ کیون بھلا معلوم ہوتا ہے اور اسکی علت کیا ہے آبرو اسکو کہتے ہین جو معشوق مجازی کے چشم سُرمہ سا کے اوپر اپنی محرابات سے اُسکو گھیرے ہوے نظر پڑتے ہے جاتی ہے اور بوقت ضرورت خود کمان ہوجاتی ہے اور اپنی

پلکوں کے تیر سے دل عشاق کو چھلنی کر ڈالتی ہے کہ جسکی آواز ہے اور نہ اسمین کشش و کوشش ہو
اور اسکی خبر بجز اُس خستہ دل عاشق کے کسی کو نہیں ہو سکتی عذار معشوق مجازی کے رخساروں کو
کہتے ہین جو اپنی شدت لطافت کی وجہ سے رازہای مخفی ہر کہ و مہ کو ظاہر کر دیتے ہیں یعنے
ہر کہ و مہ آپ ہی آپ فریفتہ ہو کر اپنے جان و دل سے اُن پر قربان ہو جاتا اور اُن کا بوسہ لیلیتا
اگر زلف پیچاپیچ کی ناگنیں اور گیسوے پرخم کے مار سیاہ لٹک کر رخساروں کا حجاب ہو جاتے
زلفون اور گیسوون کا حجاب ہونا یہ ہے کہ وہ خود باوجود سیاہی اور پیچیدگی کے نفس سیاہی و
پیچیدگی سے عاشق ازخود رفتہ کو اس طرح اپنے آپ مین مشغول کیئے ہین کہ رخساروں کیطرف
رُخ کرنے کے سبب اُن کے درمیان مین حائل ہونے کی فرصت نہین ملتی۔ اور ان مار سیاہ کے
خوف سے نظر کو قدم آگے بڑھانے کی جرأت نہین پڑتی پس لامحالہ عاشق کی یہ حالت دیکھکر
کہنا پڑتا ہے کہ سکو سانپ سونگھ گیا ہے یہ کیون؟ اس لیے کہ اول ہی وہلہ مین معشوق مجازی
پر نظر پڑنے سے زلف و گیسو ایسے بھلے معلوم ہوتے ہین کہ رخسار تک نظر پہنچنے کی نوبت نہین
آتی اور معشوق کی یہ کیفیت ہو کہ وہ بوسہ کا منتظر ہے کیونکہ بہرحال اُسکو بوسہ ہی سے لذت ہو سکو
اسکی کیا خبر کہ عاشق کے دل پر سانپ لوٹ رہا ہے اُسکو بوسہ لینے کی طاقت نہین ہے۔ تب وہ
معشوق بے پروائی کرتا ہے بے اعتنائی کرتا ہے متوجہ نہین ہوتا ہے بولتا نہین ہے۔ اور جو
بولتا ہے تو بجز دشنام کے اور کوئی بات نہین ہوتی۔ اس دشنام کی لذت کو عاشق کیا سمجھے
کہ دہن معشوق سے گفتگو کی چاشنی بسبب دام زلف کے پھنس جانے کے اُس نے حاصل ہی نہین کی
ہے کیونکہ اسکی رسائی بوجہ آشفتہ سری و بیہوشی و سرشاری کے دہن تک نہین ہوئی ہے۔ اور
زلف معشوق نے وہ طوالت اختیار کی ہے کہ ایک سر سے بڑھکر کمر تک لٹک آئی ہے جس کی
چاہ عدمیت کی آشیانہ مین عاشق غلطان و پیچان ہے۔ اور خود اپنا پتہ اُسکو نہیں لگتا ہے جب کمر ہی
مین پھنسا ہے تو قد بالا کی نظارہ حسن و جمال سے کیونکر مالا مال ہو۔ اب ہم ان الفاظ کی شرح
بحکم المجاز قنطرۃ الحقیقۃ الفاظ کے مجازی معانی سے حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہین۔

شراب کے مجازی معنی تو بیان ہو چکے کہ بیخودی سے لذت حاصل کرنا۔ اب عارف کو یہ سوچنا چاہیے کہ بیخودی سے لذت کیون حاصل ہوتی ہے تب حقیقی معنی معلوم ہونگے بیخودی سے لذت اسواسطے ہوتی ہے کہ سالک اپنی جزوی خودی سے نکلکر کل الکل ہوجاتا ہے یعنی اپنے مبدا سے مل جاتا ہے عیشہ کعیش اللہ کیونکہ مبدا اُسکا سواے اللہ کے اور کوئی نہین ہے اور جزوی خودی جو بسبب حجاب تعین کے قائم ہوئی ہے وہ اعتباری ہے اِس واسطے سالک کی جول نہین بیٹھتی ہے لہذا اوسکی خودی باعث بے چینی و بیقراری ہوتی ہے ؎

نہ تھا جب کچھ خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھکو ہونے نے نہوتا مین تو کیا ہوتا

خودی کی حالت مین حساب وغیرہ کی دھر پکڑ ہے اور بیخودی مین کچھ نہین ہے اُجڑے گاؤن سے خراج نہین لیا جاتا بہر حال یہ بیخودی ہی کا فیض ہے جس سے انسان خود کنز مخفی ہوجاتا ہے جیسا کہ اپنے متعلق حق تعالیٰ فرماتا ہے کنت کنزا مخفیاً اب وہان فرق کہان رہا کہیے کہ مجازی بیخودی حاصل کرنے کو ہم نے مے انگوری یا اور کوئی شراب پی لی اب کنز مخفی ہونے کے لیے شراب کہان سے لائین جو حقیقی بیخودی حاصل ہو۔ ہم کو اس شراب حقیقی کی تلاش کے لیے دو عالم ہین انفس اور آفاق۔ آفاق مین ہم کو معلوم ہے کہ ہم کبھی نہ تھے۔ اب ہین۔ کبھی نہ ہونگے۔ جب نہین تھے تو ہمارے لیے دنیا ومافیہا کچھ نہ تھی اب ہین تو ہم چونکہ نہ تھے۔ لہذا ہم تو کوئی چیز لائے نہین تو جو کچھ کہ ہمارے پاس ہے وہ کسی کا دیا ہوا ہے کیونکہ اگر ہم لائے ہوتے تو ہم کو اُسکی حقیقت معلوم ہوتی اور جب نہ رہینگے تو جس نے دیا ہے وہ لے لیگا تو دینے والا نہ دینے کے وقت محسوس ہوا اور نہ لینے کے وقت۔ اب اگر ہم کہین کہ ہم نے یہ عمل کیا اور ہم خاطی یا نیکوکار ہین یہ نہایت بیوقوفی کی بات ہے۔ اِس واہمہ کو دینے والے اور لینے والے پر چھوڑ دو اور اس دینے والے اور لینے والے کی یاد مین جو بے کیف و بے رد و بے جہت ہے۔ مجرد ہو کر بے صورتی کی شراب طہور سے مست رہو۔ یہ شراب حقیقی آفاقی ہے کہ جسکی مستی سے بظاہر کل عوالم انسان کے نظر حق بین سے نیست ہوجاتے ہین اور حقیقتاً انسان کل عوالم پر حاوی ہوجاتا ہے۔ یعنی ذرہ سے لیکر مع کل اجسام و اجرام سماوی کے

جسمین آفتاب وماہتاب بھی داخل ہین بلکہ اسفل السافلین سے اعلی علیین تک جسمین انس و
جن شیاطین وملائکہ وجملہ خبیثات وطیبات ۔ سعد ونحس ۔ حجر وشجر ۔ طیور ووحوش بحر وبر ۔ ملک
وملکوت ۔ نجوم وسیارہ افلاک مع منازل وبروج ۔ دوزخ وبہشت واعراف سدرۃ المنتہی
ولوح وقلم ۔ کرسی وعرش جسم کل وشکل کل وہباء ۔ نفس کل وعقل کل مع ملائکہ عالین رفرف
یرقدرت قدیم وحادث ۔ ازل وابد عدم ووجود ۔ جہل وعلم ۔ فنار وبقا ۔ حی وحیات علیم وعلم
قدیر وقدرت ۔ مرید ومراد ۔ سمیع ومسموعات بصیر ومبصرات ۔ کلیم ومتکلمات غفور وغفار
بالجملہ نود ونہ نام جو حسب ذیل ہین ۔ داخل ہین مع اپنی صفات کے (نود ونہ نام اسمای پاک حقتعالی

الرحمن	الرحیم	الملك	القدوس	السلام	المومن	المهیمن
العزیز	الجبار	المتکبر	الخالق	الباری	المصور	الغفار
القهار	الوهاب	الرزاق	الفتاح	العلیم	القابض	الباسط
الخافض	الرافع	المعز	المذل	السمیع	البصیر	الحکم
العدل	اللطیف	الخبیر	الحکیم	العظیم	الغفور	الشکور
العلی	الکبیر	الحفیظ	المقیت	الحسیب	الجلیل	الکریم
الرقیب	المجیب	الواسع	الحلیم	الودود	المجید	الباعث
الشهید	الحق	الوکیل	القوی	المتین	الولی	الحمید
المبداء	المعید	المحی	الممیت	الحی	القیوم	الواجد
الماجد	الواحد	الاحد	الصمد	القادر	المقتدر	المقدم
المؤخر	الاول	الاخر	الظاهر	الباطن	الوالی	المتعالی
البر	التواب	المنتقم	الغفور	الرؤف	مالك الملك	ذوالجلال والاکرام
المقسط	الجامع	الغنی	المحصی	المغنی	المانع	الضار
النافع	النور	الهادی	البدیع	الباقی	الوارث	الرشید الصبور

اور اس مجموعہ کا نام باعتبار صمدیت کے اللہ ہی اور اس اللہ کا نام احد ہے اور اس احد کا نام
ھو ہے یعنی ھو کے وجود کے آگے یہ عالم مع جملہ اسمار حق کے گویا معدوم ہین یعنی کل اسامی
حق اس ھو کے اندر مندمج ہین اور بسبب اندماج الکل فی الکل کے ھو ہر اسم ہو رہا ہے
اور ہر اسم ھو ہو رہا ہے یعنی ہر اسم مثل ھو کے کل الکل ہے۔ جیسے قطرہ دریا مین مل جانیکے
بعد بلحاظ مثال نفسی اور حباب دریا مین مل جانے کے بعد بلحاظ مثال آفاقی کل الکل ہوجاتا
ہے۔ اور وہی کل الکل اپنی حرکت وتموج سے پھر قطرہ وحباب ہوجاتا ہے اور قطرہ اور حباب
کل الکل مین کل الکل کا ذاتی فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اور وہ کل الکل تموج او قطرگی مین بسبب اپنے کمال
جامعیت کے جزء الجزء کا ذاتی فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اور اس کل الکل اور جزء الجزء استفادہ ذاتی کے
اگے کل الکل اور جزء الجزء فانی ومعدوم ہوجاتی ہین اور ایک وجود رہ جاتا ہے اور جو بالکل بے
کیف اور بے رد اور بے جہت وبے این وبے شین وبے مکان اور بے صورت اور بے شکل اور
بے جوہر اور بے عرض ہی جسکے آگے سب معدوم ہے اور اس وجود کیواسطے کہیں جگہہ نہیں ہے وہ وجود عدم العدم
ہی یعنی غیب الغیب جسکے ماننے سے چارہ نہیں ہے چاہی تعقل سے اُسکی کتنی ہی تکذیب انسان کرتا چلا جاے اور اس وجود کا ادراک
انسان کی انا نے کیا ہی جو انفسی ہے۔ اور اگر آپ کہیے کہ اس وجود کا ادراک انار انسانی نے نہین کیا ہے
کیونکہ ایسے وجود کا ادراک ہو ہی نہین سکتا ہے۔ تو ہم کہین گے کہ اگر آپ کے انا نے اس وجود
کا ادراک نہین کیا ہے تو آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ وجود غیر مدرک ہی پس ادراک تو ہو گیا اور
جس طرح سے اس وجود کے مقابلہ مین کل مذکورہ بالا چیزین فانی ہوگئین۔ اُسی طرح پر اس انا
کے مقابلہ مین وجود فانی ہو گیا اب یہ انا انفسی ہے۔ جس کے حصول وکامیابی پر حضرت ابراہیم
خلیل اللہ نے فرمایا کہ لا احب الافلین اور جس کی نسبت جناب باری نے فرمایا کہ
انی انا اللہ لا الہ الا انا یعنی نفس انا۔ اس تحدید سے توحید ابراہیمی وتوحید موسوی ایک
ہوگئی۔ اور اس تحدید کی مؤید یہ حدیث قدسی ہے کہ ان فی جسد ادم لمضغۃ وفی المضغۃ
فو اد وفی الفواد روح وفی الروح سر وفی السر خفی وفی الخفی اخفی وفی الاخفی انا

عطار

ہر کہ نادیدہ نامِ اُو گوید مشرک ست و فضول و ناہموار
ہر کہ از دے نزد انا الحق سر او بود از جماعتِ کفار

حضرت سرمد

بگذر ز مقامیکہ خدا ہم حرفی ست

پس اس شراب حقیقی کا جو آفاق مین وجود ثابت ہوا ہے وہ بھی منجملہ ذوات مجموعہ عطر خراباتی کی ایک ذات ہے مگر آفاقی ہے۔ اور جو اِس تحریر مین انا کا وجود ثابت ہوا ہے کہ جس نے اس آفاق کو ذات مین مندمج کیا ہے۔ اُسی طرح نفس کی ذات بھی یہ انا ہے۔ جس نے اس اندماج کو ظاہر کر کے اپنے وجود کی ثابت کی ہوئی ذات دکھائی ہے کہ یہ انا انفسی مجازی اسم آخر حق کی عین ہویت آفاقی حقیقی اسم اول حق ہے۔ اور کل ظاہر اسم مجازی و آخر کا عین باطن اسم حقیقی اول ہے۔ اور اس مجموعہ کا نام الوہیت ہے۔ پس یہی مجاز ہے۔ جو حقیقت سے بڑھا ہوا ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ عالم مین آپ جو چاہین کرین کوئی روکنے ٹوکنے والا نہین ہے۔ اور اگر کوئی روکنے والا نکلے گا تو یہی مجاز کیا یہ بلا وجہ ہے اگر یہ بات واقعی اور حقیقی نہ ہوتی تو باوجود نزول سخت احکام شرعیہ کے اور اہمہ تتباعُنہ کی ممانعت کی اور قہاری حقیقت کے انسان کو یہ عرضہ نہوتا۔ کہ کوئی معصیت بھی کر سکے انسان کو عرضہ معصیت کا اِسی وجہ سے ہے کہ ع حافظ

سرا خالی ست از بیگانہ مے نوش کہ جز تو نیست اے مردِ یگانہ
وجود ما معمّا ئیست حافظ کہ تحقیقش فسون است و فسانہ

اب اس انا کی یافت مین جگر خون ہے۔ باوجودیکہ حاصل ہے اور چونکہ اس کی یاد کرنا تحصیل حاصل ہے۔ لہذا حکم ہے۔ یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد۔ کیونکہ آدمی یاد کرنے سے تفرقہ مین پڑ جاتا ہے اسی انا کی وجہ سے حق تعالیٰ کا کلام مکمل اسوقت ہوا

کہ جب نفس مین رسول اللہ صلعم کی زبان سے نکلا اور دیگر پیغمبران علیہم السلام کی کتابین بمقابلہ قرآن فرقان کے کمتر سمجھی گئین کہ آفاق یعنی وجود کے کسی چیز کے ذریعہ سے آئی تھین جسکو ہم بمقابلہ اس نار کے فانی کر چکے ہین۔ یہ مراقبہ اور اسکا حال وہ شراب ہی جس کو کہا ہی وسقاھم ربھم شرابا طھورا بالجملہ نفس یعنی آدم مبدا و معاد ہے قدیم و حادث ہے وجود و عدم ہی ازل و ابد ہے اور جہان تک سوچتے چلے جائیے۔ یہان تک کہ آپ کی سمجھ بھی ختم ہو جاے وہ انسان مع اس سمجھ کے ختم ہو جانے کے سب کچھ ہے۔ اگر آدم کی کسی صفت مجازی کو آپ ناقص یا برطرف کر دین گے۔ تو آپ نے اپنے خیال مین اُس قدر خدا کو ناقص و برطرف کر دیا اور جس قدر ناقص و برطرف کر دیا اُسی قدر تلذذ غائب ہو گیا اور حقیقت ناتمام رہگئی اور یہ ہو نہین۔ لہذا ماننا پڑیگا کہ علی العموم ہر ہر انسان حق ہے اور اسمین انسان کامل یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بسبب اعتدال اسمار کے بتمامہ و بعینہ حق ہین اور یہی معشوق حقیقی ہے جسکو شاہد کہتے ہین بلا شاہد حقیقی یعنی رسول اللہ صلعم کی راہ نہین ہے۔ اور آپ اللہ جمیل و یحب الجمال کے پورے پورے مظہر ہین اور دیگر اشخاص بھی پورے مظہر ہین لیکن بفرق مراتب اور بسبب عدم اعتدال کے آنحضرت سے مرتبہ مین کمتر ہین مگر چونکہ عالم مین ہر شخص آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ہے لہذا ہر شخص جو کسی معمولی مرد یا عورت پر عاشق ہوتا ہے۔ وہ باطنا و معنا آنحضرت ہی پر عاشق ہوتا ہی۔ کیونکہ وہ اسی مجموعۂ عطر ملاحتی سے تازہ مشام ہے جو آنحضرت کے انار کلی ہے۔ اور اُسکو آپ ہی کے انار کا عشق ہے اب یہان پر کوئی تفرقہ باقی نہین رہا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ ہی پر عاشق ہو تو عشق حقیقی ہے بلکہ اگر ایک چماری پر بھی عاشق ہو تو بھی عشق حقیقی ہے اور آن حضرت اور خدا کا عشق ہے یہی شاہد مشہود ہے اور یہی مشہود شاہد ہے۔ اب اس شاہد و مشہود و مشہود شاہد کی دید اگر انھین حواس خمسۂ ظاہری سے ہوگی۔ تو اکمل و اعلی درجہ کی ہوگی لہذا پہلے خیالی مجازی کے عاشق کو خون رُلا کر دریاے آتشین عشق مین غوطہ دیتے ہین۔ اور تحت الثری عدمیت مین فانی کر کے کر کے سلسلۂ عدم کو پہونچا دیتے ہین اور

جب عدمیت مین ا ہ نہین ملتی تب پھر اُسی پائین مین لاڈالتے ہین تاکہ وہ دوبارہ مسل دیا جاے اور اسقدر فنا ہو کہ معراج ناف تک یعنی کمر تک پہونچکر عین عدمیت کو وجود جانے اور اوپر ترقی کرے اور بچپن مین پستان مادر سے شیر معرفت پیے اور پھر عدمیت کمر تک واپس بھیجا جاے تاکہ اس کی سمجھ مین آجاے کہ یہ شیر نوشی حصول لذت معرفت حق کے واسطے ہی اور پھر عروج کرے اور جس طرح سے کہ پاے حنائی نے اُس کو مسلا تھا اب وہ بزور وقوت عرفان بحالت بلوغ پستان حقیقت کو مسل کر آگے چل کھڑا ہو لیکن آگے پتہ نہین لگتا ہے کہ کدھر جاے اور کہان جائیے ؎

کسی ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست | این قدر ہست کہ بانگِ جرسی می آید

دہن گو مگو مین ہی اور چاہ زنخدان راہ مین آوازین مختلف سنتا ہے مگر یہ سمجھ مین نہین آتا ہے کہ کس کی آواز ہے۔ اور کہان سے آتی ہے اور اس آواز کا مفہوم کیا ہے اور کس آواز کو ہی جانے اور کس کو جھوٹی کبھی داہنی طرف والی آواز کو ملکوتی سمجھتا ہے اور باین طرف کی آواز کو شیطانی لیکن پھر متحیر ہوتا ہے کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے سمجھ مین نہین آتا ہے کہ کس کو پکڑے اور کس کو چھوڑے۔ سخت حیران ہو کر کہتا ہے کہ معشوق کی وعدہ خلافی کی یہی تعریف ہی ؎

پھر اُس کیسی پاس آے ظالم | وعدے ہزاروں آنا جانا

آخرِ کار سب وعدے وعید برطرف کر کے اِن سب آوازون کو ایک اپنے ہی دہن سے گنگناتا ہی یقین ہوا کہ کوئی آواز بیرون دہن نہین ہے۔ اور اپنے ہی رنگ مین آپ ڈوب کر آگے کار بستہ لیا وہان ظلمت ظلوم وجہول نے سدرہ جسم و سدرہ رخ پر اپنی تاریکی پھیلا رکھی تھی۔ اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ یعنی زلف سیاہ سے بال بال بندھا تھا اُسکے اندر چشم غماز نے آنکھین دکھا مین بے اعتنائی اور ہتھناے جلوہ آرائی کی کمان ابرو نے تیر نظر کی بوچھار کر دی

ف جب کہ چھا لیا تھا سدرہ کو جس چیز نے کہ چھا با تھا ۱۲

ایک ایک ادا نے قتل کیا ایک ایک انداز نے مارا ایک ایک ٹھوکر نے جلایا۔ آتش رخسار کی شعلہ انگیزی نے خرمن ہستی کو خاکِ سیاہ کر دیا انجام کار بجز سوختگی کے ہاتھ کچھ نہ لگا۔ جاذبہ عشقی نے لذّتِ سوز و درد سے خوشوقت ہو کر نغمہ سنجی کی ؎ (سعدی)

کہ وارد این چنین عیشے کہ در عشق تو من دارم | شرابم خون کبابم دل ندیمم درد نقلم غم

وہمی تفرقہ نے دھمکایا رُلایا مطلوب کی یاد مین غلطان و پیچان کیا پر کچھ حاصل نہ ہوا معلوم ہوا کہ ؎

تراب اُس کا فراق و وصل یون ہی ہے نہین کچھ اصل

ملے گا کون ہم سے جس گھڑی اپنا بدن چھوٹا

جاذبہ مرشدی سے بسبب محبّت کے ہاتھ سے بے ہاتھ نہ دیکھا گیا اور انھین حضرت عشق کے ہاتھون بے چین ہو کر تعیّنات وہمی کے گیسوئے سیاہ کو رُخ زیبا سے ہٹا دیا

رباعی

گر عشق نہ بودی و سرِ عشق نبودی | چندین سخن نغز کہ گفتی کہ شنودی
گر باد نبودی سرِ زلفش کہ ربودے | رُخسارہ معشوق بہ عاشق کہ نمودی

پھر کیا تھا اپنا ہی وجہ وجہ اللہ نظر آیا اور اپنے ہی منھ سے بیساختہ یہ آواز نکلی کہ ؎

مہندی ملکر ہے چوٹ مرجان پر | ہاتھ لانا نگار کیا کہنا

اور پھر اپنے ہی سویدائے دل سے بے صوت و بے حرف یہ سنا کہ ؎ (عرشی)

ما و شما در خیال ما و شما بودہ ایم | پردہ ما و شما پردہ ما و شما

اور معلوم ہو گیا کہ انسان ہی نفس حق ہے وہم کے دور ہو جانے پر اور تلوین سے تمکین آجانے سے یہی انسان جب مطمئن ہوتا ہے۔ تو خطاب ہوتا ہے کہ یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور جنت

حق مین مسرور ہوکر بمقام صدق فائز ہوتا ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر مگر اولیا
کہ ایسے مقام قرب مین بھی وصل عُریان نصیب نہوا ؎

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت　　　چہرۂ خندان شمع آفت پروانہ شد

اس گندم نمائی و جو فروشی کی چوٹ نے مینائے دل کے سو ٹکڑے کردیے جس کا نتیجہ
لامحالہ یہ ہوا کہ قلنا اھبطوا منھا کا آوازہ بلند ہوا اور اسفل السافلین طبیعت مین اعلی
علیین سے پس پشت بھیجدیا گیا تاکہ چہرۂ خندان شمع سے خرابات مین وصل عُریان
نصیب ہو ؎

بہشت عدن اگر خواہی بیا با ما بمیخانہ　　　کہ از پائے خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم

اور وصل عریان سے مرد مناجات ہوا۔ اور عشق مجازی عین عشق حقیقی ہوا۔ اگر اس طرح پر
ازالۂ بکارت سالک کا نہوتا تو تفرقہ کی وجہ سے نہ اتحاد حقیقی نصیب ہوتا اور نہ بہشت بدکردار و
بداعمال ہوکر ایسی مکمل مناجات شمع شبستان کے استفادہ کیلیے اسے ہوتی کہ جو آتش رخسار گل کا حقیقی وصال پروانہ

بدہ ساقی آن بکر مستور مست　　　کہ اندر خرابات دارد نشست
بمن دہ کہ بدنام خواہم شدن　　　مرید مے وجام خواہم شدن

فراق کا نام دوزخ ہے۔ اور وصال کا نام جنت۔ اور یہ دونون چیزین اور سب کچھ اسی
انسان کامل یعنی اسم آخر جناب باری مین بروجہ کمال موجود ہے۔ اسکا ہر ہر عضو اسکی ہر ہر صفت
ایک ایک عالم ہے جو اپنی اپنی ذاتون سے اسی عطر مجموعۂ خراباتی مذکورہ بالا کی ذات مین
مندرج و مندمج ہے اور وہ خرابات جیسا کہ کل الکل اپنی ذات مین ہے ویسی ہی کل الکل
جملہ ذوات مین ہے اور ہر ذات جیسی کہ کل الکل اپنی ذات مین ہی ویسی ہی کل الکل خرابات کی
ذات مین ہے اور یہ قیامت راست قامتی معشوق حقیقی سے برپا ہوئی ہے جو قیامت صغری
بھی ہے۔ اور قیامت کبری بھی قیامت صغری اس معاملہ مین عین قیامت کبری ہے۔ اور

؎۱ ہم نے کہا کہ جاد یہان سے ۱۲

قیامت کبری عین قیامت صغری ہے جیسا کہ فرمایا کہ من مات فقد قامت قیامتہ اس شاہد مجازی حقیقی کا کیا کہنا ہے ہر عدمیت مین موجود ہے ہر موجودیت مین معدوم ہی جب موجود ہے۔ تو کل یوم ھو فی شان ہی اور جب معدوم ہے تو کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذالجلال والاکرام اور وہ ذوالجلال والاکرام یہی سالک ہیں جب ہین جو اپنی فطرت عبودیتی کی جامعیت سے سر بسجود ہین اور ہر سجدہ اُن کو نئی فنا اور نیا وجود دے رہا ہے ۵ (جذب)

اہل نیاز ہین جناب کوے صنم مین باریاب　　　سجدہ کیا تو لا جواب سر ہی زمین کا ہو رہا

اور یہ سجدہ سالک کہان کرتا ہے۔ مسجد قصی مین جو انتہائے مسجد ہے اور وہ انتہائی مسجد جسم انسان مع جملہ اعضا و جوارح کی ہی جسمین آفتاب عنقائے مغرب اپنی شدت بے رنگی و بے کیفی و لامکانی سے غروب ہوکر بروجہ کمال طلوع ہوا ہے۔ اس انسان اور تعین مجازی کو شاہد حقیقی کہتے ہین۔ اب مین اس شاہد مجازی حقیقی کی ایک ایک صفت اور ایک ایک ناز و انداز کو اور اُس کے غنج و دلال و اعتنا و بے اعتنائی کو مرشد قرار دیکر اوس کی معاملہ داری بیان کرتا ہون جو فی الواقع قابل معاملت ہے کیونکہ بے معاملہ داری کام ٹھیک نہین بنتا گھر مین بیٹھے ہوے کوئی چیز نہین آئے گی جب تک بازار سے خرید نہ لاؤ۔ غرض عطار

ہمہ عشق ست اندرین مصحف	ہمہ وصل ست اندرین گفتار
ہمہ شوق ست اندین صفحہ	ہمہ ذوق ست اندرین طومار
قلم از راستی بدست آور	بر ورقہائے جان و دل بنگار
روز و شب ورد خویش کن این را	تا رہد جانت از ہمہ آزار
لیک باید کہ کار فرمائی	ورنہ نون خوردن دلت بچہ کار

آپ جانتے ہین کہ کلی جبوقت تک کھلتی نہیں تو اگرچہ عمدہ اور دلفریب ہو لیکن اوس مین وہ

---

۵۱ جو مرا اُسکی قیامت قائم ہوگئی ۱۲　۵۲ وہ ہر وقت نئی شان مین ہے ۱۲

بویائی نہین ہوتی جو کھلنے کے بعد ہوتی ہے - اور جب تک کنت کنزاً مخفیاً ہے تو کلی ہو
اور جب فاجببت ان اعرف ہی تو کھلا ہوا پھول ہے جو مہک رہا ہے - اور اوس کی واقعی و
حقیقی و تمامی لذت اسی ناسوت یعنی مجاز مین ہے جو بلا بہشت عدن سے پھینکے جانے کے نصیب
نہین ہوسکتی ہے - جماع معمولی چیز نہین ہے جس کی لذت مین ہر کس و ناکس کو شہوت رانی
سے ابتلا ہے - بلکہ جماع ناسوتی عین جماع حقیقی ہے جس سے کوئی شے علوی یا سفلی چھوٹ نہین
گئی ہے بحکم هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ بلا تفرقہ و بلا خیال تفرقہ جسمانیہ حقیقت سے یکتائی
اور اتحاد ہے اور وصل عریان اور وصال صورتاً نقد حال وقت سالک ہے ؎

سب سے بیگانہ ہے ای دوست شناسا تیرا	حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
میری آنکھون سے کوئی دیکھے تماشا تیرا	دید لیلی کے لیے دیدۂ مجنون ہے ضرور

کیونکہ مجاز مین محض اتحاد ہے اور تفرقہ غائب ہے - لہذا کبھی مرد مجنون عورت لیلی ہے
اور کبھی عورت لیلی مرد مجنون ہے جیسا کہ آپ دیکھتے ہین کہ اس اتحاد سے کبھی لڑکی پیدا ہوتی
ہے اور کبھی لڑکا - اور بدو خلقت مین مرد آدم سے حوا ہوئین اور عورت مریم سے حضرت عیسی
پیدا ہوئے - یہی حقائق اور معارف ہین یہی عشقبازی ہے یہی مناجات ہے یہی توبہ ہے اور
یہی استغفار ہے نہ اپنا اور چھور ہے اور نہ حقیقت کا پتہ ہی جب اپنا پتہ نہین پاتے ہین حقیقت
کو دیکھتے ہین اور جب حقیقت کا پتہ نہین پاتے ہین اپنے آپ کو دیکھتے ہین جب اپنے
آپ کو دیکھتے ہین یہ حقیقت ہے اور جب حقیقت کو دیکھتے ہین تو یہی ہم ہین گہے این آن
گہے آن این - ع

دنیا تمام بزم خرابات ہوگئی

حدوث اشیاء نے کل کائنات کو بگاڑ رکھا ہے ورنہ ہم تو یہین رہتے جہان ایسی چہل پہل
ہے - نے غم دزد نے غم کالا ؎

؎ عورتین تمھارا لباس ہین اور تم اُن کا لباس ہو ۱۲

بہر عمر ترا اُب اُسکی اطاعت مین جو گذرے ـ پھر تو کوئی نعمت نہین جینے کے برابر

غالب ؎

ہم کو معلوم ہی جنت کی حقیقت لیکن ـ دلکے خوش کرنے کو غالب خیال اچھا ہی

چھوڑے گاؤن کا ناتا کیا۔ جہان سے ایک مرتبہ رسوائی سے نکالے جا چکے ہین پھر ادھر رُخ کرنا کون حمیت اور کون غیرت اور کون شرافت ہے جو کچھ ہو وہ نقد ہو ع

بستان وعدۂ محشر حرام ست

مولانا روم ؎

نقد حالِ خویش را گر پے بریم ـ ہم ز دنیا ہم ز عقبے برخوریم

ارے ہم کو ناسوت ہی بھلا ہے رفاہ عام دم نقد ہے ایک سے لاکھون پیدا ہوتے ہین یہ پیدائش بے سبب نہین ہے ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ تھا ستمگاری مین ـ کوئی معشوق ہی اس پردۂ زنگاری مین

؎

جوان ہین اُوسکے کوچہ مین رکھا تھا گام ـ گئے گذرے خضر علیہ السلام

؎

کہان کی شیخی اور کیسی بزرگی ـ مرا سب دعوی و پندار ٹوٹا

بودنی نابودنی بودنی ؎

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ ـ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

جنابِ والا! اِسی کو معاملہ داری کہتے ہین اور اسی کو خلوت در انجمن اور جلوت در خلوت کہتے ہین اور اسی کا نام سفر در وطن ہے حضرت بایزید بسطامی سے فرد الافراد کا قصہ ہر جا ہے اوس کی تصدیق ہویا نہو کیونکہ میکدہ خراباتیت مین صدق و کذب ٹھوکرین کھا رہا ہے صدق عین کذب ہے اور کذب عین صدق ہے کیونکہ جس طرح صدق اپنا اثر دکھا رہا ہے

بغیر نہین رہتا اُسی طرح کذب بھی اپنا اثر دکھاے بغیر نہین رہتا ہے کہ جو جامعیت الوہیت کا ثمرہ ہے اور انسان کامل اس شجر پیدائش کا اعلی ترین نمونۂ قدرت ہی بلکہ ہمہ قدرت ہی اور ہمہ جوہر ہے یعنی احسن تقویم ہے حضرت بایزید بسطامی حج کرنے جاتے تھے چونکہ عارف تام المعرفت تھے لہذا آپ کا قاعدہ تھا کہ اثناے راہ مین ہر دیہ و قریہ مین مرد کامل کے متلاشی رہتے تھے۔ چنانچہ ایک قریہ مین ایک مرد کامل کی زیارت ہوئی۔ اُنھون نے اِن سے پوچھا کہ کہان جاتے ہو جواب دیا کہ حج کرنے جاتا ہون پوچھا کہ کسقدر خرچ تمھارے پاس ہے آپ نے بتایا تب اُنھون نے فرمایا کہ وہ درم مجھے دو۔ اور میرے گرد سات طواف کرو تاکہ تمھارے سات حج ادا ہو جائین (مثنوی)

گفت طوفے کن بگردم ہفت بار
دین نکوتر از طواف حج شمار

وان درمہا پیش من نہ اے جواد
دان کہ حج کردی و شد حاصل مراد

عمرہ کردی عمر باقی یافتی
صاف گشتی بر صفا بشتافتی

حق آن حقے کہ جانت دیدہ است
کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است

کعبہ ہر چند یکہ خانۂ بر او ست
خلقت من نیز خانۂ سر اوست

تا بکرد آن خانہ را دروی نرفت
واندرین خانہ بجز آن حی نرفت

چون مرا دیدی خدا را دیدۂ
گرد کعبہ صدق بر گردیدۂ

خدمت من طاعت و حمد خداست
تانہ پنداری کہ حق از من جداست

چشم نیکو باز کن در من نگر
تا بہ بینی نور حق اندر بشر

بایزید آ کعبہ را دریافتی
صد بہار و عز و صد فر یافتی

کعبہ را یکبار بیتی گفت یار
گفت یا عبدے مرا ہفتاد بار

بایزید آن نکتہ ہارا ہوش داشت
ہمچو زرین حلقہ اش درگوش داشت

آمد از وے بایزید اندر مزید
منتہی در منتہی آخر رسید

اور ایک مرتبہ کا قصہ مثنوی مولانائے روم مین لکھا ہے کہ حضرت حق جل جلالہ نے حضرت موسیٰ سے خطاب کیا کہ مین بیمار ہوا تم مجھے دیکھنے نہین آئے عرض کیا کہ یا الٓہ العالمین تو کیسے بیمار ہو سکتا ہے کہ جو مین تجکو دیکھنے آتا۔ ارشاد ہوا کہ فلان مردِ کامل بیمار ہے وہ شخص بعینہ مین ہون اُس کا دیکھنا میرا دیکھنا ہے اور میرا دیکھنا اُسکا دیکھنا ہے

آمد از حق سوئے موسیٰ این عتیب — کاے طلوع ماہ دیدہ توز جیب
مشرقت کردم زنورِ ایزدی — من حقم رنجور گشتم نامدی
گفت سبحانا تو پاکے از زیان — این چہ رمز ست این بکن یارب عیان
باز فرمودش کہ در رنجوریم — چون نہ پرسیدی تو از روے کرم
گفت یارب نیست نقصانے ترا — عقل گم شد این گرہ را برکشا
گفت آرے بندۂ خاصِ گزین — گشت رنجور او منم نیکو ببین
ہست رنجوریش رنجوری من — ہست معذوریش معذوری من
ہر کہ خواہد ہم نشینے با خدا — گو نشیند در حضورِ اولیا
از حضورِ اولیا گر بگسلے — تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی

یافت کے معنی یہ نہین ہین کہ جس مین نایافت کا شائبہ نہو۔ کوئی گل گل نہین ہے جس مین خار نہو کوئی دہن دہن نہین کہ جس کے لب نوشین دشنام ریز نہون

کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب — گالیان کھاکے بے مزا نہ ہوا

یہ جامعیت الوہیت کا ثمرہ ہے جو اس ناسوت ہی مین حاصل ہے یہ ناسوت عین لاہوت ہے اور وہ لاہوت عین ناسوت ہے۔ اور یہ ناسوت الطف اور ہی لاہوت سے ارباب ذوق و اصحاب تحقیق کے نزدیک مرتبہ مین اعلےٰ ہے بشرطیکہ حدوث مین قدم کو دیکھے اور قدم مین حدوث کو اور اس قدم و حدوث کو دیکھ کر دونون سے بہت سرا ر دگر شاد کام بنا رہے۔ اور یقین جانے کہ یہی حدوث قدم ہے۔ کہ

العالم ماشمت رائحتہ الوجود طامتہ الکبری مین یہی حدوث دہم غیرت کے فانی ہوجانے کے بعد قدیم ہوجائے گا جیسا کہ تھا اور ہے اور آپ دیکھتے ہین کہ جب کوئی شے حادث ہوتی ہے اسکا فانی ہونا یہی ہوتا ہے کہ بجاے اُس وجود کے ایک دوسرا وجود بعینہ و باسمہٖ اس شے کو مل جاتا ہے۔ ہر شخص جو بچپن مین تھا وہی جوانی مین ہے اور جو جوانی مین تھا وہی پیرانہ سالی مین ہے۔ اور مرنے پر بھی اُسی کا نام لیا جائے گا۔ پھر یہ قدیم نہین ہے تو کیا ہے۔ اور انسان مرنے کے بعد بھی غائب نہین ہوتا ہے بلکہ ؎

چونکہ خواہد کاب آید در سبو ۔۔۔ شاہ گوید جیش جان را کہ انزلوا
باز جانہا را چو خواہد بر علو ۔۔۔ بانگ آید از نقیبان کہ ارکبوا
لیک معنے شان بود در ہر مقام ۔۔۔ در مراتب ہم ممیز ہم مدام
خاک شد صورت ولے معنی نہ شد ۔۔۔ ہر کہ گوید شد تو گوئیش نے نہ شد
بعد ازین باریک خواہد شد سخن ۔۔۔ کم کن آتش ہیزمش افزون مکن
تا نیندا ید مشامت از اثر ۔۔۔ اے ہوا شان از زمستان سرد تر
بارے افزون کش تو این بورا بہوش ۔۔۔ تا سوے اصلت برد بگرفتہ گوش

پس نہ جاننا عین جاننا ہے اور جاننا عین نجاننا ہے اور نجاننا ہی عین جاننا ہی ہے جاننے پر توقف پسند ہے جو فی الحقیقت کمال نہین ہے۔ اور نہ جاننے پر توقف نہین ہے اور اُلجھن ہے جو فی الحقیقت کمال نہین ہے ؎

گر بعلم آیم آن ایوان اوست ۔۔۔ در بجہل آیم آن زندان اوست

لہذا حقیقت کی یکتائی سے فائدہ نہین اُٹھاتے ہین مطلوب قدیم ہے۔ اور جاننے اور نہ جاننے سے پرے ہے کہ جس کا جاننا ما عرفناک حق معرفتک اور العجز عن درک الادراک ادراک اور یومنون بالغیب ہی جو عین شہود ہے۔ جسکو ناسوت الطف کہتے ہین۔ اور اسی کو مولانا حافظ شیرازی نے بہشت عدن فرمایا ہے اور اس کا حصول بلا میکدیت وخراباتیت کے نہین ہوسکتا ہے

اسی واسطے ملامتیہ طریقہ مین قلندر مشربان نے حضرت رسول مقبول صلعم کو سید قوم ملامتیہ کہا ہے
کہ جس کی معاملہ داری کا سبق حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت زید کے قصے مین جسپر غیر قومین
معترض ہین اور جاننے والے جانتے ہین کہ اعلیٰ ترین تکمیل رسول اللّٰہی یہی تھی نہ احکام شرایع
کا رواج کیونکہ بوقتِ وصال آپ کا سر مبارک حضرت عائشہ صدیقہ کے زانو پر تھا کہ اصلی حقیقت
کو بصورتِ منفعلہ مع جامعیت مجاز کے ملاحظہ فرمائین۔ اور اسمین اپنے نفس کو دریاے حقیقت
مین کالقطرۃ فی الیم اِس طرح سے غوطہ دین کہ جیسے حضرت عائشہ صدیقہ کو اپنے نفس کا ایک
جزو جانتے تھے کہ جو جمعیت لاہوتی و ناسوتی کا تقاضا تھا۔ جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربی
نے کتاب فصوص الحکم فص محمدی مین تحریر فرمایا ہے۔ اور یہ سب اسلیے تھا کہ بمقام الوہیت
فائز ہو کر آپ کو یہ منصب حاصل ہو کہ آپ فرمائین قل اللّٰہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون یہ مقام
بہشت عدن ہے جو یاایتھا النفس المطمئنۃ الخ اور فی مقعد صدقٍ عند ملیکٍ مقتدر سے
اعلیٰ ہے اور آپکے اسم احمد بلا میم کے تقاضہ سے ہے ؎

منزل حافظ کنون بارگہ کبریاست ... دلبر دلدار رفت جان بر جانانہ شد

شمع شبستان۔ عالم لاہوت مین شمع شبستان اُن اسماء و صفات مخزونہ حق کا نام ہے
جن سے ظلوم وجہول انسانی کے اتحاد کے لحاظ سے حق اپنی نفس مین اپنے آپکو ادراک فرماتا ہے جس کا
مقر مخ دماغ ہے اور عالم جبروت مین سویداے دل مین جو روشنی مثل چراغ کے ہے اور عالم ارواح
مین جو تابش مثل سراج کے ہے اور ان دونون سے سالک کو اجمالاً و تفصیلاً اسماء و صفات لاہوتی
کا کشود ہوتا ہے اُسکو شمع شبستان کہتے ہین اور عالم ناسوت مین شمع شبستان اوس
ضیاے مادہ کو کہتے ہین جس سے تشکل عضو توالد و تناسل کا ہوتا ہے۔ اگر سالک اسمین پھنسا رہا
تو فسق و فجور کی وجہ سے ہمیشہ تنزل مین رہے گا۔ اور اُسکو کبھی کامیابی نہوگی۔ اور اگر اِس
شمع شبستان سے فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین کے لحاظ سے احسن تقویم کا فائدہ اٹھانا چاہیگا

---

۵۱ کہو اللہ پھر ان کو چھوڑ دو اُن وگون کو بیہودہ خیالات مین کہ کھیلیں کودیں ۵۲ پس بزرگ ہے اللہ بہترین خالق

تو اسکا سویداے دل مبدل بفواد ہو جائے گا کہ جس سے شہود نفسی ہوگا اور سراج روحی سے
کشود آفاقی ہوگا - اگر ان دونون شہو اور کشود مین سالک نہ پھنسے گا تو مخاطب بخطاب ما زاغ
البصر وما طغیٰ ہو کر لاہوت مین اپنی ذات سے امیت کا لقب پائیگا کہ جسکا پھیلاوا اس
ناسوت مین ناسوت لطف ہو کر اپنے پورے قد و قامت سے قیامت ہو جائیگا۔ اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ لاہوت کے سمائے ناسوت ہی مین ہے یعنی مجاز عین حقیقت ہے اور حقیقت عین
مجاز ہے۔ خروش بربط وآواز مستان - اشیار علی الخصوص انسان جب مرتبہ لاہوت سے
بحسب ظہور تنزل کرتا ہے تو نصف دائرہ نزولی کے قریب تک اُس کو اپنے مبدار کی یاد رہی
رہتی ہے کیونکہ سیر نزولی تک علم مبدار کا باقی رہتا ہے اور اوس کی وجہ سے مثل پروانہ کے
مکرر اپنے مبدار یعنی شمع شبستان لاہوتی کی طرف پلٹتا ہے اور اتحادی ذوق سے جو مفارقت
ہوتی ہے اوس سے مبدار کی طرف پلٹنے مین شور و واویلا کرتا ہی اہر مبدے دورباش کی صدا
سنتا ہے۔ وہ صدا خروش بربط ہی اور یہ ہاے وہو شور مستان ہے۔ اور یہ بروقت تخلیق روحانیات
ہوتا ہے جس کو نغمہ الست بربکم اور قالوا بلیٰ کہتے ہین۔ اور اس ہاے وہُو اور دورباش کا
نام عالم ناسوت مین خروش بربط اور شور مستان ہے۔ اگر راگ اور تماشہ مین سالک بسبب اوس
اثر کے منہمک ہوگیا۔ تو اسفل السافلین طبیعت مین رہ گیا اور اگر لاہوتی نغمہ سنجی اور روحانیات
کے ذوق وشوق کی مستی سالک کے دل و دماغ مین اس ناسوت مین یاد لاہوت سے نہ گئی
تو عین گریہ وزاری مین فائدہ الست بربکم قالوا بلیٰ کا حاصل کرتا ہے۔ پس معمولی سماع
اور وجد وگریہ وزاری مجازی عین حقیقی ہو جاتی ہے جس کو جاذبہ حق کہتے ہین - اور اس مین حق
ساقی ہوتا ہے اور یشربون بہا کاسا کان مزاجہا کافوراً سے لذت لیتا ہے - اور اگر مبدار
کا خیال برہد و تعبد رہا تو وہ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا زنجبیلا کا فائدہ اُٹھاتا
ہے یہ اُن سے کم ہے - اور جو ان دونون امزجہ شراب کو ایک کر کے یکسان جانتا ہے وہ
سقیٰہم ربہم شرابا طہورا سے مالامال ہے اور اسی شراب کا مجاز مین بالبداہۃ حقیقی فائدہ

اٹھاتا ہے کیونکہ اوس کو ناسوت وجبروت و لاہوت ایک ہوجاتا ہے یہ اعلیٰ ترین تمثیل ناسوت الطف یعنی مجاز مین ہے جسمین آفتاب حقیقت غروب ہوا ہی۔ اور یہ حقیقی امر سا اکثر شعر شدمین پاتا ہی جو مجاز سے ہے اور کہتا ہے ؎ (حافظ)

ہست محفل بران قرار کہ بود　　　　ہست مطرب بدان ترانہ ہنوز

مغربی

مست وخراب او منم جام شراب او منم　　　　نیست کسی بغیر من میکدہ وسبوی او

اور عین وصال مین فراق کے سوز سے استفادہ کرتا ہے اور عین فراق مین وصال کو پاتا ہے ؎ (حافظ)

گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست　　　　گفت مارا جلوہ معشوق بر این کار داشت

رومی ؎

چون بنالد زار بی شکر و گلہ　　　　اُفتد اندر ہفت گردون غلغلہ

اب ایسا شخص جس کی نظر اور دید مین ناسوت ولاہوت ایک ہوجائے مے و میخانہ اور رندی سے ایک ہی چیز مین ناسوت ولاہوت کا فائدہ حاصل کرتا ہے اور اوس کو کوئی شے مضر نہین ہوسکتی کیونکہ وہ فائدہ وضرر اور پاکی اور ناپاکی سے مبرا ہوجاتا ہے جیسے نطفہ صلب شخص مین فائدہ اور ضرر اور پاکی اور ناپاکی سے مبرا ہے۔ اور یہ حالت محض وہم کے اُٹھ جانے سے جسکا نتیجہ یقین آجانا ہے پیدا ہوجاتی ہے۔ کہ جس حالت کو خداوند عالم نے اپنے کلام پاک مین فرمایا ہے کہ فانّ مع العسر یسرًا انّ مع العسر یسرا اول حصہ کے معنی یہ ہین کہ فطرتِ حق اس بات کی مقتضی ہے کہ تکلیف کے بعد راحت کا ہونا لازمی ہے۔ مثلاً کوئی تکلیف مرض الموت سے زیادہ نہین ہوتی ہے۔ وہ بھی انتقال روحی کے بعد جاتی رہتی ہے۔ یعنی عسر سے یسر ہوجاتی ہے یہ مرتبہ پہلے مرتبہ سے ترقی کرکے حاصل ہوتا ہے اور یہ نفس عسر اسوقت یسر ہوگا کہ

سلہ پس بیشک ہر تکلیف کے ساتھ راحت ہو۔ بتحقیق تکلیف کے ساتھ ہی راحت ہی ۔

جب اسمار وصفات کی تمیز ذات سالک سے منتفی ہوکر ذات حق مین مندمج ہو جائے۔ اور ایسے شخص کو رند کہتے ہین اور ایسی ذات کو خرابات کہتے ہین اب اس تحریر سے آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ نفس مے اور نفس میخانہ اور نفس رند اور نفس خرابات ایک ذات حق ہے کہ جس سے نہ کوئی چیز مافوق ہے اور نہ ماتحت۔ اور نہ اوس کے جوانب ہین نہ اوس کا درون ہے اور نہ برون ایسا شخص نہ شرقی ہے نہ غربی اسی کو پیر و مرشد کہتے ہین کہ جسکے تنوعات شیونات کی وجہ سے کبھی مستی مے مفہوم ہوتی ہے اور کبھی خرابات میخانہ

سعدی

چونکہ لاشرقی ولاغربی ست او　　　بامنجم روز و شب حربی ست او

حضرت صاحب سے

بت پرستی بھی ہماری خالی از حکمت نہین　　　ایکدن مسجد بنادیوین گے بتخانہ کو ہم

عام لوگ جو اس مذاق سے واقف نہین ہین وہ ششدر ہوتے ہین کہ بت خانہ کیسے مسجد ہوجائے گا اور آدمی کیسے لاشرقی ولاغربی ہو جائے گا اور مے و میخانہ و رند خرابات کیسے ایک خم مین یکرنگ ہوجائین گے اور پاکی اور ناپاکی کیسے ایک ہو جائے گی۔ اُنکو چاہیے کہ وہ کلام مجید کے اس حصہ آیت کا مراقبہ کرین کہ فاتخذہ وکیلا و فی انفسکم افلا تبصرون کا مشاہدہ کرین وھو معکم اینما کنتم کی یاد کرین۔ اللہ نور السموات والارض کے معانی پر غور کرین اور اسی طرح کی اور بہت سی آیتین کلام مجید مین ہین عق سے معاملہ داری کرنیکے لیے کوئی آیت لے لین اور اوسمین تفکر کرین جو مخ عبادت ہے کہ جس سے اتحاد حقیقت نقد وقت ہو اور نہ چاہیے اور ہرگز نہ چاہیے کہ محض تعبدات ظاہری کے ادا کر لینے پر اکتفا کرین جن کا حکم بسبب جامعیت کلام حق کے دیا گیا ہے یعنی قرآن پورا قرآن نہوتا اگر فرقان بھی اسمین داخل نہوتا اور یہ فرقان ناسوت تک ہے جسکو دوام نہین ہے اور قرآن لاہوت تک مع ناسوت کی ہے اور یہ نفس فرقان ناسوت عین نفس قرآن لاہوت ہے۔ اور یہ محض وہم اور خیال کے اُٹھجانے پر ہے گلشن راز،

وصال این جانگہ رفع خیال ست | خیال از پیش برخیزد وصال ست
انت انمی عصائے تو وہم ست | کہ ہمی اُفتی از سر دیوار
من زتن عریان شدم او از خیال | می خرامم تا نہایات الوصال

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت فرماتے تھے انا رفیق الاعلی[له] الا لعیش الاصفی مع الذین انعمت علیھم اور خود جناب باری فرماتا ہے کہ ولا تحسبن[عه] الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم اوعمن کان میتاً فاحیینٰہ[مه] حدیث الا ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار[عه] مثلاً اس مقام پر ایک مراقبہ آیہ کریمہ فاتخذہ وکیلا[فه] کا لکھا جاتا ہے یعنی خداوند تعالی نے حکم دیا ہے کہ تم مجکو اپنا وکیل بناؤ جس کے معنی یہ ہین کہ حق تعالی نے اپنی ملکیت خود انسان کو دیدی ہے۔ اور خود انسان کی طرف سے وکیل بنا ہے۔ ایسی آیت اور کسی کتاب آسمانی مین انسان کے شرف ذاتی کے لیے نہین فرمائی ہے۔ یہ خاص عنایت محمدیون کے لیے ہی کہ اصلی اتحاد ذاتی کو ہر انسان کے واسطے کلام مجید مین ظاہر اور مبرہن کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ میری ذات انسان ہی اور میرے اسمار اور صفات کا نام جو اللہ ہے وہ میری ذات یعنی انسان کا وکیل ہی تاکہ ہر محمدی کو معیت حق کی ادراک کرنے مین آسانی ہو اور وہ بلا خرخشہ و خوف و حُزن کے اپنے آپ کو عین حق جان کر اسمار وصفاتِ حق سے جو اوس کے اپنے ہی اسمار وصفات ہین استعانت کر کے باآسانی سلوک مین فائدہ اُٹھائے مثلاً آپ ذاتِ حق ہین بے کیف و بے رد و بے جہت لاغربی ولا شرقی۔ آپ کے صفات و افعال لا تعد و لا تحصی ہین اور ہر ہر صفت اور ہر ہر فعل کو آپ کی ذات سے عینیت ہی۔ اور آپکو ہر ہر فعل و ہر ہر صفت کے ساتھ عینیت ہی

[له] مین رفیق اعلی اور عیش صفی ہون اُن لوگون کے ساتھ جن پر مین نے فضل کیا ہی ۱۲ [عه] اون لوگون کو جو اللہ کی راہ مین قتل ہوئے ہین مردہ نہ خیال کرو بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہین ۱۲ [مه] جو مردہ تھا اوس کو ہم نے زندہ کیا ۱۲ [عه] آگاہ ہو کہ اولیاء اللہ مرتے نہین ہین بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہین ۱۲ [فه] پس بناؤ تم اوس کو (یعنی اللہ کو) اپنا وکیل ۱۲

اور باوجود اس وطرفہ عینیت کے ایک عینیت ہی اور باوجود ایک عینیت کے آپ کی ذات نہ کسی کی عین ہے اور نہ کسی کی غیر ہے۔ عین اِس وجہ سے نہین ہے کہ آپ کی ہر صفت اور ہر فعل مین اسقدر سمائی نہین ہے کہ حق کو من کل الوجوہ لے سکے اور غیر اسوجہ سے نہین ہے کہ آپ کے ہر اسم و ہر صفت جو متمیز ہوتی ہے آپ کی ذات کی ایک شان ہے چون کہ آپ کی ذات کے شیونات وہی ہین جنکو حق کے ذات اور حق کے شیونات کہنا ہر طرح پر بجا ہے لہذا کل اسماے حق آپ ہی تو ہین اکی شیونات ہین۔ پس آپ کے سریان سے فیض اقدس مین ہیولی ہر شئے کا قایم ہوا ہے اور آپ ہی کے اسمار وصفات کے سریان سے فیض مقدس سے بطریق انعکاس ہر شے وجود مین آئی ہے لہذا جس شے سے آپ مددچاہین خواہ مدد انفعالی ہو یا مدد منفعلی تو اس شے سے مدد چاہنے مین آپ حق کو اپنا وکیل بناتے ہین یعنی اُس شے یا اسم کی ملکیت آپ کی ذات پر نہین ہے بلکہ آپکی ملکیت اُس شے پر ہے پس اپنے نفسی عمل مین آپ کو یہ گیان چاہیے کہ جو کام مثلاً ہاتھ سے کرین وہ کام خدا کو وکیل بنا کر کرین۔ اور بلا اس وکالت اور فعل کے آپ کوئی کام نہین کرسکتے اسی طرح پر دیگر حواس ظاہری سے جو آپ دیکھتے سنتے چکھتے سونگھتے ہین۔ تو یہ سب کام خدا کو وکیل بنا کر کرتے ہین۔ اور یہی کیفیت آفاق مین ہر شے کی محسوس وادراک کرنے کی ہے اِسطرح پر مراقبہ کرنے مین آپ کی ذات تو حق کی ذات رہتی ہے۔ اور کل اسمار وصفات حق کے اور کل مدرکات نفسی وآفاقی آپ کے تحت کن مین رہتے ہین۔ لہذا قرآن کل فرقان پر حاوی رہتا ہے۔ اور آپ سرورِ محض رہتے ہین یہ نہین کہ بیہوش بلکہ باہوش اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم اور آپ آپ نہین رہتے ہین بلکہ آپ کی ناسوتی وہی خودی باطل ہوجاتی ہے جیسی کہ باطل تھی اور حق اپنی صرافت ذات مین آپ ہی کے تعین ناسوتی مین بروجہ کمال کھل جاتا ہے۔ اور سلوک عین حق اور حق عین سلوک ہوجاتا ہے۔ اور آدمی نور مجسم نور ہوجاتا ہے اسی مقام سے یہ اقوال بزرگان دین کے ہین لیس فی جبتی سوا اللہ حضرت جنید

۰۵۱ میرے لباس مین سواے اللہ کے کوئی نہین ہے ۱۲

سُبحانی ما اعظم شانی حضرت ابو یزید بسطامی انا الحق حضرت منصور۔ اور اس وقت انسان موتوا قبل ان تموتوا کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اور واعبد ربک حتی یاتیک الیقین مین مسرور و محظوظ رہتا ہے۔ اور جب تک اِس طرح پر سُلوک کرکے انسان حضرت حق کے اتحاد کو دریافت نہ کرے گا اُس وقت تک کمال انسانی سے بہرہ اندوز نہ ہو گا ممکن ہے کہ دیگر مجاہدات سے فیوض و برکات کا ورود بعنایتِ الٰہی ہو مگر وہ یادر ہوا ہے اور نہ قابلِ اعتبار نہین۔ اور انسان کیلیے ٹھہرنے کی جگہ نہین۔ اور اوس سے کبھی سُکون تام حاصل نہین ہو سکتا ؎

تا نمیری نیست جان کندن تمام　　　بے کمالِ نردبان نائے بسام

قصّہ مختصر سیدھا سا رسول اللہی طریقہ سے یہی کہ ہم نہین حق سب کچھ۔ اور وہ ایسا سب کچھ ہے جو ہمارے کچھ نہونے کو بھی گھیرے ہوے ہے پس جو کچھ اچھا اور بُرا اس غور و تفکر کے ساتھ ہمسے سرزد ہوتا ہے وہ حق ہے اور اب ہم جو اپنے آپ کو ہم کہتے ہین یہ ہم حق ہے اور ہم حق کی مراد ہین اور حق تعالیٰ ہمارا مرید اور وکیل ہے اگر ضرورت ہو تو ہم بحیثیت مالک ہونے کے حق اپنے وکیل سے کہ سکتے ہین کہ اسکو پورا کردے حق بحیثیت وکیل کے خائن نہین ہے وہ ضرور پورا کرے گا علی الخصوص ایسی حالت مین کہ جب ہمارا کہنا بھی اوسی کا کہنا ہی متقدمین کا فی الواقع ایمان بہت قوی تھا جس کی وجہ سے اونھون نے مدارج کمالات حاصل کیے مجاہدہ جسمانی اُن کی ترقیات مدارج کا باعث نہین ہوا ہے پس ہم لوگون کو بھی قوت ایمانی سے زیادہ کام لینا چاہیے۔ نہ قوت مجاہدہ ظاہری سے۔ اور قوت ایمانی یہ ہے جس کی تصریح مین نے اوپر کی جب آپ نے اِس طرح پر قوتِ ایمانی کو سمجھ لیا تب مستعد ہو جائیے اور سعی کیجیے کہ مذکورہ بالا اتحاد ذاتی حقیقی آپ کو (جیسا کہ ہے) کھل جائے اور کھل جانے کے بعد بحالت تکمیل

۱؎ پاک ہون مین بزرگ ہے شان میری ۱۲ ۲؎ اور عبادت کر اپنے رب کی یہان تک کہ تجھ کو یقین آجاے ۱۲

کوئی شئے آپ اپنے آپ مین اوس حالت مین زائد نہ پائین گے جس حالت مین آپ نے سلوک
شروع کیا تھا بجز اسکے کہ وہم غیریت جو محض اعتباری ہے اُٹھ جائے گا اور قادر مطلق مبرہن ہوجائیگا
اب آپ مرد مناجات ہوئے کہ جو چاہتے ہین کرتے ہین یعنی آپ کی دعا رد نہین ہوتی ہے
انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون[له] اور جو اس فنا کے صاحب حال اشخاص ہین وہ
باہم حریف ہین اور جو سرور کہ اس قدرت سے حاصل ہوتا ہے وہ قادر مطلق کی عینیت سے
حاصل ہوتا ہے جو ساقی ہے۔ اب حریف و ساقی اور مرد مناجات تک کی معانی جو بیان
کیے گئے ہین۔ اون سے آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ حریف و ساقی و مرد مناجات صرف ایک
شخص یا ایک بت یا ایک پیمبر یا ایک حق یا ایک نفس مشمول آفاق یا ایک ملکوت یا ایک ملک
یا ایک انسان جامع ہے جس کا ظہور عین بطون ہے۔ اور بطون عین ظہور ہے اول عین آخر ہے
اور آخر عین اول ہے اور وہ ایک تعین اعتدالی ہے جو بسبب اعتدال کے لاتعین ہے جسکو آپ
ایک تعین محمدی از لاہوت تا جبروت کہہ سکتے ہین لیکن اسکے بیچ مین جو تعینات ہین وہ بدستور
خفا مین رہتے ہین اور تعین لاتعین ہے اس کل مین کلیت کے ساتھ ظاہر و مبرہن ہے۔
جب تک یہ لاتعین اپنی رحمت عامہ کو بلحاظ جود و بخشش کے کام مین نہ لائے۔ اوس وقت تک
ہر تعین کا ظہور بہ مناسبت اوس تعین کے نہین ہوسکتا ہے پس تعین لاتعین کا جود و عدل
اس بات کا مقتضی ہوا کہ بحکم وما ہو علی الغیب بضنین ہر تعین جزوی کی مناسبت سے
اپنے آپ کو ظاہر فرمائے اور عینیت کے ساتھ ظاہر فرمائے تاکہ وہی عینیت اوس تعین کی ذات
ہوکر اوس تعین کو وجود بخشے اور بمناسبت اوس تعین کے مسرور و محزون و محفوظ
و مصئون ہو بمطابقت کل حزب بما لدیہم فرحون[عه] یعنی وہ حقیقت محمدی اپنے آپ کو ہر تعین
کی مناسبت سے باہر نہ جانے دے اور بحکم مکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین آپ آپ کو

[له] جز این نیست کہ امر اس کا جب کسی چیز کا ارادہ کرے یہ ہے کہ اوس سے کہتا ہے کہ ہو وہ
ہو جاتا ہے۔ [عه] ہر گروہ اس چیز سے خوش ہے جو اُن کے واسطے ہے ۱۲

اوس تعین مین رہن کر کے اوس تعین کا سرور وحزن از خود در خود حاصل کرے تاکہ کوئی تکلف و تکلیف وحزن و سر در تعینی بھی حق کی عینیت وجامعیت علم سے باہر نہ جاے اور صفت مین ظہور ہر جزوی تعین کا دم نقد ہوجاے اور بحکم آیۂ کریمہ ولنبلونکم حتی نعلم[1] جس طرح سے حق تعالیٰ عالم عالم غیب ہے عالم عالم شہادت بھی ہوجاے۔ اگرچہ عالم غیب مین بھی عالم عالم شہادت تھا مگر اوس عالم مین عالم شہادت مختفی تھا اور غیبوبیت عالم غیب غالب تھی اب اس عالم شہادت مین غیبوبیت عالم غیب مختفی ہوجاے اور شہود عالم شہادت کا کھل جاے تاکہ دونون پلے برابر ہوکر میزان عدل مین اعتدال کلی حاصل ہو۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان ہے اور اسی کو اصطلاح صوفیہ مین ؎

گرد کردن بباده خویشتن را　　　نہادن برسرِ می جان وتن را

کہتے ہین اسی لیے اگرچہ ہر ہر ذرہ مین آفتاب حقیقت محمدی تابان ودرخشان ہے۔ اور عین ہر شے کی وجود سے دم انا ہار رہا ہے مگر آپ اوس شئے کو دیکھتے ہین جو وہی ہے اور اوس آفتاب کو نہین دیکھتے جو حقیقی ہے۔ اور اسی وہم غیر کا نام غفلت ومعصیت ہے۔ اور اوس وہم کے اوٹھ جانے پر مثل رسول اللہ کے جس کو خدا نصیب کرے انا فتحنا لک فتحا مبینا[2] کا محل ومورد ہوسکتا ہے۔ اور یہی ناسوت اسکو ناسوت الطف ہوجاتا ہے۔ عالم لاہوت اور ناسوت مین جو فرق دن اور رات کا تھا اوٹھ جاتا ہے اور یہی فضاے لاہوتی و ناسوتی ہے جسمین رات اور دن دم نقد دکھائی دیتا ہے اور یہی قد بالاے معشوق حقیقی ہے جس سے ہر آن قیامت قائم ہے۔ اور خفا مین حشر ہے اور ظہور مین نشر ہے جس کا مظہر تام مرشد ہے ؎

پیسیر خوانم یا پیمبر کعبہ خوانم یا صنما　　　اصطلاح شوق بسیار ست ومن دیوانہ ام

کیونکہ وہ فانی فی الرسول ہے۔ جاننا چاہیے کہ مبدا محض خیر ہے اور اپنی ذات وصفات

---

[1] اور آزمائینگے ہم تمکو یہان تک کہ جان جائین ہم ۱۲ [2] بیشک کھولدی ہم نے تیرے لیے صاف کشائش ۱۲

و افعال سے ایک وجود ہے کہ عدم اوسکا مقابل نہین ہے بلکہ تمایز اسماء وجود سے عدم کی زینت ہے اور ہر تمایز سے فی نفسہ وجود بسبب حب ذاتی کے متلذذ ہے اور یہ تلذذ حق وجود سے ایک علٰحدہ موجود پایا جاتا ہے جسمین جسقدر علٰحدگی متمیز ہے اسقدر اُس وجود کی وہمی حیثیت ظاہر ہے اور وہی فنا ہوجانیوالی چیز ہے اور جسقدر تاثر اُس شے کا ہے وہ شے فی نفسہ بحیثیت وجود حق کے متاثر و متاثر ہوتی ہے نفسی تعین مین رونگٹا رونگٹا ایک ایک مسامات سے لاکھون موثرات ظاہر کرتا ہے اور ہر تاثر اوس نفس کی ایک شان اور ایک اسم اور ایک صفت ہے جس کی حد و انتہا نہین ہے اور وہ ہر اسم ہر صفت ہر شان آفاق کے لیے ایک ایک عالم ہے جس طرح سے نفس مین اختصار و اجمال کی کوئی حد نہین ہے اوسی طرح سے آفاق مین تطویل و تفصیل کی کوئی انتہا نہین ہے خط اسما و شیونات ذاتیہ وجہ حقیقی کے تسلسل نامتناہی کو خط کہتے ہین جس کا اختتام وجہ حقیقی پر ہوکر خال وجہ حقیقی بناتا ہے جو سلسلۂ نامتناہی اسما و صفات کو توقف ہوتا ہے اوس کو قدسی تعبیر کرتے ہین اور جہان پر توقف ہوتا ہے وہ نقطہ خال کہا جاتا ہے اس اجمال کی یہ تفصیل یہ ہے کہ ؎

برمدار از مقام مستی پے ــــــ سرہم آن جا بنہ کہ خوردی مے

جب سالک کو رجوع الی اللہ مین ناسوت سے لاہوت تک جو ایک شخص ہے اس شخص مین سفر در وطن ہوتا ہے تو اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین تک شخص آفاقی کی سیر ہوتی ہے اور مخ دماغ تک مع جمیع عوالم اندرونی کے ایک مجموعی عالم مع ماہیات و تاثرات و تاثیرات کے مکشوف ہوتا ہے - اور یہ ایک خط ہے جو نقطۂ خال پر یعنی مخ دماغ پر ختم ہوتا معلوم ہوتا ہے اگر وہ نقطہ آگے کی جانب خدا ہوکر وجہ حقیقی پر نمایان ہوتا ہے تو وہ سالک ایک شخص کامل و مکمل و صاحب احسن تقویم ہوتا ہے اور اگر وہ اس بھید کو نہ سمجھا اور اپنے علو ترقی مین توقف نہ کیا تب ایک دوسرا شخص اپنی دید مین اوس شخص سے کہ جس کو اوس نے طے کیا ہے نازک تر اپنے افق اعلیٰ مین پاتا ہے - اور یہ شخص بھی جو ایسا نازک ترین مشاہدہ ہوا ہے اپنے

افق اعلی مین باز دید ہوتا ہے اور اسی طرح سے تیسرا شخص جو اوس سے بھی نازک ہے اپنے
افق اعلی مین باز دید ہوتا ہے۔ اور ہر شخص کے مخ دماغ تک سالک کی سیر ہوتی ہے اور
ہر حال مین اسی شخص سے سیر کرتے ہوئے ایک عالم مشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے اور سالک سخت
پریشان ہوکر حیرت مذمومہ مین گرفتار ہو جاتا ہے اور کہین اور چھور نہین معلوم ہوتا ہے
اسی کو تسلسل کہتے ہین جو محال ہے۔ اسوجہ سے کہ سالک اپنے سیر عروجی مین سمجھتا ہے کہ مین
بخط مستقیم بلندی پر جا رہا ہون حالانکہ تخلیق عالم مین بلندی و پستی نہین ہے اوسکو اپنے
اول سیر شخصی مین جب مخ دماغ تک پہونچے یہ سمجھنا چاہیے کہ جب اوس سے رفعت پر
جائیگا تو اوس کو رفعت نہین ملے گی۔ بلکہ پس پشت مخ دماغ سے ہوکر جتنا چلا جائے گا اُتنا
اسفل السافلین مین پہونچ جائے گا۔ اور اوسی تنزل مین پلے حنائی تک پہونچ کر ایک دائرہ
بنائے گا۔ اور یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ حقیقت کو محدود کیے دیتا ہے۔ پس اول وجہ سے تسلسل
ہے اور نہین ہے۔ اور دوسری وجہ سے تحدید ہے اور نہین ہے لہذا سالک کو نہ تسلسل کی راہ
اختیار کرنا چاہیے کہ وہ حیرت مذمومہ ہے اور نہ حد کی راہ اختیار کرنا چاہیے کہ حقیقت حد سے
مبرا ہے۔ بلکہ مخ دماغ تک پہونچ کر عین مستی و سرور مین کہ جو حقیقت الحقائق مین حقیقت
تشبیہی ہے وجہ حقیقی پر تنزل اختیاری حاصل کرنا چاہیے۔ تاکہ احسن تقویم کا فائدہ اپنے اسماء
وصفات کے مشاہدہ وعرفان ومعائنہ سے حاصل کرے جیسا کہ جناب باری کے اس ارشاد
سے ثابت ہوتا ہے کہ [۱۱] یا ایھا الانسان انك کادح الی ربك کدحا فملاقیه فاما
من اوتی کتابه بیمینه فسوف یحاسب حسابا یسیرا و ینقلب الی اهله مسرورا ہ
واما من اوتی کتابه وراء ظهره فسوف یدعوا ثبورا و یصلی سعیرا ہ اور یہی حیرت
محمودہ ہے جس کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہو کہ [۱۲] اللھم زدنی تحیرا

---

[۱۱] اے انسان تجھکو پہونچنا ہے اپنے رب تک پس تو اوس سے ملیگا پس جسکی کتاب سیدھے ہاتھ مین دیگئی
پس اسکا حساب آسانی سے کیا جائیگا اور وہ اپنی لوگون مین خوشوقت لوٹیگا اور جسکی کتاب پس پشت دی گئی وہ موت کو پکارے گا
اور دوزخ مین پہونچے گا ۱۲ [۱۲] خدا وندا میری حیرت کو بڑھا ۱۲

اور اسی کو مسجد اقصیٰ و مقام محمود کہتے ہین اور اسی مقام پر انسان مستحق تاج خلافت ہوتا ہی اور اسی واسطے کلام مجید مین اس آیۂ مذکورہ کے بعد آیت سجدہ ہے لیکن کب جبکہ اُدھر تسلسل کے خطے بچے اور ادھر حد کے خال محدود سے۔ اور محض سرور سے استفادہ کرے کہ حقیقت مسلسلہ ہے نہ محدود اور سرور محض مستی کو کہتے ہین۔ اور یہ مستی بلا شراب کے ہی اور بے کیف و بے رد و بے جہت ہے اور اسی کی پوری شرح حکیم سنائیؒ نے اس شعر مین کی ہے کہ ؎

بر مدار از مقام مستی پے ‏ ‏ ‏ ‏ سر ہم آنجا بنہ کہ خوردی مے

اور یہی قد بالا مقام وحدت ہی کہ نہ اس کے اوپر ہوائے تسلسل ہے اور نہ اس کے نیچے ہوائے تحدید۔ صدق[۱] اللہ العلی العظیم کنت فی عماء ما تحتہ ھواء وما فوقہ ھواء اور اسی وجہ سے خط و خال اگرچہ بہت عمدہ ہین لیکن اس عذار حقیقی کے حجاب ہین اور عذار بت حقیقی اپنی جامعیت اعتدالی اسمار کی وجہ سے ہر اسم عوالم اعتباری کو بسبب ولوج کے حسن و جمال فی نفسہ بخشتا ہے یعنی عروج و نزول تمام عوالم کے دوائر کا محض محراب ابرو کے بل جانے سے ہوجاتا ہے۔ کہ جس کی پلکون کی چلمین سے کبھی عشاق کو مرتبہ عرفان و دید دم نقد ہوتا ہے اور کبھی زلف پیچان و گیسوے دراز کے پھندا دے سے عشاق کے کلیجہ پر سانپ لوٹتا ہے۔ اور اسطرح پر کل اسماے حق ایک ہی وجہ حقیقی پر دوسرے اسم متباین سے دم انا ر مارتے ہین۔ اس لیے معشوق مجازی کے چہرہ کی ہر چیز باوجود حجاب ہونے کے دید حقیقی کا فائدہ بخشتی ہے۔ اور چاہ زنخدان کے گرنے سے بچاتی ہے۔ ع

بگڑنے مین بھی زلف اوس کی بنا کی

اور چاہ زنخدان کے اسفل السافلین مین گرنا بھی نہ گرنا ہے۔ کیونکہ زبان بے زبانی سے آوازۂ اھبطوا[۲] مصرا فان لکم ما سألتم بلند ہوتا ہے۔ اور اس وجہ حقیقی مجازی کا پرتوہ کونین ہے

---

[۱] سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ مین عماء مین تھا کہ نہ اوس کے نیچے ہوا تھی اور نہ اوس کے اوپر ہوا تھی ۱۲ [۲] شہر مین اترو جو تم نے مانگا ہے سو ملے گا ۱۲

کہ جس کے مقابلہ مین چہرۂ مجازی کو اجمال کہین گے اور کونین کو اوس کی تفصیل آپ دیکھتے ہین کہ کوئی شخص جو کسی شخص پر عاشق کہا جاتا ہے وہ چہرہ ہی پر عاشق ہوتا ہے یہانتک کہ فاسق و فاجر بھی بلا لحاظ کسی نیت بد کے چہرہ ہی پر عاشق ہوتا ہے۔ پس معشوق مجازی کے چہرہ پر جس قدر حجابات ہین وہ بھی حق کی دید کا فائدہ بخشتے ہین اور یہ فائدہ نہ تسلسل مین ہوسکتا تھا اور نہ تجدید مین۔ جو دم نقد محض نظارہ بازی معشوق مجازی سے حاصل ہوتا ہے ؎

جینے نہ دے گی آنکھ تری سرمہ سا مجھے ان کھڑکیون سے جھانک رہی ہو قضا مجھے

اگرچہ عاشقی کی یہ ہنگامہ آرائی ذرہ ذرہ مین کوس لمن الملک بجا رہی ہے۔ جن کے ذوق نے ماہیت اشیار کی ایک صورت بنا کر کھڑی کردی ہے اور عشقی جاذبات نے اپنے حتی المقدور کسی چیز کو نہین چھوڑا کہ اوسکو تصادم جاذبات و شوق سے کوٹ پیٹ کر اوس کی ایک صورت نہین دکھائی (جذب) ؎

بنا کر کھڑے کردیے دل کھلونے کرشمے تو اوس بت کے بیٹھے تھے خالی

جس کی وجہ سے عالم کی ہر شے اس قدر مکمل اور قابل تعریف و قابل جذبات ہو گئی ہے کہ نکتہ چینی کی یا کسی تبدیلی کی اوس مین گنجائش نہین رہی ہے اور ایک ایک شے کا ذوق و شوق ایسا عظیم ہے کہ کل اشیار کا ذوق شوق اوس مین آکر ختم ہو گیا ہے اور ہر اختتام نے اوسی کے اندر ہزار ون جدید عوالم بنا رکھے ہین جس کی حد و انتہا نہین ہے مگر مجھ کو ایک دن کا قصہ یاد ہے کہ مین حضرت قدر قدرت کے حضور مین بلا آراستگی محفل کے ایک قوال کا سماع سن رہا تھا اور محض ایک لفظ یا ایک شعر یا صرف تغنی کے ذوق سے میرے دل پر اس قدر اثر ہوتا تھا کہ اگرچہ مجھ کو سماع مین کبھی حال نہین آیا لیکن اوس وقت بار بار حال آنے کے قریب ہو جاتا تھا تاہم گریہ بہت تھا۔ کیونکہ مجکو جاذبات سے علیحدہ ہو کر اور کوئی ٹھکانا نہین ملتا تھا اس سماع کے ختم ہونے کے بعد حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور الگ

بیجا کر مجھ سے ارشاد فرمایا جس کا مطلب یہ تھا کہ ذوق شوق بہت اعلیٰ چیز ہے اور جاذبات عشقی سے کون چیز افضل ہے اور یہی مطلوب اور یہی موصل الی المقصود ہے اور اس کی یکسوئی عرفان حاصل کرنے کے لیے بدھا الذکاء ہے اور بلا اسکے کچھ حاصل محصول نہیں ہوتا ہے لیکن پھر بھی حجاب ہے ؎

تا نمیری نیست جان کندن تمام | بے کمال نردبان نائی بہ بام

جس طرح زہد خشک سے تقویٰ حاصل کرنا چاہیے جو زہد سے اعلیٰ ہے اوسی طرح ذوق شوق کے ذریعہ سے تقویٰ سے نجات پانا اور اوسی طرح ان اللّٰہ غنی عن العالمین کے فیض اقدس کے خاکستر مین نار عشق بازی سے فیض مقدس کو دبائی رکھنا چاہیے اگرچہ یہ اس قدر مشکل ہے کہ بمنزلہ محال کے ہے۔ بڑے حضرت صاحب فرماتے کہ صاحب آپ کچھ نہین ہیت ہے اور کو کیسے بچائے مگر مقصود فنا فی اللّٰہ ہے بحکم الفقر فخری اور جب تک تلوین ہے تفرقہ ہے جب تمکین ہوگی تب ؎

اتصال بے تکیف بے قیاس | ہست رب الناس را با جان ناس

؎ موسیا آداب دانا دیگر اند | سوختہ جان و روانا دیگر اند

لہذا فنا اس درجہ کی حاصل ہونا چاہیے کہ حق تعالیٰ کو سالک کے ساتھ جو معیت تامہ وکاملہ ہے اس معیت کا سالک عین ہو جاے تب کافری جلوہ نمائی کرے گی اور سالک کی ذات محض جو عین حق ہے۔ حق کو رفیق اعلیٰ بنالے گی اور حق اس کا رفیق اعلیٰ ہو جاے گا اور سالک اپنے آپ سے جیسا بے تکلف و بے حجاب و مطمئن ہے ویسا ہی بلا تفرقہ حق اس کے ساتھ بے تکلف و بے حجاب ہو جائے گا۔ اسی مقام سے مولانا رومی نے فرمایا ہے ؎

وقت آن آمد کہ من عریان شوم | جسم بگذارم سراسر جان شوم

اور حکیم سنائی نے فرمایا ہے ؎

ملہ اللہ بے نیاز ہے عالم سے ۱۲

عاشقی جز باختیار خطا | آہ عاشق باختیار کجا

اور خود رسول اللہ صلعم نے وقت وصال ارشاد فرمایا کہ اخترت[1] الرفیق الاعلے۔ اور اس رفاقت کا مزا حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ العزیز نے چکھا تھا کہ اس شعر مین فرمایا ہے

تراب اوس لاتعین سے پڑا ہی ذائقہ جسکو | وہ کب غفلت سے پڑتا ہی تعین کے بکھیڑے مین

جب اس لامکانی مین سالک قیام کرتا ہے جو بے حد دشوار ہے تب وہ بسبب صمدیت کے مثل ایک گیند کے ہوجاتا ہے کہ اوس کو چوگان تنزیہہ و تشبیہہ مین جسطرف جس طرح پھینکو اوس کو کچھ فرق نہین ہوتا ہے۔ اور تب وہ اِس حدیث کا مورد ہوتا ہے۔ کہ من[2] عشق وعف وکتم ومات مات شہیدا باللہ اور باوجود غنا کے اپنے نفس سے غافل نہین رہتا ہے۔ یعنی سالک کا نفس بحکم الغناء[3] غنا النفس غنائے نفس حاصل کر لیتا ہی اور اوس کی چشم بصیرت دم نقد چشم بصر ہوجاتی ہے۔ اور حق اپنے غیب سے غیب الغیب کا مرتبہ شہود سالک مین پاتا ہے اور اوس کے معاملات اور اس کا کاروبار حق اور رسول اور پیر و مرشد کے ساتھ بسبب اتحاد ذاتی کے یہ ہوجاتا ہے کہ جس کو اپنے واقعہ اور مشاہدہ مین مولانا حافظ شیرازی نے اپنے ذیل کی غزل مین سراہا ہے سبحان اللہ کیا عمدہ معاملات مین اور کیا عمدہ کاروبار ہے اور کیا فنا، الفنا ہے اور کیا عمدہ ذوق ہے اور کیا عمدہ عشقبازی ہے اور کیا عمدہ استغنا ہے غزل

در سرائے مغان رفتہ بود و آب زدہ | نشستہ پیر و صلائے بشیخ و شاب زدہ
سبوکشان ہمہ در بندگیش بستہ کمر | ولے ز طرف کلہ خیمہ بر سحاب زدہ
فروغ جام و قدح نور ماہ پوشیدہ | عذار مغبچگان راہ آفتاب زدہ

---

[1] مین نے رفیق اعلی کو اختیار کیا ۱۲ [2] جو عاشق ہوا اور پاک رہا اور چھپایا اور مرگیا وہ شہید ہے ۱۲ [3] اعلی غنا نفس کا غنی ہو جانا ہے ۱۲

گرفته ساغرِ عشرت فرشتہ رحمت — ز جرعہ بر رخِ حور و پری گلاب زدہ
ز شور و عربدہٴ شاہدانِ شیرین کار — شکر شکستہ سمن ریختہ رباب زدہ
عروسِ بخت دران حجلہ با ہزاران ناز — کشیدہٴ وسمہ و بر برگ گلِ گلاب زدہ
سلام کردم و با من بروئی خندان گفت — کہ ای خمارکش مفلسِ شراب زدہ
کہ کرد اینکہ تو کردی بضعف ہمت و رای — ز گنج خانہ شدہ خیمہ بر خراب زدہ
وصالِ دولتِ بیدار ترسمت ندہند — کہ خفتہٴ تو در آغوش بخت خواب زدہ

بیا بمیکدہ حافظ کہ بر تو عرضہ کنم
ہزار صف ز دعا ہاے مستجاب زدہ

باب چہارم:

اندکے از بسیار

چونکہ اس مقدمہ مین جا بجا حضرت قدر قدرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی آ گیا ہے

واجب آمد چون کہ بردم نامِ اُو — شرح کردن رمزے از انعامِ اُو
تا زمین و آسمان خندان شود — عقل و روح و نور صد چندان شود

اس لیے مین اپنا قصہ ابتداء سے بطور انموذج کے بیان کرنا مناسب سمجھتا ہون مین کمسنی مین حضرت قدر قدرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کا مرید ہوا تھا حضرت نے مرید کرنے کے بعد دل کا نقشہ دکھلایا تھا جسمین اللہ سنہرے حروف سے لکھا تھا اور پاس انفاس کی تعلیم جیسے علی العموم ہر مرید کو اس آستانہ مین کی جاتی ہے فرما دی تھی۔ اور ھو کی مشغولی بھی بتلا دی تھی۔ چنانچہ مین پاس انفاس اور مشغولی کیا کرتا تھا۔ مرید ہونے کے بعد کچھ دنون تک نماز کی پابندی بہت رہی

اور اس کے بعد میرے ماموں۔ **نواب محمد اکرام اللہ خان صاحب** مغفور ہم تینون بھائیون کو تعلیم انگریزی کے لیے ضلع ہردوئی مین لے گئے اور جب انگریزی پڑھنے کا دور دورہ ہوا تو نماز کنکھنے دار ہوگئی کبھی ہوتی تھی اور کبھی نہین اور وہی سلسلہ عرصہ تک جاری رہا مگر مشغولی ایک بزرگ کامل کی بتائی ہوئی تھی وہ کبھی ناغہ نہین ہوئی جب مین ہردوئی مین پڑھتا تھا تب ریل جاری نہین ہوئی تھی چار دن مین بہلی کی سواری پر ہردوئی سے کاکوری پہونچنا ہوتا تھا اس وجہ سے سال بھر مین ایک مرتبہ کاکوری آنے کی نوبت آتی تھی۔ مین ہردوئی مین تھا کہ حضرت پیر و مرشد برحق کی سخت علالت کی خبر پہونچی اور وہی زمانہ میرے امتحان انٹرنس کا تھا دل چاہتا تھا کہ حضرت کے حضور مین حاضر ہون مگر یہ خلش ہارج ہوئی کہ امتحان کیونکر پاس کرونگا غرض حاضر ہونا نصیب نہوا اور حضرت پیر و مرشد کا وصال ہوگیا۔ اوسکے بعد ایک روز مین اپنے کمرے کے آگے ایک چھپر کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ ایک فقیر جس کی صورت خواجہ سراون کی سی تھی سڑک پر یہ دردناک مصرعہ پڑھتا ہوا نکلا۔ ع

اوسی قاتل نے بے تلوار مارا

اور سخت سوز و گداز مین تھا مین نے اوس کو بلایا اور سبب پوچھا اوس نے بیان کیا کہ مولوی شاہ عبد الرزاق صاحب لکھنوی کا مین مرید ہون۔ اور اون سے فیض پائے ہوے تھا۔ اور اوس سے سرور تھا نہین معلوم کیا سبب ہوا کہ شاہ صاحب مجھ سے ناراض ہو گئے اور اُنھون نے سب کیفیت سلب کرلی۔ مین نے بہت خوشامد کی اور برسون منت سماجت کی۔ مگر اوس کیفیت کا اعادہ نہین ہوا اور بے چینی روز بروز بڑھتی گئی۔ جب بہت تنگ ہوا تب مین نے سونچا کہ آخر تو انھون نے مجھ کو تباہ کیا ہے اور کچھ دیتے دلاتے نہین ہین لاؤ مین ان کا خاتمہ کردون۔ اب پیر و مرشد کے قتل کی فکر مین ہوا اور ترکیبین سونچتا رہا بالآخر یہ خیال مین آیا کہ ان کو سحر کے ذریعہ سے ہلاک کرون۔ اب جادو کیونکر اور کس سے سیکھون اس فکر مین سرگردان رہا آخر مین یہ معلوم ہوا کہ نیپال کی طرف کچھ لوگ ہین جو ساحری جانتے ہین اور سکھاتے ہین مین وہان گیا اور ایک عرصہ تک

اون سے سحر سیکھا اور سیکھ کر پھر لکھنؤ آیا اور شاہ صاحب پر مین نے اوس کا عمل کیا سحر کا قاعدہ یہ ہے
کہ جب ساحر سحر کرتا ہے تو ایک بکرا یا مینڈھا بھینٹ کے لیے رکھ لیتا ہے۔ اس لیے کہ اگر جادو
پلٹ آے تو اسکو وہ نذر کر کے خود جان بچاے ورنہ وہ ساحر کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔ چنانچہ مین نے مکرر
شاہ صاحب پر سحر کیا اور مکرر وہ واپس ہوا اور مجھ کو بھینٹ کے واسطے مینڈھا دینا پڑا۔ آخر مین
مین مایوس ہوا کہ ان پر جادو نہ چلے گا۔ پھر مین نے اون کی خوشامد کرنا شروع کی مگر وہ راضی نہوے
اور مجھ کو اوس کیفیت کا لطف بھولتا نہین ہے بالکل بے دست و پا ہون کوئی چارہ نہین ہے بجز
اس کے کہ یہ چلاتا پھرون کہ ع

اوسی قاتل نے بے تلوار مارا

تب مین نے اوس سے کہا کہ تم کسی اور بزرگ سے رجوع کرو اور توبہ اور استغفار کرو خدا
غفور الرحیم ہے معاف کریگا۔ اور خواہ انھین بزرگ کو خوش کر دے گا یا کوئی دوسرا بزرگ تم پر مہربان
ہوجائے گا یا تقدیر الٰہی پر شاکر رہکر صبر کرو تب اوس نے کہا کہ جو کیفیت سے لذت اٹھا چکا ہے
اوس سے صبر نہین ہوسکتا۔ اور جو ایک در سے نکالا جاتا ہے۔ اوس کا گذر دوسرے در مین نہین ہوتا ہے
وہی خوش ہون تو ہون نہین تو یہان بھی دوزخ ہے اور وہان بھی دوزخ ہے تب مین نے اوس سے
کہا کہ تم نے جادو سیکھا یہ بڑی معصیت ہی تم نے یہ کیون سیکھا اوس نے کہا کہ مرتا کیا نہ کرتا اس سے
زیادہ دوزخ مجھ کو اور کیا ہوسکتی ہے جس مین کہ اب مین مبتلا ہون۔ بہر حال مین اوس کی کیفیت
سے ڈر گیا اور مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ مجھ کو بھی میرے مرشد نے مردود کر دیا ہے کیونکہ محض انگریزی
امتحان کی وجہ سے مین حضرت کی عیادت کو حاضر نہین ہوا اور آپ کا وصال ہو گیا۔ اور مین اسقدر
پریشان ہوا کہ اوسکا ضبط کرنا میرے امکان سے جاتا رہا۔ اس خیال سے کہ لوگ کیا کہین گے مین
بلگرام کے جنگل کی طرف چلا گیا اور ڈاڑھین مار مار کر رونا شروع کر دیا جب شام ہونے لگی تب مجبورا
واپس آیا اوس زمانہ مین ایک مجذوب مظہر علی شاہ مشہور تھے اور وہ ہردوئی مین آگئے ہوے تھے
اور مامون صاحب کے یہان سے اون کو دو روپیہ ملا کرتے تھے وہ اکثر شراب پیتے ہوے آتے تھے

ہمارے کمرہ مین بیٹھ جایا کرتے تھے اور سور شاہ اور کتے شاہ اور بھیڑیے شاہ اپنے چیلوں کے نام ہمسے خط لکھایا کرتے تھے۔ اور رات کو جس صحن مین ہم لیٹتے تھے اوس صحن کے پائین ہو کر نعرے لگاتے ہوے بازار کی سڑک پر نکل جایا کرتے تھے مین نے اوس پریشانی مین رات کو کھانا نہین کھایا اور سر مین درد ہو گیا اور بخار چڑھ آیا اور اوس صحن مین شام ہی سے لیٹ کر سو گیا غالباً نصف شب کے بعد مین یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ کسی شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جنازہ آیا ہے جس کو زیارت کرنا ہو کر لے اور وہ جنازہ اوس طرف کے چبوترہ پر ہے (اس چبوترہ کے کمرہ مین میرے ماموں صاحب رہتے تھے) مین بہت عجلت کے ساتھ دوڑا لیکن جب چبوترہ پر پہونچا تو مجھے خطرہ آیا کہ وضو کر لینا چاہیے اپنے کمرہ مین واپس آیا اور پانی لے کر ہاتھ دھونے پایا تھا کہ پھر خطرہ آیا کہ مبادا دیر ہونے کی وجہ سے زیارت جاتی رہے فوراً بلا وضو دوڑا ہوا وہان پہونچا تو مین نے دیکھا کہ ایک کوچ بچھا ہوا ہے اوس پر آن حضرت چت کالے کمبل سے منھ بند کیے ہوے لیٹے ہین یہ دیکھکر ایک انگریزی باجہ میز پر رکھا تھا مین اسے بجانے لگا اسکے بجاتے ہی بہت سے اور گھنٹوں کی آوازین شدت سے میرے کانون مین آنے لگین اور وہ کمرہ زرد نورانی ہو گیا اور ایک آواز شدید توپ کی ایسی ہوئی جس سے اوس کمرہ کے ایک گوشہ کی زمین شق ہو گئی اور اوس زمین سے ایک بزرگ برآمد ہوئے جو آکر مودّب بیٹھ گئے اور آن حضرت کوچ سے نیچے اوتر آئے۔ اور مین ڈر کر یا رسول اللہ یا رسول اللہ کہتا ہوا آپکے قدمون پر گر پڑا اور بے انتہا رونے لگا آپ نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ "بیٹا! تو مر گیا"؟ اب یہ وہ وقت ہے کہ جو وقت مظہر علی شاہ نعرے لگاتے ہوے میرے پائین سے سڑک کو جاتے تھے اونھون نے جبکہ مین اس خواب مین یہان تک پہونچا تھا میرے پیر مین ہاتھ مارا اور ڈانٹ کر کہا کہ اوٹھ مین جاگ پڑا تکیہ اور بستر میرے آنسوؤن سے تر تھا اور مجھے محسوس ہوا کہ میری زبان سے یا رسول اللہ یا رسول اللہ جاری تھا اور مظہر علی شاہ نعرہ لگاتے ہوئے سڑک پر چلے گئے مین اوٹھ بیٹھا ششدر رہا کہ مین نے یہ کیا دیکھا اور مظہر علی شاہ نے مجھے کیون جگایا اور انگریزی باجہ مین نے کیون بجایا۔ اور یہ

عظیم الشان ہنگامہ کیسا تھا زمین کیون شق ہوئی اور یہ توپ کی آواز کہان سے آئی اور وہ بزرگ جو زمین سے برآمد ہوکر مؤدب بیٹھ گئے تھے) اتنا حصّہ خواب کا بھول گیا بالجملہ چھ ماہ تک مین اِس خواب کو سوچتا رہا اور وقتاً فوقتاً اس مدّت مین ایک نہ ایک بات خواب کی میرے سمجھ مین آتی گئی۔ پھر یہ ارادہ ہوا کہ اب انگریزی نہ پڑھنا چاہیے۔ ہم لوگ کاکوری چلے آئے۔ اور اسی آستانۂ عالیہ پر حاضر باشی شروع کی۔ چونکہ حضرت پیر و مرشد نے بارہا حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر کی تعریف فرمائی تھی لہذا ادنی اطمینان پر مین ان حضرت کا ادب و احترام کرنے لگا اگرچہ آپ عمر مین مجھ سے دو ہی تین سال بڑے ہونگے۔ اور اپنی سمجھ کے مُطابق بے تکی اور بے قاعدہ طلب اون سے روز روز راستہ گلی چلتے ہوے کرتا رہا۔ اُس وقت تک تصوف کی کوئی کتابین مین نے نہین دیکھی تھین کہ مین بزرگ کو یہ سمجھتا تھا کہ جو شخص متقی و پرہیزگار ہو عالم اور فاضل ہو منہیات شرعیہ سے بچتا ہو وہ خدا کا مقبول ہوتا ہے۔ اور جو کچھ وہ خدا سے دعا مانگتا ہے خدا اوس کی دُعا قبول کرتا ہے اور خود اوس کی نجات ہوتی ہے۔ اور اوس کی سفارش سے اوس کے مریدون کی نجات ہوتی ہے اور کچھ نہین جانتا تھا۔ اور چونکہ حضرت نے سترہ تک کچھ نہین بتایا لہذا سخت بیخود رہتا تھا زندگی دشوار تھی کھانا پینا پہننا کچھ اچھا نہین معلوم ہوتا تھا چاہتا تھا کہ یا تو کچھ ملے نہین تو موت آجاے تو اچھا ہے۔ اور اگر کوئی پوچھے کہ کیا ملے تو یہ معلوم نہ تھا ہمارے آستانہ کا دستور ہے کہ صبح سے دوپہر تک تو فقہ وغیرہ پڑھائی جاتی ہے اور سہ پہر کو ظہر کے وقت سے عصر تک کوئی نہ کوئی کتاب تصوّف کی پڑھائی جاتی ہے۔ ظہر کے نماز کے بعد جب تصوف کی کتاب (غالباً عوارف المعارف) حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر پڑھتے تھے اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر سنتے تھے اور آسمان پر کچھ زردی سی چھائی ہوئی تھی اوس زردی کو دیکھکر آپ ہی آپ مجھے اپنا وہ مذکورہ بالا مہر دوئی والا خواب یاد آگیا۔ کیونکہ اگرچہ وہ زردی ویسی روشن نہین تھی مگر اوس کی مناسب تھی جیسے کہ مین نے خواب مین دیکھی تھی بس دفعۃً خواب کا یہ حصّہ کہ (ایک بزرگ زمین سے برآمد ہوکر مؤدب بیٹھ گئے تھے) بھولا ہوا یاد آگیا۔ اور پورے طور پر یقین ہوگیا

کہ وہ بزرگ جو زمین سے برآمد ہو کر مؤدب بیٹھے تھے وہ یہی حافظ صاحب ہین جو عوارف پڑھ رہے ہین۔ تب میری طلب دوبالا ہو گئی اور مین نے قطعی ارادہ کر لیا کہ اب ان کا ساتھ نہین چھوڑون گا مجھ کو ہدایت ہوئی کہ تم کو جو کچھ حاصل ہو گا انھین کے ذریعہ سے حاصل ہو گا اس کے بعد مجھکو دیوانگی نے گھیرا اور مین کسی وقت یہ نہین چاہتا تھا کہ ان کا ساتھ ترک کرون۔ اور کاکوری مین دیوانہ اور پاگل مشہور ہو گیا اور دس بارہ برس تک یہی کیفیت رہی ایک دن کا قصہ ہے کہ مین مغرب کی قریب حافظ صاحب کے ساتھ بستی سے تکیہ شریف کو جاتا تھا اور طالب علم بھی ساتھ تھے اور حسب معمول اپنی عادت کے راستہ گلی مین حق کی طلب بھی کرتا جاتا تھا جب احاطہ کے بیرونی پھاٹک کے قریب جہان پر اب چھوٹا سا پل بن گیا ہے پہونچا تو آپ نے پوچھا کہ آخر کیا چاہتے ہو۔ مین نے عرض کیا کہ کچھ دیجیے تب آپ نے فرمایا کہ اللہ اسم ذات ہے اسکو سب جگہ حاضر و ناظر جانو۔ اتنا ارشاد فرمانا تھا۔ کہ مین جس طرف دیکھتا تھا بجز اللہ کے کچھ خیال مین نہین آتا تھا جاگنے مین بھی اور قریب قریب سونے مین بھی یہی کیفیت تھی یہان تک کہ مین اوبھ گیا اور چاہتا تھا کہ کسی وقت نعوذ باللہ "اللہ اوترے" تو کچھ سکون ہو یہ ابتدائی حالت تھی اوسکے بعد ایسے ہی سیکڑون واقعات عجیب و غریب ظہور مین آئے جن کا بیان کرنا خالی از طوالت نہین ہے۔ سالک کو قبض و بسط ہوا کرتا ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ رسول اللہ صلعم کو بھی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت جبریل کے نزول مین تاخیر ہوئی تو آپ اس درجہ پریشان ہوے کہ آپ نے اپنے ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ قبض اسکو کہتے ہین کہ حسب بحکمت الٰہی واردات قلبی بند ہو جاتے ہین۔ اور سالک تشنگی طلب سے پریشان ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ حق یا پیر و مرشد ناراض ہو گئے ہین اور بسط جب ہوتا ہے کہ اوس قبض سے سالک کی ہستی فنا ہو جاتی ہے۔ اور نئے نئے حقائق و معارف کا نزول اوس پر ہوتا ہے تب وہ خوش ہوتا ہے اور پھولے نہین سماتا ہے۔ اور یہ برابر ہوتا چلا جاتا ہے الا ماشاء اللہ ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ۔۔۔ گہے بر پشت پاے خود نہ بینم

چنانچہ ایک دن مجھ کو سخت قبض ہوا اور مین نے اپنی زندگی سے تنگ ہوکر دین اور ایمان کو بھی خیرباد کہا - اور سخت غصہ مین اپنی ہلاکت کا طالب ہوا لیکن سوچا کہ مرونگا تو کہان جاؤن گا اور جیون گا تو کیسے جی سکتا ہون - بہر حال حضرت ہی سے فیصلہ کرنا چاہیے اگر دین فبہا ورنہ ع - ملکِ خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست

دس روپیہ کی نوکری کے لیے آدمی اپنے وطن سے دور جا کر رہتا ہے خدا کے واسطے اگر مین اپنی تمام عمر اعزہ و وطن کی جدائی مین گذار دون کیا مضائقہ ہے - لہذا حضرت سے بات چیت کر کے قول فیصل ہو جانا چاہیے - غرض اوسی وقت مین حضرت کے حضور مین حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کیا کہ کلام مجید مین یہ آیت ہے یا نہین کہ الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القیٰ معاذیرہ[1] اور وفی انفسکم افلا تبصرون آپ نے فرمایا کہ ہے مین نے عرض کیا کہ مین طلب کرتا ہون اور مین جانتا ہون کہ مین سچی طلب کرتا ہون پھر مجکو کیون نہین ملتا ہے جبکہ میرے نفس مین ہے آپ نے فرمایا کہ بڑے مجاہدہ اور ریاضت کے بعد ملتا ہے - مین نے کہا کہ مین اون مجاہدون کے لیے موجود ہون - اور اگر کلام مجید سچا ہے تو مین اپنی نفس کا حال خوب جانتا ہون آپ جیسا فرمائیے مین اُس کے کرنے کو تیار ہون - آپ نے فرمایا کہ قرآن شریف سچا ہے لیکن تم کیون کافر ہوئے جاتے ہو مین نے کہا کہ مین مومن کس دن ہوا تھا جو آج کافر ہوا جاتا ہون یہ تو مان باپ کا ایمان ہے جب سے مین مسلمان کہا جاتا ہون اور یہ سب ڈھکوسلا ہے اگر آپ دیتے ہین تو دیجیے اور اگر آپ مین دینے کی استعداد نہین ہے تو صاف کہ دیجیے - اور اگر آپ کے علم مین کوئی جاننے والا ہو تو براہ عنایت بتا دیجیے ہم اوس کے پاس چلے جائین گے اور آپ کی ممنون ہون گے اور جب تک بذات خاص مجھ کو خود مشاہدہ نہین ہو جائیگا میرا ایمان ٹھیک نہو گا تب آپ نے بہت خفا ہونے کے بعد فرمایا کہ کچھ صبر کر سکتے ہو - مین نے کہا کہ ہان اگر آپ وعدہ کیجیے مین برس دو برس تک صبر کر سکتا ہون کیونکہ مین یہ جانتا ہون کہ کوئی چیز بلا محنت و مشقت کے

---

[1] انسان اپنے نفس کا بصیر ہے یعنی اپنے نفس کا حال جانتا ہے اگرچہ عذرات پیش کرے ہر

حاصل نہین ہوتی اگر آپ فرمائین کہ فلان ملک مین فلان شخص سے تمکو تمھارا مقصد ملے گا۔ تو مین اسوقت یہین سے بلا امکان گئے ہوے وہان جانے کو تیار ہون تب آپ نے فرمایا کہ اچھا آج رات کو تم ولی نگر (اپنی ننھیال) مین جاکر رہو اور عشا کی نماز کے بعد اپنے پیر و مرشد کے برزخ اپنے قلب مین قائم کرکے قبلہ رو چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔ مین اُسی وقت اوٹھ کھڑا ہوا اور ولی نگر چلا گیا۔ برادر عزیز مولوی محمد ہاشم صاحب کے گھر کے کمرہ مین مین نے اول وقت عشا کی نماز بوجہ عجلت کے بالکل بے دلی سے پڑھی اور قبلہ رو دوزانو بیٹھکر پیر و مرشد کی برزخ دل مین قائم کرنے لگا دس منٹ تک تخمیناً مین نے کوشش کی برزخ قائم نہوئی۔ تب مین نے اک آہ سرد بھری اور اُسی آہ مین سانس کو کھینچا۔ چونکہ مجھے کمال رنج ہوا تھا لہذا مین نے ارادہ کرلیا کہ اب اس سانس کو نیچے اُترنے نہ دونگا جہان تک میرے امکان مین ہوگا۔ اور اگر اسی طرح پر دم نکل جاے تو اچھا ہے سانس اترتی تھی اور مین اس کو بار بار چڑھاتا تھا۔ اس جد و جہد مین تین آوازین توپ کی ایسی بلکہ اوس سے زائد میرے دماغ سے آئین اور مجکو معلوم ہوا کہ میرا دماغ پھٹ گیا اور اوس مین سے ایک دھوان نکل کر نہ معلوم کہان چلا گیا۔ اور مین بالکل غائب ہوگیا اور مجکو یہ خبر بالکل نہین رہی کہ مین کون ہون کہان ہون کیا ہون مجھے معلوم نہ ہوا کہ میری یہ حالت کتنی دیر رہی مگر غالبا بہت زیادہ دیر تک یہ حالت قائم نہین رہی۔ اب اوسی بیخودی کی حالت مین مجھے اس خطرہ کا ہوش ہوا کہ مین کون کہان کیا اور اس سے سخت الجھن اور بے چینی پیدا ہوگئی جیسے کسی کا دم گھٹتا ہو اوس بے چینی مین مجھے ہوش آگیا ہوش آنے کے بعد بھی تھوڑی دیر تک مین بیہوش رہا یعنی مجھے یاد نہین رہا تھا کہ مین کس ارادہ سے بیٹھا تھا پھر جس ارادہ سے کہ بیٹھا تھا وہ یاد آیا یعنی مین اپنے ہوش مین آیا اگرچہ مجکو بہت سخت تکلیف ہوئی تھی۔ لیکن ایک نیا واقعہ جو مجھ پر گزرا تھا اوس سے مجکو امید بندھی اور حضرت کے ارشاد کی تعمیل کرنے سے یہ نیا واقعہ گزرا تھا لہذا آپ ہی میرے قلب مین مسرت و سرور پیدا ہوگیا۔ سرور کا آنا تھا کہ بجلیان کوندنے لگین یعنی تجلیات برقی ہونا شروع ہوئین اور منٹ منٹ دو دو منٹ کے بعد ہر رگ و پے مین تجلی ہوتی تھی۔

اور یہ تجلیات برابر ہوتی رہین اور مجھ کو باوجود ہوش کے بسبب شدت ذوق کے وجد تھا۔ گھر کی بیبیان اور لڑکے اور ملا یُن تک سب کی سب میرے وجد سے مسرور و محظوظ تھے ہمسایہ مین میر سبحان علی صاحب کا مکان تھا وہان بھی رات بھر شب بیداری رہی اس حالت مین جس چیز کا مین خیال کرتا تھا وہ فوراً میرے سامنے موجود ہوتی تھی اور مطلقاً خفا نہ تھا۔ ملائکہ بہشت و دوزخ کوئی چیز چھپی نہ تھی بجز اسکے کہ کسی پیمبر یا ملک سے کلام کر سکون۔ اور اس کا طریقہ بھی اوسوقت مجھ کو معلوم نہ تھا۔ آخر مین قریب صبح ایک عجیب و غریب تجلی ہوئی کہ جس سے مین اپنے قابو مین نہ رہ سکا۔ اور شدت سرور مین بے انتہا رونے لگا اس اثنا مین صبح ہوئی اور مین وہان سے کودتا پھاندتا بالکل مست و سرشار سیدھا تکیہ شریف پر آیا۔ اور چھیچ کرمن نے حضرت سے کہا کہ اب ہم کو آپ یہان ندیکھا کرین گے اوسی عالم مین دیکھا کرین گے تب آپ نے فرمایا "کہ پھر روئے کیون" مین سمجھا کہ مین نے کچھ برا کیا۔ اس کا رنج خفیف سا میرے قلب مین آیا جیسے کہ رات کو خفیف سی مسرت ہوئی تھی جس کی بعد تجلیات شروع ہوئی تھین۔ بس اس رنج کا آنا تھا کہ بالکل اندھا دھند ہو گیا اور مین بقول شخصی کہ "موچی کا موچی رہ گیا" مگر میرا ایمان و عقیدہ ٹھیک ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ خدا طلبی مین سب کچھ ہے ہم کو چاہیے ہو یا نہو اور پیمبر اور اولیا اللہ برحق ہین۔ خدا بلا سبب بلا عمل کے جسکو جو چاہے دیدے۔ آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ تجلی تو حضرت موسی کو ہوئی تھی ایک عاجز بندہ معصیت آلود کو کیونکر ہو سکتی ہی اول تو تجلیات کے اقسام ہین تجلی افعالی تجلی صفاتی۔ تجلی ذاتی۔ پیمبرون کو پیمبرون کے موافق اولیا کو اولیا اللہ کے موافق گنا ہگارون کو گنا ہگارون کے موافق ہوتی ہے۔ اس مین کسی پیمبر کی برابری نہین ہے۔ حضرت بایزید بسطامی کو ستر ہزار مرتبہ تجلی ہوئی حضرت صاحب فرماتے ہین ؎

موسیٰ نے جسے جلوہ نما طور سے دیکھا   کالبرق ادسے ہم نے بھی کل دور سے دیکھا

اور حضرت مولانائے رومی نے حضرت زید کا قصہ مثنوی شریف مین رقم فرمایا ہے جس کے

چند اشعار اس جگہ پر نقل کرنا مناسب سمجھتا ہون اور اسکی تمہید مین اسکے اوپر کی حکایت مین جو اشعار مستی کے ہین وہ بھی لکھے دیتا ہون۔ از حکیم سنائی ؎

بر مدار از مقام مستی پی ٔ — کہ سر ہم آنجا بنہ کہ خوردی مے

اس کی شرح مین مولانا فرماتے ہین ؎

بشنو الفاظِ حکیم پردہ — سر ہم آنجا نہ کہ بادہ خوردہ
چونکہ از میخانہ مستے ضال شد — تسخر و بازیچہ اطفال شد
می فتد او سو بسو بر ہر رہے — در گل و می خندوش ہر ابلہے
او چنین و کودکان اندر پیش — بیخبر از مستی و ذوقِ میش
خلق اطفال اند جز مستِ خدا — نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
گفت پیغمبر صباحی زید را — کیف اصبحت ای رفیق باصفا
گفت عبداً مومناً باز اوش گفت — کو نشان از باغ ایمان گر شگفت
گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا — شب نخفتستم ز عشق و سوز ہا
گفت ازین رہ کو رہ آوردی بیار — در خورِ فہم و عقولِ این دیار
گفت خلقان چون بہ بنیند آسمان — من ببینم عرش را با عرشیان
ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من — ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم — تا چو خورشیدی بتابد گوہرم
دوزخ و جنات و برزخ درمیان — پیش چشم کافران آرم عیان
می بساید دوش شان بر دوشِ من — نعرہ ہا شان می رسد در گوش من
اہل جنت پیش چشمم ز اختیار — در کشیدہ یک دگر را در کنار
دست یکدیگر زیارت می کنند — وز لبان ہم بوسہ غارت میکنند
کر شد این گوشم ز بانگ آہ آہ — وز حنین و نالہ وا حسرتاہ

هم چنین می گفت سرست و خراب　　داد مغیبہ گریبانش بتاب
گفت دم در کش کہ آیت گرم شد　　عکسِ حق لا یستحی زد شرم شد
آئینہ تو جست بیرون از غلاف　　آئینہ و میزان کجا گوید خلاف
لیک در کش در بغل آئینہ را　　گر تجلی کرد سینا سینہ را
گفت آخر ہیچ گنجد در بغل　　آفتابِ حق و خورشید ازل
ہم دغل را ہم بغل را بر درد　　نے جنون ماند بہ پیشش نے خرد

نجس و ناپاک چیز کی تو قادر مطلق کی قدرتِ کاملہ مین یہ پاکی اور صفائی ہے کہ وہی غلیظ خون حیض عورت کے پستانون مین جاکر شیر صاف و شفاف ہوجاتا ہے اور ایسی اعلیٰ چیز ہوجاتا ہے کہ جس کو رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے معرفت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جو کوئی شخص خواب مین دودھ پیے تو اوس کی تعبیر یہ ہے کہ اوسکو معرفت حق نصیب ہوگی اور اسی معرفت کی وجہ سے آپ نے شبِ معراج مین شراب پر دودھ کو فضیلت دی کیونکہ توحید کی رو سے سب حق ہے صرف مطلوب معرفت ہے اوسی کو آپ نے پسند فرمایا پس اگر حق تعالی اپنے ایک بندہ پُر معاصی کو اپنے فضل و کرم سے بطفیل پیر و مرشد گندگی سے نکال کر حقیقت کے میکدۂ عینیت بلا فرق مین لا ڈالے تو کیا بعید ہے لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ۔

ما بہ بحر نور خود راجع شدیم　　وز رضاع اصل مسترضع شدیم

معصیت کی ابتلا بہانہ ہے جب منظور نہ ہوا معصیت کا الزام دیدیا ورنہ ؎

سر اخالی ست از بیگانہ مے نوش　　کہ جز تو نیست اے مردِ یگانہ

اور اسی کو میکدیت کہتے ہین ۔ کہ جس کی وجہ سے خون حیض بسبب یکرنگی کے شیر شیرین ہوجاتا ہے ۔ بعد اس واقعہ کے اگرچہ تجلیات و مشاہدات بند ہوگیئن مگر عنایت مرشدی شاملِ حال اس طرح پر رہی کہ برقِ تجلی کی معیت وقتاً فوقتاً اپنا اثر دکھاتی رہی کیونکہ

جسپر اس خاندان عالی شان کی عنایت ہوتی ہے۔ اوس کی ازدیادِ شوق و طلب کے لیے
برقی تجلی لگا دی جاتی ہے تاکہ ہستی سالک کو ناسوتیات کی ابتلا سے فانی کرتی رہے اور
روحانیات کی طرف مصروف رکھے یہ قصہ تو حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ
کی عنایت کا مین نے مختصراً قابل فہم عوام بیان کر دیا ہے۔ تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ اگر مین
کچھ بھی سچا ہون تو خدا کی طلب بیکار نہین ہے اور بزرگون کا فیض ہنوز جاری ہے۔ ایک روز
کا قصہ (یہ بھی ابتدائی ہے) یہ ہے کہ جب میری دیوانگی و مدہوشی حد سے تجاوز کر گئی اور قصبہ
مین سخت (بے سمجھے بوجھے) بدنامی پھیل گئی تب مجھ سے حضرت نے حکم دیا کہ صبح سے آدھی
رات تک تم تکیہ شریفہ پر روزانہ حاضرباشی کو ترک کر دو صرف عصر کی نماز تکیہ شریفہ پر پڑھا کرو
اور بعد نماز کے جب ہم بستی جاتے ہین تب ہمارے ساتھ چلا کرو اور واپسی مین تکیہ پر ہم کو پہونچا کر
گھر چلے جایا کرو۔ الا جمعہ کو نماز جمعہ کے وقت آیا کرو اور بعد نماز جمعہ کے ہمارے ساتھ بستی چلا کرو
تب سے یہی عملدرآمد رہا مگر ایک روز جمعہ کو مجکو جمعہ کا خیال نہین رہا مین حسب معمول عصر کیوقت
تکیہ شریفہ پر حاضر ہوا تو وہان مین نے اپنے حضرت کو نہ پایا صرف حضرت شاہ علی اکبر
قلندر تشریف رکھتے تھے۔ مین جب پہونچا تو حضرت شاہ علی اکبر قلندر نے فرمایا کہ تمھارا قافلہ گیا
میری سمجھ مین نہین آیا کہ آپ کیا فرماتے ہین تب آپ نے فرمایا کہ انور بستی گئے آج جمعہ
ہے۔ مین نے یہ سنکر الٹے پانون پھرنا چاہا کہ جہان بستی مین حضرت تشریف رکھتے ہین وہان
جاؤن تب آپنے فرمایا کہ دیکھو یہان تکیہ خالی ہے تم ذرا دیر یہان ٹھہر جاؤ ہم مسجد مین نماز
پڑھ آئین تب چلے جانا مجھے اوتنا ٹھہرنا بہت ناگوار ہوا مگر ارشاد کی تعمیل کرنا پڑی۔ اور
جتنی دیر مین کہ حضرت نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے مین چبوترہ پر ٹہلتا ہی رہا اس مین
آپ نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ کنوین کے پاس والا دروازہ بند کر دو
اور بادرچیخانہ کے دروازے سے چلے جاؤ مین دروازہ بند کرنے چلا پھر آپ نے فرمایا کہ
اچھا ہم ہی بند کیے دیتے ہین تم جاؤ۔ اس اثنا مین نے دیکھا کہ آپ کی آنکھون مین دو

بجلیان چمکین ؎

ملے تیغ ابرو تو کاٹون گلے کو سمجھنے لگا ہون اشارے تمہارے

مین سمجھا کہ یہ بجلیان چمکنا بے سبب نہین ہے بہر حال مین وہان سے بستی مین اپنے حضرت کے پاس جانے کو چل کھڑا ہوا اور تکیہ کے پھاٹک تک پہونچا تھا کہ مین بالکل بے خود ہو گیا اور عصر کے بعد کا تکیہ شریفیہ کا چلا ہوا منشی عبد الحی صاحب مرحوم کی کوٹھی مین جہان حضرت تشریف رکھتے تھے بہزار دقت وخرابی اُفتان وخیزان بعد مغرب پہونچا جہان پہونچ کر یہ معلوم ہوا کہ حضرت اوپر منشی عبد الحی کے پاس (جو میرے ماموں تھے) تشریف رکھتے ہین سیدھا اوپر چلا گیا وہان حضرت تشریف رکھتے تھے اور منشی جی بھی تھے چند باتین مجھ سے جناب منشی عبد الحی صاحب نے استفسار فرمائین مین نے ان کا جواب غیر منتظم دیا وہ ہنسنے لگے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "کیا تم ابا کے پاس گئے تھے" مین نے عرض کیا جی ہان۔ تب آپ نے فرمایا کہ جاؤ سو رہو۔ مین نیچے اوتر کر برادر عزیز عبد القیوم کے کمرہ مین سو رہا۔ اسوقت تک خمار کی حالت تھی اسوجہ سے اسقدر یاد بھی رہی اور جب مین پلنگ پر لیٹا تو پھر مجھکو ہوش نہین رہا۔ حضرت اپنے معمولی وقت پر تکیہ شریفیہ پر تشریف لے گئے لوگون نے میرے جگانے کی کوشش کی لیکن مجھ کو خبر نہوئی تمام شب گذری اور صبح ہو گئی صُبحکو بھی نہین اوٹھا یہانتک کہ دوپہر کا وقت آگیا تب سب کو تشویش پیدا ہوئی بہر حال نہین معلوم آخر مین کیا ترکیب کی گئی جس سے مجھ کو ہوش آیا مین نے جاگتے ہی پوچھا کہ حضرت اوپر تشریف رکھتے ہین یا اندر (یعنی مین سمجھتا تھا کہ ابھی سویا ہون) معلوم ہوا کہ تمام شب اور نصف دن گذر گیا ہے مین سخت متعجب ہوا پھر وہان سے اُٹھکر اپنے گھر آیا اور اپنے کمرہ مین آکر چپ چاپ مبہوت بیٹھ گیا اوس مستی مین آپ ہی آپ بلا شور وشغب کے بلا کنبی روشنی یا تجلی یا نورانیت کے دیدہ دل سے دیکھتا تھا کہ مین پہلے آسمان پر گیا اور جسم یہین نیچے تھا اور اسی طرح دوسرے آسمان اور تیسرے آسمان پر یہان تک کہ ساتوین آسمان تک گیا

اشیاء آسمانی و ملائکہ وغیرہ وغیرہ سب دکھائی دیتے تھے اور میرا جی نہین چاہتا تھا کہ کسی
سے مخاطب ہون اور نہ کسی سے مخاطب ہوا بالآخر آسمانون کی دید ختم ہونے کے بعد ایک
عظیم الشان تاریکی نظر آئی کہ جس سے ایک عجیب وغریب ہیبت قلب پر طاری ہوگئی اگر
مستی و بے خودی کی حالت نہوتی تو دل و دماغ پھٹ جاتے۔ تاہم بے انتہا گھبراہٹ پیدا
ہوئی اور تشویش نے گھیر لیا کہ یہ ہے کیا؟ اور کچھ سمجھ مین نہین آتا تھا کہ کیا ہے سخت پریشانی
کے بعد مین نے اپنے آپ ہی مین سے حق تعالیٰ کا کلام باآواز بلند یہ سنا کہ ھذا الاحم اس آواز
کے سنتے ہی مجھپر سخت رقت طاری ہوئی اور مین زار وقطار رونے لگا بہت رونے کے بعد
بالآخر میری مستی کم ہوگئی اور ہوش مین آگیا اور ہوش مین آنے کے بعد ساری دید بند ہوگئی
اب اوس کی حسرت شروع ہوئی کہ اگر مین نہ روتا اور آگے ترقی کرتا مگر خدا کو منظور یہ تھا کہ
جو کچھ عطا ہوا تھا وہ سب کھو بیٹھون لہذا سب کھو بیٹھا بجز اسکے کہ میرا عقیدہ و ایمان اس
بات پر مضبوط ہوگیا کہ اولیاء اللہ مین بڑی قدرت ہے جو چاہین کرین اور بزرگان دین
کے تصرفات وواقعات جسقدر کہ کتابون مین مذکور ہین یا زبان زد خاص وعام ہین بالکل
سچے ہین اور اگر کسی بزرگ کی خدمت مین سلوک کرنے سے اوس بزرگ کی عنایت بذریعہ
اطاعت وعقیدہ کے برقرار رکھی جاوے تو بہت کچھ کمال حاصل ہوسکتا ہے بس... مین
جب ہم تینون بھائیون کے شادی ایک ساتھ ہوئی تھی مینے ان تقریبون کے انتظام مین
بہت محنت کی اور بہت جاگا جس کے نتیجہ مین کھانسی و بخار بہت سخت آنے لگا اور سوء تنفس
پیدا ہوگیا۔ اعزا و اقارب میری زیست سے مایوس ہوے اور مجھ کو خود اپنی زندگی سے مایوسی
ہوگئی مگر حضرت کی خدمت مین حضوری اس زمانہ سے قبل نصیب ہو چکی تھی اون کی عنایت
سے مجھ کو جاذبات گھیرے ہوے تھے کچھ مرنے کی پروا نہین کرتا تھا اور اوس زمانہ مین حضرت
کا لاڈلا بنا ہوا تھا خدا پر بہت بھروسہ تھا جیسے دایہ پر بچّہ کو ہوتا ہے کہ بچہ اوسی دایہ کو
مارتا ہے اور پھر اوسی دایہ کے چمٹتا ہے مین نے شدت جذبات مین خدا کے حضور مین

گستاخانہ وبے ادبانہ الفاظ بر بڑانا شروع کیے گھر کے سب عورت مرد سننے والے انگشت
بدندان اور خوف زدہ تھے کہ مرتے وقت بجائے کلمہ پڑھنے کے ایسے الفاظ اِس کی
زبان سے نکل رہے ہین اس کا انجام کیا ہوگا اور یہ کہان جائے گا مگر مجھ کو کچھ اس کی پروا نہ تھی
اور مثل شبان موسوی کے مین نے گستاخانہ الفاظ بکنا جھکنا نہین چھوڑا۔ بے خودی آئی
یا سو گیا اسکا حال نہین معلوم مگر مین نے دیکھا اوّلاً حضرت حافظ صاحب جلدی جلدی تشریف
لائے اور اوسوقت مجھکو یہ خبر تھی کہ مین پلنگ پر چت لیٹا ہون۔ اور آپ نے فرمایا کہ کیا
تم خدا سے ملاقات کرنا چاہتے ہو مین نے کہا کہ اِس سے زیادہ نعمت اور کیا ہے اسی کی
تو تمنا ہے۔ آپ واپس گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اوسی مقام پر خداوند عالم وعالمیان کی
حضوری ہوئی حافظ صاحب ساتھ تھے اور مجھ سے اُردو زبان مین حضرت حق نے فرمایا کہ
" تو اچھا ہو جائے گا " مین چونک پڑا تو مین نے اپنی یہ حالت دیکھی کہ حلق خشک ہے
سانس آنی دشوار ہے پیاس شدت سے ہی جاڑون کا موسم تھا کھانسی کی شدت تھی ایک
برہنے مین ٹھنڈا پانی مرے پلنگ کے پاس رکھا تھا مین بہت سا پانی اوس مین سے پی گیا۔ اسیوقت
سے سکون شروع ہوا اور کم وبیش ہفتہ عشرہ مین مین بالکل اچھا ہو گیا۔ ایک روز کا
قصہ ہے کہ مین طلب حق مین مستانہ وار حضرت کے ساتھ تو رہتا تھا لیکن نماز پڑھنا کیسا
خیال تک نہین آتا تھا حضرت یون تو نماز پڑھنے کی روزانہ تاکید فرماتے تھے مگر اوس روز
بہت سخت تاکید وتہدید فرمائی کہ میرے دل مین بھی کھٹک پیدا ہو گئی مین اپنی جگہ پر
آکر جب رات کو لیٹا تو بلا نماز پڑھے لیٹ رہا دفعتاً اوسی کھٹک کی وجہ سے مجھے خیال پیدا ہو
کہ حضرت اسقدر تاکید فرماتے ہین تو نماز کیون نہین پڑھتا ہے اور مین نے اپنے آپسے محاسبہ
کرنا شروع کیا کہ خدا کی طلب اور نماز ندارد حضرت کا حکم اور اوس کی اعتنا نہین استغفار و
لاحول پڑھ کر اوٹھا وضو کیا جانماز بچھا کر نیت کے ارادہ سے کھڑا ہوا کہ لاحول کے معانی نے
جلوہ نمائی کی بے اختیاری نے آگھیرا نماز شروع نہ کر سکا بہزار دقت پلنگ پر آکر لیٹ رہا

اور اپنے آپ کو ملامت کرتے کرتے سوگیا۔ صبح کو اپنی صورت سے آپ بیزار اوسی طرح سے
نامراد اوٹھا تکیہ شریفہ پر حضرت کی حضور مین حاضر ہوا حضرت نے پھر ترک نماز کی ملامت کی
دوپہر تک تکیہ پر رہا پھر مکان آکر کھانا کھاکر سو رہا۔ ہان بھول گیا جب رات کو مین نے آپ کو
ملامت کی تھی تب خدا سے بعجز وزاری التجا کی تھی کہ تو مجھ کو راہ راست دکھلا اور اپنے ملنے کا
طریقہ بتا۔ غرضکہ دوپہر کو سوگیا۔ خواب مین یا یقظہ مین مین نے دیکھا کہ زینہ کی طرف سے اوسی
مقام پر جہان مین لیٹا تھا حضرت حق نے ایک برقعہ سفید نورانی مین آکر ایک ہاتھ میرے
سر پر رکھا اور دوسرا میری زیر زنخدان ہاتھ تو دونون نظر آتے تھے مگر قوت لامسہ اون
ہاتھون کے مس کا ادراک نہین کر سکتی تھی اوسوقت حضرت حق نے بزبان عربی مجھ سے فرمایا
لیس الصراط الا بالجذبۃ اِس کے معانی بعد بیداری کے مجھے عرصہ تک محظوظ کرتے
رہے اور مین لطف اُٹھاتا رہا۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے جو اس واقعہ کے بعد پیش آیا۔
مجھ کو حضرت نے پھر سخت ملامت کرنی شروع کی کہ تم مہذب الاوقات کیون نہین بن جاتے ہو
متواتر ارشادات کے بعد مین نے اوقات کو منضبط کیا نماز و وظیفہ پڑھنے اور تلاوت قرآن
و مشغولی کرنے پر اور دنیا کی کام سرانجام دینے کے واسطے ایک ایک وقت منقسم کیا اور علاوہ
کتب مبنی تصوف کے سہ پہر کو تفسیر کلام مجید حضرت شاہ علی اکبر قلندر سے پڑھنا شروع کی
کوئی چار پانچ ماہ تک یہ عملدرآمد رہا ان اعمال حسنہ کے برتنے سے ایسی نورانیت میرے قلب
مین آئی کہ جب مین کوٹھی مین پلنگ پر لیٹا ہوتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ایک دریا نور کا زمین سے
آسمان تک ہے اوس مین مین تیر رہا ہون اور بہت مسرور ہوتا تھا اور جب حضرت کی حضور
مین حاضر ہوتا تھا تب آپ میرے اعمال کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ ایک روز پچھلے دنون سے
زیادہ تعریف کی۔ مین علوے ہمت و شان حضرت سے کسی قدر آگاہ ہوچکا تھا۔ مجھے اس تشویش
نے آگھیرا کہ حضرت کے نزدیک یہ معمولی باتین ہین میری اِس قدر تعریف کیون فرماتے ہین۔

سلہ راہ نہین ہی مگر ساتھ جاذبہ کے ۱۲

اِس مین کوئی بھید ہے مین تفکر کرنے لگا اور اُسی تفکر مین دوپہر کو اپنی کوٹھی مین آکر پلنگ پر لیٹا سر مغرب کی طرف تھا اور پیر مشرق کی طرف کہ مجھکو عین بیداری مین چشم دل سے ایک ابر تیرہ و تار اُٹھتے ہوے معلوم ہوا۔ سونچا کہ یہ کیا ہے سمجھ مین نہ آیا مگر اُس کو دیکھتے رہنے سے مستی اِس قدر آنے لگی کہ جیسے کوئی شخص بہت سی شراب پی جائے اور اُس کی مستی مین مبتلائے مستی ہو کہ یکایک اُس ابر تیرہ و تار کے بونڈے مثل آندھی کے آنا شروع ہوے اور مجھکو اپنے مین لے لیا مین بالکل مدہوش ہو گیا نہین معلوم کتنی دیر تک مین بیہوش رہا جب ہوش مین آیا تو بسبب بے اختیاری کے اُسوقت ظہر یا عصر کی نماز قضا ہو گئی اور سب حفظ اوقات غائب معلوم ہوا کہ یہ مجھکو سیکدہ کی حقیقت دکھائی گئی ہے لیکن سہمین اور اِس نورانیت مین مجھکو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوا کہ اُس نورانیت مین قعر قلب مین جاکر تفرقہ صریحی تھا اور اِس میکدہ یت مین محض یکتائی تھی مجھے کھل گیا کہ حسنات الابرار سیئات المقربین[1] اب لیجیے تکیہ پر جو حاضر ہوتا ہون تو ادھر تو نماز نہین پڑھی اُدھر تفسیر کا درس موقوف دونون حضرات نے مجمع عام مین ملامت کی بوچھار کر دی جس سے مین بہت ذلیل ہوا مگر مجھکو اس ذلت کی کچھ پروا نہو ئی کیونکہ میری سلوک کی چول ٹھکانے پر بیٹھ چکی تھی اور جان چکا تھا کہ ؎

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تست	ایمنی از تو مہابت ہم ز تست
؎ پیر مغان حکایت معقول می کند	معذورم ار محال تو باور نمی کنم
حافظ جناب پیر مغان جاے دولت است	من ترک خاکبوسی این در نمی کنم

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

باوفت دنے دوش آن مرد عرب	وہ چہ خوش می گفت ہنگام طرب
ایہا القوم الذی فی المدرسہ[2]	کل ما حصلتموا ھا وسوسہ
فکرکم ان کان فی غیر الحبیب	مالکم من نشاۃ الاخری نصیب

---

[1] نیکو کارون کے اعمال نیک مقربین کے لیے گناہ ہین۔ (یعنی حجاب ہین) ۱۲ [2] مدرسہ والون نے جو کچھ حاصل کیا سب وسوسہ اگر تمہاری فکر حبیب کے سوا اور کسی طرف ہے تو تم کو آخرت سے کچھ نصیب نہ ہوگا ۱۲

فاغسلوا یا قوم عن لوح الفواد　　کل علم لیس ینجی فی المعاد

طرہ یہ ہوا کہ اس نورانیت مین نورانیت کی حالت جو روز بروز حفظ اوقات سے بڑھتی
جاتی تھی یعنی باوجود آنکھ بند رہنے کے تمامی اشیاء موجودہ کوٹھی نظر آتی تھین اور پھر ترقی
ہوئی تو بیرون احاطہ کی چیزین بھی نظر آتی تھین اور اگر زیادہ مدت تک اس حالت مین
رہتا تو اور زیادہ نظر آتا وہ سرور دمعائنہ بالکل موقوف ہوگیا کیونکہ ہمین تفرقہ تھا اشیاء اشیاء
تھین مین مین تھا۔ معہذا حضرت اور بزرگان دین سے بھی فی الجملہ علیحدگی تھی کہ جسمین حصول
یقین نہ تھا اور اس طریقہ مین شہود حق در حق تھا۔ حضرت و بزرگان دین سے عینیت بھی
جس کی وجہ سے یقین ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور اس آیت کے معنی بلا شک وشبہہ سمجھ مین
آگئے کہ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین　اور دل وزبان ایک ساتھ مترنم
ہوتے تھے کہ ؎

این خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولے
وین دفتر بے معنے غرق مے ناب اولے

شیطان کا مادہ شطن ہے اور شطن کے معنی بعد ہین پس کوئی معائنہ جو اعلی نورانیت
کا ہو یا ادنی ظلمانیت کا اور اس میں بعد پایا جائے وہ معائنہ وسوسۂ شیطانی سے خالی نہین
ہے اگرچہ وہ معائنہ برکت دیتا ہو اور جو مشاہدہ یکتائی کی حالت میں ہو وہ اصلی ہے اگرچہ کوئی
شئے قابل وقعت اس مشاہدہ مین نظر نہ آوے اور عنقائے جامعیت اسماء تخلیقی کا آشیانہ
یہی حالت میکدیت ہے اور ایسی حالت مین سالک مثل طفل کے حق تعالی کی گود مین رہتا ہے
اور حق بنفس نفیس اسکی پرورش فرماتا ہے ؎ (رومی)

طفل تا گویا و پویا نہ بود　　مرکبش جز گردن بابا نہ بود

باقی میکدہ کا حال کہان تک بیان کیا جائے دفتر کے دفتر سیاہ ہو سکتے ہین یہ چند

لہ پس اے قوم۔ اپنے دلون سے وہ علم کہ جو آخرت مین کام آنے والا نہین ہے دھو ڈالو ۱۲

واقعات مین نے اپنے حال کے اس یے لکھدیے کہ ناظرین کو یہ معلوم ہو جاے کہ اگر مین کچھ بھی سچا ہون تو خدا طلبی محض ڈھکوسلا نہین ہے بلکہ اس راہ مین بہت کچھ ہے مولانا حافظ کہتے مین ؎

باین نماز خود اے شیخ دل فسردہ مناز   بیا بدَرِ یُرود در آور طوق اہل نیاز

مین نے اپنے ابتداے زمانہ شعور مین بہت نمازین پڑھین حتی کہ ایک شب مین ہزار ہزار رکعت پڑھی اور جہان تک خیال کرتا ہون یہ سب نمازین خلوصِ نیت سے ادا کین لیکن جو باتین کہ ان حضرات اولیا رکرام کی عنایت وکرم سے پیش آئین اون کا عشر عشیر بھی کبھی اون عبادتون نصیب نہین ہوا اب مجھے یقین ہے کہ ؎

بے عنایاتِ حق وخاصانِ حق   گر ملک باشد سیہ ہستش ورق
یک زمانے صحبتے با اولیا   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

پس آدمی اگر آدمی ہونا چاہیے تو اوسکو چاہیے کہ جسطرح ہوسکے جد وجہد کر کے جان ومال کھپا کر تمام عمر صرف کر کے کسی بزرگ کی عنایت اپنے حال پر مبذول کراے اس سے زیادہ اعلی مقصد کوئی نہین ہے جن بزرگون کو حاصل ہوا ہے اون کو بزرگون ہی کی عنایت سے حاصل ہوا ہے اور اپنے اس قال کے استدلال مین مین اپنے اوس حال کو پیش کرتا ہون جو مین نے اوپر لکھا اس خیال سے کہ شاید کوئی شخص اس سے کچھ فائدہ وعبرت حاصل کرے مین نے اپنا حال لکھا ہے ورنہ اس سے کچھ خود ستائی مقصود نہین ہے کہ۔ ع

خودی کفرست گر خود پارسائی ست

باقی مجھے تو حضرت حق اور رسول بر حق اور اپنے پیران سلاسل وحضرات مرشدین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی عنایت سے امید ہے کہ جیسا بہت کچھ دیکھا ہے آیندہ ناتمام نہین رہیگا اور عنایت سے میرا مطلب ایسے ہی بدیہی وواقعی عنایت ہے جیسے مین نے

اوپر لکھی۔ نہ ایسی وہمی وخیالی عنایت جس کا ہر مومن اپنے پیر وپیمبر وخدا سے اُمیدوار ہوتا ہی۔ع ملبتان وعدۂ محشر حرام است ٭ اور اسی طرح پر حضرت مولانا شاہ محمد حبیب حیدر قلندر سے بھی نظر عنایت مرحمت کا اُمیدوار ہون جسکا ظہور بھی ہوتا ہے۔ اسی آستانہ کی غلامی کا فخر ہے اور کچھ نہین ؎

ہمین بس است کہ داغ غلامیم زدہ فما العبد لک فوق القبول بالفخر[1]

(سعدی) ؎

گلی خوشبوی در حمام روزے رسید از دست محبوبی بدستم
بدو گفتم کہ مشکے یا عبیری کہ از بوے دلآویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم ولیکن مدتے با گل نشستم
جمال ہمنشین در من اثر کرد وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم

خاتمہ

مشتمل بر چند فوائد متفرق

فائدۂ اوّل: خواب خواب ایک خیال کا نام ہے جو سوتے جاگتے ہر شخص کو آیا کرتا ہے۔ خواب کی نسبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا کے لوگ خواب مین ہین جب مرینگے تو بیدار ہونگے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ رویاے صالحہ منجملہ آثار نبوت کے ہے۔ پس خواب کی حالت کیا ہے اور آثار نبوّت مے جو خطرات آتے ہین اونکی حالت کیا ہے اور یہ خطرات کہان سے آتے ہین اس کی حقیقت کیا ہے اور سچے اور جھوٹے کیون ہوتے ہین اس کی علت کیا ہے لہذا پہلے یہ بتانا بہتر معلوم ہوتا ہے

[1] پس تیرے غلام کے لیے قبول کیے جانے سے زیادہ کوئی فخر کی بات نہین ہے ۱۲

کہ خطرہ کیون اور کہان سے آتا ہے اور پہلے تھا کہان جو کسی حالت مین خواہ بیداری ہو یا خواب رکتا نہین ہے اور ہم ہی مین یعنی نفس مین خطرہ آتا ہے آفاق کو خطرہ نہین آتا ہے اگر آفاق مین خطرہ ہوتا تو ہم کو معلوم ہوتا کیونکہ ہم آفاق کی روح ہین اور روح سے کوئی چیز چھپی نہین رہ سکتی۔ خطرہ تو بڑی بات ہے جسکو تصور بھی کہتے ہین اور علم اسی سے شروع ہوتا ہے آفاق کی اشیا کی تاثیر اور اون کا تاثر و خاصیت ہمارے ہی ادراک پر منحصر ہے یعنی اگر ہم کو کسی شئے آفاقی کے اثر و خاصیت کا ادراک ہے تو اوس شئے مین وہ اثر و خاصیت ہے ورنہ نہین۔ کہتے ہین کہ لیمو ترش ہے۔ یہ لیمو آفاق مین بذاتہ ترش نہین ہے بلکہ ہمارے ذائقہ نے بتایا کہ لیمو ترش ہے اور اسیطرح سے کل اشیاء ہین۔ بالجملہ شئے کا وجود ہمارے احساس پر موقوف ہے اور یہ احساس فی نفسہ ہر انفس مین ہے لیکن ایسا کھپا ہوا ہے اور ایسا مندمج ہے کہ ہم جب تک اوس حس کی مناسبت سے کوئی شئے بنا کر نہ چکھین اوسوقت تک ہم کو بھی اس شیرینی یا ترشی یا خاصیت کا ادراک نہین ہوتا ہے اور ہم تو بنفسہ موجود ہی ہین کہ ادراک کلیات و جزئیات کا ہم پر منحصر ہے مگر آفاق بھی ہماری تبعیت کے ساتھ اگر فی نفسہ ہوتا تو روح انفسی بغیر جسم کے ہوتی اور آفاق بغیر روح کے ہوتا اور کوئی قائم نہ رہتے روح کا خاصہ ہے کہ بلا جسم کے قائم نہین رہ سکتی اور آفاق کی ہر شئے جب اوس مین روح نہو تباہ ہو جاتی ہے۔ پس حقیقت الحقایق یا غیب الغیب کے اشارہ دیا موج سے جو اسماء حق باطن سے تقاضا بتقاضا بسبب حب ظہور و اظہار کے مکمن تمکین سے ساحل تلوین پر فی نفسہ و بذاتہ آتے ہین اون کو تصور اور خطرہ کہتے ہین یہ تلوین بمقتضائے ہر اسم و علی الخصوص جامعیت اسماء انسانی کے بحکم خلق الانسان عجولا[1] ہے مگر اس تلوین مین اگرچہ ذوق و شوق جیسی ہے لیکن وہ سکون قطعاً نہین ہے جو اوس تمکین اتحاد مین ہے جہان سے بروز ہوا ہے۔ آپ یون دیکھ لیجیے کہ جو سکون و آرام سونے مین ہے

---

[1] انسان جلد باز بنایا گیا ہے ۲

دُسکون وآرام بیداری مین نہین ہے لہذا ہر شئے پھر اپنے مبداء کو تلوین سے بے قرار
ہوکر تلاش کرتی ہے ع آب ہر سو دوان کہ آب کجا

چونکہ فی الجملہ بعد فی نفسہ سے تفرقہ ہوگیا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اس تفرقہ سے اور
تکرار کا ظہور بھی ہوتا ہے لہذا ہر شے کو اپنے مبداء کا دوبارہ پالینا نہایت دُشوار
ہوجاتا ہے اور اسکی ہر کوشش و کشش مین نامرادی کے سوا اور کچھ حاصل نہین ہوتا کہ
جسکی وجہ سے ہر وقت ایک نیا عالم پیدا ہوتا ہے اور بحکم منھا خلقنا کم وفیھا[۵۱]
نعیدکم ہر شے اپنے مبداء کو رجوع کرتی ہے اور تعینات آفاقی وانفسی آئینۂ خیال مین
اوسی خیال کے تقاضے سے مثل خواب کی نمود بے بود کے نظر آتے ہین۔ آدمی کی
سمجھ مین نہین آتا ہے کہ کہان سے کہان آئے کہان جائین گے یہ تو بیداری مین ہوتا
ہے اور سوتے مین اور بھی زیادہ بسبب ظہور کمی اسماء کے اس کی فکر بھی کمتر کسی خواب
مین ہوتی ہو کہ ہم کہان ہین کیا کر رہے ہین غرض جاگنے اور سونے مین دونون طرح پر
حقیقت حال نہین کھلتی کچھ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ بیداری مین جو خطرات آتے ہین اور
جو واقعات پیش ہوتے ہین وہی حافظہ مین مثل گراموفون کے منطبع ہوجاتے ہین اور خواب مین
متشکل ہوکر ریکارڈ کا کام دیتے ہین مگر ہم اسکو نہین مانتے اگرچہ یہ بھی ہوتا ہو کیونکہ ہم کو
وجدانی حالت بتا رہی ہے کہ جس بات کا نہ کبھی خطرہ آیا نہ خیال۔ اکثر خواب مین
اون باتون کا ایک واقعہ بنکر ہمکو نظر آتا ہے اور وہ واقعہ کبھی بہ تعبیر جاگنے مین وقوع پذیر
ہوتا ہے اور کبھی بجنسہ حالانکہ گراموفون کا ریکارڈ جب تک ویسی کوئی آواز منطبع نہو
کوئی آواز نہین دیتا ہے اور خواب ایک ایسی چیز ہے کہ زیری رائے مین کوئی چیز
مجموعی طور پر خواب مین آنے سے رُک نہین جاتی ہے اور نہ رُک سکتی ہے اور خواب کا
دارومدار اسی پر ہے کہ خطرات کثیرہ ڈھر کر ایک عالم بنا دیتے ہین اگر بالفرض کوئی خطرہ

---

[۵۱] اوسی سے تمکو پیدا کیا اور اوسی مین تم کو لوٹائینگے ۱۲

نہ آوے تو نہ جاگنے مین کوئی خواب ہے اور نہ سونے مین پس معلوم ہوتا ہے کہ خواب کا نام
جو لیا جاتا ہے وہ خطرات ہی ہین جن کو جاگتے مین تو واقعہ کہتے ہین اور سوتے مین خواب
جاگتے مین واقعہ اوسوقت کہتے ہین کہ جب وہمی خطرات نہون بلکہ معقولی خطرات ہون
اور سوتے مین جو خطرات آئے ہین وہ سچے اوسوقت ہین کہ جب جاگنے مین ہو ہو واقع ہون
اور فی الواقع دونون حالتون کے خطرات خواب ہین بیداری نہین ہین جب آدمی مر گیا
اور اوس عالم مین جو وہم سے عالی ہے پہونچے گا تو وہ عالم بیداری ہے خواب نہین ہے
یا اگر اس عالم مین سوتے جاگتے مجاہدات کے نتیجہ مین کسی شخص نے اپنے قلب و سرّ و دماغ کو
واہمہ سے پاک کر لیا ہے کہ جسکو موت اختیاری کہتے ہین تو اوسکا واقعہ خواب نہین ہے
بلکہ بیداری ہے. چاہے ان دونون عوالم خواب مین ہو اور ایسا خواب علامات نبوّت
مین سے ہی لیکن اس خواب کا حصول انتہاے توحید کے حال پر ہے اِس وجہ سے
کہ انتہائی توحید مین خطرہ خطرہ نہین رہتا بلکہ یہین یافت حقیقت ہوتا
ہے کیونکہ خطرات کا تموّج اسی انتہاے توحید سے شروع ہوتا ہے پس ہم کو
آپ کو اپنی کشش و کوشش سے بجز حصول توحید ذاتی کے یہ امید نہین رکھنا چاہیے کہ ہم کچھ
خواب بھی دیکھ لینگے اب ہم آپ جو خواب دیکھتے ہین وہ خواب در خواب ہے اگرچہ
اچھے سے اچھا خواب ہو اور نہین کہ سکتے ہین کہ یہ خواب جو اچھا معلوم ہوتا ہے اچھا ہے
اور یہ خواب جو برا معلوم ہوتا ہے بُرا ہے مین نے سنا ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب
محدث دہلوی کی خدمت مین ایک شخص بہت گھبرایا ہوا سراسیمہ آیا اور اپنا خواب نقل کیا
اور کہا کہ مین سخت بداعمال ہون جو مین نے ایسا خواب دیکھا اور وہ یہ ہے کہ مین نے دیکھا
کہ نعوذ باللہ مین کلام مجید پر پیشاب کر رہا ہون آپ نے اوسکی تسلی فرمائی اور فرمایا کہ اس
خواب کی تعبیر بہت عمدہ ہے تمکو خوش ہونا چاہیے کہ تمھارا ایک لڑکا ہو گا جو حافظ قرآن ہو گا
حضرت شاہ عبد العزیز صاحب علما ربانی مین سے تھے اور آپ کی تعبیر سچی تھی. مین نے

اوپر بیان کیا کہ ہم کو آپ کو ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایسے خواب دیکھین جو نمونہ نبوت
ہون اس سے مایوسی مترشح ہوتی ہے میرا مطلب اس سے یہ نہین ہے کہ ہم آپ ویسے
خواب نہین دیکھ سکتے ہین کیونکہ اگر نہ دیکھ سکتے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم اپنی
ظاہری بعدیت مین خواب آثار نبوت کے دیکھنے کی اپنی اُمّت کو امید نہ دلاتے۔ بلکہ
میرا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ جو معمولا خواب دیکھتے ہین اونمین زیادہ تر اشکال اون
خیالات سے متشکل ہوتے ہین جو آپ کے دماغ مین بیرونی خطرات جاگنے والی حالت خواب
مین منطبع ہو گئے ہین اور کچھ آپ کی جامعیت کی وجہ سے آپ مین معیت حق ہے جس کی
وجہ سے کوئی نہ کوئی بات سچی بھی ہو جاتی ہے اور وہ بات اون خطرات منطبعہ کے مادری
ہوتی ہے جیسے روح کی معیت ماوراے عالم آپ کے ساتھ ہے لہذا ایسا خواب تعبیر کا
مقتضی ہوتا ہے تاکہ منطبعہ خطرات کو علحدہ کر کے صرافت روحی سے جو دیکھا اور سُنا ہے
اوس سے صحیح نتیجہ نکالے جسمین حضرت یوسف علیہ السلام کو خاص ملکہ تھا۔ یا جس وقت
خواب دیکھکر جاگے تو بلالحاظ اس کے کہ خواب مین کیا دیکھا ہے آپ ہی آپ اوس خواب
سے سکون یا پریشانی لاحق ہو کیونکہ جاگنے کے وقت وہ مجرد جاگنے کے بخطرہ تھا اگرچہ
آنا فانا خطرات پھر آجاوین تو اوس خواب کا وہ حصہ جسکا یہ تاثر ہوا ہے سچا ہے اور جسقدر
حصہ سچا ہے اگر اوسی طرح کے خطرات جاگنے مین آوین خواہ اچھے ہون یا برُے یعنی
اوسکو سکون قلب دین اوسکے متعلق بھی سمجھنا چاہیے کہ اسقدر حصہ خواب بیداری کا
سچا ہے اسکے علاوہ جاگتے مین جو اطمینان مدرکات حسی سے حاصل ہوتا ہے وہ اگرچہ
اس دنیاوی معقولات کی وجہ سے سچا ہو مگر فی الواقع سچا نہین ہے کیونکہ خواب ہے اور
اگر وہ سچا ہوتا تو عالم مین ہر شخص نبوّت کا فائدہ اُٹھا لیتا۔ اتقوا فراسۃ المومن فانہ[۱]
ینظر بنور اللہ یہ حدیث شریف اسپر دال ہے کہ مایوسی نہین ہے مگر مشکل بہت ہے۔

---

[۱] ڈرو اور بچو مومن کی فراست سے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۱۲

اس طرح کے خواب جب ممکن ٹھہرے تو ہر مومن کو اُمید ہے کہ وہ نبوت کے فیض سے کامیاب ہو لیکن اصلی فیض نبوت اس تعبیری خواب کے دائرہ کو طے کر چکنے کے بعد جب سالک اپنے مبداء سے ملتا ہی اور خطرات برطرف ہوجاتے ہین تب حاصل ہوتا ہے اور وہ ولی ہوجاتا ہے اُسکے لیے یہ ضرور ہے کہ وہ نبوت کا فیض بھی حاصل کرے کیونکہ اگر نہ حاصل کریگا تو ناتمام رہیگا اور خدا کا کوئی نام ناتمام نہین ہوسکتا۔ لہذا ہر ایسا ولی مشیّت الٰہی سے پھر بروز کریگا اور اوسکے معنی یہ نہین ہین کہ تناسخ مین آجائیگا کیونکہ تناسخ مین پہلا جسم دوسرا جسم لینے کے بعد غائب ہوجاتا ہے اور بروز مین ایسا نہین ہوتا ہے کیونکہ ولی کا جسم وہ جیسا جسم ہو بسبب خدا کے نام ہونے کے غائب نہین ہوسکتا لیکن اوسکو بروز کرنا ضرور ہے اسیواسطے لکھا ہے کہ جب تک دو مرتبہ پیدا نہو تکمیل نہین ہوتی اور وہ تاج خلافت کا مستحق نہین ہوتا پس جس صفت کے غلبہ کی وجہ سے ضرورت بروز کرنے کی اوس ولی کو ہوئی ہے تاکہ اس بروز سے اعتدال کلی حاصل ہو اوس صفت کے ساتھ وہ ولی بروز کر کے نبی کہلاتا ہے اور اسی واسطے وہ معصوم ہے کیونکہ سب جانا بوجھا ہے اور جو نہین جانا تھا اوسکے واسطے وہ نبی ہوکر آیا ہے اسوجہ سے کبھی خاطی ہوجاتا ہے اور بعد اس سلوک نزولی کے وہ نبی اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین فانی دیکھتا ہے اور متبع رسول اللہ کہلاتا ہے اور رسول اللہ کی نسبت یہ بات نہین ہے کیونکہ آپ تعین اعتدالی کی وجہ سے جملہ اسماء مین جسطرح بروقت ظہور اسم باطن حق سے اسم ظاہر حق مین آئے ہے اوسی طرح پر آپ نے اسم ظاہر حق سے اسم باطن حق کی طرف رجوع فرمائی ہے۔ یعنی آپ کی نسبت بروز نہین کہ کما مگر بادشاہ جب تک اپنی رعیت کو من وعن ملاحظہ نکرے اوسکی بادشاہی ناتمام ہے لہذا آپ کا مبعوث ہونا اس وجہ سے ہے کہ آپ ہر ہر فرد بشر کی شفاعت کرسکیں اور بلا جزو وکل کا حال معلوم ہونے کے شفاعت کاملہ نہین ہوسکتی ہے اس لیے شفاعت گو معمولی لفظ معلوم ہوتا ہے لیکن بہت بڑی چیز ہے نہ اس لحاظ سے آپ نے سب کی شفاعت کی گو چھینے والی

عزت ہے بلکہ اس لحاظ سے کہ آپ تمامی اسمار کے مظہر اور عین احد ہیں اگر نہوتے تو شفاعت کا منصب حاصل نہوتا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ انا سید ولد آدم ولا فخر[۱] الحدیث۔ بلکہ آپنے فرمایا کہ الفقر فخری[۲] فقر حقیقی کے معنی یہ ہیں کہ اپنا کچھ نرہے اور شائبہ بھی اپنی ہستی کا باقی ہے تو وہ فقر حقیقی نہیں ہے اور جب آپ نے فخر کیا تو آپ کو فقر حقیقی حاصل تھا یعنی آپ میں مطلق شائبہ اپنی ہستی کا جسکو عبودیت متعارفہ کہتے ہیں نہیں تھا اور حقیقی عبودیت کو ہم نے مفصل بیان کیا ہے کہ عین الوہیت ہے کہ جس خطاب سے خداوند تعالیٰ نے کلام مجید سبحان الذی اسریٰ بعبدہ فرمایا ہے آپکے وجود باجود میں خطرہ دوہم کے غلبہ کا کوئی اثر نہیں رہا تھا کہ جسکی وجہ سے آپکا بیداری میں دیکھنا خواب ہوجاے یا سوتے میں دیکھنا خواب ہوجاے۔ تو آپ کا دیکھنا جاگتے یا سوتے میں کسی طرح غلط نہیں ہوسکتا خواہ کسی صورت میں ہو یا بے صورتی میں صرف یہ معلوم ہونا چاہیے کہ آپ رسول اللہ ہیں اور یہ دیکھنا آپکا ویسا ہی ہے کہ جیسے کسی نے خدا کو خواب میں دیکھا خواہ کسی صورت میں ہو یا بے صورتی میں صرف معلوم ہونا چاہیے کہ ہم حق کو دیکھتے ہیں اور اسی واسطے آپنے فرمایا کہ من رانی فقد رأ الحق[۳] اور یہ نہ پوچھو کہ کس صورت میں حق کو دیکھیں اور جانیں کہ حق ہے اور کس صورت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں اور جانیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ہاں آپ کے دیکھنے میں مراتب کا فرق ضرور ہوگا کیونکہ حق یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا سالک کے جاذبہ سے نہیں ہے کیونکہ اسمیں وہ جامعیت اعتدالی نہیں ہے بلکہ حق یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سالک کو اپنے جاذبہ سے مشرف بدیدار فرماتے ہیں وہ جاذبہ بہ تناسب آئینہ دل سالک ہوتا ہے۔ پس یہ فیض محض خواب پر منحصر نہیں ہے کیونکہ یہ فیض ولایت سے ہے اور خواب باوجود آثار نبوت میں سے ایک اثر ہونے کے

---

[۱] میں سید اولاد آدم ہوں اور مجھ کو اسپر فخر نہیں ہے آخر حدیث تک ؛ [۲] فقر پر مجکو فخر ہے ۔
[۳] جس نے مجھ کو دیکھا اوس نے حق کو دیکھا ۔

فیض ولایت پر غالب نہین آتا ہے۔ اور نہ اوسکو روک سکتا ہے اور نہ اس فیض یقینی سے علمی
واشرف ہی چنانچہ حضرت عبد الکریم جیلی جو اس کتاب الکہف والرقیم کے مصنف
ہین اپنی کتاب انسان کامل مین تحریر فرماتے ہین کہ جب حضرت رسول برحق شیخ ابوبکر شبلی
کی صورت مین ظاہر ہوے تو حضرت شبلی نے اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ مین رسول اللہ
ہون شاگرد بھی صاحب کشف تھا پہچان گیا اور کہا کہ مین شہادت دیتا ہون کہ بے شک
آپ رسول اللہ ہین۔ اب آپ یہ کہین گے کہ ہم کیا طریقہ اختیار کرین جو جاگنے اور سونے
کا خواب بیداری سے مبدل ہو جاے کیونکہ مطلوب یہی ہے کہ یقین حاصل ہوا ایک خطرہ تھا
وہ سر سے دُھر سے خواب ہو گیا اب یقین حاصل کرنے کا کیا ذریعہ ہے یون تو کوئی شئے
بلا جاذبہ ایزدی کے مل نہین سکتی مگر حصول بیداری علم الیقین و عین الیقین بمحنت و مشقت
مجاہدہ و ریاضت سالک کرسکتا ہے بحکم وما اوتیتم من العلم الا قلیلا البتہ حق الیقین
بلا جاذبہ خاص الخاص حق کے حاصل نہین ہوتا ہے اور وہ اکثر اوسوقت آتا ہے جب سالک
علم الیقین سے ترقی کرکے عین الیقین مین پہونچتا ہے اب مختصراً ہر سہ اقسام یقین کی شناخت
سُن لیجیے اگرچہ یقین خود اپنے یقین ہونے کی شناخت عین وقت پر ہے۔ علم الیقین وہ ہے
کہ سالک بدلائل عقلی و نقلی کسی بات کا قائل بالوجہ ہو جاے اور اُس سے سرور و اطمینان
قلب اوسی وقت حاصل ہو بلا کسی حجت و دلیل کے۔ جیسے بیمار بیماری سے اچھا ہوتا ہے
تو اپنے اچھے ہونے کا ادراک وجدانی طور پر کرتا ہے اور عین الیقین یہ ہے کہ علم الیقین کی سب
باتین بے ہوے شئے کا اپنے نفس یا آفاق مین مشاہدہ بھی کرے خواہ جاگنے مین خواہ سونے
مین۔ اس عین الیقین مین لذت و سرور و اطمینان علم الیقین سے زیادہ ہے اور اقتدار بھی ہے
یعنی جس چیز کو جیسا حکم کرتا ہے وہ چیز ویسی ہی ہو جاتی ہے بلا سالک کی تکلیف و تکلف
کے اور ایک سے لاکھ اور لاکھ سے ایک اور جنس سے غیر جنس اور غیر جنس سے جنس محض سالک
کے حکم سے ہو جاتی ہے۔ جاگتے مین صوت سرمدی سے یہ فنا حاصل ہوتی ہے جو دماغ مین

گو مخفی ہے اور سوتے مین یہ فنا یدِ قدرت کے مس سے حاصل ہوتی ہے کہ جو صوت سرمدی
کے ساتھ دماغ کی ترتیب کرتا ہے۔ اور ایک تجلی حق ہوتی ہے کہ جو سرور و انبساط سے دل و
دماغ سالک کو مالامال رکھتے ہی مجکو حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر کی عنایت سے
یہ بات اتنی بار واقع ہوئی ہے کہ شمار نہین ہے لیکن جو وقت مین چاہون یہ جاذبہ آجائے
یہ اسوقت تک میرے اختیار مین نہین ہے کیونکہ مجھے اسکا طریقہ ابتک معلوم نہین ہوا ہے
کیونکہ اوسکا طریقہ معلوم ہوتا ہے حق الیقین کا آجاتا ہے مگر حضرت قدر قدرت حافظ شاہ
علی انور قلندر کو مین نے اپنے عین الیقین مین دیکھا ہے کہ آپ حق الیقین مین کامیاب تھے
کہ مین نے اونکو جیتا بنفس نفیس ہر ہر شئے ہو جاتے دیکھا ہے یہ بالکل ربوبیت کی شان ہے
اور اسی کو حق الیقین کہتے ہین اسمین خطرہ آنے کی ضرورت نہین ہے جیسے بیج مع اپنی
ذات کے اسماء و صفات کے ساتھ اکھوا ہو کر نکلتا ہے اور یہی تعین رسول اللہی ہی۔

فائدہ دوم : جاذبہ اسی نبوی خواب کے اتباع مین ولایت کا جاذبہ پیدا
ہوتا ہے جس کی نسبت مین اوپر بیان کر چکا ہون کہ خداوند عالم نے مجھسے فرمایا[۱] لیس الصراط الا
بالجذابۃ جاذبہ پیدا نہین ہوتا جب تک دو صفات جمالی و جلالی کا اجتماع نہو اسی لیے
من جانب اللہ اسماء جمالی و جلالی کا عروج و نزول شجر و حجر نباتات و جمادات حیوان مطلق حیوان ناطق
پر ہر عالم مین ہوتا رہتا ہے خداوند عالم اپنے رحم و عدل و حکمت سے کبھی خالی نہین رہتا ہی

گر نظر از راہ عنایت کنی — جملہ مہمات کفایت کنی

خدا کی رحمت ہی کہ اسی جاذبہ کو پیدا کرنے کے واسطے وہ انسان کو معاصی و تکالیف مین
مبتلا کرتا ہے یضل[۲] بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا اگر انسان انمین مبتلا ہو کر متنبہ ہو گیا کہ
یہ حضرت حق سے ہی تو جاذبہ اُسکے شامل حال ہو گیا اور یہی عین عشقبازی ہے۔ اسی واسطے
اکثر بزرگان دین سچے طالب کے سلوک کرانے مین اُسکے تعہدات کی رعونت دفع کرنیکے لیے

---

[۱] بلا جاذبہ کے راہ نہین ہی ۱۲ [۲] گمراہ ہوتے ہین اسی قرآن سے بہت اور ہدایت پاتے ہین اسی قرآن سے بہت ۱۲

نفل کے روزے رکھاکر عین غروب آفتاب کے قریب افطار کرا دیتے ہین اور بہت زیادہ ذطائف واوراد ونوافل مین مبتلا رہنے نہین دیتے اور محض مراسم وعادات مین اگرچہ وہ عبادات ہی کے متعلق کیون نہون پھنسا نہین رکھتے اور استقامت وتقلید جو اعلی ترین چیز سلوک مین ہے اسکا پابند نہین رہنے دیتے تاکہ اعلی ترین استقامت کا سبق توحید فی الذات مین اسکو حاصل ہو جاے کہ کسی چیز مین نہ ٹھہرے اور کسی شئے کو نہ پکڑے اور یہ نہ ٹھہرنا اور نہ پکڑنا ہی بالذات توحید ہے اور ایسی ہی حالت مین جاذبات پیدا ہوتے رہتے ہین اور رعونت نہین آتی ہے اور خودی نہین پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ توحید کی تجلی علی الدوام ہو جاتی ہی بے اختیاری اعلی چیز ہے اسی سے جاذبات پیدا ہوتے ہین اور اوسکے مقابلہ کا اختیار یعنی خودی بُری چیز ہے جس سے شرک پیدا ہوتا ہے اور درصل اختیار و بے اختیاری شیخ چلی کا منصوبہ ہے جو سوجھتا ہے کہ ہیچ کی مٹی کہان جاتی ہے ارے میان کنوئین کی مٹی کنوئین ہی مین جاتی ہے سنے سنائے اعمال واحکام برطرف قلندرانہ نداق پیشکش۔ کوئی تفرقہ معصیت و نیک عملی مین نہین ہے۔ اور اگر تفرقہ ہے تو یہ معصیت ہے افسوس ہے کہ کمتر دیکھنے والے اور کمتر سننے والے اور کمتر سمجھنے والے ہین کس کے سامنے روے ہے کس کے سامنے گائیے ہر عمل اور ہر شئے مین بلکہ ہر ذرہ مین حقیقت کی جلوہ نمائی ہے۔ عشق کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ہر ذرہ کو تفصیل مین لاکر اوس سے لذت تفصیلی اوٹھائے۔ توحید کا جاذبہ یہ ہے کہ سب کو نیست ونابود کر کے ان اللہ غنی عن العالمین سے ست وسرشار ہو کر تفرقہ مین خود درخود مادام عشقبازی کرتا رہے یعنی کبھی تفرقہ عین توحید ہو جائے اور کبھی توحید عین تفرقہ۔ تفرقہ مین حق نے سالک کے واسطے اپنے اسمار وصفات کو رقیب بنا رکھا ہے کہ گویا خود اون کے پہلو مین ہے اور سالک جستجو مین حیران وپریشان ہے معشوق حقیقی کو رقیبون سے فرصت نہین سالک کو تاب نہین۔ اسی جھگڑے مین نہ اطمینان ہوتا ہے اور نہ امید لقا بندھتی ہے ورنہ حق ہر ہر شئے مین ہر وقت عیان ہے اگر معصیت یا طاعت سے

سالک گذر جاے تو اسی میں جگ جگ موتی پروئے ہیں اور بے استقامتی میں استقامت اختیار کرے تو ع ٹھور ٹھور درشن کا ظم

ع مورے سئیاں تو جگ اوجیارے

رقابت کے جھگڑے برطرف ۔ تمنا ہے کہ جملہ اسماء حق یعنی رقیب سالک کے دل بر شتہ کے ایک گوشہ مین رہ کر آرام پائیں اور اس طرح سے لقاے حق سے سالک نفس مطمئنہ حاصل کرے ۔ اور اس مقدمہ سے آزادانہ سبق لیکر سلوک میں قدم رکھے تاکہ معلوم ہو جاے کہ خدا کی راہ کیسی مشکل تھی اور واقعی کیسی آسان ہے کوئی دقیقہ حقایق و معارف کا اصولی اس میں فروگذاشت نہیں ہوا ہے تفصیل کی تو کوئی حد و انتہا نہیں ہے ؎

ذوقے ست ہمدمی بفغاں بگذرم زرشکب   خارِ رہست بپاے عزیزاں خلیدہ باد

شرط یہ ہے کہ ایک ایک فقرہ اس مقدمہ کا بغور ملاحظہ فرمائیے ۔ اگرچہ یہ حقائق و معارف حق الیقین سے نہیں لکھے گئے ہیں بلکہ عین الیقین و علم الیقین سے ہیں مگر بمنزلہ حق الیقین کے ہین ۔ امید ہے کہ اسکے معائنہ کرنے والے کو چشم بصر و بصیرت دونوں عطا ہوں گی ۔ کیونکہ خراباتی کا کوئی قول بلا بصیرت و بصر کی دید کے نہیں ہوتا ہے ورنہ خداوند تعالی حدیث قدسی میں کبھی نہ فرماتا کہ ان[۱۵] فی جسد ادم لمضغة وفی المضغة قلب وفی القلب فواد وفی الفواد روح وفی الروح سر وفی السر خفی وفی الخفی اخفی وفی الاخفی انا ۔ خدا کا مشاہدہ مرنیکے بعد منحصر نہین ہے اور زندگی مین محض بصیرت کی دید پر موقوف نہین ہے بلکہ انھیں آنکھوں اور کانوں اور منھ اور ہاتھوں پیروں سے انسان کامل دیکھتا سنتا چکھتا چھوتا چلتا پھرتا ہے اور یہ مجازی نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے ۔ ہمارا ضعف ایمان ہے کہ ہم ہر مسئلہ کو کتابوں سے اور دلائل سے اور تقلید سے ثابت کر کے اور شک میں پڑکر

---

[۱۵] بتحقیق انسان کے جسم مین ایک پارہ گوشت ہے اور اُس پارہ گوشت مین دل ہے اور دل مین فواد ہے اور فواد مین روح ہے اور روح مین سر ہے اور سر مین خفی ہے اور خفی مین اخفی اور اخفی مین انا و حقیقی ہے ۱۲

دفتر کے دفتر سیاہ کرتے ہین اور پھر کوئی نتیجہ نہین نکلتا ہے ہم کو چاہیے کہ اللہ کو حاضر و
و ناظر جان کر جس بات مین شک ہو اوس سے بالحاح پوچھ لین وہ ضرور جواب دیتا ہے
اور اسکا جواب دینا ہی یقین کامل پیدا کرتا ہے اور اگر ہم یہ نہین کرتے تو گویا ہم اپنے عقیدہ
مین حق تعالی کو حاضر و ناظر نہین جانتے اور اگر آپ حق تعالی کو مستغنی جانتے ہین۔ حالانکہ
اوسکو عین استغنا مین آپ کی لقار کا شوق ہے) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو ہمیشہ
اُمتی اُمتی فرماتے ہے وہ موجود ہین اُن سے پوچھ لیجیے وہ ضرور بتائین گے اور اگر آپ کو اُنسے
بھی اُنس و محبت نہین ہے اور محض تقلیدی و نفسانی خیال سے آپ اون کے نام پر آنسو
بہاتے ہین تو پیر و مرشد سے پوچھیے وہ آپ کو دھوکہ نہین دینگے بمعاہدہ کی حالت مین
بدمعاش بدمعاش پر جان دیدیتا ہے دھوکہ دینا کیسا۔ اگر آپ سے یہ بھی نہین ہو سکتا ہے تو
خدا نے آپکو روح انسانی روح حیوانی چشم بصیرت عقل جزوی و عقل کلی و نفس کلی و شکل کل
و جسم کل حس مشترک خیال حافظہ واہمہ سامعہ باصرہ شامہ ذائقہ لامسہ ان سب کا جامع بنایا
ہے کیا یہ حکمت بیکار ہے آپ اپنے آپ مین کیون تفکر نہین کرتے ہین آپکا نفس تمامی اشیا عالم
سے بنا ہوا سب بجھانے بجھانے کو تیار ہے اور اوس کے ساتھ عالم کی تصویر بھی بناکر کھڑی
کردی گئی ہے کہ اگر بسبب اپنی اجمالی حالت کے آپ کو ادراک کرنے مین کچھ وقت ہو تو تفصیلی
حالت عالم مین آپ اسکو بذریعہ عقل و فلسفہ و صنعت وغیرہ سمجھ بوجھ کر عمل کرین عالم الغیب
نے ہر چیز کی شناخت کا ایک نمونہ تخلیق انسانی مین رکھدیا ہے تفکر کرنے سے ضرور سمجھ
مین آئے گا۔ آپ صرف اسقدر پر قانع مت رہیے کہ فلان شخص نے اچھا لکھا ہے یا بُرا
لکھا ہے اور فلان شخص کیا کہے گا اور فلان شخص کیونکر لکھ سکتا ہے بلکہ آپ اپنا احتساب
کیجیے اور دیکھیے کہ آپ مین واقعی یہ باتین موجود ہین یا نہین اگر موجود ہین تو آپ اس
نفسانیت ہی سے فائدہ اُٹھایے اور اگر آپ دیکھتے ہین کہ آپ کو زمانہ دراز کے بے شمار
تعبدات سے کوئی فائدہ ہوا ہے یعنی کوئی تجلی حق یا کوئی جاذبہ حق یا کوئی معراج ہوئی ہے

تو وہی اختیار کیجیے ورنہ کیون عمر ضایع کیجیے۔ اور محض اس خیال مین اپنا بیش قیمت وقت نہ صرف کیجیے کہ یہ نہ کرو کوئی اچھا کہیگا یا برا اور وہ کرو کوئی برا کہے گا یا اچھا۔ غور تو کیجیے کہ ساری عمر اسی مین صرف ہوگئی ہے یا نہیں یہ وجدانی معاملات ہین ہم کو تو حضرت شاہ تراب علی صاحب کے یہ اشعار لاجواب معلوم ہوتے ہین ؎

حقیقت سے گر بیخبر ہون تو کیا ہون ۔۔۔ ملک ہون تو کیا ہون بشر ہون تو کیا ہون
جہان مین نہ دیکھون اگر حق کا جلوہ ۔۔۔ تو بالفرض اہل نظر ہون تو کیا ہون
نہین جسکو فرصت رقیبون سے اکدم ۔۔۔ مین اوس سے کبھی ہم سفر ہون تو کیا ہون
جو خود مستعد ہے مری رہبری پر ۔۔۔ بھلا اوسکا مین راہبر ہون تو کیا ہون

تراب اوسکی الفت نے کھو دی مشیخت
جو یارِ برہمن پسر ہون تو کیا ہون

پس معلوم ہوگیا کہ معصیت و تکلیف کو بھی خدا نے بیکار نہین بنایا ہے اور اگر معصیت کا ظہور نہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام مشرف بخطاب وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا نہوتے یعنی ہبوط ناسوت مین بغرض جامعیت اسمار نہوتا۔ اور وہ معرفت اسمار حق مین ناتمام رہتے اب رہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اون کی نسبت نہ کہیے اون کا تعین جامع اعتدالی ہے عالم مین جہان جو اچھائی اور برائی ہو رہی ہے یہ سب بہ نفس نفیس وہی کر رہے ہین اور خود محض پاک و صاف و طیب ہین اور برائے نہونے سے اون کی جامعیت مین فرق نہین آتا ہے مگر جناب اکی نماز عصر وہان بھی فوت ہوگئی تھی اور صفائی بیان کے باعث ایک واقعہ سورہ عبس کا بھی ہے اسیواسطے کلام مجید مین سچے خدا کا قطعی وعدہ ہے کہ قُل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ؎

بت پرستی سے نہ طینت مری زنہار پھری ۔۔۔ سبحہ سو بار خریدی گئی سو بار پھری

ملہ کہدو کہ اے میرے بندو جنھون نے اپنے نفوس پر زیادتی کی ہے خدا کی رحمت سے بے آس نہو اللہ کل گناہ معاف کردیگا وہ غفور و رحیم ہے۔

فائدہ سوم : مشاہدہ مجھے بتاریخ ۲۲ شوال ۱۳۳۰ھ جبکہ مین مظفر نگر مین ڈپٹی کلکٹر
تھا اور مرض ذیابیطس مین مبتلا تھا صبح کے وقت بیداری مین مرض ذیابیطس کا مشاہدہ ہوا
مین سچ کہتا ہون اور صاف صاف کہتا ہون چاہے اس مرض سے جانبر ہون یا نہون کیونکہ
مرنا جینا ایک چیز ہے جس اظہار سے توقع ہو کہ ایک متنفس بھی فائدہ اُٹھائیگا مین اوسکے
ظاہر کرنے پر آمادہ ہون مین نے دیکھا کہ ذیابیطس کا مرض صندلی رنگ کے بڑے کتّے کا سا
جسم ٹیڑی دم کسیقدر بندر اور کسیقدر بکری سے مشابہت بڑے بڑے کان میرے سامنے آیا
مین سمجھا کہ یہ ذیابیطس ہی ہے تو مین نے چاہا کہ اُسکو مار ڈالون پھر مین نے کہا کہ یہ مہمان
ہے اسکی مہمان نوازی کرنی چاہیے اسکے بعد پھر مجھے یاد آیا کہ مولانا حافظ مولوی محمد
علی حیدر صاحب نے مجھسے فرمایا تھا کہ تم اپنی صحت کی بابت کوشش و ہمت نہین کرتے ہو
یہ نہونا چاہیے اور مجھسے وعدہ لے لیا تھا کہ مین حتی الامکان صرف ہمت کرونگا۔ اُن کا
ارشاد میرے سر آنکھون پر تھا۔ پس مین نے بے رحمانہ اُسکو مار نہین ڈالا بلکہ اوسکو بہت اونچے
پر لے گیا وہ نازک ہوتا چلا گیا اور پھر مجھکو ٹھیک پتہ نہ لگا کہ وہ کیا ہوا۔ یہ واقعہ مین نے
اسواسطے نہین بیان کیا ہے کہ کوئی شخص اس سے قصہ اور کہانی کا فائدہ اُٹھائے بلکہ
اسی بیان مین اس واقعہ سے ایک نادر بحث مین بیان کرونگا جو مجھکو مکشوف ہوئی ہے تاکہ
اس کتاب کا پڑھنے والا خواب کے اسرار نبوی اور اولیاءاللہ کے مشاہدہ بیداری اور عین الیقین
اور حق الیقین پر مطلع ہو کر اپنے سیر و سلوک مین شناخت کر سکے کہ ہم کیا دیکھتے ہین اور کیا
اسکا فائدہ ہے اور اپنے خوابون کو معلوم کر سکے کہ خواب نبوی کون ہے اور کون خواب فیض
ولایت سے ہے بتاویل و تعبیر اور کون خواب شیطانی ہے اور کیون حضرات مشائخ نے پاس
انفاس اور ذکر نفی و اثبات تعلیم سالک کے لیے وضع فرمائے ہین اور جو ترکیب پاس انفاس
اور نفی و اثبات کی حضرات مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رکھی ہے اسمین کیا حکمت ہے
اور کیونکر عین الیقین سے حق الیقین حاصل ہوتا ہے اور اُسکے بیان کرنے مین صرف پاس انفاس

اور ذکر نفی واثبات کی نسبت بیان کرونگا اور جو ہزاروں اشغال واذکار وضع فرمائے گئے ہین
وہ سب نہ مجکو پورے طور پر معلوم ہین اور نہ مین اونکا ذکر کرونگا چونکہ مین نے اس کتاب مین
اذکار واشغال کا ذکر نہین کیا ہے لہذا تبرکا وتیمنا ان دو طریقون کا ذکر مناسب سمجھتا ہون - یہ
سمجھ لینا چاہیے کہ ہر شخص بسبب عکوس متبائنہ کے حقیقت الحقایق سے اُلٹا سیدھا منعکس
ہوتا ناسوت تک چلا آتا ہے - اکثر پہلے اولٹا منعکس ہوتا ہے پھر وہ الٹا جب اُلٹا منعکس ہوتا ہے
تو سیدھا ہوجاتا ہی چنانچہ داہنے جانب سے قوس نزولی کے عالم مثال سے جہان عوالم در
عوالم ہوتا ہوا سیدھا منعکس ہوا تھا عالم ناسوت مین اوس سیدھے کا اُلٹا منعکس ہوکر آتا ہی
چنانچہ آپ دیکھتے ہین کہ بچہ شکم مادر سے اُلٹا پیدا ہوتا ہے پھر قوس عروجی مین جو سیر الی اللہ
ہے سیدھا ہوکر چڑھتا اور سیر کرتا ہے اسیواسطے عالم ناسوت مین ہر شخص جو اسفل
السافلین مین کہا جاتا ہے وہ اسوجہ سے کہ اوسکے کل صفات اُلٹے ہوجاتے ہین اور عارف
اسواسطے سچا کہا جاتا ہے کہ انسان عارف اُسوقت کہا جاتا ہے کہ جب اوسکے کل اولٹے
صفات سیدھے ہوجائین پس انکو سیدھا کرنے کی ترکیب صفاتیہ یہ ہے کہ وہ کھڑا ہوکر یا بیٹھکر
یا سیدھا لیٹ کر بیداری مین بھی اور حتی الامکان خواب مین بھی پاس انفاس کرے یعنی جو
سانس نیچے کی ہے اور جو باہر سے نکلتی ہے اوسکو اللہ کے خیال سے بلا زبان سے کہے ہوے
ناف سے مخ دماغ تک چڑھتا ہوا خیال کرے اور اس خیال کرنے مین سانس آپ ہی آپ
اللہ کی معیت کے ساتھ بائین سے جوانب کے رونگٹے رونگٹے مین ہوتی ہوئی مخ دماغ تک
پہونچے گی اور اسطرح پر سالک ہر آن اپنی سانس سے ایک قوس عروجی بنائے گا جو گریون کی
قوسون کے بائین جانب ہوکر تمام جسم مین ساری وطاری ہوگی اور سالک کی دو چشمی دید کی
ہستی اللہ کے ساتھ ساتھ ہم چشم ہوکر مخ دماغ سے پھر نزول کرے گی اور معیت حق سیر نزولی مین
اوس ہستی کو اپنے رنگ مین رنگ کر داہنی جانب گریون کی قوسون کی ہوکر ناسوت تک
پہونچ جائے گی - اب یہ اللہ ھو ہوا اسی کو پاس انفاس کہتے ہین اور یہ ہر انسان کے ساتھ ہے

جب تک وہ زندہ ہے چاہے اسکو سمجھے یا نہ سمجھے اگر سمجھے گا تو فائدہ اٹھائیگا اور نہ سمجھے گا تو
فائدہ نہین اٹھائے گا مگر ہے یہی۔ اگر سوچے گا تو سالک اس آمد و رفت مین عروج مین مثل
ماہتاب کے اپنے آپ کو دیکھے گا اور نزول مین مثل آفتاب کے اور ایسی لذت پائیگا کہ پھر اسکے
بند ہو جانے پر جسکو قبض کہتے ہین وہ بہت سخت پریشان ہو گا۔ اور دوسرا طریقہ نفی اثبات
کا ہے کہ جسطرح پر سالک اپنے نفس مین پاس انفاس کے ذریعہ سے ماہتاب سے مثل آفتاب
کے ہو گیا ہے اوسی طرح یہ ماہتاب و آفتاب انفسی سالک آفاقی آفتاب و ماہتاب ہو جاے کہ بسبب
جامعیت کے جو سالک کا بدن اور گوشت و پوست ہے اور جو آفاق کے مادے بنا ہے
اوسکا ماہتاب و آفتاب بسبب مجاہدہ افعالی کے ناسوتی دائرہ عروجی سے بائین جانب چڑھکر
داہنی جانب دائرہ روحی مین ہوتا ہوا پھر بائین جانب رجوع کرتا ہوا مخ دماغ تک پہونچے
اور وہان سے مثل آفتاب کے معیت حق دائرہ روح مین آکر دائرہ ستر جو سینہ مین ہے اوسمین
ہو کر قلب مین آوے اور قلب کو ضربون سے الٹ پلٹ کر مثل آفتاب کے بناوے۔ اس خیال کی
ضرورت کے علاوہ زبان سے ضرب لگانا چاہیے تاکہ آفاق کے نقرئی ڈھیلی یا تیز ضربون
سے کوٹ کوٹ کر دل کو ایک چاندی کا ورق بنادین اور نفس و آفاق کو ایک کردین اور سالک کو
علاوہ انفسی مشاہدہ اجمالی کے آفاق کا مشاہدہ تفصیلی بھی ایک ساتھ ہوتا رہے اور اللہ حیٌّ
اور اللہ علیمٌ سے فائدہ اٹھاے اور قدرت حاصل کرنے کے لیے اَللّٰہُ قَدِیْرٌ کی طلب و تلاش
مین ہے۔ قدرت انفس و آفاق کی دید پر منحصر ہے آپ انفس کو دیکھنے کیلیے پاس انفاس سے آفتاب بنا چکے ہین او
ویسے ہی آفاق کو دیکھنے کیلیے نفی و اثبات سے آفتاب بنا چکے ہین فرق ان دونون مین صرف
اسقدر ہے کہ انفس کا آفتاب بذاتہ اپنے جسم مین ایک حد تک قادر معلوم ہوتا ہے اور آفاق کا آفتاب بذاتہ قادر
نہین معلوم ہوتا بلکہ کسی مدرک کی صفت قادریت کیوجہ سے آفتاب معلوم ہوتا ہے اگر آفتاب انفسی کو آفتاب آفاقی
سے کوئی مدد نہ ملے تو بھی اسکا کچھ ہرج نہین ہے کیونکہ وہ فی نفسہ تابان ہے اور آفتاب آفاقی کا محتاج نہین
ہے وہ بہرصورت اپنی کشتی ساحل نجات پر پہونچا لیگا لیکن یہ کسر ہے کہ اسیطرح سے وہ کسی دوسرے کی

کشتی ساحل نجات پر نہین پہونچا سکے گا اور آفتاب آفاقی اپنی کشتی بھی ساحل نجات پر
نہین پہونچا سکتا ہے کیونکہ وہ بنفسہ نفس بذاتہ کا محتاج ہے۔ مگر نفس مے بسبب اسفل السافلین
مین ہونے کی طبیعت کے اپنے آپ کو ایسا آفاق مین فنا کر رکھا ہے کہ اوسکو اپنے مرتبہ نفسی
مین پہونچنا دشوار ہوگیا ہے۔ یہ ایک وجدانی بات ہے کہ نفس مین خطرات وخیالات کبھی
بلا شمول آفاق کے بذاتہ آتے ہین اور کبھی بشمول آفاق۔ پس جاگتے مین آپ ذرا سا تعقل و
تفکر کرین تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ یہ خطرہ نفسی ہے اور یہ بشمول آفاق۔ اور یہ بھی خواب ہی
کیونکہ انھین خطرات سے یہ سب اشیاء آفاقی آپ دیکھتے ہین اور سوتے مین یا بیداری کی حالت
مین جب آنکھ بند کر کے سیر کرتے ہین تو مختلف اور غیر محدود اشیاء کا معائنہ آپ کو دو طرح پر
ہوتا ہے اُلٹا اور سیدھا۔ اُلٹا محض اسکو نہین کہتے ہین کہ سر نیچے ہو اور پیر اوپر بلکہ اُولٹا یہ
ہے کہ اپنے داہنے جانب کے مقابل مین جو شے آپ دیکھین اوسکا بایان ہو اور بائین کے
مقابل مین داہنا۔ یہ مشاہدہ آفاقی ہے اور یہ فی نفسہ اپنے ظہور صورت مین آپ کا یعنی نفس کا
محتاج ہے اور ایک مشاہدہ آپ کو اپنے آپ مین ہوتا ہے جس سے آپ سمجھتے ہین کہ سراسیدھا
یہ ہے اور میرا اُلٹا یہ ہے اور یہ اُلٹا سیدھا آپ کا بذاتہ ہے اور آفاق کا محتاج نہین ہی آپ کو
اس عکس مین جب مشاہدہ ہوگا تو صمدیت وقدرت کا مرتبہ حاصل ہے کہ جو حرکت آپ کرین
آپکے سامنے کے مشاہدہ آفتاب آفاقی مین وہی حرکت پیدا ہوجائے گی اب آپ
خواب مین یا سیر مین یا مشاہدہ مین جو کوئی شکل دیکھین اگر اوس شکل کے داہنی جانب سے
آپ فیض آتے ہوئے دیکھین تو وہ فیض نبوی ہے اور وہ تعبیر کا محتاج نہین ہے اور جو
اوس شکل کے سینہ سے فیض آتے ہوے دیکھین تو وہ بھی فیض نبوی ہے مگر تعبیر کا محتاج
ہے اور اگر اوس شکل کے بائین جانب سے فیض آتے دیکھین تو وہ فیض نبوی کی بشارت
ہے اور اس مین آپ کو کوئی قدرت حاصل نہین ہوگی زمین نفسی بسبب فیض صمدیت کے
قائم بالذات ہے اوسکو گردش نہین ہے بلکہ وہ کل عوالم آفاقی اسکے دوائر کام کر رہے ہے

مرکز نفس نفسی پر کل عوالم گردش کرتے ہین ؎

رات دن گردش مین ہین سات آسمان ۔۔۔ ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا

پس سیر و سلوک و خواب و بیداری مین جو شئے آپ سامنے سے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھین اوسپر اگر آپ سمجھ کر غالب ہوئے ہین تو وہ فیض آپ کو پیر و مرشد سے پہونچا ہے اور جس سے آپ مغلوب ہوگئے ہین ہنوز وہ شئے من جانب اللہ یا من جانب الرسول یا من جانب المرشد مسخر نہین کی گئی ہے اور آپ کو اوس حالت مین خود ہی معلوم ہوجائیگا کہ ہم دب گئے اور دوسرا مشاہدہ آپ کو بیداری و خواب دن اور رات مین چلتے پھرتے یون ہوتا ہی کہ آپ سامنے سے چیزون کو آتے نہین دیکھتے بلکہ اپنے مین سے نکلتے دیکھتے ہین یعنی آپ کے سامنے جو اشیا آفاق کی آتی ہین اونکا لحاظ آپ نہین کرتے اور اپنے نفس کے جو خیالات ہین اُن پر آپ کو غور ہوتا ہے ۔ یہ مشاہدہ آپ کا ذاتی ہے مگر یہ بھی ایک حد تک قلیل ہے ۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۔ البتہ یہ اول سے زاید یقین کے قابل ہے مین نے اسی مشاہدہ مین حضرت قدر قدرت کو عالم صورت پر ایک بہت بڑا شخص مجسم دیکھا اور اوس مین مین نے اپنے آپ کو علحدہ اوس شخص کی طرف تفکر بالتوحید کرتے ہوئے پایا ۔ اس طرح کہ مجھ مین صمدیت کا فیض اوس آفاقی صورت سے اِس طرح پر آرہا ہے کہ مین مرکز ہون اور وہ آفاقی صورت اپنے بائین جانب سے گھوم کر میرے داہنے جانب محیط ہوگئی ۔ اور اوس آفاقی صورت کی کل اشیاء میرے گرد گھوم کر میری محیط ہوئین اور وہ محیط آفاقی گھوم کر مجھ مین پس پشت سے سماتا ہوا معلوم ہوا سامنے سے وہ آفاقی صورت غائب ہوگئی جسکا نتیجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفس و آفاق ایک ہوکر اب جو اشکال اچھے یا برے میرے سامنے آئینگے وہ مجھ سے نکلتے معلوم ہونگے اور غالبًا کسی شئے کا مشاہدہ غلط نہوگا اور یہ حق الیقین کی صورت ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ جو مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ " کیا تم کو شک ہی کہ تمھین یقین نہوگا " میرا وہ شک آنحضرتؐ کے ارشاد کے صدقہ مین

رفع ہو جائے گا۔ مگر ہنوز مین اوسپر حادی نہین ہوا ہون۔ پس جو شخص کہ خواب و بیداری
مین اشیار کو اپنے آپ سے نکلتا ہوا دیکھے اور خود مقام صمدیت مین متمکن ہو اوس وقت
اوسکو یہ اقتدار ہوتا ہے کہ جس شے کو جیسا حکم کرے ویسی ہی وہ شئے ہو جائے۔ اور یہ فیض خدا
کی اوس عنایت سے ہی کہ جو اللہ قدیر سے حاصل ہوتی ہی اور قدرت خدا کا ظہور مشیت سے ہوتا ہی اور اس سے ارادہ
مرتب ہوتا ہے۔ ارادہ دو طرح پر ہے ایک خیالی اور ایک حقیقی خیالی انسان کی خواہشات سے
پیدا ہوتا ہے جو سلوک مین واجب الترک ہے۔ اور اسمین شئیت اسقدر ہی کہ حقیقت الحقائق
سے خیال کرنے کی قدرت ہوتی ہے اوسکے موافق قوی سے فعل مین آنا اوس ارادہ
کا لازمی نہین ہے اور اسمین محسوسات کے تاثیر و تاثر کو بہت دخل ہے جسمین وہم غیریت
کا شائبہ ہے اور ارادہ حقیقی کلی بالتوجہ ہے جس کے موافق قوی سے فعل مین آنا لازمی
ہوتا ہے اور یہ ارادہ حقیقی بھی دو طرح پر ہے ایک روحی اور ایک تعقلی تعقلی مین شبہ رہتا ہی
کہ اوسکا وقوع ہو یا نہو اور روحی بلاشبہہ ہے اوسکا ظہور خواہ مخواہ ہوتا ہے اتقوا فراسۃ
المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ اور مطلوب یہی ارادہ کلی ہے جس سے تخلیق عالم ہے اور
اسکو عالم امر بھی کہتے ہین انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون اور
اس ارادہ کے لحاظ سے اسم اللہ مرید کا صادق آتا ہے اور بعد اسم مرید کے تین اسمار حق منجملہ اسمأ
سبعہ کے بیک دفعہ بلا مادہ و بلا مدت بے حرف و بے صوت و بے سمع و بے بصر ظہور پذیر
ہوتے ہین یعنی اللہ سمیع اور اللہ بصیر اور اللہ کلیم۔ اللہ کلیم کا ظہور حکم حق یعنی ارادہ حق سے
ہو جاتا ہے اور جس شئے کو حکم ہوتا ہے اوسکی صورت سامنے آجاتی ہے یہ اللہ بصیر ہوا
اور وہ صورت حکم حق کو سنکر اوس حکم رب کی تعمیل بمعیت حق کرتی ہے یہ اللہ سمیع ہوا اور
خود صورت مربوب ہوتی ہے اور معیت حق اوس کی رب اور یہ تینون اسمار ایک ساتھ بیک دفعہ
اپنا اپنا ظہور سماعت و بصارت و کلام سالک مین کرتے ہین اور اپنا اپنا ٹھکانا ڈھونڈھ لیتے ہین
سماعت کان کو لے لیتی ہے اور بصارت آنکھ کو اور کلام زبان کو لے لیتا ہے اور فی الواقع

سماعت وبصارت وکلام کوئی علٰحدہ چیز نہین ہے جس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے
مایکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم کیون کہ
معیت حق نے جسکو عینیت ہے اپنے حی ہی جی مین سنا بھی اور دیکھا بھی اور کلام بھی کیا
لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کے یہ معنی ہین۔ بی یسمع وبی یبصر وبی
یبطش وبی یمشی کا یہ مطلب ہے اور ان سب اسمار کا ظہور اسی اتحاد حقیقی سے ہوتا ہے جو
بے حلول واتحاد ہے وھو معکم اینما کنتم اس عرفان کی جان ہے وفی انفسکم افلا
تبصرون اسکی جان جان ہے اور یہ بات حاصل نہین ہوتی جب تک مشغولی ومراقبہ بالتفکر
وبالتذکر نہ کیا جاے تفکر وتذکر مین یہ فرق ہے کہ تفکر مین آفاق وانفس کی نشانیون پر غور
کرکے اور سب اسماء وصفات کو ایک کرکے تعقل کے ساتھ قائل بالتوحید ہو اور تذکر کی یہ
تعریف ہی کہ سالک اپنے مبدار کو جہان سے آیا ہے اور جسکی وجہ سے موجود ہے اور جہان بعد
موت اختیاری کے جائے گا اس مبدار کو مثل کسی بھولی چیز کے بلا خیال وتفکر کے حرز زد
ہوکر یاد کرے اور وہ یاد کرلینا بجز ذات حق کے اور کچھ نہین ہے اور سالک کی ذات کوئی
دوسری چیز نہین ہے یہی معنی فاذکرونی اذکرکم کے ہین اپنی ذات اور ذوات اشیار کو
علٰحدہ اور غیر حق جاننا غلطی ہے اور اپنی ذات اور ذوات اشیار کو عین حق جاننا یہی
صراط مستقیم ہے غیر حق جاننا وہم ہے اور عین حق جاننا حق الیقین ہے اور اسی کو مصطلحات
صوفیہ مین کافری کہتے ہین۔ کافری دو طرح پر ہے۔ ایک سالک اپنے افعال وصفات کو
آئینہ حق مین دیکھے اسمین آئینہ مختفی ہے یعنی سالک ذات حق کا چھپانے والا ہی یہ اسم اول
اور اسم باطن کا ظہور ہے دوسرے حق کو اپنے صفات وافعال واسمار مین سالک بلا کسی
زائد وجود بالغیر کے ملاحظہ کرے تو بھی بجز سالک کے نہین ہے حق نہ بیرون ہی نہ درون ہی

---

[۱] نہین ہی کوئی مجمع تین کا مگر وہ ان کا چوتھا ہے اور نہ پانچ کا مگر وہ ان کا چھٹا ہے ۱۲ [۲] نہین ادراک کرتی ہین اوس کو بصارتین اور وہ بصارتون کا ادراک کرتا ہے ۱۲ [۳] وہ بندہ مجھ ہی سے سنتا ہی اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ ہی سے چھوتا ہے اور مجھ سے چلتا پھرتا ہے ۱۲

یہ اسم ظاہر اور اسم آخر کا ظہور ہے جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سالک عین اپنی آخریت میں اول ہوتا ہے اور عین اپنی اولیت میں آخر اور عین اپنے بطون میں ظاہر ہوتا ہے اور عین اپنے ظہور میں باطن اور اِن چاروں اسماء میں مجموعی فنا ہونے سے ایک حیرت پیدا ہوتی ہے جس کے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے دعا فرمائی ہے اللّٰھُمَّ زِدنی تحیّرًا اور یہی تحیّر حیرت محمودہ ہے جس کا اور چھور نہیں ہے ؎

منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا　　حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا

اور جس طرح سے آئینہ فوراً افعال رائے کو بتشکل اُسی حیثیت سے قبول کر لیتا ہے اُسی طرح آئینہ قلب سالک کو حیرت زدگی میں عوالم و اشیاء عوالم مشہود ہو جاتے ہیں اگر انفس میں مشہود ہوئے تو یہ شہود فی الانفس ہے اور اگر آفاق میں مشہود ہوئے تو کشود و کشف فی الآفاق ہے اور جس وجہ سے کہ انفس و آفاق میں یہ معائنہ و کشف ہوا وہ حیرت ہے اور اسی وجہ سے آئینہ کو حیرت زدہ کہتے ہیں اور یہی حیرت دیدہ ہے ؎

بنگاہِ کاظم رہنما بہ طفیل باسطِ مقتدا
ہے وہی شہود تجلّیات کا کہ قلندروں کی جو دید ہے

السید عبدالکریم الجیلی

بسمِ اللہ الرحمٰن الرحیم
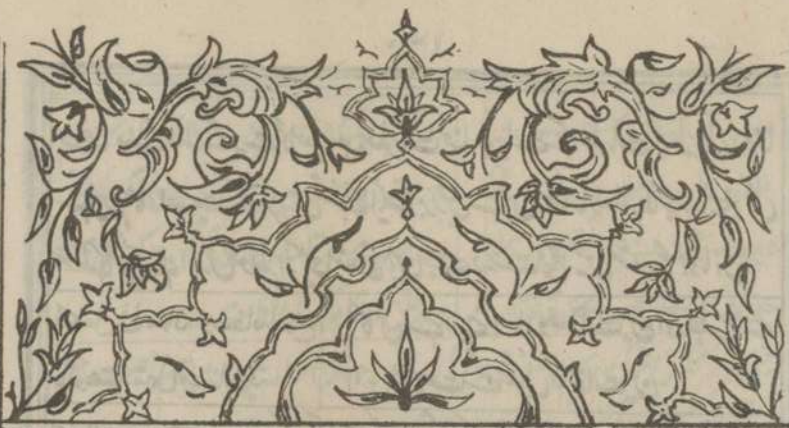
الحمد للہ الکامن فی کنہ ذاتہ الکائن فی عماء غیاباتہ	حمد اللہ کیلئے ہے کہ جو مخفی ہے اپنی کنہ ذات میں اور ثابت ہے اپنے عماء غیابات میں۔

عماء کے لغوی معنی ابر باریک کے ہیں اور حضرات صوفیہ کی اصطلاح میں اللہ کے نفس کا نفس ہے۔ جسکو قلم وعقلِ کل ونفسِ کل کہتے ہیں جسمیں وہ موجود تھا قبل تخلیق عالم کے (جیسے خواب میں ہر شخص اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور اسکو کوئی نہیں دیکھتا اور وہ دیکھنا اسکی صُورت کا ہونا نہیں کہا جاتا ہے) اور اسی طرح پر اب موجُود ہے بعد تخلیق عالم بصُورت آدم ان اللہ خلق اٰدم علی صورتہ۔ اور غیابات جمع ہے غیابت کی، غیابت کے لغوی معنی یہ ہیں کہ جو کسی چیز کو چُھپاوے اور غائب ہو۔ پس عماء چھپانے والا ہے ذاتِ حق کو اور ثابت کرنے والا ہے حق کو جس طرح پتھر چُھپانے والا ہے آگ کو اور عین اسی پوشیدگی میں ظاہر کرنے والا ہے آگ کو یعنی حق اپنی کنہ ذات کو عین پوشیدگی میں بحیثیت عماء کے پانے والا ہے پس ظاہر ہوا کہ عماء اسماء وصفات حق کا نام ہے جس سے کل تشبیہات کا ظہور ہوا اور یہی کنز مخفی ہے کہ جسمیں حق تعالیٰ قبل تخلیق عالم کے تھا اور اب بعد تخلیق عالم کے ہے اور ہمیشہ

بعد فنا ہونے عالم کے رہے گا جیسا بعد معلومات فنا ہو جانے کے معلومات کا علم باقی رہتا ہے پس عما احدیت کے تنزیہ مین تشبہ کا ایک ابر رقیق ہے جس سے سارا عالم ظاہر ہوا یعنی کل عوالم کا بیج ہے اور کل عوالم اوسمین مندمج ہین جیسے درخت بیج مین مندرج ہوتا ہی۔

الکامل فی اسمائہ وصفاتہ الجامع بالوہیتہ شمل مضاداتہ	کامل ہے اپنے اسماء وصفات مین اور جامع ہے اپنی الوہیت سے شمول مخالفات مین

یعنی الوہیت مقام وحدت کو کہتے ہین کہ جس کا ایک طور تنزیہی احدیت ہے جہان اسم ورسم معدوم ہے اور دوسرا طور تشبیہی واحدیت ہے یعنی اعیان ثابت کل اسماء وصفات متضادہ کے نفس مین ظاہر ہین جن کے پرتو سے آفاق فی الخارج ظاہر ہوا ہی اور چونکہ اسماء وصفات مختتم نہین ہین اس لیے اسی طرح پر ظاہر ہوتا چلا جائے گا اور اس وحدت کے کل مجموعہ کا نام مع توحید ایجادی آفاقی فی الخارج کے الوہیت ہے جو شمول اپنی مخالفات کے جامع ہے۔

الاحد فی سماتہ۔ الواحد فی تعدداتہ	احد ہے اپنے سمات مین اور واحد ہے اپنے تعددات مین۔

سمات کے لغوی معنی بکسر اول جمع سمت جوانب اور بفتح اول جمع سمت نشانیان ہین

المحیطۃ اوصافہ فی سیفاتہ	احاطہ کرنیوالا ہے اپنے تمام اوصاف کا اپنے درجہ کمالین
الازلی فی ابدا اخریاتہ	ازلی ہے اپنے ابد آخریات مین۔ اور
الابدی فی ازلہ ولیاتہ۔	ابدی ہے اپنے ازل اولیات مین۔

یعنی الآن کما کان ہے اس کے ابداعی ارادہ سے ازل شروع ہوتا ہے اور اس ارادہ کے ختم ہونے پر ابد کہا جاتا ہے یہ دونون ایک اعتباری نام ہین جو اول ہے وہی آخر ہے اور جو آخر ہے وہی اول ہے۔

الظاہر فی کل صورۃ ومعنی بصورۃ	ظاہر ہے تمام صورتون اور معنون مین مع اپنی صورتون

وایاتہ الباین عن کل محسوس و معقول وموہوم ومعقول بیناً غیر متباین فی بیناتہ المتخلق بکل خلق فی کل خلق من مخلوقاتہ	اور آیتون کے اور بعینہ ہر محسوس اور معقول اور موہوم اور معقول سے بذریعہ اپنی نشانیون کے بلافرق کے ظاہر ہے اور تمام مخلوقات کی تخلیق کرنے مین اپنے ہر ہر خلق کا ظاہر کرنے والا ہے۔

یعنی ہر ہر مخلوق مظہر کسی اسم یا صفت حق کی ہے اور وہ ان عوالم مین اوس اسم یا صفت حق کی مظہر تام ہے اور اوسکے خلق کی بعینہ صورت ہے۔

المتجلی بصور العالم من انسانہ وحیوانہ ونباتاتہ وجماداتہ المتخلی فی سرادق تنزیہ المتعالی فی سرادقات مجدہ عن الفصل و الوصل والضد والند والکم والکیف۔ والتجسیم والتحدید والتقیید بتشبیہ اوتنزیہاتہ	متجلی ہے بصور عالم از جنس انسان وحیوان و نباتات وجمادات۔ اور متخلی (یعنی متفرد) ہے اپنے سراپردہ تنزیہ مین برتر ہے اپنی نزہتگاہ عظمت مین اس طرح پر کہ نہ فصل ہے اور نہ وصل ہے نہ ضد ہے نہ ند ہے نہ کم ہے نہ کیف ہی نہ تجسیم ہے نہ تحدید ہے اور نہ اپنی تشبیہ یا تنزیہ مین مقید ہے

بلکہ یہ سب اوسکے اسماء وصفات ہین جن کا وہ مسمیٰ اور موصوف ہے

سبوح سبحت اسمائہ فی بحار کنہہ فغرقت دون الوصول الی غایاتہ	ایسا پاک کہ اوس کے اسماء نے اوس کی کنہ کے دریاؤن مین شناوری کی اور غرق ہوگئے مگر اوس کی انتہا تک پہونچ نہ پاے۔

غرق ہونا ذات سے مغلوب ہو جانا ہے من حیث العینیت اور پہونچ نہ پاے یعنی بوجہ عینیت کی فرق طالب و مطلوب کا باقی نہین رہا۔

متصف بکل وصف موتلف بکل الف مجتمع بکل جمع ممتنع بکل منع	وہ ہر صفت کے ساتھ متصف ہے اور ہر قسم کی الفت والا ہے ہر چال سے چلنے والا ہی ہر قید مین

مفترق بکل فرق منطلق بکل طلق
مقیّد بکل قید محدود بکلّ
تحدید مقدّس منزه فی تشبیهاته
لا یحصره الاین ولا یخلو منه
ولا تدرکه العین ولا یستر عنه
خالق معنی خلق عرض علی جوهر
هو حقیقة ذلك الجوهر ولا
عرض یعتریه رازق معنی لرزق
تنزله فی رتبة سماها خلقا
لیوفی بها حکم مرتبة الاخری
علی ما تطلب الحکمة او یقتضیه
حکم تقدیراته مجهول فی حقیقته
غیب کنت کنزا لم اعرف بعد
تعرفه الی خلقه بما عرف من
تعریفاته

مقید ہے ہر حد سے محدود ہے ہر جمع و منع کا جامع
و مانع ہے مقدس ہے اور منزہ ہے اپنی کل تشبیہات
مین نہ این (یعنی کیون۔ کیا) مین محصور ہے اور
نہ این اوس سے خالی ہے نہ آنکھ اوسکو ادراک
کر سکتی ہے اور نہ وہ خود اپنی دید سے پوشیدہ ہے
خالق عین خلق ہے عرض ہے جوہر پر اور عجب
ہے کہ وہ عرض اوس جوہر کی حقیقت ہے یعنی
نہ وہ عرض جسکو جوہر پا سکے رازق عین رزق ہی
اوسکا تنزل اپنے اوس مرتبہ مین جس کو خلق کہتے
ہین اس لیے ہے کہ اوسکے دوسرے مرتبہ یعنی خلق
کا حکم بھی پورا ہو جائے جیسا کہ اوسکی حکمت چاہتی
تھی یا اوسکو اوس کی تقدیرات کا حکم مقتضی تھا
مجہول ہے حقیقت غیب کنت کنزاً لم اعرف مین بعد
اپنے آپکو اوس چیز سے پہچاننے کے جو اوس کی
تعریفات سے اوسکی خلق کی طرف پہچانی گئی ہی

یعنی جیسا قبل تخلیق عالم کے کنز مخفی مجہول الکیفیۃ تھا ویسا ہی بعد تخلیق عالم کے
اور اس تفصیل کیساتھ پہچانے جانے کے بھی مجہول الکیفیۃ ہے کیونکہ یہ اوس کے تنزہ کی
شان ہے۔

جعل اسم الخلق مجلا لذاته
ولا یتعداه۔

اسم خلق کو اپنی ذات کا مجلی گردانا اور اوس سے
تجاوز نہ کیا۔

علی الخصوص انسان کامل کو کہ جو تمامی اسماء و صفات حق کا جامع ہے اپنی ذات کا

مجلی گردانا یعنی ہویت ذات مطلقہ وہی اینیت انسان کامل ہے کیونکہ اوس ہویت کا ادراک اسی انیت نے کیا ہے اور اس انیت کے علاوہ اوس ہویت کا پایا جانا محال ہے ہ

سرمد خامی اگر خدا مے طلبی	کوری اگر از خویش جدا مے طلبی
حق با تو زمان زمان انا ہو گوید	بیرون و درون تو ئی گرا مے طلبی

ووسم لاسم الحق حکما من ذاته
لا یفیده سواه وحکم لالوهیة
جمعها فلم یك مرضیٰ لغیره وراء
الله لالوهیة المحیطة باحدیته
ولاحدیته السلطنة علی الوهیة
فی ترتیباته تعرف الی کل موجود
بحسب المرتبة التی ابرزه فیها
من عینه وما عرفه الا نفسه فی
جماله وزینه من جمیع مکوناته
احمده حمده لنفسه من خلف
سرادق غیبه الالهی واثنی علیه
بلسان جماله الاکمل الابهی هو
کما اثنی علی نفسه لا یحصی اذ
کنت لا احصی ثناء علیه
واستمد من الجناب الاعظم
غیب الغیب الجمع الابهم نقطة

اور اسم حق کو خلق کی ذات کا حکم قرار دیا
اور بتایا کہ تجھ کو فائدہ نہ دے گا سوائے اس حکم
کے اور اپنی الوہیت کو دونون کا جامع بنایا پس
نہوا کوئی غیر مرضی پر چلنے والا سوائے اللہ کے
بسبب الوہیت کے احاطہ کرنے کے احدیت
کو اور بسبب احدیت کے غلبہ کے الوہیت پر
ترتیبات مین ہر مرتبہ کے موافق ہر موجود مین
پہچانا گیا جس طریقہ سے کہ اوس نے اوس موجود مین
بعینہ اپنی ذات کو ظاہر کیا۔ اور نہ پہچانا اوسکو
مگر اوسی کی ذات نے اوسی کے جمال مین اور زینت
دی جمال کو کل مخلوقات مین حمد کرتا ہون مین اسکی
جسکی حمد بذاتہ غیب مین پس پردہ ہے عقول سے
اور تعریف کرتا ہون مین اوسکی اوسی کے جمال کامل و
زیبا کی زبان سے وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اُس نے
اپنی تعریف کی کیونکہ مین اوس کی تعریف کو شمار
نہین کر سکتا ہون اور مین جناب اعظم سے مدد

عين الحروف المعجم محمد سيد العرب والعجم مركز كنه الحقائق والتوحيد مجمع دقايق التنزيه والتحديد مجلى معانى جمال القديم والجديد صورت كمال الذات الازلى التخليد فى جنات الصفات الابدى الاطلاق فى ميدان الالوهيات

مانگتا ہون جو وجود اقدس کے جمع غیب مین پوشیدہ ہین اور ایک نقطہ ہین کہ جو عین حرف معجم ہے وہ محمد سید العرب والعجم ہین جو کنہ حقائق و توحید کے مرکز ہین اور دقائق تنزیہ و تحدید کے مجمع ہین اور معانی قدیم وجدید کے جلا دینے والے ہین کمال ذات کی صورت مین ازل سے جنت صفات مین ہمیشہ رہنے والے اور میدان الوہیات مین ابد اطلاق تک ہمیشہ رہنے والے ہین۔

یعنی آپکا سریان کل موجودات مین مثل نقطہ وحدت ب کے ہی جو ب اور دیگر حروف مین بحفظ مراتب شامل ہے بمصداق آیہ کریمہ لولاک لما خلقت الافلاک

صلى الله عليه وسلم وعلى اله القادة الهداة المتحلين بحلية المتحولين فى احواله القائمين عنه فى مقامه باقواله وافعاله وعلى اله واصحابه وعترته والنساله وشرف وكرم ومجد وعظم اما بعد فانى استخرت الله تعالى فى املاء هذا الكتاب المسمى بالكهف والرقيم فى شرح بسم الله الرحمن الرحيم وذلك بعد باعث رحمانى واجابة سوال اخ

اللہ کا درود و سلام ان پر اور اُن کی اولاد بزرگ وہادی۔ جو اپنے حالات مین زیور احوال سے نو بنو آراستہ ہوتے رہتے ہین اور مقام محمدی مین اقوال و افعال محمدی سے قائم ہین اور آپ کی اولاد و اصحاب و عترت و ذریت پر (علٰحدہ علٰحدہ) شرف و کرم و مجد و عظم نازل ہو۔

امابعد پس مین نے اس کتاب الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم کے لکھنے مین اللہ تعالی سے مدد طلب کی اور توفیق رحمانی سے حسب فرمائش برادر عزیز عارف ربانی صاحب فہم روشن و ذکا مبرہن۔ اصل مطلب کے پہونچنے والے

عارف ربانی هوذو الفهم
الثاقب والذکاء الباهر الناسب
والتجرید والتفرید والقدم
الصدق فی المطالب عماد الدین
یحیی بن ابی القاسم التونسی
المغربی سبط الحسن بن علی
بعد مدافعتی ایاه وتاخری
عن التقدم الی ما یهواه فلم یسمع
بالاقالة ولم یجنح الا الی ما
قاله بعثنی صدق رغبة الی
موافقته فاستخرت الله تعالی
ولجات الیه اساله سبحانه
وتعالی ان ینفع به مملیه و
السامعین وقارئه وهو الاولی
بالاجابة والاجدر لتوفیقی
بالاصابة والملتمس من اهل الله
ساداتنا الاخوان الناظرین فی هذا الکتاب
سلام الله علیهم ورضوانه ان یفحصوا
فی معنی کل کلمة حتی یتجلی لهم تبیانه من وجوه
عباراتها واشاراتها وتصریحاتها و
تلویحاتها وکنایاتها وتقدیمها وتاخیرها

باہمہ وبے ہمہ صاحب قدم صدق فی المطالب
عماد الدین یحیی ابن ابی القاسم تونسی مغربی سبط
امام حسن ابن علی تصنیف کیا ہرچند کہ مین نے پہلے
بہت انکار کیا اور اپنی عدیم الفرصتی کا اظہار
کیا مگر اونھون نے اوسپر ہی اصرار کیا اور نہ مانا
تب مین نے مجبور ہوکر بوجہ اونکی سچی خواہش کے
اوسکو لکھا اور خدائے تعالیٰ سے رجوع کرکے مین نے
طلب خیر کی اور دعا کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ اِس
کتاب کے لکھنے والے اور سننے والے کو اور پڑھنے
والے کو نفع بخشے کیونکہ وہ دعا کا بڑا قبول کرنے والا
ہی اور میری توفیق بالاستقلال کے لیے سزاوار تر
اور اہل اللہ اور سادات اخوان ناظرین کتاب ہذا
سلام اللہ علیہم ورضوانہ کی خدمت مین التماس ہے
کہ وہ ہر کلمہ کے معنی مین غور کرین یہانتک کہ اسکے
بیان سے بوجہ اوسکی عبارتون اور اشارتون اور
صراحتون اور روشنیون اور کنایتون کے اور تقدیم
وتاخیر رعایت کردہ شدہ قواعد شرعیہ واصول دینیہ
کے مسرور ہون پس اگر وہ معانی توحید سے کسی بات
پر واقف ہون کہ جسکی شہادت کتاب اللہ وسنت
دے تو یہی میرا مقصود ہی کہ جسکے لیے مین نے یہ
کتاب لکھی ہے اور اگر اوس سے اسکے خلاف سمجھین

المراعاة للقواعد الشرعية والاصول
الدينية فان وقفوا على معنى من
معانى التوحيد شهد لهم فيه الكتاب
والسنة فذالك مطلوبى الذى املیت
الكتاب لاجله وان فهموا منه خلاف
ذالك فانا برئ من ذالك الفهم
فليرفضوه وليطلبوا ما املیته مع الجمع
بالكتاب والسنة فان الله سيوجدهم
ذالك سنة جرى بها كرمه فى خلقه
والله على كل شئ قدير ثم المسئول منهم
ان يمدونا بانفاسهم الالهية ويقبلونا
على ما فينا وهذه جهد المقل قدمتها بين
ايديهم راجيا دعوة تنجى او نظرة ولى ؎

فان تجد عيبا فسد الخللا
فجل من لا عيب فيه وعلا

وها انا اشرع فيما ذكرته مستعينا بالله
ناظرا الى الله آخذا بالله عن الله
فما ثم الا الله والله يقول الحق وهو
يهدى السبيل وما توفيقى الا بالله۔

تو مین اوس سے مبرّا ہون اون کو چاہیے کہ
جس بات کو مین نے لکھا ہے کتاب وسنت جمع
کرکے اوس کی تفتیش کرین خدا کی ذات سے
اُمید ہے کہ وہ اوس کو ایک مدّت مین پاوین گے
جب اوس کا کرم ہوگا اور اللہ ہر چیز پر قادر
ہے۔ اور اون سے ایک دوسرا التماس یہ ہے کہ
ہم کو اپنے انفاس آلٰہیہ سے مدد دین اور ہم کو اُس
چیز پر کہ جو ہم مین ہے قبول کرین اور ہم اِس
تالیف حقیر کو اُمیدوار دعاے نجات و نظر
عنایت ہو کر اون کے روبرو پیش کرتے ہین ؎

پاؤ جو کوئی عیب تو رکھو مجھے معاف
بے عیب ذات پاکِ خداے کریم ہے

اب ہم اوس چیز کو کہ جسکو ہمنے ذکر کیا ہے اللہ
سے مدد مانگ کر اور اللہ کو حاضر وناظر جان کر اور
توفیق اللہ کے اللہ سے لیکر شروع کرتے ہین پس
یہان سواے اللہ کے اور کوئی نہین ہے
اور اللہ حق کہتا ہے اور وہی صراط المستقیم کی
طرف ہدایت کرتا ہے اور میری توفیق نہین ہے
مگر اللہ سے

؎ ہم دعا از تو اجابت ہم ز تُست
ایمنی از تو مہابت ہم ز تُست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وردفی الخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کل ما فی الکتب المنزلۃ فھو فی القرآن وکل ما فی القرآن فھو فی الفاتحۃ وکل ما فی الفاتحۃ فھو فی بسم اللہ الرحمن الرحیم وورد کل ما فی بسم اللہ الرحمن الرحیم فھو فی الباء وکل ما فی الباء فھو فی النقطۃ التی تحت الباء وقال بعض العارفین بسم اللہ الرحمن الرحیم من العارف بمنزلۃ کن من اللہ۔

حدیث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ کتب منزلہ مین ہے وہ قرآن مین ہے اور جو کچھ قرآن مین ہے وہ فاتحۃ الکتاب مین ہے اور جو کچھ فاتحہ مین ہے وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کہ جو کچھ بسم اللہ الرحمن الرحیم مین ہے وہ ب مین ہے اور جو ب مین ہے وہ اس نُقطہ مین ہے جو ب کے نیچے ہے اور بعض عارفین کا قول ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم عارف سے بمنزلہ کُن کے ہے اللہ سے۔

کیونکہ کن ارادۂ کلی جناب باری کو کہتے ہین کہ جس سے سارا عالم پیدا ہوا ہے جسکو آفاق کہتے ہین اور جسمین عقل کل ونفس کل وطبیعت کل وہباء وشکل کل وجسم کل وعرش وافلاک وعناصر ومو الید ثلاثہ یعنی جمادات ونباتات وحیوانات داخل ہین جن کا جامع حیوان ناطق یعنی انسان ہے کہ جو ارادہ کرنے والا کن کا ہے اور وہ اپنے ارادہ کن سے عوالم مذکورہ مین فی نفسہ وبنفسہ ساری وطاری ہے پس بسم اللہ الرحمن الرحیم جامع ہے اپنی ب سے عقل کل کو اور اپنے اسم سے نفس کل کو اور اپنے لفظ اللہ سے جمیع طور تنزیہی "باسم" اور طور تشبیہی رحمٰن ورحیم بھی داخل ہے

اپنے مقام الوہیت کو جسمین ہباء اور شکل کل اور جسم کل شامل ہین اور اپنے "رحمن" سے ستوی ہے عرش پر اور عرش کل افلاک و عناصر و موالید پر محتوی ہے اور اپنے "رحیم" سے انسان کامل کو جو تمامی مذکورات بالا کا جامع ہے فیض دیتی ہے اس طرحپر انسان کامل ایک نقطہ وحدت ہی جو وجہ حقیقی کا خال ہے اور جس طرح نقطہ کل حروف مین ساری وطاری ہے اوسی طرح انسان کامل کل مخلوقات مین ساری وطاری ہے اور پھر اپنے آپ سے اور کل حروف یعنی مخلوقات سے غائب ہی کیونکہ نقطہ کی تعریف اصطلاح علم ہیئت مین یہ ہے کہ اوسکی جگہ مقرر ہو اور منقسم نہو سکتا ہو اور جگہہ مقرر ہونے سے یہ مطلب ہے کہ جس جگہ چاہین اُسکو فرض کرلین پس اوسی نقطۂ وحدت سے بسم اللہ کی ب ہے اور وہی ب بسم اللہ کے کل حروف مین ساری وطاری ہے جیساکہ حضرت مصنف نے آگے بیان کیا ہے اور عجب العجاب بات یہ ہے کہ ب کے بعد جو اسم کا الف ہی اوسکی جگہ تو معلوم ہے مگر اوسکے ٹکڑے نہین ہوسکتے اور وہ غائب ہے یعنی حق باوجود تشبہ کے منزہ ہے اور باوجود تنزہ کے مشبہ ہی اور اسکا مفصل بیان ہم آگے چلکر کرینگے انشاءاللہ تعالی پس انسان کامل ہی سے سارا عالم ظہور مین آیا اور انسان کامل ہی اوس تنزہ اور تشبہ کی ایک صورت ہی پس انسان کامل جب بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو عالم کو پیدا کرتا ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے اجمال کی تفصیل سورۂ فاتحہ ہے یعنی رحمۃ للعالمین جو رحمن و رحیم دونون کے مظہر ہین جب اپنے قرآن کو ملاحظہ فرماتے ہین تو فرماتے ہین کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین اور جب اپنے قرآن و فرقان دونون کو ملاحظہ فرماتے ہین تو فرماتے ہین کہ ایاک نعبد وایاک نستعین اور جب کتاب مبین یعنی صرف فرقان کو ملاحظہ فرماتے ہین تو فرماتے ہین کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین اور جب ان تینون مراتب

سورۂ فاتحہ پر غور فرماتے ہین تو مرتبۂ الوہیت حق سے واقف ہوکر مجموعی سورۂ فاتحہ کو کلام الٰہی جانتے ہین کہ جو سر وحی ہے اور جسکی تفصیل مع اجمال کے حروف مقطعات مین سے الٓمٓ ہے یعنی الف سے احدیت مراد ہے جو بجاے قرآن کے ہے اور لام سے وحدت جو بجاے قرآن وفرقان دونون کے ہے یعنی حرف ل کا اوپر کا حصۂ احدیت کا الف ہی اور نیچے کا حصہ ق یعنی دائرہ کونیہ ہے یعنی لام مین احدیت ودائرہ کونیہ کا اتحاد ہے پس لام جامع احدیت ودائرہ کونیہ ہے اور میم سے واحدیت مُراد ہے جو بجاے کتاب مبین یعنی فرقان کے ہے اور اس طرح پر مجموعی الٓمٓ سے اپنے آپ کو مصدر ومصداق ذلک الکتاب لا ریب فیہ جانتے ہین اور بحکم اینما تولوا فثم وجہ اللہ[۵۱] اپنے چہرہ کو ذلک الکتاب کا مشارٌ الیہ سمجھتے ہین جسکی پوری تفصیل کل کلام مجید ہے ۔

خطت کلیم وکلام رخت کلام اللہ	چہ رُخ چہ خط چہ جبین لاالٰہ الا اللہ

اور کوئی رطب ویابس ایسا نہین ہے جو کتاب مبین مین نہین ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین[۵۲] پس جو کچھ کتب منزلہ مین ہے وہ کتاب مبین مین ہی لہذا حدیث مذکورہ صحیح ہے بسم اللہ بجاے قرآن کے ہے اور الحمد للہ بجاے قرآن وفرقان کے ہے اور باقی کلام مجید بجاے کتاب مبین کے بمنزلہ فرقان صرف ہے۔

واعلم ان الکلام علی بسم اللہ الرحمن الرحیم من وجوہ کثیرۃ کالنحو والصرف واللغۃ والکلام	اور جاننا چاہیے کہ کلام بسم اللہ الرحمن الرحیم پر بوجوہ کثیرہ ہے مثل نحو اور صرف اور لغت کے اور یہ کلام مادہ حروف اور اُسکے صیغہ

[۵۱] جدھر مُنھ پھیرو اودھر خدا کا منھ ہے ۱۲ [۵۲] نہین ہے کوئی تر اور نہ خشک مگر (یہ کہ وہ) کتاب مبین مین ہے ۱۲

فيه علی مادة الحروف وصيغتها
وطبيعتها وهيئتها وتركيبها و
اختصاصها علی باقی الحروف الموجودة
فی فاتحة الکتاب وجمعها لها و
اختصاصها لاحرف الموجودة
فی البآء والکلام عليها فی
منافعها و اسرارها ولسنا بصدد
شئ من ذلك بل کلامنا
عليها من وجه معانی حقائقها
فيما يليق بجناب الحق سبحانه
وتعالیٰ والکلام مندرج بعضه
فی بعض اذ المقصود من جميع
هذه الوجوه معرفة الحق سبحانه
وتعالیٰ ونحن علیٰ بابه فکلما
يتجدد من فيض علی الانفاس
ينزل به الروح الامين علی
القلب القرطاس۔

اور طبیعت اور ہیئت اور ترکیب پر ہے
اور کلام اُس کے اختصاص پر ہے کہ جو اُسکو
باقی حروف پر حاصل ہے کہ جو حروف
فاتحۃ الکتاب مین موجود ہین اور اُن حروف
کے جمع پر ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم
کے لیے اور ب کو حروف موجودہ مین خاص
کرنے پر ہے اور کلام اوس کے منافع و اسرار
مین ہے اور ہم انہین سے کسی چیز کے درپے
نہین ہین بلکہ ہمارا کلام اِس مسئلہ مین باعتبار
معانی و حقائق کے ہے کہ جو لائق ہے بجناب
حق سبحانہ و تعالیٰ اور بعض کلام مندرج ہے
بعض مین اس لیے کہ مقصود ان کل وجوہ
سے معرفت حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہے اور
ہم اسی کے درپے ہین پس جو کچھ کہ متجدد
ہوتا ہے اسکے فیض سے انفاس پر
نازل ہوتے ہین اوسی سے روح الامین
قلب قرطاس پر۔

گویا وہی تجدد روح الامین کا نزول ہے۔

واعلم ان النقطة التی تحت الباء
اول کل سورة من کتاب اللہ تعالیٰ
لان الحروف مرکب من النقطة

اور جاننا چاہیے کہ وہ نقطہ جو ب کے نیچے
ہے اول ہر سورۃ ہے کتاب اللہ تعالیٰ
سے اِس لیے کہ حرف مرکب ہے نقطہ سے

ولابد لکل سورۃ من حرف هو اولها ولکل حرف نقطۃ هی اولہ فلزم من هذا ان النقطۃ اوّل کل سورۃ من کتاب اللہ تعالی ولما کانت النقطۃ کما ذکرنا وکانت النسبۃ بینها وبین الباء تامۃ کاملۃ کما سیاتی بیانہ کان الباء فی اوّل کل سورۃ للزوم البسملۃ فی جمیع السور حتی سورۃ براءۃ فان الباء اول حرف فیها فلزم من هذا ان کل القران فی کل سورۃ من کتاب اللہ تعالی لما سبق من الحدیث ان کل القران فی الفاتحۃ وهی فی البسملۃ وهی فی الباء وهی فی النقطۃ فکذا اللہ الحق سبحانہ وتعالی مع کل احد بکمالہ لا یتجزی ولا یتبعض۔ فالنُقطۃ اشارۃ الی ذات اللہ تعالی الغائب خلف سرادق کثرتہ فی ظہورہ لخلقہ۔

اور ہر سورۃ کے لیے ایک حرف ہے کہ جو اُسکا اول ہے اور ہر حرف کے لیے نقطہ ہے کہ جو اُسکا اول ہے پس لازم آیا کہ نقطہ اول ہر سورت ہے کتاب اللہ تعالی سے اور جبکہ نقطہ اس طرح تھا جیسا کہ ہمنے ذکر کیا اور ب مین اور اُوس مین نسبت تامہ کاملہ تھی جلیسا کہ اوس کا بیان آگے آئے گا تو ب اول ہر سورۃ مین بوجہ کل سورتون مین لزوم بسملہ کے ہے یہان تک کہ سورہ برات مین بھی کیونکہ اوسمین بھی اولی حرف ب ہی پس اس سے یہ لازم آیا کہ کل قرآن ہر سورۃ مین کتاب اللہ سے ہے جیسا کہ حدیث سابق سے معلوم ہوا کہ کل قرآن فاتحہ مین ہے اور فاتحہ بسم اللہ مین اور بسم اللہ ب مین اور ب نقطہ مین پس اسی طرح حق سبحانہ وتعالی ہر ایک کے ساتھ بکمالہ ہے نہ متجزی (ٹکڑے ٹکڑے) ہوتا ہے اور نہ متبعض (علیحدہ علیحدہ) ہوتا ہی۔ پس نقطہ اشارہ ہے ذات باری تعالی کی طرف کہ جو غائب ہی سراپردہ ہاے کثرت ظہور مین بسبب اپنی تخلیق کے۔

ظاہر ہے کہ نفس کنزیت اسی حالت مین حجاب ہو سکتی ہے کہ جب بعینہ وہی کنزیت صورتاً ظاہر ہو جائے جیسے بیج اسی وقت شدت کنزیت مین کہا جا سکتا ہے کہ جب بعینہ وہ اکھوایا درخت ہو جائے پس حقتعالی کی شدّت خفا مقتضی ظہور ہے اور شدت ظہور موجب خفا ہے۔

الا ترائ تری النقطة ولا تحسن بقرأتها البتة لصموتها وتنزهها عن التقييد بخرج دون مخرج۔

کیا نہین دیکھتا ہے تو کہ نقطہ دیکھا جاتا ہے اور پڑھا نہین جا سکتا ہے بسبب اپنے صموت وتنزہ کے بمخرج دون مخرج

یعنی کسی مخرج مین مقید ہونے سے منزہ ہے کہ دوسرے مخرج سے عاری ہو۔

اذ هی نفس الحروف الخارجة من جميع المخارج فتنبه لما تقابله من هوية غيب الاحدية وتقراء النقطة باعتبار الاشتراك تقول فی التاء المثناة اذا فردت عليها النقطة تاء مثلثة فما قرأت الا النقطة لان الباء والتاء المثناة والمثلثة لا تقراء اذ صورتها واحدة ولا يقراء الا نقطتها فلو كانت تقراء فی نفسها لكانت هيئة كل واحدة غير هيئة الاخرى وبالنقطة

اِس لیے کہ یہی نقطہ عین حرف خارجہ کا ہی تمامی مخارج مین پس خبر رکھ اوس چیز کے لیے کہ جو مقابل ہے اوس کی ہوتیہ غیب الاحدیت سے۔ اور پڑھا جانا نقطہ کا باعتبار مشترک ہونی کے ہے یعنی کہا جاتا ہے تا مثناۃ مین جب کہ اوس پر نقطہ زیادہ کر دیا جائے تا مثلثہ پس پڑھا نہ گیا مگر نقطہ اس لیے کہ با، اور تا مثناۃ و مثلثہ نہین پڑھے جاتے ہین (کیونکہ) اون کی صورت ایک ہے اور نہین پڑھا جاتا ہی مگر اون کا نقطہ پس اگر ہر ایک وہی ب و ت و ث فی نفسہا پڑھے جاتے تو البتہ ہر ایک کی صورت دوسرے کی صورت کے غیر ہوتی (اور ایسا نہین ہے یعنی محض نقطہ سے

تمیزت فما قرء فی الاحرف
الا النقطة وکذالک ما
عرف فی الخلق الا اللہ فکما
عرفته من الخلق انما عرفته
من اللہ ـ

تمیز کیے گئے پس نہ پڑھا گیا حروف مین مگر
نقطہ اور اسی طرح نہ پہچانا گیا خلق مین مگر
اللہ پس جس طرح کہ تونے اوس کو خلق سے
پہچانا جز این نیست کہ تونے اوس کو اللہ سے
پہچانا ـ

یعنی جب کہ عینیت حق کی خلق کے ساتھ ثابت ہوئی جیسا کہ نقطہ کی عینیت
سے اوپر ظاہر ہوا ہے تو حق کا خلق سے پہچاننا ہُوَ ہُوَ حق کا حق سے
پہچاننا ہوا ـ

بیدان النقطة فی بعض الاحرف
اشد ظهورًا منها فی بعضها
فتظهر فی بعض زائدة علیها
یکون تکمیل ذلک الحرف بها
کالحروف المعجمة فان تکمیلها
بها وتظهر فی بعض عینها
کالالف والحروف المهملة لانه
مرکب من النقطة ولهذا کان
الالف اشرف من الباء لظهور
النقطة فی عینه وما ظهرت
النقطة فی الباء الا علی حسب
تکمیله علی وجه الاتحاد لان
نقطة الحرف من تمام الحرف

اور نقطہ بعض حروف مین بہت ظاہر ہے بعض
سے پس بعض مین اس لیے زاید ظاہر ہوتا ہے کہ
اس سے اُس حرف کی تکمیل ہوتی ہے مثل حروف معجمہ کے اس
(حروف معجمہ کی تکمیل اوس نقطہ سے ہے) اور بعض مین عینیت کے
ساتھ ظاہر ہوتا ہے جیسے الف اور دیگر حروف مہملہ مین
اس لیے کہ وہ مرکب ہین نقطہ سے (یعنی نقطہ ہی
کا اپنے آپ مین ترکیب اون حروف مہملہ کی
صورت ہے) اور اسی لیے الف بسبب بعینہ ظہور
نقطہ کی ذات الف مین ب سے اشرف ہے
اور ب مین نقطہ کا ظاہر ہونا اسکی تکمیل کیلیے
بوجہ اتحاد کے ہے اسلیے کہ نقطہ ہی تمامی حرف
ہے پس وہ (یعنی نقطہ) حرف کے ساتھ متحد
ہے اور اتحاد شعر بالغیریت ہے ـ اور یہ (غیریت

فهو متحد بالحرف ولا اتحاد شیٔ بالغیریة و هو ذالک الفضل الذی تراه بین الحرف و بین النقطة والالف مقامه مقام الواحد بنفسه ولهذا کان الالف ظاهرا بنفسه فی کل حرف

وہ فصل ہے کہ جسکو تو نقطہ اور حرف کے درمیان مین دیکھتا ہے اور الف کا مقام مقام واحد بنفسہ و بعینہ ہے اور اسی لیے الف ہر حرف مین بنفسہ ظاہر ہے۔

اسی وجہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم مین الف نہ نقطہ کے مقدم اور نہ ب کے مؤخر ہے اور کسی مقام پر مثل نقطہ کے نظر بھی نہین آتا ہے اور مع نقطہ کے تمامی بسم اللہ و تمامی حروف مہملہ و معجمہ مین عینیت کے ساتھ بلا حلول و اتحاد ساری و طاری ہے اور اپنی اطلاق مین کل قید سے بھی معرّا و مبرّا ہے جس کی نسبت مثل نقطہ بار کے یہ بھی نہین کہہ سکتے کہ اسمین اسم و رسم کیفیت و کمیت نہین ہے۔

کما تقول ان الباء الف مبسوطة والجیم الف معوجة الطرفین والدال الف منحنی الوسط والالف فی مقام النقطة التی ترکیب کل حرف منها وکل حرف مرکب من النقطة فالنقطة لکل حرف کالجوهر البسیط والحرف کالجسم المرکب فما قام الالف بجسمه مقام النقطة فترکیب الاحرف منها کما ذکرناه فی ان الباء الف مبسوطة وکذالک الحقیقة المحمدیة خلق العالم باسره منها لما ورد فی حدیث جابر ان اللہ تعالی

جیسا کہ تو کہتا ہے کہ ب الف مبسوطہ ہے اور ج الف معوجۃ الطرفین ہے اور دال الف منحنی الوسط ہے اور الف بوجہ ہر حرف کے اُس سے مرکب ہونے کے مقام نقطہ مین ہے اور ہر حرف نقطہ سے مرکب ہی پس نقطہ ہر حرف کے لیے مثل جوہر بسیط کے ہی اور حرف مثل جسم مرکب کے ہی۔ پس الف نہ قایم ہوا بجسمہ بجاے نقطہ کے پس ترکیب حروف کی اُس الف سے ایسی ہے جیسا کہ ہم نے اوس کو اس بیان مین ذکر کیا ہے کہ ب الف مبسوطہ ہی اور اسی طرح حقیقۃ محمدیہ ہے کہ تمام عالم اوس سے پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث جابر مین وارد ہی

خلق روح النبی صلے اللہ علیہ وسلم من ذاتہ وخلق العالم باسرہ من روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم فمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو الظاہر فی الخلق باسمہ بالمظاہر الالٰہیۃ	کہ اللہ تعالیٰ نے روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے پیدا کیا اور تمام کائنات کو روح محمدی سے پیدا کیا۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ظاہر فی الخلق ہین اپنے اسم سے بمظاہر الٰہیہ۔

یعنی آپ مثل نقطۂ باء کے اپنی روح کلی سے مجموعی ہر ہر شے مین بصورت خلق بحکم ونفخت فیہ من روحی ہر ہر مرتبہ مین بمناسبت تعین ہر مرتبہ کے صورتاً ظاہر ہین۔ اور کل مخلوق آپ ہی مین ہے اور عبدیت کا لباس آپ نے بسبب اپنی جامعیت کے لیا ہی اور چونکہ عبد کا تن من دھن سب مالک کا ہوتا ہے اور عبد پر مالک محتوی حقیقی ہی یعنی عبدیت سے کچھ باقی رہ جانا مالک کی ملکیت مین نقص پیدا کرتا ہے پس اس احاطہ سے عبدیت اعتباری ہوکر عین الوہیت ہوگئی۔ **نکتہ** واضح رہے کہ عبدیت کا مقام ابنیت سے اعلیٰ و اشرف ہی۔ اگرچہ ابن کی تعریف ہے کہ الولد سر لابیہ مگر سر مین بھی فی الجملہ تفرقہ ہے جو عبدیت مین بالکل نہین ہے یعنی عبد کا وجود ہی نہین ہے بجز مالک کے۔ اور ابن کا وجود مالک کے وجود سے فی الجملہ غیر ہے۔ اگر یہ کہا جاے کہ ابن بعد ایک مدت کے عبد کا مالک ہوجاتا ہے تو اوس کا جواب یہ ہے کہ ہان ابن عبد کا مالک ہوجاتا ہے مگر بعد وفات اب کے اور یہان اب حی لا یموت ہی پس آن حضرت کی فضیلت حضرت عیسی علیہ السلام پر ظاہر ہوئی یعنی اگر نصاری حضرت عیسی کو ابن اللہ کہین تو آنحضرت عین اللہ ہوے ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خود را دید او محروم شد

پس آپ ہی بمنزلہ الف کے ہین جو نقطۂ باء یعنی حدیث ہی بھی افضل ہی جیسا کہ حضرت مصنف نے

آینده لکھا ہے اور نحن[۵۱] اقرب من حبل الورید آپ ہی کا کلام ہے بحکم ان[۵۲]
الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم اور ما[۵۳] رمیت اذ رمیت و
لکن اللہ رمی پس سوائے اللہ کے کچھ باقی نہ رہا[۵۴] کان اللہ ولم یکن معہ شیئاً
یہ وہ ہے جو اطلاق کی قید سے بھی مبرا ہے اور باعتبار تنزل احدیت کہا جاتا
ہے جسمین اسم و رسم نہین ہے اور جسکو دنی کہتے ہین اور جس سے تمامی عالم پیدا ہی اور
جب عالم پیدا ہوا اوس پیدا ہونے سے اس لامکانی احدیت کا پتہ لگا اور لامکانی
احدیت مثل نقطہ باء کے ہی لیکن ؎

نکاح معنوی افتاد در دین	جہان را نفس کلی داد کابین

ھنوز الف منزہ عن الاطلاق فی نفسلہ ہے نہ وجود ہی موجود ہے جبکا نکاح نقطہ باء کے ساتھ ہوا
جس کے بطن سے ساری مخلوق بوجہ کابین کے ظہور مین آئی اور یہی مخلوق احدیت کا
زیور فی الخارج ہے اور بحکم ھن[۵۵] لباس لکم وانتم لباس لھن الف کا جماع حقیقی
نقطۂ باء کے ساتھ واقع ہوا یہ مقام او ادنیٰ ہے صبغۃ[۵۶] اللہ ومن احسن من اللہ
صبغۃ الف بعد جماع حقیقی اوسی طرح پر منزہ قید اطلاق سے رہا فتدلّی ہوا تنزل
الف کا نور محمدی ہے اللہ نور السمٰوات والارض یہ مقام محمود ہے محض اسوجہ سے
کہ تعریف و توصیف سے پاک ہی اور لامکانی کی قید سے بھی منزہ اور لا[۵۷] تاخذہ سنۃ
ولا نوم ہا ہو مدیث[۵۸] لا ینام قلبی اسی حدیث کا تذکرہ اور ارواحنا[۵۹] اجسادنا اجسادنا
ارواحنا اسی بے کیفی و بے زبانی کی کیفیت و گفتگو ہے یہی برزخ کبری ہے اور تمامی

[۵۱] ہم انسان کے شہ رگ سے زیادہ قریب ہین [۵۲] جن لوگون نے کہ تمھاری بعیت کی بیشک اونھون نے اللہ کی بعیت کی اونکے ہاتھون پر خدا کا ہاتھ ہے [۵۳] جب تم نے کنکری پھینکی تو تم نے نہین پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی [۵۴] اللہ تھا اور اوس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی ۱۲ [۵۵] عورتین تمھارا لباس ہین اور تم اون کا لباس ہو ۱۲ [۵۶] اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کون رنگ اچھا ہی [۵۷] نہین پکڑتی اوسکو غنودگی اور نہ نیند ۱۲ [۵۸] میرا دل نہین سوتا ہی ۱۲ [۵۹] ہماری روحین ہمارا جسم ہین اور ہمارے جسم ہماری روحین ہین ۱۲

اطوار کا مبدا اور منتہی ہے جس کو مقام وحدت کہتے ہین جسکا ایک طور احدیت ہی اور ایک طور واحدیت ہے یہی منتہی پر فرمایا ہے ؎

علم حق در علم صوفی گم شود	این سخن کے باور مردم بود

اور اسی کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے کتاب مرآۃ العارفین مین نون وقلم سے معبر فرمایا ہے کہ الحمد للہ الذی اخرج من النون ما ادرج فی القلم وابرز الی الوجود با لجود ما اکتنف فی العدم[^1] اور یہی کتاب جہرہ رسول اللہی ہی الکرہ ذالک الکتاب لاریب فیہ جس مین الف اطلاق کی قید سے بھی منزہ ہے اور ل مین اوپر کا حصہ ا۔ اور نیچے کا حصہ ن ہی یعنی دائرہ کو نیہ یعنی وحدت کا نکاح احدیت کیساتھ ہی اور میم کے عدد چالیس مین اور عوالم بھی چالیس ہین کا یہ مین یعنی واحدیت ہی اور یہی الف یعنی انسان کامل کی نسبت عما تحریر فرمایا ہی اور یہ تحریر فرمایا ہی کہ قال اللہ تعالی اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا فمن قرأ ھذا الکتاب فقد علم ما کان وما ھو کائن وما ھو یکون[^2] پس یہ سب مراتب مع ذات وصفات وافعال وانفس وآفاق کے انسان کے ہین اور بلا انسان کے کوئی چیز ظہور مین آئی اور نہ اوس سے کوئی شے باہر ہے علی الخصوص انسان کامل سے اور یہ الف وہی انسان کامل ہی جو باعتبار جامعیت کے انسان کہا جاتا ہے اور باعتبار تنزہ کے احد اور عالم امر جیسا کہ آن حضرت نے فرمایا ہے کہ انا احمد بلا میم اور باعتبار تشبہ کے احمد ومحمد و عالم خلق یعنی باعتبار روحانیت کے احمد وعالم ملکوت اور باعتبار جسمانیت کے محمد وعالم ملک اور باعتبار صنائع وبدائع کے قلم اعلیٰ وعقل کل اور باعتبار نقوش کے لوح محفوظ اور نفس کل اور باعتبار تخصیص کے عقل محمدی وجبرئیل اور باعتبار قلب محمدی کے عرش اعظم ومیکائیل اور باعتبار صفات جلالیہ وجمالیہ کے عزرائیل واسرافیل اور باعتبار رحمت عامہ

[^1]: حمد اوس اللہ کے لیے جس نے نون سے نکالا اوس چیز کو کہ قلم مین درج کیا تھا اور اپنے جود سے وجود مین اوس چیز کو ظاہر کیا جسکو عدم مین مخفی رکھا تھا ۱۲

[^2]: اللہ تعالی نے فرمایا کہ اپنی کتاب کو پڑھ تیرا نفس آج تجھ پر کافی محاسب ہے پس جس نے اس کتاب کو پڑھا اوس کو معلوم ہوگیا جو کچھ کہ تھا اور جو ہے اور جو ہوگا ۱۲

کے الرحمن علے العرش استوی اور باعتبار رحمت خاصہ کے بالمومنین رؤف رحیم اور باعتبار طبائع رسول اللہی کے چار عناصر آگ حرارت عشق جسکی شور انگیزی کی حد نہین اور یہی شور انگیزی حرکت ہی جس سے ہوا پیدا ہوئی۔ جب آگ اور ہوا ملی پانی ہوا۔ اور جب آگ اور ہوا اور پانی ملین گے تو کثافت آجائے گی۔ وہ خاک ہوئی یعنی آن حضرت نے اپنے آپ کو بحکم فاحببت ان اعرف حرکت دی آگ اور ہوا پیدا ہوگئین آپنے تنزل فرمایا جو حرارت و حرکت کا مقتضی ہے پسینہ آگیا پانی پیدا ہوگیا جب پسینہ آیا تو میل آگیا خاک پیدا ہوگئی وہی میل سارے عالم کا مادہ ہے اب خاک مین نفس نہین ہے لہذا ساکت و صامت ہے۔ آب و باد و آتش مین شائبہ نفس ہی اسوجہ سے شور و غل ہے۔ حرارت عشق نے اوس میل کو میل رکھنا نہ چاہا یعنی اُس کا تنزل مین پڑا رہنا گوارا نہوا۔ جاذب ہوئی چونکہ میل بھی حقیقی تھا اُسنے اپنے نفس سے جدا ہونا نچاہا لہذا ایک حصہ بقدر مناسبت حرارت صعود کو گیا اور دوسرا حصہ ہبوط مین رہا جمادات ہوگئے ہوا اور پانی درمیان مین تھے پانی (اوپر) نے اون جاذبات کو جو (بیچ) ما بین صعود و ہبوط کے تھے بقدر اپنے حصہ کے قائم رکھا ہوا نے رنگ دیا ابعاد ثلثہ مین سے نباتات پیدا ہوگئے پھر یہی معاملہ حرارت عشق کا جو خاک کے ساتھ ہوا تھا ہوا اور پانی کے ساتھ ہوا جانوران آبی و طیور ہوگئے جن کے جامع چوپائے ہین اور یہی قصہ حرارت عشق کا آتش کے ساتھ ہوا یعنی اپنے ساتھ آپ محبت ہوئی جامعیت خاک و باد و آب تو موجود ہی تھی حیوان ناطق یعنی انسان ہوگیا ؎

کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا	آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مل بنا

اب انسان یمین سے جس نے یا دحق کی وہ اوسی حرارت عشقی کے جاذبہ سے العشق[۵۱] ہو اللہ ہوگیا کما بدأکم تعودون[۵۲] ورنہ اولئک کالانعام بل ھم اضل[۵۳]

۵۱ عشق وہی اللہ ہے ۱۲ ۵۲ جیسی کہ تمھاری ابتدا کی ہے ویسے ہی عود کروگے ۱۲
۵۳ وہ لوگ مثل جانوروں کے ہین بلکہ اُن سے بھی بدتر ۱۲

کے بموجب انتہاے تنزل مین گرفتار رہیگا۔

تنبیہ اور جاننا چاہیے کہ یہ تخلیق یون نہین ہوئی ہے کہ پہلے جمادات ہوگئے ہون پھر نباتات پھر حیوانات پھر انسان بلکہ بیکدفعہ سبکی تخلیق ہوئی ہے کیونکہ جاذبات عشقی بمناسبت طبائع وعناصر بیکدفعہ ہوے ہین یعنی کل عالم مع تمامی مخلوقات کے ایک ہی آن مین موجود ہوا ہے اور سبقت اور بعدیت جو نظر آتی ہے وہ ہر شئے کے اثر وا تقاضا کے وجہ سے ہی بالجملہ حرارت عشق نے کوئی دقیقہ تخلیق کا پہلی ہی مرتبہ اُٹھا نہین رکھا جو لبعد کو کہا جاے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ بندر ترقی کر کے آدمی ہوا ہے یہ غلط ہے اور اس کہنے والے کی نظر فکری منحصر اسباب جزوی پر ہے نہ مسبب پر بلکہ عالم کی تخلیق یون ہے کہ جسطرح نطفہ بیکدفعہ حرارت عشق سے رحم مین قرار پکڑتا ہے اور تقاضا بتقاضا اوسکے اعضا تمیز ہوکر فتبارك الله احسن الخالقين ہوتا ہے۔ یہ مثال انفس کی ہے اور آفاق مین ایک ہی بیج سے انکھوا اور شاخ اور پھول اور پھل تقاضا بتقاضا ظاہر ہوتی ہین لیکن پھول کا تقاضا پھل ہونیکا پھل سے قریب ہوتا ہے پس یہ کہا جاے کہ بندر مثل پھول کے تھا اوس سے ترقی کر کے پھل یعنی آدمی ہوا ہے یہ نہایت پست خیالی ہی بلکہ اوسی بیج مین یہ سب بیکدفعہ تھا تقاضا بتقاضا اوسکے نام جدا گانہ ہوے بندر سے آدمی نہین ہوا بلکہ آدمی تھا اور ہے بندر بھی اُسکے تقاضا سے مخلوق ہے الغرض یہ سب نیرنگیان حضرت انسان کی ہین جن کی طرف بسم الله مین حرف الف سے اشارہ ہے کہ جو بظاہر غائب ہی اور حقیقۃً کل حروف مین ساری وطاری ہے جیساکہ اوپر ذکر ہوا سچ تو یہ ہے کہ ؎

چرخ کو کب یہ سلیقہ تھا ستمگاری مین ۔۔ کوئی معشوق ہے اِس پردۂ زنگاری مین

اور اس الف کے مقام پر پہونچکر سیر الی اللہ مین سالک کو دھوکا ہوتا ہے کہ یہ مقام وحدت احدیت سے فروتر ہے اور احدیت کی طلب مین اپنے آپ کو گمنامی و بے کیفی و

ہیجی دیوجی مین ڈالکر یا تو سخت غافل ہو جاتا ہے اور یا اپنے مشغولی مین مُستغرق رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اعلیٰ ترین مطلوب مین وہ فانی ہو رہا ہے اور آخر کو بجز نیند کے عادی ہو جانے کے کچھ حاصل نہین ہوتا ہے اگرچہ اوس کا یہ مجاہدہ بیکار نہ سمجھا جائے کیونکہ اللہ کے لیے ہے مگر مطلوب حقیقی کو نہین پاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ بزرگان دین نے فرمایا ہے ؎

بندگی د حق پرستی کچھ نہونا ہے نیاز	کچھ نہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہین

؎

تو در وے گم شو وصال این ست و بس	گم شدن گم کن کمال این ست و بس

اور یہ اوسکی سمجھ مین نہین آتا ہے کہ ان بزرگان دین نے سیر الی اللہ مین اس مقام کے پا جانے کی نسبت نہین فرمایا ہے یہ مقام سیر الی اللہ مین تو راستہ مین پڑتا ہے اور مقام محمدی بھی ہے اور اس سے بالاتر مقام احدیت ہے مگر جو سیر الی اللہ مین اس مقام کو حقیقت محمدی سمجھا وہ سمجھنا اُسکا ناتمام ہے کہ ہنوز وہ پرتوہ وحدت مین نہیو نچا ہے اور احدیت مین فانی نہین ہوا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عبدیت مجازی محمدی برقرار رہتی ہے اور سالک کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بہر حال ازروے نص کے محمدؐ واقعی عبد ہین اور بھیر کسی اور سالک کا کیا ٹھکانا ہے کہ وہ عبدیت مجازی سے نکل سکے اور وہی منقولی عظمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عقیدتاً قرار دیکر بلا تحقیق کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شفیع قرار دیکر اور اپنے آپ کو اُنکا نام لیوا سمجھکر روتا پیٹتا اور وجد کرتا ہے اور اس پچنسا وہ مین اصلی حقیقتِ محمدی سے ناواقف رہکر کمال سے محروم رہتا ہے یہ مقام محمود نہین ہے بلکہ مقام محمود فتدلّٰی ہے جو احدیت مین فنا ہونے کے بعد نصیب ہوتا ہے اور یہی مقام عبودیت الوہیت ہو جاتا ہے جیسا کہ تھا اور کچھ نہین سب کچھ ہو جاتا ہے تنزل عین ترفع ہو جاتا ہے بلکہ وہ تنزل و ترفع دونون سے بری

ہو جاتا ہے۔ گم شدن گم کن کے یہ معنی نہین ہین کہ گم ہوتا چلا جاے بلکہ یہ معنی ہین کہ گم ہونے کو گم کرو یعنی ہوش مین آؤ اور فنا ءالفنا کے یہ معنی ہین کہ فنا کو فنا کرو یعنی بقا حاصل کرو اور محو کو صحو سے بدلو اور سیر فی اللہ سے سیر باللہ و مع اللہ کرد احدیت لفظاً مونث ہے اگرچہ بہت اعلی ہے مگر مثل عورت کے ہے۔ عورت مطلوب نہین ہے احد جس سے احدیت نکلی ہے وہ مذکر لفظی ہے اور کل اسما حسنی مذکر لفظی ہین اور حکم ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ[۱] پس مطلوب مذکر ہے نہ مونث حدیث قدسی مین وارد ہے کہ انّ[۲] فی جسد ادم لمضغۃ وفی المضغۃ قلب وفی القلب فواد وفی الفواد روح وفی الروح سرٌ وفی السر خفی وفی الخفی اخفیٰ وفی الاخفیٰ انا۔ ہر انسان باتباع آن حضرت کامل ہے ؎

اگر یک قطرہ را دل بر شگافی — برون آید ازو صد بحر صافی

باوجود نہ پیغمبر ہونے کے طالب کو حرمان اپنے مطلوب حقیقی سے نہین ہو سکتا ہی اس طرح پر ہر فرد بشر کے ساتھ آن حضرت کو عینیت ہے اسی وجہ سے آپ شفیع ہین اور یہی شفاعت ہے کہ جس سے نبیون مین آپ کا مقام اعلی ترین ہے ؎

ہست اشارات محمد المراد — کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد

؎

مطربا اسرار ما را باز گو — قصہ ہاے جانفزا را باز گو
ماجراے رفتۂ ما در ازل — باز گو آن ماجرا را باز گو
مخزن انّا فتحنا بر گشا — سر جان مصطفیٰ را باز گو
انچہ پنہان می سراید زیر و بم — بر ملا و آشکارا باز گو

[۱] اللہ کے اخلاق اختیار کرو ۱۲ [۲] بالتحقیق آدمی کے جسم مین ایک لوتھڑا ہے اور اوس لوتھڑے مین قلب ہے اور قلب مین فواد ہے اور فواد مین روح ہے اور روح مین خفی ہے اور خفی مین اخفیٰ اور اخفا مین انا (حقیقی) ہے ۱۲ ؛

الا تری انہ صلی اللہ علیہ وسلم اسری بجسمہ الی فوق العرش وھو مستوی الرحمٰن	کیا تو نہین دیکھتا ہے کہ آن حضرت نے بجسمہ سیر کی الی فوق العرش کہ جس پر رحمن مستوی ہے۔

یعنی جس طرح پر عرش محیط کل اشیا ہے رحمن مستوی عرش ہے جس طرح سے کوئی ذرہ بلا گردش عرش کے ظہور مین نہین آتا ہے اوسی طرح پر عرش کی کوئی گردش بلا ارادہ اسم رحمن کے نہین ہوتی ہے اور مظہر تام بلکہ عین ظہور اسم رحمن کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین اسی لیے آپ رحمۃ للعالمین ہین۔

فالالف وان کانت بقیۃ الحروف المھملۃ مثلہ والنقطۃ ظاھرۃ فیھا بذاتھا الظھورھا فی الالف فلہ علیھا الزیادۃ لان مابعد عن النقطۃ الا بدرجۃ واحدۃ لان النقطتین اذا ترکبتا صارتا الفًا فحدث الالف بعدا واحدا وھو الطول اذ الابعاد ثلثۃ وھو طول وعرض وعمق اوسمک وبقیۃ الاحرف تجتمع فیھا اکثر من بعد کالجیم فان فی راسہ الطول وفی تعریقتہ السمک وکالکاف فان فی راسہ الطول وفی الوسط بین راسہ وتعریقتہ الاولی العرض	پس اگرچہ باقی حروف مہملہ الف کے مثل ہین اور اسمین نقطہ بالذات ظاہر ہے بسبب اوسکے ظہور کے الف مین لیکن الف کے لیے اور حروف پر زیادتی ہے اس لیے کہ وہ نقطہ سے دور نہین ہے مگر بدرجہ واحدہ اس لیے کہ دو نقطہ جب مرکب ہون گے تب الف ہوجائے گا پس حادث ہوا الف کو بعد واحد۔ اور وہ بعد طول ہے کیونکہ ابعاد تین ہین طول وعرض وعمق یا سمک (بلندی) اور بقیہ حروف مین جمع ہوتے ہین اکثر بعد جیسے جیم پس اوس کے سر مین طول ہے اور اوس کے تعریقہ (یعنی بڑھا کر پھیرنے) مین بلندی ہے اور جیسے کاف کہ اوس کے سر مین طول ہے اور وسط مین درمیان مین اوسکے سر اور تعریقہ اول کے عرض ہے

وفی الحائل بین التعریقتین سمک فهذا فیہ ثلثۃ ابعاد ولابد فی کل حرف غیر الالف ان یکون فیہ بعدان او ثلثۃ فالالف اقرب الی النقطۃ لان النقطۃ لابعد لہا فنسبۃ الالف بین الاحرف المہملۃ نسبۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بین الانبیاء والورثۃ الکمل فلہذا قدم الالف علی سائر الحروف فافہم وتامل۔

اور ہر دو تعریقہ کے درمیان مین سمک ہے لہذا اس مین تین بعد ہین اور سوائے الف کی ہر حرف مین یہ ضروری ہے کہ اوس مین دو یا تین بعد ہون پس الف نقطہ کی طرف اقرب ہے اِس لیے کہ نقطہ مین بعد نہین ہے پس الف کی نسبت حروف مہملہ کے ساتھ ایسی ہی ہے جیسے آن حضرت کی نسبت انبیا و ورثہ کمل کے درمیان مین۔ اسی لیے الف کل حروف پر مقدم ہوا پس سمجھ اور غور کر۔

جاننا چاہیے کہ یہ حالت الف کی سیر الی اللہ مین ہی جو بسم اللہ مین بعد ب کے ملحوظ و مخطوط ہوتا ہے اسپر فوقیت نقطہ کو یقینی ہے اور اس حالت مین اُسکا قرب نقطہ کے ساتھ اور تنزلات سے یعنی دیگر حروف سے زیادہ ہے۔ اس لیے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اِس الف کو نقطہ سے کم اور تمامی حروف سے مرتب مین زیادہ لکھا ہے لیکن دوسرا طور اِس الف کا یہ ہے کہ وہ غائب ہی مگر معقول فی الذہن ہے کہ ہی اور وہ مثل نقطہ کے بھی دکھائی نہین دیتا ہے یہ طورِ اطلاقی الف کا ہے کہ جو اطلاق کی قید سے بھی مبترا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا اور جیسا کہ حضرت مصنف نے آئندہ نقطہ کو الف کا تنزل لکھا ہے اور اس اصلیت کی وجہ سے یہ کتابت مین نقطہ سے بھی مقدم لکھا جاتا ہے جیسے ابجد ہوز مین اور اوس کا مقدم ہونا اوس حالت مین معلوم ہوتا ہے کہ جب سالک سیر الی اللہ مین قرب نقطہ تک پہونچکر اپنے آپ کو الف دیکھے اور نقطہ سے فروتر اور پھر اپنی ذات کا مجاہدہ وسلوک کرے اور ترقی کر کے احدیت یعنی نقطہ مین فانی ہو۔ تب قلم یعنی الف کا نکاح نون یعنی نقطہ احدیت کے ساتھ ہو گا۔ اور

دنیٰ مین فائز ہوکر اوادنیٰ ہوجائے گا۔ جسکے بعد فوراً فتدلٰی ہوگا یعنی فرق بعد الجمع
مین سیر باللہ کرے گا تب یہ الف بسم اللہ سے غائب ہوجائے گا اور اس صورت مین
الف کو نسبت زوج ہونے کی نقطہ احدیت کے ساتھ ہوگی اور عالم جماع حقیقی مذکور
کے بعد پیدا ہوگا یعنی واحدیت کا ظہور ہوگا جو علم حق یعنی اعیان ثابتہ تمامی اشیار
کا ہے اور اوسکا مظہر فی الخارج جو از روی نسبت خروج سے مبرا ہے باعتبار تمامی
مدرکات وعلوم کے اسم رحمن ہوگا اور باعتبار تمامی مادیات کے عرش ہوگا یہ عرش
محتوی ہے کل مادیات پر اپنے خاصیات سے اور وہ رحمن مستوی ہے عرش پر حسب مراتب
یہ آفاق فی الخارج ہوا اب مادیات کی جان جسم پاک رسول اللہ ہے اور اسم رحمن
کا مسمیٰ روح رسول اللہ ہے یہ انفس ہوا اب یہ نفس روحانیات وجسمانیات سے عین
آفاق ہے یہ مسئلہ نہایت نازک سلوک مین تفکر سے بری اور تذکر سے دم نقد ہے
تفکر سے بری ہے کیونکہ توحید ذاتی ہے یحذرکم اللہ نفسہ واللہ رؤف بالعباد
اور تذکر سے دم نقد ہے کہ فاذکرونی اذکرکم حضرت مصنفؒ نے حروف کی مثال مین
احدیت ووحدت وواحدیت کی تجلیات کو سمجھنے اور غور کرنے کی طرف اشارہ فرمایا ہے
اور یہ حروف چونکہ دکھائی دیتے ہین تو یہ آفاقی معارف کی مثال ہین اور الف جس کا
ذکر مین نے کیا ہے کہ وہ غایب ہے وہ انفسی معارف کی مثال ہے جیسے حروف
آفاقی ہین اور ان کے معانی انفسی ہین۔ اس لیے کہ احدیت ووحدت وواحدیت
یہ تجلی حق ہے آفاق مین اور باوجود متجلی ہونے کے حق اپنے نفس مین اپنے آپکو جانتا ہے
یہ انفس کا عرفان ہی جو ہر تجلی کی جان ہے۔

پس بعض حروف ایسے ہین کہ جنکا نقطہ اوپر ہوتا ہے	فمن الحروف ماتکون نقطۃ فوقہ

لہ ڈراتا ہے اللہ تم کو اپنی ذات سے اور اللہ مہربان ہی بندون پر ۱۲ کہ تم مجھ کو یاد کرو مین تم کو یاد کرتا ہون ۱۲

ویکون هو تحتها وهو مقام ما رأیت
شیئا الا ورأیت الله قبله و من
الحروف ما تکون النقطة تحته
ویکون هو فوقها وهو مقام ما رأیت
شیئا الا ورأیت الله بعده ومن
الحروف ما تکون النقطة فی وسطه
کالنقطة البیضاء فی قلب المیم والواو
وامثالها فانه محل ما رأیت شیئا
الا ورأیت الله فیه ولهذا تجوف
لانه ظهر فی جوفه شیء غیره
فدائرة راس المیم محل ما رایت شیئا
ونقطته البیضاء محل الا ورأیت
الله فیه والالف محل ان الذین
یبایعونك انما یبایعون الله
قیل فی معنی انما بمنزلة ما الا
وتقدیره ان الذین یبایعونك ما
یبایعون الا الله ومن المعلوم
ان محمد صلی الله علیه
وسلم بویع فشهد الله لنفسه
ان ما بویع الا الله فکانه
یقول ما انت عند ما بویعت

اور وہ اوس کے نیچے ہوتے ہین اور یہ مقام
ما رأیت شیئًا الا ورأیت اللہ قبلہ کا ہے اور
بعض حروف ایسے ہین کہ جن کا نقطہ نیچے ہوتا
ہے اور وہ اوس کے اوپر ہوتے ہین اور یہ
مقام ما رأیت شیئًا الا ورأیت اللہ بعدہ
کا ہے اور بعض حروف ایسے ہین جن کا نقطہ
اون کے وسط مین ہے مثل نقطۂ سفید کے
قلب م اور و وغیرہ مین پس یہ محل ما رأیت
شیئًا الا ورأیت اللہ فیہ کا ہے اور اسی لیے
اوس مین جوف رکھا گیا کیونکہ اوس کے جوف
سے وہ چیز ظاہر ہوئی ہے جو اوس کی غیر ہے
تو میم کا دائرہ محل ما رأیت شیئًا کا ہے اور سفید
نقطہ محل الا ورأیت اللہ فیہ کا ہے اور الف
محل ان الذین یبایعونك انما یبایعون
اللہ کا ہی اور اسکے معنی مین کہا گیا ہے کہ انما
بمنزلہ ما الا کے ہے اور محل اوس کی ان الذین
یبایعونك ما یبایعون الا اللہ ہی اور یہ معلوم ہی کہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی پس اللہ نے
اپنے نفس کے واسطے شہادت دی کہ نہ بیعت
لی مگر اللہ نے (حقیقتًا اور تعینًا) پس گویا کہ یہ فرمایا
کہ تو اون کے نزدیک جنھون نے بیعت کی

محمد نہین ہے بلکہ اللہ ہے کیونکہ اُنھون نے حقیقتًا اللہ سے بعیت کی ہے اور یہی معنے خلافت کے ہین۔ رسول اللہ یا شاہی ایلچی کو دیکھو کہ اوس کے لیے کس طرح صحیح ہے یہ کہ وہ اپنے مخالف سے کہے کہ تونے مجھ سے مخالفت نہین کی بلکہ بادشاہ سے مخالفت کی اور اسیطرح پر بادشاہ اوس سے کہتا ہے جس کی طرف رسول بھیجا ہے کہ تم اسی فلان شخص گمان کرو بلکہ بجاے میرے سمجھو بسبب اُن لوگون کو ترغیب دلانیکے اوسکی اطاعت پر۔	محمۃ انما انت اللہ بالغیب لانھم مبایعون اللہ علی الحقیقہ وھذا معنی الخلافۃ الا تری الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور رسول لملک کیف یصح لہ ان یقول لمن خالفہ ما خالفتنی انما خالفت الملک و کذالک الملک یقول لمن ارسل الیھم عن رسولہ لا تظنوہ فلانًا انما ھو انا تحریضا لھم علی طاعتہ

اور ایسے موقع پر کچھ تفرقہ وگفتگو کی گنجائش نہین ہوسکتی جب کہ سکندر خود اپنا نامہ لیکر نوشابہ کے پاس جاے یہ مقام توحید ذاتی کا ہے۔ حضرت مصنف رح نے اس مقام پر پانچ سُلوک لکھے ہین۔ آخری سُلوک ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ کا ہے اور یہ محض لا الٰہ الا انا کا سلوک ہے جس کو اصطلاح صوفیہ مین کافری کہتے ہین ؎

انچنین در کافری دین من ست	ما ہر ویا عشق تو در کافری

کفر کے معنی چھپانے کے ہین اس آیت سے ثابت ہے کہ عین محمد یعنی جسمانیات عین احمد یعنی روحانیات ہی اور عین احمد ماحی ہے یعنی عالم امر قل الروح من امر ربی[1] اور عین ماحی عاقب ہی یعنی ہویت حق اور عین عاقب ناشی ہے یعنی ہویت حق۔ ناشی کے معنی ساری وطاری کے ہین اور عاقب کے معنی پیچھے سے آنے والے کے ہین اور ماحی کی

[1] کہدو کہ روح میرے رب کی امر سے ہی ۱۲

لغوی معنی محو کرنے والے کے ہین اور اصطلاحی معنی تخم کے ہین جو اپنے آپ کو میٹ کر
درخت کو ظاہر کرتا ہے۔ پس وہی ناشی الف اللہ یا احد کا مرتبہ احدیت وہویت سے
ساری وطاری ہے اور ہویت مین اسم ورسم نہین ہے صرف ہویت اسوجہ سے معلوم
ہوتی ہے کہ ہم وجود اشیاء کو اوس سے نکلتے دیکھتے ہین پس وہی اللہ عاقب ہے
یعنی پیچھے سے آنے والا اور وہی ماحی یعنی بیج ہے یعنی جو کچھ پیچھے سے آیا ہے وہ اس کی
محویت کی وجہ سے اجمالا اس مین موجود ہے اسکو مقام وحدت کہین گے اب اسی مقام کی
تفصیل روحانیات ہین جنکو احمد یا مقام واحدیت یا اعیان ثابتہ کہین گے اور احمد اس
قرآن سے فرقان مین محمد ہے جس کو عالم فی الخارج ملک وملکوت کہتے ہین۔ پس اس
خلیفہ سے کوئی بات چھوٹ نہین گئی جو اسکے باہر دیکھی جاے۔ لہذا یہ حق کو اپنے آئینۂ
دل مین چھپاے ہے اسی واسطے اگر کسی معشوق کی نیت کافر مطلق کہین تو بہت اچھا
لفظ ہے اب چار مرتبہ سلوک کے رہے اور وہ چار دن اس آیت مین ہین ھُوَ الاول[۱]
والاخر والظاھر والباطن وھو بکل شئ علیم ہ جب سالک پر اسم اول کا غلبہ
ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مَا رأیت شیئا الا ورأیت اللہ قبلہ[۲] اور جب سالک پر اسم
آخر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مَا رأیت شیئا الا ورأیت اللہ بعدہ[۳] اور جب
سالک پر اسم ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مَا رأیت شیئا الا ورأیت اللہ معہ[۴]
اور جب سالک پر اسم باطن کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے مَا رأیت شیئا الا ورأیت
اللہ فیہ[۵] غلبہ سے کسی حال کے اگرچہ وہ عمدہ ہو اعتدال نہین رہتا ہے۔ اعتدال
اوسی وقت ہے کہ جب عین اولیت مین آخر دیکھے اور عین آخریت مین اول عین بطون
مین ظہور دیکھے اور عین ظہور مین بطون۔ یہ مرتبہ بجز رسول اللہ کے کسی کو بکمالہ حاصل نہین ہے

---

[۱] وہی اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۱۲ [۲] مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اللہ کو اوس سے قبل دیکھا ۱۲ [۳] مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اللہ کو اسکے بعد دیکھا ۱۲ [۴] مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اللہ کو اوس کے ساتھ دیکھا۔ ۱۲

[۵] مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اللہ کو اوس مین دیکھا ۱۲

مگر باتباع رسول اللہ اور وہ اسی آیۃ سے ظاہر ہے کہ ان الذین یبایعونک الآیۃ
اور ان چارون مراتب مین اگرچہ غلبہ کسی ایک مرتبہ کا ہوتا ہے لیکن سالک خیال غیر سے
محتجب نہین ہوتا ہے ؎

هرچه آید در دلم غیر تو نیست — یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

کثرت در وحدت

نقطة الباء واحدة فی عالم غیبها التی
لا تفرقة فیه على انها ظهرت فی التاء
المثناة اثنین وفی المثلثة ثلاثة ردعا
وتنبیها لمن قال بالشریک انه ثانی
اثنین او ثالث ثلاثة مشیرا الی ان
النقطة الواحدة ولو ظهرت متعددة
هی فی ذواتها واحدة الا ترى الیه
سبحانه وتعالى انه واحد تخیل
المشرک الشرکة فیه فالشریک الذی
اعتقده المشرک فی خیاله مخلوق
الله والحق فی کل مخلوق بکماله فالمشرک
مخلوق والشریک المعتقد شرکته مخلوق
والشرکة المعتقدة مخلوقة والاعتقاد
مخلوق والحق سبحانه وتعالى فی کل شئ
من ذلک بکماله وذاته لا یتجزى و

نقطہ بار واحد ہے اپنے اوس عالم غیب
مین کہ جسمین تفرقہ نہین ہے اس لیے وہ تار
مثناۃ مین دو بار اور تا مثلثہ مین تین بار
ظاہر ہوا تنبیہا اوس شخص کے لیے جو یہ کہے
کہ وہ ثانی اثنین یا ثالث ثلاثہ ہے در حالت
اشارہ کرنے کے اس بات کی طرف کہ نقطہ
واحدہ اگرچہ متعدد ظاہر ہو مگر اپنی ذات
مین واحد ہے - خداوند تعالیٰ کو دیکھو کہ وہ
واحد ہے مشرک نے اوسمین شرکت کا خیال کیا پس وہ شریک
جسکا مشرک نے اپنے خیال مین اعتقاد کیا ہے مخلوق حق ہے
اور حق ہر مخلوق مین بکمالہ ہے پس مشرک مخلوق ہے
اور شریک جسکا اعتقاد کیا ہے مخلوق ہے اور
شرکت معتقدہ مخلوق ہے اور اعتقاد مخلوق
ہے اور حق تعالیٰ ان مین سے ہر ایک
مین بکمالہ و بذاتہ ہے جو نہ متجزی ہے اور

لایتعدد ولا یتکیف واحد لا ثانی لہ فحصل من ھذا ان الشریک ھو الحق والمشرک ھو الحق والشرکۃ ھی الحق فان شئت اشرک وان شئت افرد فما ثم الا عینک الا تری ان النقطۃ من حیث ھی نقطۃ لا من حیث ھی جرم جزئی لا تعدد ولا تجزی بحیث یاخذ کل شخص من اشخاصہ جزءًا من اجزائہ تعالی اللہ عن ذلک علوًا کبیرًا ۔	نہ متعدد ہے اور نہ متکیف بلکہ واحد ہے کہ جس کا ثانی نہین ۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ شریک وہی حق ہے اور مشرک وہی حق ہے اور شرکت وہی حق ہے چاہے تو شریک کرے چاہے نہ کرے ۔ پس نہین ہے یہ مگر تیری ذات نقطہ کو دیکھو کہ نقطہ من حیث النقطہ نہ اس حیثیت سے کہ وہ جرم جزئی ہے نہ متعدد ہوتا ہی اور نہ متجزی اسطرح کہ کوئی شخص ایک جزء اوسکے اجزا مین سے لے سکے اللہ اس سے برتر ہے بہ علوے کبیرہ ۔

یعنی اس مقام پر بجز شخص حق کے کوئی دوسرا نہین ہے اور وہی شخص حق کو حق سوچتا ہے تو جس وقت سوچتا ہے یہ سوچنے والا حق ہے اور وہ شخص شخص ہوجاتا ہے اور حق اوس سے منزہ یعنی مقدم ہوجاتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے آپ کو خیال کرے کہ مین کون ہون تو یہ خیال کرنے والا وہی شخص ہے جس کو وہ خیال کررہا ہے پس جس وقت اوسنے معلوم کرلیا کہ مین وہی شخص ہون جو خیال کررہا ہے اب اوس شخص سے جسکو اوس نے معلوم کیا یہ معلوم کرنے والا منزہ ہوگیا کیونکہ اوس نے معلوم کیا ہے اور یہ شخص جس سے معلوم کرنے والا شخص منزہ ہوگیا وہی منزہ شخص ہے ۔ اسی واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے وصال کے وقت فرماتے تھے کہ مین رفیق اعلی کی طرف جاتا ہون اور یہی مکالمہ حق جو بے حرف و بے صوت ہی حق کے مکالمہ حق سے ہو اور بندہ کے مکالمہ حق سے اور حق کی مکالمۃ بندہ سے ہو ۔

فوجدت النقطۃ فی عین التعداد	پس پایا گیا نقطہ عین تعداد مین

بقوة احديتها الغير المنقسم
واعلم ان النقطة على الحقيقة لا
تنضبط بالبصر لان كل ما ابرزته فی
عالم التجسيم يمكنه التقسيم فالنقطة
المشهودة الآن عبارة عن حقيقتها
وحد حقيقتها جوهر فرد لا يتجزى
فاما اذا ابرزته من غيب الوهم
على لسان القلم الى عالم شهادة
لوح الاكوان ازداد حكمًا فی نفسه
ذاتيا غير منسوب اليه فی حده وهو
التقسيم لانه قال ما يوجد بل لا يوجد
فی عالم الاكوان ممّا يقع عليه
ادراك الحواس جوهر فرد لا ينقسم
فلما ابرز هذا الجوهر تحت هذا الحرف
انقسم على انه غير منقسم فهذا
محل تشبيه الحق وما ورد فيه
بالنص من اليدين والوجه و
فی حديث الرفرف كما قال عكرمة
عن النبی صلی الله عليه وعلى
اله وسلم قال رأيت ربی فی صورة
شاب امرد وعليه حلة من

بقوت اپنی احدیت کے غیر منقسم اور
جاننا چاہیے کہ حقیقت مین نقطہ کو نگاہ
پکڑ نہین سکتی کیونکہ جو چیز عالم تجسیم مین
ظاہر ہوتی ہے اوس مین تقسیم ممکن ہے
پس اب نقطہ مشہود سے اوسکی وہ حقیقت
مراد ہے کہ جو جوہر فرد ہے اور متجزی
نہین ہوتی لیکن جبکہ اوس کو غیب
وہم سے زبان قلم نے عالم شہادت
لوح الاکوان کی طرف ظاہر کیا تو حکم ذاتی
فی نفسہ بڑھگیا اس طور پر کہ اپنی حد مین
کوئی چیز اوس کی طرف منسوب نہین ہی
کہ جو تقسیم کی تعریف ہے اس واسطے کہ
جوہر فرد غیر منقسم عالم اکوان مین کہ جسپر
حواس کا ادراک واقع ہوتا ہے کمتر پایا
جاتا ہے بلکہ نہین پایا جاتا ہے پس جبکہ
یہ جوہر اوس حرف کے نیچے ظاہر ہوا تو
باوجود اسکے کہ وہ غیر منقسم ہے منقسم ہوگیا
پس یہی محل تشبیہ حق ہے اور وہ کہ جہان
سے نص یدین اور وجہ وارد ہوئی۔ اور
حدیث رفرف مین ہے جیسا کہ عکرمہ نے
نبی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے روایت کی

ذهب وعلى راسه تاج من ذهب
وفى رجليه نعلان من ذهب
فهو الله تعالى يتجلى لنا بعقـ
فى صورة الشاب وغيره ٥
كتب الجمال على جلالة وجه
الله احسن كل شئ خلقه
(الحديث) بكماله تشبيه فى
عين التنزيه اذ معنى الحق انه
هو منزه الذى ليس كمثله
شئ وهو السميع البصير[1] فيستحيل
عليه تقئيد التشبيه وانه ليس
له الاذلك - فلما كان تشبيه
فى تنزيه وتنزيهه فى تشبيه
على الحكم الذى ورد به النص
من الكتاب والسنة ظهر لك عالم
الغيب فى نفس عالم الشهادة
وبطن لك عالم الشهادة فى عين
عالم الغيب ولما كانت النقطة
امًّا لجميع الحروف كان جميع
الحروف فيها بالقوة ومعنى قولى بالقوة

کہ فرمایا آپ نے کہ مین نے اپنے رب کو جوان
لڑکے کی صورت مین دیکھا - اس طرح کہ سونے کا
کا حُلّہ پہنے ہوے تھا اور سر پر ایک سونے کا تاج
تھا اور پیرون مین سونے کے جوتے تھے پس
وہی اللہ تعالیٰ ہے جو در حقیقت ہمارے لیے
صورت جوان وغیرہ مین تجلی کرتا ہے ٥
لکھدیا لوحِ جلال وجہ پر اللہ نے "
حُسن وخوبی مین کوئی شے حسن سے بہتر نہین
(آخر حدیث تک) بکمالہ تشبیہ ہے عین تنزیہ
مین اس لیے کہ معنی حق کے یہ ہین کہ وہ منزہ
ہے بفحواے لیس کمثلہ شئ وھو السمیع
البصیر - پس دشوار ہے اوس پر تقئید تشبیہ
اور ہمیشہ اوس کے لیے یہی بات ہی - پس جبکہ
اوس کی تشبیہ مین تنزیہ ہوئی اور تنزیہ مین
تشبیہ ہوئی بموجب حکم کتاب وسنت - تو
عالم غیب تیرے لیے عالم شہادت مین ظاہر
ہوا اور عالم شہادت تیرے واسطے عالم غیب
مین پوشیدہ ہوا - اور جبکہ نقطہ کل حروف
کی اصل ہوا تو کل حروف اوس ہین بالقوہ
ہین اور میرے قول بالقوہ کے معنی یہ ہین

[1] نہین ہی اوس کے مانند کوئی چیز اور وہی سمیع وبصیر ہے ١٢

ان تعقل ثبات الاحرف فیھا ولا یدرک کونھا الا بعد بروزھا منھا۔

کہ تعقل اثبات حروف کا اوسمین ہے اور اوسکا ہونا ادراک نہین کیا جاتا ہے تا وقتیکہ وہ حروف اوس نقطہ سے ظاہر نہون

نقطہ اور "ب" کی گفتگو

(یعنی مکالمۂ الوہیّت وعبودیت)

تقول لنقطۃ للباء۔ ایھا الحرف انی اصلک لترکیبک منی بل انک فی ترکیبک اصلی لان کل جزء منک نقطۃ فانت الکل وانا الجزء والکل اصل والجزء فرع بل انا الاصل علی الحقیقۃ اذ ترکیبک عینی لا تنظر الی بروزی وراءک فنقول ھذا البارز غیری ماوراءک الا ھو تجلّی وعینی ولولا وجودی فیک لما یکن لی بک ھذا العلاقۃ الی متی تصرف بشھادتک منی وتجعلنی وراء ظھرک اجعل غیبتک شھادتک وشھادتک غیبتک۔

نقطہ ب سے کہتا ہے کہ اے حرف مین تیری اصل ہون کیونکہ تیری ترکیب مجھ سے ہے بلکہ تو اپنی ترکیب مین میری اصل ہے اس لیے کہ تیرا ہر جز نقطہ ہے پس تو کل ہے اور مین جزء ہون اور کل اصل ہے اور جزء فرع بلکہ حقیقت مین مین اصل ہون اس لیے کہ تیری ترکیب عین میری ترکیب ہی میرا بروز اپنے ماوری ندیکیہ (مبادا) تو کہے کہ یہ بارز (یعنی نقطہ میرا (یعنی ب کا) غیر ہے نہین ہے ماوری تیرے مگر میری ہویت اور عینیت ذات اور اگر میرا وجود تجھ مین نہوتا تو مجھ کو تیرے ساتھ یہ علاقہ نہوتا کب تک مجھ سے اپنی شہادت کی طرف منھ پھیرے رہے گی اور مجھ کو اپنے پس پشت رکھے گی تو اپنے غیب کو اپنی شہادت کر اور اپنی شہادت کو اپنا غیب

اما تحقق وحدتی بک لولاک
لما کنت انا نقطة الباء و
لولای لما کنت انت باء منقوطة
کم اضرب لک الامثال کی
تفهم احدیتی بک وتعلم ان
انبساطک فی عالم الشهادة
واستتاری فی عالم الغیب
حکمان لذاتنا الواحدة لا
مشارک فی لک ولا مشارک
لک فی۔ ما انت الا انت لان
اسمک حدث علی اسمی
الا تری ان اول جزء من
اجزاءک یسمی نقطة وثانی جزء
یسمی نقطة وثالث جزء من
اجزائک یسمّی نقطة و
کذلک جمیع اجزاءک نقطة فی
نقطة فانا انت مالک فیک
اینة هل هویتی هی اینتک
التی انت بها انت لو کنت عند
قولک فی نفسک انا یتخیل ذاتی
لکنت انا ایضا عند قولی هو تخیل

لیکن میری وحدت کا ثبوت تیرے ساتھ ہی
اگر تو نہوتی تو مین نقطہ بار نہوتا اور اگر مین نہوتا
تو تو بار منقوطہ نہوتی۔ مین تجھ سے کہان تک
مثالین بیان کرون تاکہ تو میری احدیت کو
جو تیرے ساتھ ہے سمجھے اور معلوم کرے کہ
تیرا انبساط عالم شہادت مین اور میرا استتار
عالم غیب مین یہ دو حکم ہماری ایک ذات کے
لیے ہین۔ نہ تو مجھ مین مشارک ہے اور نہ مین
تجھ مین مشارک ہون۔ تو نہین ہے مگر تو اسلیے
کہ تیرا اسم میرے اسم سے نکلا ہے کیا تو نہین
دیکھتی ہے کہ تیرے اجزا مین سے اول جزو
کو بھی نقطہ کہتے ہین اور دوسرے جزو کو بھی
نقطہ کہتے ہین اور تیسرے جزو کو بھی نقطہ
کہتے ہین اسی طرح تیرے سب اجزا نقطہ در
نقطہ ہین پس میرا وجود عین تیرا وجود ہے
تیرے لیے تجھ مین انیت نہین ہے بلکہ میری
ہومیت ہی تیری وہ انیت ہے کہ جس کی
وجہ سے تو تو ہے اگر تو اپنی ذات مین اپنے
انا کہنے کے وقت میری ذات خیال کرتی
تو مین بھی اپنے ہو کہنے کے وقت اپنا وجہ
خیال کرتا پس اوس وقت تجھ کو معلوم ہو جاتا

وجهی فکنت حینئذٍ تعلم
ان انا وھو عبارتان لذات
واحدۃ - قالت الباء سیدی
تحققت انک اصلی وقد علمت
ان الاصل والفرع شیئان
وھذہ جثتی منبسطۃ متر کبۃ
لا وجود لی الا بہا وانت جوھر
لطیف یوجد فی کل شیٔ وانا
جسم کثیف مقید بمکان دون
غیرہ فمن این لی حقیقۃ مالک
ومن این اکون انا انت وکیف
یکون حکمک حکمی -

فاجابتہا النقطۃ فقالت شھود
جسمانیتک وتخیل روحانیتی ہیئۃ
من ہیئاتی ووصف من اوصافی
وذالک ان جمیع مفترقات الاحرف
والکلمات بجملتہا صورتی الواحدۃ
فمن این التعداد اذ لا تحقق ان العشرۃ
اسم لمجموع ھذہ الخمستین فمن این
التغائر بین الخمسۃ والعشرۃ فی
حقیقۃ العشریۃ لا فی الاسمیۃ و

کہ انا اور ھو دونون ایک ہی ذات سے مراد
ہین ب نے کہا کہ اے میرے سردار ثابت ہوا
کہ بیشک تو میری اصل ہے اور واقعی مین نے
جانا کہ اصل وفرع دو چیزین ہین اور یہ میرا
جثہ منبسط مرکبہ ہے کہ سواے اسکے ذریعہ کے
میرا وجود نہین ہے اور تو جوہر لطیف ہے کہ
ہر چیز مین پایا جاتا ہے اور مین جسم کثیف
مقید بمکان ہون نہ سواے اِس کے پس
میری حقیقت کے لیے وہ حکم کیسے ہو سکتا ہی
کہ جو تیرے لیے ہے مین کہان سے تیرے مانند
ہو سکتی ہون اور تیرا حکم میرا حکم کیسے
ہو سکتا ہے -

پھر نقطہ نے جواب دیا کہ تیری جسمانیت کا شہود
اور میری روحانیت کا تخیل میری ہیأت
سے ایک ہیئت ہے اور میرے اوصاف سے
ایک وصف ہے اور یہ اس لیے کہ کل حروف متفرقات
اور کلمات تمامتر میری صورت واحدہ ہین پس تعداد
کہان سے ہے - اسلیے کہ یہ نہین ثابت ہوتا ہی کہ عشرہ
اسم ہے مجموع خمستین کے لیے پس خمسہ اور
عشرہ مین حقیقت عشریہ مین تغایر علاوہ
اسمیۃ کے کہان ہے اور جب کہ تو من کل الوجوہ

اذ كنت انت من كل وجوهك
وصفا من اوصافي ونظرة من
نظراتي فمن اين تكون الاثنانية
بيني وبينك وكيف هذه المجادلة
التي بيني وبينك انا اصل فيما يراد
منك وفيما يرد مني هذا مجموعة
ذاتي ترتيب حكمة الهيئة فاذا اردت
تعقلني فخيل نفسك وجميع
الحروف كلها والكلمات صغيرها
وكبيرها ثم قل لي نقطة فذلك
المجموعة هو عين نفسي ونفسي عين
ذلك المجموع بل نفسك عين
مجموع عيني عينك بل لا انت
ولا هم الكل انا بل لا
انا ولا انت ولا هم ولا
واحد ولا اثنين ولا ثلاثة ما ثم
الا النقطة الواحدية لا تعقل
لمثلك فيها ولا تفهم فلو
تحولت من ثوبك الى
ثوبي لعلمت كل ما اعلم
وشهدت كل ما اشهد

میرے اوصاف مین سے ایک وصف اور
میری نظرات مین سے ایک نظر ہے تو کیسے
میرے تیرے اثنینیت ہو سکتی ہے اور یہ مجادلہ
کہ جو میرے اور تیرے درمیان مین ہے کیسا
ہے مین اوس چیز مین اصل ہون کہ جو مجھ سے
وارد ہوا ور تجھ سے مراد لی جاے۔ اس میری
ذات کا مجموعہ بر ترتیب حکمت الٰہیہ ہے پس
جب تو میرے تعقل کا ارادہ کرے تو اپنی
ذات کو اور کل حروف کو تمامتر اور کلمات صغیرہ
وکبیرہ کو خیال کر پھر مجھ کو نقطہ کہہ پس یہ
مجموعہ میری ذات کا عین ہے اور میری ذات
اس مجموعہ کی عین ہے بلکہ تیری ذات عین
عین مجموعہ ہے کیونکہ میری ذات وہی تیری
ذات ہے بلکہ نہ تو ہے اور نہ وہ ہے سب مین
ہون بلکہ نہ مین ہون اور نہ تو ہے اور نہ وہ
ہے اور نہ ایک ہی اور نہ دو ہین اور نہ تین ہین
نہین ہے مگر نقطہ واحدیت تو اپنے مثل
اوس مین نہ جان اور نہ سمجھ پس اگر تو اپنے لباس
کو میرے لباس سے تبدیل کرے گی تو البتہ
اوس چیز کو جانے گی جس کو مین جانتا ہون
اور اوس چیز کی شہادت دے گی جس کی

وسمعت كل ما اسمع وبصرت
كل ما ابصر۔

فاجابه الباء فقال قد لاح
بارق ما قلت فمن لى بالوقوع
فى صبح هذا الفجر وقد قلت
ان البعد والقرب والكم
والكيف من ترتيب وجودك
فكلما شهدت القول بالترتيب
وما لابد منه سلمت وانصرفت
بوجهى الى عالم شهادتى و
لزومى الادب معك وكلما
حلت فى ملكوت معناى
وجدتك نفسى فاذا طلبت
من نفسى مالك من الحل
والعقد فى الحروف والسريان
فى كل حرف بكمالك لا اجد
شيئا فتنكسر زجاجة همتى
وارجع حسيرا۔
فقالت النقطة نعم ترجع
لانك طلعت من نفسك ونفسك

مین شہادت دیتا ہون اور وہ سنیگی جو
مین سُنتا ہون اور وہ دیکھے گی جو مین
دیکھتا ہون۔
ب نے جواب دیا کہ جو کچھ تونے کہا مجھپر
اچھی طرح ظاہر ہو گیا پس اس فجر کی صبح کو
مجھپر عالم گذرنے والا ہے اور البتہ تونے کہا
کہ بُعد اور قرب اور کیف اور کم تیرے وُجود
کی ترتیب سے ہے پس جبکہ قول بالترتیب
شاہد ہوا اور جو اوس سے ضروری ہوا
مین نے مانا اور تیرے ساتھ
اوب کیا اور اپنے منھ کو عالم شہادت کیطرف
سے پھیرا اور جبکہ تو میرے ملکوت معنی مین ظاہر
ہوا مین نے تجھ کو اپنی ذات پایا پس جب کہ
مین نے اپنی ذات کو عین تیری ذات سمجھا
تو مین نے اوس سے وہی احکام طلب کیے کہ
جو تیری ذات کے لیے ہین مثلاً حل وعقد
فی الحروف یا سریان ہر حرف مین تیرے کمال
کے ساتھ تو انمین سے کسی کو مین نے اپنی ذات
مین نہ پایا اور جب نپایا تو میری ہمت پست
ہو گئی اور رنجیدہ ہو کر واپس آئی نقطہ نے کہا
ہان۔ تو پلٹ آئی اس لیے کہ تونے اپنی ذات سے

عندك غير نفسى فلا تجد
منها مالى فلو طلبت
منها ان الذى هو انت فى
نفسى التى هى نفسك
دخلت الدار من بابه فحينئذٍ
ماطلبت ماللنقطة الا من
النقطة بل ولا طلبت الا النقطة
مالها منها فجل فى هذا
المعنى ان كنت معنًا

ہ

هذ الخيام بدت على طنابها
فانزل بها ان كنت من احبابها
قف بين هاتيك المعانى انها
وقفت بها الازمان فى ترابها

لله در منازل قد شرفت
بالساكنين وشرفوا بترابها
لا تعرف الاغيار فى عرفانها
مجهولة سدت على ابوابها
النازلين بحبها هم اهلها

مجھ کو طلب کیا اور تیری ذات تیرے
نزدیک میری ذات کی غیر ہے پس
تونے اپنی ذات سے وہ نپایا کہ جو مین ہون
پس اگر تو اوس سے کہ جو تو خود ہے میری ہوس
ذات مین طلب کرتی کہ جو تیری ذات ہے
تو تو گھر مین اوس کے دروازہ سے داخل ہوتی
پس اس وقت تو نہ طلب کرتی نقطہ سے مگر وہ
کہ جو نقطہ کے لیے ہے بلکہ نہ طلب کرتی نقطہ سے
مگر وہ کہ جو اوس نقطہ کو اپنے آپ سے حاصل
ہے پس یہ معنی روشن ہو جاتے اگر تو ہمارے
ساتھ ہوتی ہ

یہ خیمہ نصیب ہوا اپنی رسیون پر
پس اگر تو اوسکے رہنے والون سے ہی تو اومین اتر
ان معنون مین توقف کر
کہ لوگ مدتون یہان ٹھہری ہین

نیکی واسطے اللہ کے اون منزلون کی جو بزرگ
ہوئین رہنے والون سے اور وہ بزرگ ہوے
اون (منزلون) کی مٹی سے
نہین پہچانے جاتے ہین اغیار اُسکے عرفان مین
مجہول ہین کہ اُسکے دروازون پر روکے گئے ہین
اُسمین محبت سے اُترنے والے وہی اسکی اہل ہین

من بان عنها ليس من انسابها	جس نے اوس سے انکار کیا وہ اوس کے انساب سے نہین ہے

یعنی اس توحید ذاتی کا عرفان بجز جاذبہ حق کے نہین ہوتاہے اسی جاذبہ کو حسن استعداد کہتے ہین یہ دونون فصلین حضرت مصنف نے نقطہ کو احدیت مان کر جسمین تجزی نہین ہے لکھی ہین دوسری فصل مین حضرت مصنف نے الوہیت اور عبودیت کی گفتگو لکھی ہے نقطہ کو مرتبہ الوہیت مین رکھا ہے اور ب کو مرتبہ عبودیت مین۔ اور یہ ثابت کیا ہے کہ جو مرتبہ عبودیت ہے وہ کوئی علحدہ چیز نہین ہے بلکہ اوسی نقطۂ الوہیت کا انبساط ہے اور سلوک بتایا گیا ہے کہ اگرچہ ب اپنے آپ کو اوسی نقطۂ الوہیت کا انبساط سمجھتی ہے لیکن اپنے مین کوئی قدرت و رفعت و منزلت مثل نقطہ کے نہین پاتی ہے تب ششدر ہوتی ہے کہ یہ کیا بات ہے۔ اوسکا جواب نقطہ کی جانب سے یہ دیا گیا ہے کہ قدرت و رفعت و منزلت اوس صورت مین حاصل ہوسکتی ہے کہ نقطہ کی ذات کو اپنی ذات جانے نہ کہ اپنی ذات کو نقطہ کی ذات جانے۔ اپنی ذات کو نقطہ کی ذات جاننے مین شرک خفی ہے لہذا جہان شرک ہے وہان اقتدار نہین ہے اور یہ امر یہان پر سمجھ مین آنے سے اسوجہ سے مخفی رہگیا ہے کہ حضرت مصنف نے حجابات عظمت کو نہین پھاڑا ہے جو الوہیت و عبودیت کے واسطے لازمی ہے اگر اس مقام پر حجابات عظمت پھاڑ کر عاشقی و معشوقی کی بحث کی جاے تو یہ معاملہ صاف ہوجاے اور اس صورت مین نقطہ اگرچہ غیر متجزی ہے اور اوس کی دید ضابطہ بصارت سے بیرون و غائب ہے لیکن اوسکی دید غیب الغیب نہین کہی جاسکتی بخلاف الف کے کہ وہ نقطہ کے قبل اور بعد ہے۔ قبل نقطہ کے غیب الغیب مین ہے اور بعد اس طرح پر ہے کہ نظر نہین آتا ہے جسطرح لفظ انا مین یعنی الف انا کے نقطہ سے مقدم بھی ہے اور مؤخر بھی اور جن جامعیت کیساتھ مقدم ہے اسی جامعیت کیساتھ مؤخر ہے اور تقدم مین بھی نقطہ ہی کا انبساط نظر آتا ہے

اور تاخر مین بھی یعنی اوسی نقطہ کے انبساط کو تقدم و تاخر مین الف کہتے ہین۔ الف بنفسہ
غائب ہی اور اس آیت کا محل یہی آتا ہے ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ
الف بجاے مرد کے ہی اور نقطہ بجاے عورت کے اور اسی کو نکاح معنوی وجماع حقیقی
کہتے ہین یعنی ہویت نقطہ کو یہ وجود انا لامکانی سے نکاح کر کے لایا تب وہ ہویت
یہ انا انسانی ہوئی۔ اور یہ انا رفوق ہویت ہی الف یعنی احد بجاے قلم کے ہے اور
نقطہ بجاے دوات کے ہے جسمین سیاہی ہے قلم اور سیاہی کے اجتماع سے کل حروف
معجمہ وغیر معجمہ لوح خیال مین منبسط ہوکر عالم کہلاے ہین اور اسی کی طرف حضرت
مصنفؒ نے اثنین وثلاثہ کا اشارہ فرمایا ہے اور ب کے کلام مین فرمایا ہے کہ اس فجر کی
صبح کو پھیر عالم گذرنے والا ہے یعنی احد اور احدیت کے جماع سے تاریکی تنزیہ مین
جو نطفہ ٹھہرا اوسی کی طرف اشارہ ہے کہ ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ
ثم رش علیھم من نورہ رش نور ہر ہر قطرہ نطفہ ہے اگر عالم کی نسبت خیال
کیا جاے تو آفاق ہے جس کے تین کھنڈ مین اور اگر نفس کی نسبت خیال کیا جاے
تو انسان ہے جس کے تین کھنڈ ہین احد اپنے حروف سے تین ہے۔ ا-ح-د
جو بے نقطہ ہے یہ ہنوز جماع نہونے کی دلیل ہے احدیت اپنے حروف مین پانچ ہی
ا-ح-د-ی-ت۔ احد اس احدیت مین اپنی تنزیہی جامعیت کے ساتھ بلا نقطہ
کے موجود ہے اور پھر بصورت نقطہ نیچے بھی موجود ہے اور اوپر بھی موجود ہے
یہ جماع ہے۔ اب یہان فرق احد اور احدیت کا باقی نہین ہی اگرچہ احد اپنے اوس مرتبۂ
لامکانی مین جو اطلاق کی قید سے بھی مبرا ہے اپنے منوال پر ہے مگر احدیت مین بھی
الآن کما کان بصورت نقاط تحت وفوق موجود ہے جسکو یہی کہین گے کہ اوسی احد کا
انبساط ہے پس جو سوالات وجوابات حضرت مصنفؒ نے ب اور نقطہ کے ظاہر کیے
ہین وہی سوالات وجوابات اگر انا کا لفظ سامنے رکھکر کیے جائین تو وہ تفرقہ یا تنزگی خفی

جو اُن سوالات وجوابات سے سمجھا جاتا ہے اور جسکی وجہ سے باوجود توحید کے ب کو قدرت حاصل نہین ہوتی تھی جاتا رہے گا یعنی وہی الف مقدم ہے اور وہی الف مُوخر ہے اور وہی نقطہ الف مقدم ہے اور وہی نقطہ الف موخر ہے یعنی نقطہ کی ذات الف کی ذات سے علحدہ نہین ہے اور نہ نقطہ کو الف کہ سکتے ہین اور نہ الف کو نقطہ۔ نہ الف کو نقطہ سے مقدم کہہ سکتے ہین اور نہ موخر یعنی الف ہمہ تن فی نفسہ الف اور نقطہ اور پھر الف ہے اور نقطہ فی نفسہا نقطہ اور الف مقدم اور الف مُوخر ہے اب جتنے مراتب کہ اس انا رسے نکلین گے وہ تخلیقی ہون گے جو نقطہ اور الف کے اتحاد سے پیدا ہین اگرچہ نقطہ کے ساتھ الف موجود ہے کیونکہ وہ عین نقطہ ہے مگر نقطہ سے علحدہ بھی الف کا وجود ایسا منزہ موجود ہے کہ وہ اسکا دعوی کرسکتا ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید الیہ کی ضمیر وجود روحی کی طرف راجع ہے جو نفخت فیہ من روحی[۵۱] سے ثابت ہی اور روح فی نفسہا مونث ہے تو نحن کے ساتھ قربت کا لفظ لگا ہوا ہے اور قربت جماع حقیقی کو کہتے ہین پس ثابت ہو گیا کہ جب تک شرک خفی باقی ہے سالک سلوک سے استفادہ کماہی نہین کرسکتا ہے اور شرک خفی نہین دفع ہوتا جب تک عبودیت مجازی کا نام بحالت عظمت بالکل مٹ نہ جاے اور الوہیت قائم نہ جاے اور حالت بے تکلفی ھن لباس لکم وانتم لباس لھن کی حاصل نہ جاے۔ اسی یے خداوند تعالی فرماتا ہے ومن[۵۲] کل شئ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون یہ بحث بسبب اپنی نزاکت کے کلام مین پیچیدہ معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ یہ معاملہ وجدانی ہے اگر افعال مین روحی تعلقات کو ہر عضو جسم سے معاملت کرکے اور صفات مین کل تاثیرات جسمانی سے متاثر ہو کر ذات مین عین انا ہو کر ملاحظہ ومشاہدہ کرے تو وفی[۵۳] انفسکم افلا تبصرون کے موافق ضرور سالک

---

۵۱ مین نے آدمی مین اپنی روح پھونکی ۱۲ ۵۲ اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا شاید کہ تم ہماری یاد کرو ۱۲ ۵۳ اور تم اپنے نفوس مین کیون نہین دیکھتے ۱۲

مشاہدہ واقتدار بمناسبت اپنے تعین کے اوس صورت مین حاصل کرسکتا ہی جب
اپنی روح کو اپنے جسم مین ہر آن عمل کرتے ہوے دیکھتا اور سمجھتا رہے اور بلا مناسبت
تعین اوس صورت مین کل مخلوقات کو بدو خلقت سے ملاحظہ ومعائنہ کریگا کہ جب
اپنے آپ کو نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے ساتھ ملاحظہ کرے گا تو کل مخلوقات کا
مثل حق کے عین ہوگا اور کل مخلوقات فی نفسہ اوسکا علم ہوگا اور یہی مرتبہ رسول اللہ
کا ہے ۔ میرا مطلب اس کل تحریر سے یہ ہی کہ جس طرح پر نقطہ غیر متجزی وغیر متبعض کل حروف
یعنی مخلوقات مین ساری وطاری ہے اوسی طرح الف کل حروف یعنی مخلوقات مین
بصورت نقطہ کے ساری وطاری ہے اور باوجود سرایت کے الف کی شان یہ ہے
کہ کل الکل نقطہ سے مقدم اور نقطہ سے موخر ہے اور پھر عین تاخر مین مقدم اور عین
تقدم مین موخر ہے اور یہ شان حق تعالی کی جسکو شان بھی نہین کہہ سکتے قید طلاق
سے بھی منزہ ومبرا ہے کیونکہ مبصر جو کچھ ہے یا نہین ہے نقطہ ہی ہے الف تو اپنی جگہہ
سے بھی غائب ہے اور اسی کو غیب الغیب کہتے ہین جس کے معنی یہ ہین کہ کہین سے
بھی پتہ نہ لگے اور اگر پتہ لگے تو مخلوقات مین مخلوقات کے تعین سے پتہ لگے اور
وہ مخلوقات اسمار وصفات حق ہین کہ جن سے حق پہچانا جاتا ہے کیونکہ حق تعالی
کی کیسی ہی حالت اطلاقی ہو اوسمین اوسکو اسمار ہفتگانہ یعنی امہات اسمار سے جو
حی وعلیم وقدیر ومرید وسمیع وبصیر وکلیم ہین خالی نہین سمجھ سکتے اور جب خالی نہ سمجھینگے
تو حق بصورت ایک شخص مرد کے ہوگا کیونکہ تنزیہ مین سب اسماء ہفتگانہ ملائین گے
تو مرد کی صورت ہوجائے گی اور اسی شخص کو بصورت امرد رسول اللہ نے معراج شریف
مین دیکھا تھا اور آیندہ ہم کہین پر بیان کرین گے کہ وہ جس کو بصورت امرد رسول اللہ
نے دیکھا تھا وہ رسول اللہ خود ہی تھے

"ب" کے اوّلِ قرآن میں لانے کا سبب

الباء هی النفس وهی حرف ظلمانی ولیس فی البسملة باسرها من الحروف الظلمانیة الا هی واعنی بالحروف الظلمانیة (ب ج د ز ف ش ت ث خ ذ ض ظ غ) لان الحروف النورانیة التی هی فی اوائل السور مقطعة هی (ا ه ح ط ی ك ل م ن س ع ص ق ر) فجعل الحق حرف الباء اول القرآن فی کل سورة لان اول حجاب بینك وبین ذاته سبحانه ظلمة وجودك فاذا فنی ولم یبق الا هو کانت اسماءه وصفاته التی هی منه حجاب علیه فتلك جمیعها نورانیة ماخلا الباء الذی معناه وجودك فهو ظلمانی والباقی جمیعه نورانی ومن هذا کانت الباء ثوبًا علی النقطة

باء یہی نفس ہے اور یہی حرف ظلمانی ہے اور پوری بسم اللہ مین اسکے سوا کوئی حرف حروف ظلمانیہ سے نہین ہے اور مراد حروف ظلمانیہ سے یہ حروف ہین (ب ج د ز ف ش ت ث خ ذ ض ظ غ) اس لیے کہ حروف نورانیہ وہ ہین کہ سورتون کے آغاز مین ہین اور حروف مقطعات کہلاتے ہین اور وہ یہ ہین (ا ہ ح ط ی ک ل م ن س ع ص ق ر) پس حق تعالیٰ حرف بار کو قرآن کی ہر سورۃ کے اول لایا اِس لیے کہ اول حجاب جو تیرے اور ذات حق کے درمیان مین ہے وہ تیرے وجود کی ظلمت ہے پس جب کہ تیرا وجود فانی ہوجاے اور اُسکے سوا کچھ باقی نہ رہے تو اُسکے اسمار وصفات کہ جو اوس سے ہین اوسپر حجاب ہونگے پس یہ کل حروف نورانی ہین۔ علاوہ اوس ب کے کہ جس سے تیرا وجود مراد ہے پس وہ تو ظلمانی ہے اور باقی کل حروف (بسم اللہ مین) نورانی ہین۔ اور اسی وجہ سے ب نقطہ پر ا

لانها فوقها والثوب فوق الملابس
فكانت الباء ظلمة نور النقطة محجوبة
بوجودها التي هي العالم البارز
عن العالم الجمال النقطي وحكمة
ظهور النقطة وراءه اشارة الى ان
الامر الحقيقي وراء ما ظهر لما التصقت
النقطة بالباء كان الباء في الكلام مستعملا
للالصاق ولما كان نظر النقطة ممدودا الى
الباء كان الباء في كلام العرب مستعملا للاستعانة
ولما لاح نار السعادة للباء على شجرة
نفسه سرى في ظلمة سرادق غيب يبتغي
اهله ليقتبس نار النقطة او يجد هدى
في نفسه الى نفسه من نفسه نودي
من جانب قائم شجرة الالف الذي
هو اسم الله اخلع نعليك اي
وصفك وذاتك انك
بالوادي المقدس وانت محل
التشبيه والدنس ولا مقام
لك في وادي تقديس النقطة
الا ان تخلع تشبيه ذاتك

بمنزلہ غلاف ہے اور غلاف فوق الملابس ہوتا ہے
پس ب ظلمت ہے نور نقطہ پر اور نور نقطہ محجوب ہے اوسکے
وجود سے کہ جو عالم جمال النقطی کا عالم ظاہر واقع ہوا
ہے او حکمت نقطہ کے ظاہر ہونے کی ب کے
علاوہ اس بات کے مشیر ہے کہ امر حقیقی
اس امر کے علاوہ ہے کہ جو ظاہر ہوا۔ جبکہ نقطہ
ب کے ساتھ ملتصق ہوا تو ب کلام مین الصاق
کے لیے مستعمل ہوئی اور جب نقطہ کی نظر ب
کی طرف ممدود ہوئی تو ب کلام عرب مین استعانت
کے لیے مستعمل ہوئی اور جب کہ ب کے
لیے اوسکے شجرۂ نفس پر نار السعادۃ روشن
ہوئی تو ظلمت سر پردہ غیب مین اوس نے
رات کو اپنے اہل سے سیر کی تاکہ نار نقطہ کو
اقتباس کرے یا فی نفسہ الی نفسہ من نفسہ
ہدایت پاوے۔ شجرۂ الف سے کہ جو اسم اللہ
ہے جانب قائم ندا دی گئی کہ اخلع نعلیک
یعنی اپنی صفت اور ذات کو جدا کر کیونکہ تو
وادی مقدس مین ہے حالانکہ تو محل تشبیہ و دنس[1]
ہے اور تیرے لیے وادی تقدیس نقطہ مین
مقام نہیں ہے جب تک کہ تو اپنی تشبیہ ذات

[1] دنس بمعنی میل ۱۲

وحذف صفاتك حتى لا يبقى في القدس الا القدوس۔

اور دنس صفات سے مخلع نہو یہان تک کہ مقام قدس مین قدوس کے سوا باقی نرہے

یعنی جب کہ ب نے نفس مطمئنہ ہوکر حق یعنی الف کی طرف رجوع کی تب اوس کو اس رجعت سے سواد غیب الغیب نے اپنے رنگ مین رنگ لیا صبغة الله ومن احسن من الله صبغة جب ب کو سراپردۂ غیب مین اہل ہونے کی اہلیت حاصل ہوگئی تو ہمرنگی یکتائی کیوجہ سے اس بات کی قابلیت پیدا ہوگئی کہ اپنے شجرۂ نفس مین نار السعادة روشن دیکھے اور اس شب روشن مین ثم رش عليهم من نوره سے نار نقطہ کا اقتباس کرے یا بسبب ب و نقطہ کی یکتائی کے في نفسه لي نفسه من نفسه ہدایت پادے اور اوس وادی مقدس مین قدم جمادے اور مصدر اسکا ہو کہ شجرۂ الف سے جو اسم الله ہے ہمکلامی ہو کہ اخلع نعليك

فاخذ بزمامه يد التوفيق فانبسط تحت نور الالف انبساط الظل اذ ظل كل شي مثله وبسط باء كل كتابة بقدر قائم الفها فرات نفسها ظلا لهذا لقائم فعلمت ان قيامها به اذ لا وجود للظل الا بالشخص بين الجرم المستوى بها فتحقق لها مثلوها ونفت وهمية وجودها لان الظل بنفسه ليس بشي موجود تام انما هو حيلولة الشخص بين

پس توفیق کے ہاتھ نے اوس کی باگ پکڑی اور الف کے نور کے نیچے اوسکا سایہ منبسط ہوگیا (کیونکہ سایہ ہر چیز کا اوسکے مثل ہوتا ہے) اور ب کتابت مین بقدر کھڑے الف کے پوری کھل گئی پس ب نے اپنی ذات کو اوس قائم کا ظل دیکھا پس جانا کہ قیام اپنا (یعنی ب کا) اوس الف کے ساتھ ہے اسلیے کہ وجود ظل نہین پایا جاتا ہے جب تک کہ شخص جرم مستوی مین اوسکے ساتھ نہوپس اوسکو اپنا پڑھا جانا ثابت ہوگیا اور اپنے وجود کا وہم منتفی ہوگیا اس لیے کہ ظل بنفسہ کوئی ایسی چیز نہین ہے جو موجود تام ہو

الجرم المستتر والارض فوجود
الظل لنفسه محال ولكن لا بد
من وجود فلما تحقق الباء
بهذا القدر من الفناء اخذه
الالف الى نفسه وابقاه فى
محله واندراج الالف فيه ولهذا
طولت باء بسم الله الرحمن الرحيم
لتكون دليلا على الالف المندرج
فيها فهى فى المعنى خليفة عن الالف
وفى الصورة مطولة على هيئة
الالف فحصل لها من الالف
الهيئة والمعنى ووقعت فى الكلام
فى محل الالف ولا يعرف فى كلام
العرب باء تقوم مقام الالف
الا باء بسم الله فانظر هذا لباء
كيف انشه حاوى حلل جماله ع

وغنى لى منى قلبى
فغنيت كما غنا
فكنا حيثما كانوا
وكانوا حيثما كنا

بلکہ وہ حیلولۂ شخص ہے جرم اور ارض مستتر مین
پس وجود ظل لنفسہ محال ہے لیکن اوسکا ہونا
ضروری ہے پس جب کہ ب مین اسقدر فنا ثابت
ہوئی تو اوسکو الف نے اپنی ذات کی طرف
لیا اور اوسکو اپنے محل مین باقی رکھا اور خود اوس
مین داخل ہوا اس لیے ب بسم اللہ الرحمن الرحیم
کی بڑھ گئی تاکہ الف پر جو اوس مین مندرج
ہے دلالت کرے پس یہ ب معناً الف کے خلیفہ
ہے اور صورتاً الف کی ہیئت مطولہ ہے پس
اوسکو الف سے دو چیزین حاصل ہوئین ایک
ہیئت دوسرے معنی اور یہ ب کلام مین بجاے
الف کے واقع ہوئی اور کلام عرب مین کوئی
ب ایسی نہین سنی گئی ہے جو الف کی قائم مقام
ہو بجز بسم اللہ کی ب کے پس اس ب کو دیکھ
کہ اوس کے ثنا خوان نے اوس کے جمال کیلیے
کیسے شعر پڑھا۔

مستغنی ہوا میرا قلب پس مین مستغنی
ہوا جیسا کہ مستغنی ہوا
پس تھے ہم جس طرح کہ تھے وہ
اور تھے وہ جس طرح کہ تھے ہم

جاننا چاہیے کہ لفظ نفس کئی معنون مین استعمال ہوتا ہے اگر نفس اسکا مصدر لیا جاے

توسانس لینے کے معنی ہین اور سانس لینا حیات پر دلالت کرتا ہے اور حیات روح
پس روح کو بھی نفس کہین گے اور روح فی نفسہ ذات شے کو کہتے ہین پس نفس کے معنی
ذات کے بھی ہونگے ذات کسی شے کی وہ ہے جو بذاتہ ہے اور اوس کے اقسام بسبب تبدیل
صفات وافعال کے بدلتے رہین گے اگرچہ وہ ذات نہ بدلے اگر حجب نورانی ہین تو وہ ذات
نورانی کہی جائے گی اور اگر ظلمانی ہین تو ظلمانی کہی جائے گی۔ حجب ظلمانی اون کو کہتے
ہین کہ جن کی وجہ سے حق مختفی ہوجاے اور حجب ظاہر ہوجاہین اور حجب نورانی وہ ہین
جن کی وجہ سے حق ظاہر ہوجاے اور تعین وہمی مرتفع ہوجاے اور حق وہ ہے کہ جسکی
یہ دونون شانین ہون اور وہ ان دونون سے مبرا ہو کیونکہ حجب نورانی اگرچہ نورانی ہین
لیکن حجب کہلاتے ہین اور نورانیت ضیا و ظلمت کے میل کو کہتے ہین یہ ترکب ہی حق
کو کوئی ترکب پیدا نہین کر سکتا ہے مثلاً ایک ہم ہین اور ہماری دو شانین ہین صفات
حمیدہ و صفات ذمیمہ جو حق کی نسبت جمال و جلال کی شان کہی جائے گی جمال پہچانا
جاتا ہے جلال سے اور جلال جمال سے پس جمال یعنی نور مرکب ہوا جلال یعنی ظلمت سے
یعنی نور نہین ظاہر ہوا جب تک کہ ظلمت کا ترکب اوسکے ساتھ نہین ہوا اور یہ دونون
ہماری شانین ہین ہم ان کے ترکب سے نہین ہین بلکہ ہم فی نفسہ ہین اور ہم کو نسبت کل
کی ہے ان اجزا کے ساتھ اور ان اجزا مین بھی ہم کل ہین پس جو ان اجزا مین ہم کل ہین
وہی ہمارا نفس ہے اور ہم اس نفس کے ترکب سے نہین ہین بلکہ ہم فی نفسہ ہین تو جس وقت
کہ نسبت کلیت و جزئیت کی کلام مین لائی جائے گی اوس وقت باعتبار اپنی روح
کے ہم نفس کہلائین گے اور کس کے نفس کہلائین گے۔ حق کے کون حق؟ جو اس کلیت
و جزئیت کے ترکب سے مبرا ہے یعنی فی نفسہ ہے تو جب ہم نفخت فیہ من روحی
کی شان مین ہین تب نفس حق ہین اور جب حق کلیت و جزئیت کے ترکب سے مبرا ہے تو اوسکو
یہ کہنے کا منصب حاصل ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید مثلاً حضرت آدم علیہ السلام

اوسوقت حق کے اِس طور مین تھے کہ جب حوّا اونکے پہلوے چپ سے برآمد نہین ہوئی
تھین یعنی ایک خط مستقیم بہ قامت سرو رعنا بلا ظل بلا ظلمانیت بلا نورانیت مبرّا از ترکیب
معرّا از نفسانیت تھے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ جسوقت آدم علیہ السلام نے اپنے
آپ پر اُنس کے واسطے پہلا ظلم کیا تو حوا کو اپنے پہلوے چپ سے پیدا کیا اب حوّا کی نسبت
آدم کے ساتھ جزو کی نسبت کل کے ساتھ ہوگئی۔ اور اس پیدا کرنے کے تنزل سے آدم کو حق
کیساتھ نسبت جزئیت کے ہوگئی جیسا کہ حوّا کو آدم کیساتھ ہوگئی پس جیسے عورت یعنی حوّا نفس آدم ہے
ویسے ہی مرد یعنی آدم نفس حق ہے اسی واسطے جناب باری کا ارشاد ہے یاایتہا النفس[۵۱]
المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اور لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم[۵۲]
احسن تقویم وہ طور حق ہے جو حالت آدم کے قبل تخلیق حوّا کے تھی حوّا کے پیدا ہونیکے
بعد ثم رددناہ اسفل سافلین[۵۳] ہوا یعنی حوا ہی تمام تنزلات کا باعث ہوئین۔ پس
ثابت ہوگیا کہ نفس اوسکو کہتے ہین جو تنزل مین ڈالے رکھے اور جو شے تنزل مین ڈالے
رکھے وہی توحید ذاتی کی رو سے معصیت ہے یعنی مبدا سے بعد ہے اور احکام شرایع
اس بعد کے رفع کرنے کے لیے ہین تاکہ یہ بعد عین قرب ہوجاے پس جب نفس اخلاق
ذمیمہ وافعال قبیحہ اختیار کرتا ہے تو وہ مطابق اثر اوس خلق اور اوس فعل کے تنزل ہی
مین رہتا ہے اور یہی عذاب نکالہ دنیا وآخرت ہے اور یہی حالت مین اوسکو نفس امارہ
بالسوء کہتے ہین جس کے مارنے کا حکم ہے اگر تاثر امارگی نفس کا فی الانفس وفی الباطن ہی
تو وہ نفس امارہ کا فعل ہے اور اگر اوس تاثر سے فی الخارج یعنی آفاق مین کوئی فعل بد
صادر ہوا تو وہ اغواے شیطان ہے کیونکہ نفس امارہ کی صورت فی الخارج شیطان
ہے اور اسی واسطے غیر محدود شیاطین ہین کیونکہ شیطان شطن سے نکلا ہے اور شطن کے
معنی بُعد ہین جب انسان نفس کو مار کر یعنی تفرقہ و بعد کو رفع کرکے رجوع الی اللہ کرتا ہی

[۵۱] ای نفس مطمئن رجوع کر اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے ۱۲ [۵۲] ہم نے انسان کو بیک ساعت
مین پیدا کیا ۱۲ [۵۳] پھر اوسکو انتہا کی پستی مین پھینکا ۱۲

اور برے افعال واخلاق سے تبرا کرکے نیک اعمال وعادات اختیار کرتا ہی تو اسمین ایک
حالت پیدا ہوتی ہے کہ جس سے وہ اپنے نفس کو برے افعال کی جانب رجوع کرنے سے
ملامت کرتا ہے اور یہ حالت پہلی حالت سے عمدہ ہے اور انکی صفات کے حاصل کرنے کا
ذریعہ ہی تب انسان مصدر اسکا ہوتا ہی کہ جناب باری نفس لوامہ کی قسم کھائی لا اقسم[له]
بیوم القیامۃ ولا اقسم بالنفس اللوامۃ اور جب لوانگی عادت ہو جاتی ہے تب جسطرح
سے کہ ملائکہ خداوند عالم کا کلام سنکر اوس کی تعمیل کرتے ہین اوسی طرح خداوند تعالیٰ اس شخص
پر الہام کرتا ہی تب ایسے شخص کے اس نفس کو ملہمہ کہتے ہین اور الہامات کے تواتر وتوالی سے اس شخص مین یہ قابلیت
پیدا ہو جاتی ہی کہ وہ ان الہامات کے سننے اور سمجھنے اور انسے انس کرنے مین محو رہتا ہی اور کسی چیز کا ذوق
علاوہ ان الہامات کے اسمین باقی نہین رہتا ہی تب اوسکے نفس کو نفس مطمئنہ کہتے ہین اور اس سے خطاب
ہوتا ہی کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اور جب نفس مطمئن ہوتا ہی تو اسکا نام قلب سلیم
ہے اور جب قلب سلیم ہوتا ہے تو اوسی کو روح کہتے ہین۔ روح انسان کی ذات ہی اور یہ انسان
یعنی مرد اور یہ روح یعنی ذات مجموعی نفس حق ہی اگر یہ شخص اپنے آپ مین اس صرافت کے
ساتھ جس کا ذکر ہوا رہتا ہے تو اوس کی تکمیل روحی ہے یعنی انانیت سے نہین نکلا ہے
اور اس مین اقتدارات وتصرفات بہت ہین مگر غرور انانیت باقی رہتا ہی کیونکہ
ہنوز اوس کی نسوانیت فانی نہین ہوئی ہے ہم کہتے ہین کہ "ہماری روح" اگر روح
ہمسے فروتر نہین ہے تو اوسکی اضافت ہماری طرف کیون ہے حق کہتا ہے میرا نفس
یعنی میری روح۔ اگر یہ روح حق سے فروتر نہین ہے تو حق نے یہ اضافت کیون لگائی
پس لامحالہ بحکم تخلقوا باخلاق اللہ ہم کو اس روحانیت سے بھی نکلنا چاہیے۔ لیکن
بلا مدد اسی روح کے نہین نکل سکتے ہین تب یہان پر نفس ہی معین ہوگا اور نفسانیت
ہی رحمانیت ہوگی حسنات الابرار سیئات المقربین[له] یعنی نفس کا مارنا جو ابتدا سے

[له] قسم کھاتا ہون مین قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہون مین ملامت کرنے والے نفس کی ۱۲ [له] نیکون کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہین ۱۲

اسوقت تک اچھا سمجھا گیا تھا اب اچھا نہین ہے بلکہ اوسکا نہ مارنا اچھا ہے اور اُس سے استعانت کرکے اوسکی شرکت و اعانت سے حقائق و معارف پیدا ہون گے کہ بلا انانیت کے کسی چیز کا ظہور نہین ہوسکتا ہے لہذا اسی نفس کی اعانت سے دل یعنی عالم پیدا ہوگا کہ جو وعلم ادم الادم الاسماء کلہا کے حصول کے واسطے ضروری ہے اسیواسطے آدم وحوّا نے دانہ گندم کھایا بسبب شوق تنزل کے تاکہ تنزلات مین اسماء وصفات حق کا عرفان حاصل کرین توجب تنزل ہوا تب آدم علیہ السلام نے ربنا ظلمنا انفسنا کہا اور جب علوم ومعارف تنزلی حاصل ہوگئے تو رجوع الی الحقیقت لازم ہوگئی اور یہ حکم صادر ہوا کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ الایہ حضرت شاہ تراب علی قلندر فرماتے ہین ؎

تا چو آئینہ صفائی یافتم		بیخودی در خود نمائی یافتم
دور شد از رخ سر زلف رسا		در رسائی نارسائی یافتم

زلف چہرۂ معشوق کا حجاب ہوتی ہے یعنی پورا چہرہ نہین نظر آتا ہے اگرچہ معشوق کی زلف بھی لاجواب ہے اسی طرح ہر عالم کے جسقدر تعینات ہین وہ مثل زلف کے وجہ حقیقی کی حجاب ہین جب تک حجابات تھے یعنی تعینات پر نظر تھی وجہ حقیقی نظر نہین آتا تھا جب تعینات کا عرفان ہوگیا وہ عین عرفان وجہ حقیقی ہوگیا اور زید کو جو سالک ہے معلوم ہوا کہ مین قبل اس سلوک کے جو اپنے آپ کو عمرو جانتا تھا اور زید کی تلاش مین تھا وہ خیال میرا غلط تھا بلکہ مین ہی زید ہون لہذا انجام کار مین جو رسائی اوسنے حاصل کی وہ نارسائی تھی کیونکہ زید جیسا پہلے تھا اب بھی ہے۔ اب جسطرح کہ وجہ حقیقی کا حجاب زلف یعنی تعینات کثیفہ تھے اوسی طرح اب صرافت و نورانیت حجاب مین جب تک کہ اوسکی لطافت کثافت سے نہ بدلی جاوے وجہ حقیقی کا مشاہدہ نہین ہوسکتا لہذا ضرور ہوا کہ انسان احسن تقویم سے اسفل السافلین مین لایا جاے جیسے کہ آئینہ محفوف مین بسبب لطافت کے چہرہ نہین دکھائی دے سکتا تاوقتیکہ اوس کے

ایک جانب کثافت نہ لگائی جاے لہذا بغیر حجابات ظلمانی کے وجہ حقیقی کا مشاہدہ نہین ہوسکتا یعنی بلا نفس کی شرکت و اعانت کے مطلوب حقیقی کو پانا محال ہے۔ چنانچہ مولانائے رومؒ نے بھی اول قصہ مثنوی شریف مین کنیزک (یعنی نفس) کو مار نہین ڈالا ہے بلکہ اسکو بادشاہ کا نفس مطمئنہ بنایا ہے یعنی بادشاہ کے قابو مین کردیا اور قابو مین کرنیکے نتائج حقائق و معارف ہین کہ صورتاً بصورت عالم ظاہر ہوے ہین اور اسی کو حضرت مصنفؒ نے بار کہا ہے جس کے انبساط کا نام عالم ہے اور یہ ہبوط مین ظلمانی ہے اور علو مین مثل الف کے نورانی ہے جو اوسکے ساتھ ہے اور اسکا بسم اللہ کے اول مین لانے والا حق ہے جو بمنزلہ الف کے فی نفسہ ہے اور یہ وادی مقدس ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اگرچہ الف احد وہی تمھاری بار عبودیت ہے اور وہی بار عبودیت بسبب احاطہ الف کے الف احد ہے مگر اس بار مین شائبہ روحانیت و عوالم ہے جب تک اس روحانیت و عوالم سے بالاتر قدم نہ رکھو گے احد کے الف صرف سے جو فی نفسہ ہے وادی مقدس مین استفادہ نہین کرسکتے ہو کیونکہ بہر حال بار مین ظاہر اتفرقہ ہے اور یہی تفرقہ محل تشبیہ و دنس ہے ایسا ہونا چاہیے کہ وادی مقدس مین بجز اقدس کے باقی نرہے اور وہی قدوس ہے اور رب کو ایسے مقام قدس مین وہ لباس عطا ہو کہ اوس لباس کو دیکھکر کہے کہ کنا حیثما کانوا اور اس یکتائی سے متلذذ ہوکر پھر کہے کہ وکانوا حیثما کنا اور الف اللہ کو جو اپنے نفس مین عالم سے غنی ہے اس امتحان سے یہ ظاہر کر دینا مناسب معلوم ہوا کہ ان اللہ غنی عن العالمین کیونکہ تفصیل اجمال ہوگئی اور اجمال تفصیل ہوگیا اور تشبیہ تنزیہ اور تنزیہ تشبیہ جیسی کہ تھی بعد خرابی بصرہ ظہور مین آگئی جیسا کہ جناب باری فرماتا ہے۔ کہ ولنبلونکم حتی نعلم اور یہ سب جامعیت حق کے شیونات ہین اور ہر شیین کو حق تعالیٰ بسبب جود کے وجود بخشتا ہے۔

---

۵۱ تھے ہم جیسے کہ تھے ۵۲ اور تھے وہ جیسے کہ تھے ہم ۵۳ تحقیق اللہ بے پروا ہے عالم والون سے ۵۴ البتہ آزمائین گے ہم تمکو یہانتک کہ معلوم کرلیں ہم

پس الف فی نفسہ مشتق ہے الفت سے بلکہ در حقیقت الفت ہی مشتق ہے الف سے مصدر کے بارہ میں اختلاف سرفیین کو دیکھو کہ کیا مصدر فعل سے مشتق ہے یا فعل مصدر سے مشتق ہے۔	فالالف فی نفسہ مشتق من الالفۃ بل علی الحقیقۃ الالفۃ مشتقۃ من الالف الاتری الی اختلاف الصرفیین فی المصدر ھل اشتق من الفعل ام الفعل اشتق منہ

حضرات صوفیہ فعل کو مصدر سے مشتق کہتے ہین کیونکہ فعل باقی نہین رہتا ہے اور مصدر ہمیشہ رہتا ہی اگرچہ مصدر کے ساتھ وہ فعل بھی ہمیشہ رہتا ہی لیکن مصدر کا قیام فی نفسہ ہے البتہ اوسکے قیام کا اظہار فعل سے ہوتا ہی۔

پس اس لیے الف مؤتلف ہوا ب سے کہ ب نے اپنے مقام کو ادب سے اوس کے تحت مین لازم کیا۔	فلھذا ائتلف الالف بالباء لان الباء لزم مقام نفسہ من الادب تحتہ۔

ب نے ادب اس واسطے کیا کہ اوسکا وجود اعتباری الف سے ہی جیسے سایہ کا وجود صاحب سایہ سے ہے اور یہ ادب بلحاظ تفرقہ کے نہین ہے بلکہ وحدت کے انبساط سے لازمی ہے اور شئے منبسط کا انبساط ہی فی نفسہ اوس وجود کا ادب ہے جس کا انبساط اوس کے نفس سے ہوا ہے۔ اور شئے منبسط ہمیشہ اوس وجود کے تحت مین پائی جائے گی جس وجود سے کہ اوس کا انبساط ہوا ہے جیسے ظل ہمیشہ ذی ظل کے تحت مین پایا جاتا ہے۔

پس سایہ کے ڈھونڈھنے والے نے سایہ کو اوس شخص کے نیچے ڈھونڈھا جس کا وہ سایہ ہے پس اوسکو الف نے عین جود سے بمقام اپنے نفس کے پورا کیا۔	فتلاشی تلاشی الظل تحت الشخص فنو فنا لہ الالف من عین الجود مقام نفسہ۔

یعنی ظل ذی ظل کا نفس ہوا کہ جس پر ذی ظل نے یہ جود کیا کہ اوس کو وجود مین لایا اور وجود مین لاکر خود اوس کا عین ہوگیا اور یہی معنی الفت کے ہین۔

لان مقام الالف التصور بصورة کل حرف اذالباء الف مبسوطة والجیم الف معوج الطرفین والدال والراء الف منحنی الوسط والشین اربع الفات کل ستة منها الف والتعریقة الف منحنی مبسوطة وعلیٰ هذا قیاس الباقی هذا فی الصورة واما فی المعنی فلابد من وجود الالف فی کل حرف لفظاً اذا هجیت یقال للباء باء والف والجیم اذا هجیتہ تقول جیم یاء میم فالیاء المثناة التحتیة موجود فیها الالف فالالف فی کل حرف صورتاً ومعناً لانه تنزل الی النقطة من عالم الغیب الی عالم الشهادة فلہ کل ما للنقطة فی عالم الشهادة

ذاك هی هی ذاك یسیر
ذاك ببعض ذاك بضع

اِس لیے کہ الف ہر حرف کی صورت مین تصور کیا جاتا ہے کیونکہ ب الف مبسوطہ ہے اور جیم الف معوجة الطرفین ہے اور د اور س الف منحنی الوسط ہین اور ش مین چار الف ہین اوسکا ہر دندانہ الف ہے اور دائرہ الف منحنی مبسوط ہے۔ اور اسی قیاس پر اور باقی حروف ہین یہ بات تو صورتاً ہے لیکن معناً پس الف کا وجود لفظاً جبکہ اوس کے ہجے کیے جاوین ضروری ہے بلہ۔ ب اور الف کہی جاتی ہے اور جیم جب کہ اوس کے ہجے کیے جاوین۔ جیم اور یا۔ اور میم کہا جاتا ہے پس یاء مثناة التحتیة مین الف موجود ہے پس الف ہر حرف مین صورتاً ومعناً پایا جاتا ہے اِس لیے کہ اوس کا یعنی الف کا، تنزل نقطہ کی طرف عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف ہے تو جو کچھ کہ نقطہ کے لیے عالم شہادت مین ہے وہی اوس کے لیے ہے۔

وہی ہی ہی ہے وہی تیہہ ہے
وہی ٹکڑا ہے اور وہی چھوٹا ٹکڑا ہے

وہی جبرئیل عالی مرتبت ہے وہی دحیہ کلبی ہو جاتا ہے اور چادر اوڑھ لیتا ہے		ذالک جبریل المعالی قد تدحی وتلفع

الم تر الی ربک کیف مد الظل کے یہی معنی ہین اور حق تعالی کو عالم کے ہر جزو و کل کے ساتھ ویسی ہی عینیت ہے جیسی الف کو ب اور کل حروف کے ساتھ ہے اور باوجود اس عینیت وانبساط کے جو بلحاظ نسبت حرف منبسط ہے الف مجموعی بلا تجزی وانبساط کے اپنے منوال پر بھی باقی رہتا ہے جیسے ایک شخص اپنے خیال کے اندر فی الخارج ایک باغ لگائے وہ باغ اوس شخص کا ظل ہے اور وہ شخص ذی ظل ہے اور ظل کا وجود ذی ظل سے ہے اور ظل تحت ذی ظل ہے اور ذی ظل کو عینیت اس ظل کے ساتھ ہے مگر باوجود عینیت کے ذی ظل اوس ظل سے مبترا او منزہ ہے اور ذی ظل فی نفسہ ہے اور ظل کا وجود لغیرہ ہے۔ اسیواسطے ظل فانی کہا جاتا ہے اور ذی ظل باقی۔ اگرچہ ظل فنا ہونے کے بعد ذی ظل کے ساتھ ہمیشہ باقی رہتا ہے اور یہی توحید ذاتی ہے اور وہ ذی ظل یعنی الف حقیقت محمدی ہے اور یہی انسان کامل ہے پس عالم کی ہر شے کے ساتھ حق کو عینیت ہے لیکن اوس شے کو جو اعتباری ہے حق کے ساتھ عینیت تامہ نہین ہے کیونکہ ہر شے کو اسکے تعین نے جامعیت حق سے محروم رکھا ہے

ز جزویت بکلی گشتہ مایوس		تعین ہر یکے را کردہ محبوس	

مگر انسان کامل مین بسبب جامعیت تامہ کے یہ شرف ودیعت ہے کہ یہ حق ہے اور حق انسان ہے اور بیرون انسان کامل حق نہین ہے حضرت فریدالدین عطار فرماتے ہین

خویشتن را خدائے خود انگار پس کسی در نا کسے در باختم		لوح دل راز نقش غیر بشوے چون کسے در ناکسی در باختم	حکیم سنائی

ف اپنے رب کو نہین دیکھتے کہ کیا پھیلایا سایہ ۲

مقصد یہ ہے کہ تکمیل کے بعد کوئی جدید بات انسان کامل مین پیدا نہین ہوتی ہے بلکہ قبل تکمیل کے اپنے آپ کو بھولا ہوتا ہے اور بعد تکمیل کے یاد کرلیتا ہے جیسے سوتا ہوا آدمی (جو حالت عدم تکمیل کی ہی) بروقت جاگنے کے (جو حالت تکمیل کی ہی) اپنے آپکو یاد کرلیتا ہی بس رسائی اوسیکا نام ہی کہ اپنے آپکو یاد کرلیا اور جیب اپنے آپ کو ہمیشہ سے پائے ہوئے تھا تو اپنے آپ کو پانا تحصیل حاصل ہی لہذا ثابت ہوا کہ انسان کی تکمیل بلا نظر جامعیت کے نہین ہوسکتی ہے۔

یقول صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الشوکۃ فی رجل احدکم الا وجدت الما	رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نہ داخل ہوگی شوکت تم مین سے کسی مین مگر جسمین کہ موجود پاوے مہا کو

مہا کے لغوی معنی گاوان وحشی کے ہین جس کی تعبیر کلام مجید کے اس آیۃ مین بقرہ سے کی گئی ہے کہ اذ قال موسی لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ[1] اور یہ بقرہ نفس ہے جس کا رام کرلینا ہی بمنزلہ ذبح کے ہی کیونکہ رام کرلینے سے اوسکی امارگی رفع ہوجاتی ہے اور وہ نفس مطمئنہ ہوتا ہے اور یہی قربانی ہی اور اس گے رام کیے بغیر جامعیت فوت ہے اور رام کرلینے سے جامعیت کلیہ حاصل ہے اور اس قربانی کے یہ معنی ہین کہ طبیعت وخواہشات سے نفس مستغنی ہوجاے یعنی ظلمت سے نکلجاے تب بجز اسکے ذی ظل ہونے کے اور کیا ہوسکتا ہے لہذا مہا سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جامعیت ہے۔

ھذا المحقق احدیتہ بمجموع العالم افرادہ واجزائہ حتی انہ یجد حال کل فرد فی نفسہ کما یجدہ ذلک الفرد فی العالم۔	یہ بسبب کل اجزا، وافراد عالم مین اوس کی یکتائی کے حاصل ہوتی ہے (یعنی مہا) یہان تک کہ ہر فرد کا حال اپنے نفس مین ایسا ہی پاوے کہ جیسا اس حال کو وہ فرد عالم مین پاتا ہے۔

[1] جب موسی نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ گاے ذبح کرو ۱۲

یعنی احدیت نقطۂ بار ہے اور احد الف ہی اور یہ احدیت یا نقطہ یا احد یا الف کا نفس ہے اور احدیت نقطۂ بار کا مجموعی طیران وسیران عالم افراد مین ایسا ہے کہ عین فردہی احدیت یا نقطہ ہے پس نفس حق کی توجہ افراد عالم کی طرف یہی خواہشات ہین اور یہی عالم ہے اور اسی سے وہم غیریت پیدا ہوا ہے پس جب تک اس مہا یعنی نفس کلی یعنی جامعیت کو انسان حاصل نہ کرے گا تب تک تکمیل نہین ہو سکتی اور پا لینے سے مراد قابو مین کر لینا ہے یعنی اوس کی مدد سے تنزل سے ترفع کی طرف عروج اور رجوع کرنا ہے اور یہی تکمیل ہے۔ اسیواسطے جناب باری فرماتا ہے کہ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الایہ جیسے رجوع احدیت کی احد کیطرف احدیت کی تکمیل ہے اور رجوع نقطہ کی الف کی طرف نقطہ کی تکمیل ہے۔ پس کیسا اعلیٰ و عارفانہ ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ لا تدخل الشوکۃ فی رجل احدکم الا وجدت الھا جو بسبب جامعیت کے تشبیہی افراد عالم کو محتوی ہے اور تنزیہی حصول فیض اقدس کا جامع ہے چنانچہ اسی جامعیت کے معنون کو حضرت مصنف آگے بیان کرتے ہین اور نہایت پاکیزہ بیان کرتے ہین

سوال ما السبب ان الالف حذف فی البسملۃ ولم یحذف فی اقرا باسم ربک

الجواب لان اضافۃ الاسم ھنا الی اللہ الجامع الذی لا یقید بصفۃ دون اخری واضافۃ الاسم ھناک الی الرب ولابد للرب من عبد مربوب فمحال ان یتخذ الباء بہ فی ھذہ المحل لانہ

سوال کیا سبب ہے کہ الف بسم اللہ الرحمن الرحیم مین گرا دیا گیا اور اقرا باسم ربک مین نہ گرایا گیا۔

جواب۔ اس لیے کہ اضافت اسم کی یہان پر اللہ کی طرف ہے جو جامع ہے اور مقید کسی صفت کا نہین ہے اور وہان پر اسم کی اضافت رب کی طرف ہے اور رب کے لیے عبد مربوب کا ہونا ضروری ہے پس یہ محال ہے کہ بار اوسکے ساتھ اس محل مین متحد ہو اس لیے کہ عبودیت

افا زالت العبودية زالت الربوبية علے الفور واما الالوهية اذا زالت العبودية فانها لم تزل لانها اسم لمرتبة جميع المراتب كلها فزوال العبد بما لم يكن ويقال الرب بما لم يزل مرتبة من جملة مراتب الالوهية فهي لا تزول بنوع ما فلما اثر اندراج الالف في ذلك المحل واتحد الالف بالباء فاسقط لفظا وخطا۔

فبسم الله الرحمن الرحيم حقيقة محضة واقرأ باسم ربك شريعة محضة الا تراه تلوا اقرأ وهو امر والامر مختص بالشرائع وبسم الله الرحمن الرحيم غير مقيد بامر ولا بغيره فليتامل۔

دور ہوجائے گی تو ربوبیت بھی فوراً دور ہوجائیگی لیکن الوہیت ایسی صفت ہے کہ وہ عبودیت کے زائل ہونے سے نہین زائل ہوتی ہے کیونکہ وہ اسم اللہ جامع ہے کل مراتب کا پس عبد نہین رہیگا جیسا کہ نہ تھا اور رب کہا جائے گا جیسا کہ ہمیشہ تھا کہ جو ایک مرتبہ ہے مراتب الوہیت سے پس الوہیت کسی طرح زائل نہ ہوگی۔ پھر جب کہ اندراج الف نے اس محل مین اثر کیا اور الف بار کے ساتھ متحد ہوگیا تو لفظاً وخطاً ساقط ہوگیا۔

پس بسم اللہ الرحمن الرحیم حقیقت محضہ ہے اور اقرا باسم ربک شریعت محضہ ہے کیا نہین دیکھتا ہے تو کہ وہ پڑھا جاتا ہے اقرا اور لفظ اقرا امر ہے اور امر مختص بالشرایع ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم غیر مقید ہے امر اور غیر امر سے۔

جاننا چاہیے کہ رب اوس نسبت کا نام ہے جو اللہ کو اپنے اسمار وصفات مین تعین کے ساتھ ہے اور ہر ہر تعین مربوب ہے پس مربوب لاتعد ولاتحصیٰ ہون گے ہی لیے رب بھی لاتعد ولاتحصیٰ ہونگے اسی واسطے رب کی جمع ارباب آئی ہے پس جب مربوب فنا ہوگا تو رب بھی فنا ہوجائے گا اور رب کا فنا ہونا یہ ہے کہ اپنی جزئیت تعینی سے نکل کر کل ہوجائے پس جو سالک اپنے رب مین فانی ہوا اوسکی تکمیل جزئی ہے اور جو

اپنے رب سے یعنی اپنی روح سے یعنی اپنے نفس سے یعنی اپنی طبیعت سے یعنی اپنی جزئیت سے نکلکر اسم اللہ مین فانی ہوا اوس کی تکمیل کلی ہے جیسا کہ جناب باری فرمایا ہے کہ ءاربابٌ[1] متفرقون خیرٌ ام اللہ الواحد القہار اور اسی کو مقام الوہیت کہتے ہین اور چونکہ ہر تعین کا فنا ہونا رجوع الی اللہ ہے لہذا کسی اسم کے فنا ہونے سے الوہیت کا فنا ہونا لازمی نہین ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ نفس شے یا شخص اگرچہ اوس شے یا شخص کی ذات ہے لیکن بمقابلہ اوس شے یا شخص کے ناقص ہے جیسے کہ حوّا آدم کے مقابلہ مین پس ارباب کی رجوع الی اللہ مثل حوّا کے رجوع الی الآدم کے ہے کیونکہ آدم مین بعض اسماء وصفات علاوہ حوّا کے بھی ہین اگرچہ حوّا آدم کے اسماء وصفات کی محل تفصیل ہین مگر آدم مین جامعیت کے ساتھ اجمال و تفصیل دونون موجود ہین پس جیسے کہ قبل رجوع کے حوّا ذات آدم تھین اب بعد رجوع کے آدم ذات حوّا ہونگے پس ارباب جبکہ اللہ مین فانی ہوجائینگے تو اون کی جزئیت رفع ہوجائے گی اور وہ کل ہوجائینگے اور اون اسماء وصفات کو بھی پالینگے جو اللہ مین علاوہ ارباب کے ہین یعنی اللہ کی جامعیت سے مستفید ہونگے اور اون کو اپنے قیام کے لیے ضرورت مربوب کی باقی نرہے گی کیونکہ جناب باری فرماتا ہے کہ ان اللہ غنیٌّ عن العالمین۔

"الف" کے بیان مین

الالف لما کانت الالف[2] مشتقة منہا کالالف بین الحروف فالالف بین بعض بذاتہ کالالف	الف نے جبکہ الفت اس سے مشتق تھی حروف سے الفت پیدا کردی بعض مین بذاتہ الفت کرادی جیسے با آئت[3] مین ہین وہ کل الفات مبسوطہ

[1] کیا متفرق پروردگار بہتر ہین یا ایک خدائی قہار۔ [2] با آت سے وہ حروف مراد ہین جو صورۃً ب سے مشابہ ہین مثلاً ت و ث۔ ۱۲

بين الباءات فانها كلها الفات مبسوطة فكل منها عين الاخر والف بين بعض بصورة لفظ كقولك الخار ظهر في اخرهما فهذه عين هذه كتابة وصورة وما بقي الفرق الا في التلفظ بل الف بين الجميع بصورة وذاته لما سبق ان كل حرف الف وان الالف موجود في هجاء كل حرف لذلك الحق سبحانه وتعالى يقول

لو انفقت ما في الارض جميعًا ما الفت بين قلوبهم ولكن الله الف بينهم - ما كان يمكنه يا محمد ويجوز ان يكون الخطاب لكل مستمع ان توهم باتفاق ما في الارض جميعًا بين قلوبهم ولكن الحق سبحانه وتعالى بكماله وقوته الف بين اجسامهم وذواتهم وصفاتهم الف بين طائفة بذات والف بين طائفة بصفاته والف بين طائفة بافعاله وهيئة بل الف بين الجميع بذاته وجميع صفات هذا الوجود وان تعدد ظاهرًا وحياتكم ما فيه الا انتم

ہین پس اون مین سے ہر ایک دوسرے کا عین ہے اور بعض مین بصورت لفظ جیسے الخار ان کے آخر مین ظاہر ہوا پس الف اونکا عین ہے کتابۃً وصورتًا اور تلفظًا اسمین فرق ہے۔ بلکہ الف سب مین بصورتہ و ذاتہ ظاہر ہے جیساکہ ہم اوپر بیان کر آے مین کہ ہر حرف الف ہی اور الف ہر حرف کے ہجے مین موجود ہے اسی طرح حق سبحانہ تعالی فرماتا ہے کہ اگر تو جوکچھ کہ زمین مین ہے اپس مین الفت کرانے کے لیے خرچ کردے تو بھی تو اون کے قلوب مین الفت نہین کرا سکتا ہی لیکن اللہ اون مین باہم محبت کراتا ہے۔ یعنی اے محمدؐ تم سے یہ ممکن نہین ہے اور یہ جائز ہے کہ یہ خطاب ہر سننے والے سے ہو کہ سب چیز جو زمین مین ہے خرچ کرکے انکے قلوب مین الفت کرادو لیکن حق نے اپنے کمال وقوت سے الفت کرادی اونکے اجسام و ذوات و صفات مین ایک گروہ مین بذاتہ الفت کرادی اور ایک گروہ مین بصفاتہ اور ایک گروہ مین بافعالہ وہیأتہ الفت کرادی نہین بلکہ سب مین بذاتہ وجمیع صفاتہ الفت کرادی

یہ وجود اگرچہ ظاہر مین متعدد ہوا لیکن اوس مین تم ہی اپنی حیات ہو

اس محل پر اسقدر لکھنا ضروری ہے کہ "الف نے جبکہ الفت اوس سے مشتق تھی حروف سے الفت پیدا کردی" یہ فقرہ نہایت صحیح وعارفانہ ہے لیکن "الف نے کیون الفت پیدا کردی" اسکا جاننا ضروری ہے کیونکہ یہ جاننا اوس عرفان کی حقیقت ہی تقاضا صفت ذاتی الف کا یہ ہوا کہ وہ الفات مبسوط ہوجاے اور تقاضا الفات مبسوط کا یہ ہوا کہ وہ صورتاً ومعناً بلحاظ تاثیر وتاثر کے ایک نیا وجود پاوے کہ جس سے جود حق وعدل حقیقی ظاہر ہوجاے اور تاثیر وتاثر اپنے موثر سے اور اسمار وصفات اپنے موجد سے باوجود وجود ظاہری کے متفرق ہونے کے باہر نجانے پائین کہ جبکی غیرت الٰہی مقتضی ہے لہذا

۵ غیرتش غیر در جہان نگذاشت	لاجرم عین جملہ اشیا شد

عینیت کے معنی یہان پر یہ نہین ہین کہ ذاتی عینیت حق کی بے کیف وبے روبے جہت سمجھی جاے بلکہ عینیت کے معنی تحققاً یہ ہین کہ مع اجسام کے عین ہے اسطرح پر جو چیز اپنے مبدا سے نکلتی ہے وہ جب نکلتی ہے تب چیز کہی جاتی ہے یعنی تنزہ سے مشبہ ہوجاتی ہے۔ لامحالہ وہ شے اپنے وقت مین اپنے مبدا کو رجوع کرے گی کہ کل شئے یرجع الی اصلہ[۱] توجب وہ شے اپنے مبدا کو رجوع کرے گی تشبہ سے منزہ ہوجائے گی اور اس نزول وعروج کرنے مین ایک انبساط اوس شئے کو ہوگا اور اسی انبساط کا نام جسم وشکل ہے شکل انبساط لطیف ہے جسکو ہیولا کہتے ہین اور جسم انبساط کثیف ہے جسکو ابعاد ثلاثہ کہتے ہین شکل الطف اسوجہ سے ہے کہ اسمار کل مبدا سے نزول وعروج ہرآن بیک دفعہ ہے اور ہرآن بدفعات بھی ہے۔ جب بیک دفعہ ہے تو شکل ہے اور جب بدفعات ہے تو جسم یعنی ٹھوس ہے کیونکہ مبدا نہ مقید عروج ہے کہ ہرآن نزول نہ کرتا ہو اور نہ مقید نزول ہے کہ ہرآن عروج نہ کرتا رہے لہذا اس عروج ونزول سے ایک صورت دائرہ کی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اسی توحید ذاتی نے

[۱] ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے ۱۲

شور انگیز و ہنگامہ آرا جاذبات تاثیر و تاثر کے قائم کر رکھے ہین کہ جن کی حد و انتہا نہین ہے اور ہر کوشش و کشش مین عوالم گوناگون مبداء سے بلا تکلیف و تکلف کے بنتے رہتے ہین اور حقیقت عین مستی و استغنا مین محیط جزو کل ہے ۔

ہست محفل بران قرار کہ بود	ہست مطرب بدان ترانہ ہنوز

کیا آپ ایک بیج کو نہین دیکھتے ہین کہ جس سے اکھوا اور شاخ اور پھول اور پھل وغیرہ ہر آن وجود مین آتے ہین اور پھر فانی ہوتے اور پھر دوسرا وجود لیتے ہوئے ایک بہت بڑا درخت یعنی عالم کا عالم ہوجاتا ہی اور بیج اپنی مستی مین مستغنی اور ہر جزو درخت سے ملتفت ہوکر اوسکو وجود دیتا ہے اور اپنے جاذبات عشقی سے اکھوے کی حالت سے لیکر پھل کی نمو تک اپنا ایسا بناتا ہے کہ جس کو ایک عالم کہیے ۔ اسیطرح ہر آن رہتا ہے نہ اوسکو تکلیف ہے نہ تکلف بلکہ اوسکا یہی دھندھا اور کاروبار ہی اور باوجود اس دھندھے اور کاروبار کے ہر پتی اور پھول اور پھل سے مستغنی ہے ۔

کہ بند و طرف ا واز حسن شاہی　　کہ با خود عشق ورزد جاودانہ

اب آپ ہی فرمائی کہ یہان دوسرا وجود کہان ہے جسمین کوئی الفت پیدا کرے لہذا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے حق تعالی نے ہیچ فرمایا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم ۔

مرتبہ "الف" کے بیان میں

کل حروف کا تعلق الف سے ہے اور الف کو کسی حرف سے تعلق نہین ہے اسی طرح تمام مخلوقات حق سبحانہ تعالی کی محتاج ہے اور وہ عالم والون سے غنی ہے کہنے والا کہتا ہی کہ	تعلقت الاحرف بالالف ولا تعلق للالف بشئی من الحروف کذالک افتقر کل مخلوق الی اللہ سبحانہ وھو غنی عن العالمین

يقول لقائل ءاى حسنة سبقت للالف قبل وجوده حتى قرب من النقطة هذا القرب العظيم واى سيئة تصرفت من الاحرف حتى بعدوا - قيل فى جوابه عدم بعد مرتبه الالف من محل حكم النقطة فى ذاتها حسنة سبقت للالف جزاءها اتصافه باوصاف النقطه من وجه فى رحله فهو جزاؤه نعم وعدم قرب بقية الحروف من محل النقطة فى ذاتها سيئة سبقت عليهم كذلك كدنا ليوسف ماكان لياخذ اخاه فى دين الملك

الف مین کون ایسی اچھائی ہے جسکی وجہ سے وہ قبل اپنے وجود کے نقطہ سے نہایت قریب ہوگیا اور دیگر حروف مین کون ایسی برائی تھی کہ جس کی وجہ سے وہ نقطہ سے دور ہوگئے " اوس کے جواب مین یہ کہا گیا ہے کہ الف کا بعید نہ ہونا اوس مقام سے جو نقطہ کا حکم اپنے مرتبۂ ذاتی مین رکھا ہے وہ نیکی ہے جس سے سابق ہوئی الف کے لیے اوس کی جزا کہ جو اتصاف باوصاف نقطہ ہے کہ من وجہ فی رحلہ فھو جزاؤہ ہان اور عدم قرب بقیہ حروف کا محل حکم نقطہ سے اپنی ذات مین وہ بُرائی ہے جو سابق ہوئی اونپر جس طرح کہ مکر کیا ہمنے یوسف کے لیے اس طور پر کہ لیا جاے بھائی اُنکا ملک مصر کے دین مین۔

یہ مسئلہ نہایت نازک ہے اور اس کل فصل سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ الف سے نقطہ مقدم اور افضل ہے اور اس نقطہ سے جس قدر قرب جس حرف کو ہو اوسی قدر وہ حرف اپنے مرتبہ مین اعلیٰ ہے چونکہ الف کو بہ نسبت اور حروف کے زیادہ قرب نقطہ سے ہے کیونکہ عین اوسی نقطہ کے انبساط کا نام الف ہے لہذا نقطہ الف ہے اور الف نقطہ ہے گویا الف نقطہ کے اعمال کی تفصیل ہے پس الف کے لیے نقطہ ہی جزا ہے اور یہی جزا نیکی ہے جیسے حضرت یوسف ملک مصر تھے اور اونکے

سلہ یہ فقرہ سورۂ یوسف کی ایک آیہ کا حصہ ہے اور یہان بطور ضرب المثل استعمال ہوا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ جسکے گھر والا مین شے مطلوب پائی جائے تو وہی اوس کی جزا ہے ۱۲

بھائیون کو نہین معلوم تھا کہ یہ ملک مصر حضرت یوسف ہین پس حضرت یوسف مثل نقطہ کے
تھے اور ملک یعنی الف دکھائی دیتے تھے اور دیگر حروف کو بہ نسبت الف کے نقطہ سے بعد
ہے اگرچہ ہر حرف بھی وہی نقطہ ہے لہذا یہ بعد بہ نسبت الف کے بسبب الف کے
اقرب الی النقطۃ ہونے کے بُرائی ہوگیا۔ اور یہ مکر ہے اس لیے کہ بعد کوئی چیز نہین ہے
وہی نقطہ کا سریان مختلف انہاج سے ہے جس طرح بنیامین کو جو حضرت یوسف کے
حقیقی بھائی تھے فی الواقع قرب حضرت یوسف یعنی نقطہ سے تھا اور اسی قرب کی
وجہ سے حضرت یوسف نے مکر کیا اور اون کو اپنے دین مین روک رکھا کہ جسکا وجود
نہ تھا اور یہی برائی بنیا مین کی بسبب وہمی بعد کے ہوگئی۔ اسی طرح ہر حق سُبحانہٗ
وتعالیٰ سے ہر ہر ذرہ کو قرب ہے اور وہمی بعد مین مبتلا ہے اور انسان کامل یعنی الف
کو حق تعالیٰ سے بہ نسبت اور مخلوقات کے علم اپنے اتحاد کا ہے جیسے کہ حضرت یوسف
علیہ السلام کو عین اپنے ملک ہونے مین اپنے یوسف ہونے کا علم تھا تو اگر سلوک مین
ہر حرف کا یعنی ہر شخص کا بعد وہمی دور ہوجاے تو ہی شخص الف یعنی انسان کامل
ہے اور یہ وہ نیکی ہے جس کی جزا نقطہ یعنی حقیقت ہے فاذکرونی اذکرکم کے
یہی معنی ہین ؎

خدا کے فضل سے یوسف جمال ہو صاحب	اب دور جانتے کیا ہو ہمیری ہو جاے

ہمیری بھی حقیقت کا ایک تنزل ہے ہر شخص مثل الف کے عین حقیقت ہے محض
وہمی بعد مین مبتلا ہے اور اس وہمی تعین سے باعتبار تشخصات کے علحدہ علحدہ معلوم
ہوتا ہے۔ جو کچھ برائی ہے وہ وہم غیریت ہے اور واضح رہے کہ حضرت مصنف نے
اس مقام پر بوجہ قول قائل کے الف کو تحت نقطہ مانا ہے حالانکہ فی الواقع الف فوق
نقطہ ہے۔ اور الف کو تحت نقطہ اسوجہ سے مانا ہے کہ سلوک مین سالک اپنی سیر الی اللہ
مین پہلے اس مقام الف پر شدت قرب مین پہونچتا ہے مگر اوسکی جستجو کم نہین ہوتی اور

اوس کی پیاس نہین بجھتی تا وقتیکہ نقطہ کے انبساط یعنی تعین الفی سے نکلکر اپنی حقیقت یعنی
نقطہ کو پا نہین لیتا ہے اور نقطہ کو اپنا عین اور اپنے آپکو نقطہ کا عین نہین دیکھ لیتا ہی
اور اوس سے متلذذ نہین ہو لیتا ہے جب تلذذ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ الف نقطہ ہوجاتا
ہے اور نقطہ کا وجود صرف دکھائی دیتا ہے اور الف اپنی تکمیل کی وجہ سے نقطہ کو ظاہر
کرکے آپ غائب ہوجاتا ہے یہ کمال الف کا ہے اور یہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ذاتی مقام ہی
جسکو لا بشرط شے کہتے ہین اور جسکو حضرت محمود التبریزی اور مولانا ے مغربی نے دوائرُ
مین چشمۂ کافور کے نام سے لکھا ہے اسی وجہ سے بسم اللہ مین ب کے نقطہ کو ظاہر کرکے
الف غائب ہوگیا پس یہ مقام الف کا جو لامکانی کی قید سے بھی مبرا ہے نقطہ سے اعلیٰ
ہے یعنی احدیت سے احد کو فضیلت ہے مگر سواے احد کے اور کچھ ہے نہین تو پہلا تنزل
احد کا احدیت یعنی نقطہ ہے جیساکہ حضرت مصنف نے اوپر بیان کیا ہے کہ الف کا
تنزل نقطہ کی طرف عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف ہی ہے پس الف فوق نقطہ بھی
اپنے لاتعین ہونے اور نظر نہ آنے کے سبب سے اور تحت نقطہ بھی ہے بحیثیت انبساط
نقطہ اور یہی شان جناب باری کی ہے

تنبیہ

النکتۃ فی اتحاد الالف بالباء
انما ھو لوجود الالف فیہ و
لولا ما قال لباء من وجود الالف لفظاً لف
الھیجاء لما اتحد بالباء الالف ولھذا لو کان
الالف اولاً والباء ثانیاً لما اتحد لان
الوجہ الموجود فیہ الالف انما ھو آخرہ
الذی ھو عینہ فلا یمکن ان یتحد بہ من

نکتہ باء کے ساتھ الف کے اتحاد مین یہ ہے کہ
اوسمین الف کا وجود ہے اور اگر الف کا وجود
لفظاً ب کے ہجے مین نہوتا تو الف ب
کے ساتھ متحد نہوتا اور اسی لیے اگر الف پہلے
ہوتا اور ب بعد کو تو بھی نہ متحد ہوتا کیونکہ
وجہ موجود اوس مین الف ہے جو اوس کے
آخر مین آتا ہے جسکا عین ہوتا ہے پس

غير ذلك الوجه فاذا ما اتحد
بالالف الا الالف فاذا الاتحاد
لزوال الغيرية فكذا لك كل حرف
انما يتحد بالالف من آخره و
هو الوجه الموجود فيه الالف
منه اما ترى فى كتابة كل حرف
لا يلتصق بالالف الا اذا كان
الحرف قبله والالف بعده
لا يكون الا ذلك الا ان الهجاء
فى ذلك الحرف انما تتقدمه
مادية غير مادية الالف ثم
يتلوه مادة الالف اما فى نفسه
نحو هجا الباء و اما فى غير نحو
هجاء الجيم والسين والنون على
قدر بعد الحروف وقربه من هيئة
الالف وطبيعته ومكانته وعلى
ذالك كله فالالف موجود فى
كل حرف وهو ملتصق باحرف
مخصوصة من وجه مخصوص و
لا يلتصق باحرف اخرى من وجه
من الوجوه نحو الدال والذال

اس طرح کی سوا اور کسی طرح متحد ہونا ممکن نہین
ہے پس جبکہ نہ متحد ہوا الف مگر الف کے ساتھ
تو اسوقت مین اتحاد زوال غیریت کے لیے
ہے۔ پس اسی طرح پر ہر حرف اپنے آخر سے
الف کے ساتھ متحد ہوتا ہے اِس واسطے کہ
وجہ موجود اوسمین الف ہے۔ ہر حرف کی کتابت
مین دیکھو کہ کوئی حرف الف سے ملتصق نہین
ہوتا ہے مگر جب کہ وہ حرف الف سے اول
ہو اور الف اوس کے بعد ہو۔ ہمیشہ یون ہی
ہوتا ہے اس واسطے کہ اس حرف کو ہجے مین
مادیت غیر مادیت الف مقدم ہوتی ہے
پھر وہ مادہ الف کہا جاتا ہے یا فی نفسہ
جیسے ب کے ہجے مین یا فی غیرہ جیسے ج
اور س اور ن کے ہجے اوس حرف کی
ہیئت الفی وطبیعت الفی و مکانۃ الفی سے
قرب اور بعد کے موافق اور کل الف سب
اسی طرح سے ہے پس الف ہر حرف مین موجود
ہے اور حروف مخصوصہ کے ساتھ بوجہ
مخصوص ملتصق ہے اور چند حروف کیساتھ
ایک وجہ سے ملتصق نہین ہوتا ہے جیسے
د ذ ر ز و صرف یہ پانچ حرف ہین

والدال والزاء والواو وما ثم
الا هذه الخمسة احرف وانظر
كيف الالف موجود بذاته في
كتابة صورة كل حرف من
هذه الاحرف بكماله كذالك
الجمادات والانعام اذا حشر
كل الى ربه في يوم القيامة
يصير فناء محضًا لا باقي منها
الا هو في هويته ليس له فيهم
نظر بخلاف الانسان فانه اذا
رجع الى ربه سبحانه وتعالى
لا يبقى الا هو في هويته ولا بد
من نظرة الى المرتبة المسماة
بالانسان من لانتفاء الجهل
ولحصول اللذة وتمام الكرامة له
مع انعدام كل ماسوى الله تعالى
بخلاف الجمادات فان الله
يفنيها ويعدم اجسادها و
ذواتها لانه ما جعل لها وجودًا
قائمًا في العالم بل كان هو
الظاهر فيها ولم يجعل لها

(جن سے الف ملتصق نہین ہوتا ہے) دیکھو الف
ان مین سے ہر حرف کی صورت کتابت مین
کس طرح اپنے کمال کے ساتھ موجود ہے
اسی طرح جمادات اور چوپایے جب کہ ہر ایک
اپنے پروردگار کی طرف قیامت کے دن
اٹھاے جائین گے تو فناے محض ہوجائین گے
اور ان مین سے کوئی باقی نہین رہیگا مگر وہی
جل جلالہ اپنی ہویت مین باقی رہے گا۔ اسکو
یعنی اللہ کو انمین نظر نہین ہے بخلاف انسان
کے کہ وہ جب اپنے پروردگار کی طرف رجوع
کرے گا تو باقی نہ رہے گا مگر وہی انسان اپنی
ہویت مین اور اوس کے مرتبہ کی طرف نظر
ہونا بسبب انتفار جہل اور حصول لذت اور
تمام کرامت کے جو اوسکے لیے ہے باوجود
کل ماسوی اللہ کے معدوم ہوجانے کے ضروری
ہے بخلاف جمادات کے کہ اللہ تعالی اون کو
معدوم کریگا اور اون کی ذاتون اور جسدون کو
فنا کرے گا اس لیے کہ اوس نے انکا وجود تمام
عالم مین نہین کیا ہے بلکہ خود انمین ظاہر تھا
اور اوسنے اون کے وجود کو اون کی ملکیت مین
نہین دیا ہے الف کو دیکھو کہ پانچ حروف مین

ملكية وجود كما ترى الالف
فى الخمسة احرف كيف ظهر
بنفسه منفردًا على صورته و
هيئة غير ملتصق بحرف من
الحروف وهذا محل عدم
الدعوى للجمادات بالوجود
لانه لا تمام لوجود نفس الحرف
الا بالتصاقه بالالف ولو فى
الهجاء اذ هو عين حياتها لان
حياة الالف هى السارية فى
اجساد الحروف ولولا ذالك لما
كانت للحروف معنى فما التصقت
به الا فى الهجاء ولا فى الخط فهى
بريئة من دعوى الوجود واما
باقى الحروف فقد ملكوا الوجود
كما ملك الحق سبحانه وتعالى
الانسان وجودا يتميز به الانسان
فى نفسه وتحقق ان له موجودًا
وذاتًا مغائرة لوجود غيره و
ذاتًا سواه بخلاف الحيوان فانه
ولو كان له روح فلا عقل له

دیکھا جاتا ہے کیا بنفسہ اور منفرد علی صورتہ
وہیئتہ اور غیر ملتصق کسی حرف کے ساتھ حروف
مین سے ۔ اور یہی جمادات کے لیے وُجود کا
دعوی نہ ہونے کا محل ہے اس لیے کہ نفس
حرف کا وجود نہین پورا ہوتا ہے جب تک الف
اوسکے ساتھ نہ ملایا جاے اگرچہ وہ ملانا ہجّے
مین ہو اس لیے کہ الف اوس کی عین حیات ہے
کیونکہ حیات الف اجسادِ حروف مین ساری
ہے اور اگر حیات نہوتی حروف کے معنی
نہوتے پس نہ ملتصق ہوا الف اون حروف کے
ساتھ مگر ہجے مین نہ کہ خط مین تو وہ یعنی وہ
پانچ حروف دعواے وجود سے بری ہین
لیکن باقی حروف بالتحقیق وجود کے مالک
ہوے جیسا کہ حق تعالی نے انسان کو وجود
کا مالک کیا کہ انسان فی نفسہ بوجہ اوس
ملکیت کے متمیز ہوتا ہے اور یہ ثابت ہوتا
ہے کہ اوس کے لیے وجود اور ذات ہے کہ
جو اوس کے غیر کے وجود سے مغائر ہے اور
غیر کی ذات کے علاوہ ہے بخلاف حیوان کے
پس حیوان کے لیے اگرچہ روح ہے مگر عقل
نہین ہے اور اگر عقل بھی ہو تو اپنے خیال مین

ولو عقل فلا حافظة تمسك له
في خياله ما تعقله۔
فنهاية تعقل الحيوان لما هو
بصدده مما تقتضيه الشهوات
الطبيعية والعادات الحيوانية
وتطلب النفس في اول وهلة من
الحفظ وغيره ولو كانت له حافظة
تمسك له ما يعقل حتى يقيس
بعض اجزائه المعقولة على بعض
فيحكم بعد ذلك على الاولى
والاحسن منها لكان كاملا في
مرتبة الوجود وليس هذا
الا للملك والانسان فقط ولاجل
هذا لم يتجل الحق لشيء في
نفسه اعني نفس الحق سبحانه
وتعالى الا للانسان لجمعه
بين العقل والشهوة واما الملك
لاختصاصه بالعقل فتجلى الحق
له في نفسه لا في نفس الحق
لنزوله عن درجة الكمال الجامعة
بين التشبيه والتنزيه بخلاف

اوس چیز کے تمسک کا حافظہ نہین ہے جس کا
تعقل کیا ہے پس حیوان کے تعقل کی انتہا
یہ ہے کہ وہ جس چیز کے درپے ہین وہ اون
چیزون مین سے کہ جن کو شہوات طبعیہ او عادات
حیوانیہ مقتضی ہین اور یہ عادات و شہوات طلب
نفس کرتی ہین اول وہلہ مین حفظ و غیرہ
سے اور اگر اوس کے لیے حافظہ تمسک بھی ہو
تو اُسکے لیے نہ سمجھا جائے گا یہانتک کہ اُسکے بعض
اجزاے معقولہ بعض پر قیاس کیے جائین اُسکے بعد اُن اجزاے
معقولہ مین سے ادنی او احسن پر حکم کیا جاے تا کہ مرتبہ وجود مین
کامل ہو اور یہ ملکیت وجود صرف فرشتہ ادر انسان
کے لیے ہے ادر اسی وجہ سے حق نے یعنی نفس
حق سبحانہ تعالی انے کسی چیز کے لیے فی نفسہ
تجلی نہین کی بجز انسان کے بسبب انسان کے
جامع ہونے کے بین العقل والشہوۃ اور لیکن
فرشتہ کو بسبب اوس کے اختصاص بالعقل
کے پس حق نے فرشتہ کے لیے فرشتہ کے
نفس مین تجلی کی نہ نفس حق مین بسبب اپنے
نزول کے درجہ کمال سے جو تشبیہ و تنزیہ
دونون کا جامع ہے بخلاف حیوان کے پس
حیوان کو اسمین قدم رکھنے کی گنجائش نہین ہے

الحیوان لان لاقدم لہ فی ذلك
ذلیس لہ ملکیۃ وجود کمال
الانسان فهذا محل دعوی
الانسان بالوجود وهو الحجاب
الاعظم الذی لاینکشف الابعد
الموت الاکبر الذی هو زوال
علمك بوجودك بعد التحقیق
بحقایق التوحید وبعد ذالك
ولابد من نظرك وتجلیہ علے
الله تعالی الی هذا الانسان و
هیکلہ لبقاء نشائۃ وصورۃ
الظاهرۃ وهذا النظر غیر
النظر الاول الذی کنت تراہ
فافهم رزقنا الله وایاك
تحقیق ذالك کلہ انہ علے کل
شئ قدیر۔

اسلیے کہ حیوان کے واسطے ملکیت وجود کمال
انسانی نہین ہے پس یہی وجود انسان کا محل
دعوی ہے اور یہی وہ حجاب اعظم ہے جو نہین
کھلتا ہے مگر اوس موت اکبر کے بعد کہ جس سے
تیرے اوس علم کا کہ جو تجھ کو اپنے وجود کے
ساتھ ہے۔ بعد التحقیق بحقائق توحید زائل
ہو جانا مراد ہے اور لازم کر لیا ہے اللہ تعالی
نے اس نظر سے کہ جو تیرے لیے ہے اپنی تجلی
کو اس انسان پر اور اوس کی ہیکل پر تاکہ
اوس کی نشاۃ اور صورت ظاہرہ باقی
رہے اور یہ نظر اوس پہلی نظر کے علاوہ ہے
جس سے تو اوس کو دیکھتا تھا۔ پس اس
بات کو سمجھ اللہ ہم کو اور تجھ کو ان سب
باتون کی تحقیق کی توفیق دے بے شک وہ
ہر چیز پر قادر ہے۔

اس تنبیہ کا ترجمہ نہایت مشکل تھا مگر کیا اچھا ترجمہ حضرت مولانا نے فرمایا ہی کہ
جس سے شرح کرنیکی ضرورت ہی نہین معلوم ہوتی لیکن چونکہ حضرت مصنف نے اس
تنبیہ مین عالم عالم بیان کیا ہے اور معیت حق کو حروف کی تمثیلات مین جمادات
کے لیکر نباتات وحیوانات وملائکہ و انسان تک جیسے کہ ہو بہو وہ ہے ثابت کیا ہی
اس لیے اس کی تشریح جہانتک کی جائے کم ہے بہر حال کچھ نہ کچھ انموذج کے طور پر

لکھنا چاہیے۔ اور جہانتک علم الیقین اوس کی شہادت دیتا ہی اور اُسکو بیان کرنا چاہیے عین الیقین اور حق الیقین بیان کرنا بہت دشوار ہے کیونکہ حضرت مصنف نے خود اس تنبیہ مین اوّلاً نکتہ کا لفظ لکھا ہے اور نکتہ بمعنی سر ہے اور سر من حیث السر کبھی ظاہر نہین ہوسکتا اور نہ بیان مین آسکتا ہے اسی واسطے خداوند تعالیٰ نے انسان کی تعریف عین اوسی سر کے لفظ سے کی کہ الانسان سری وانا سرہ[ف۱] اور اسی واسطے حدیث قدسی مین ہے ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیھم من نورہ[ف۲] اور اسی واسطے انسان کی تعریف بھی اوسی ظلمت سے کی کہ انہ کان ظلوماً جہولاً کہ جسکی وجہ سے وہ متحمل بار امانت کا ہوا اور اسی واسطے جناب باری نے تخلیق عالم کی بابت فرمایا کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق[ف۳] (الحدیث) عالم مین جو ذرہ کہ اپنے حقیر سے حقیر وجود ذرگی کا دعوی کرتا ہے اوس وجود کو حقیقی جاذبات کی کشش و کوشش نے قائم کیا ہی ورنہ چھوٹا سا وجود بھی ذرہ کا موجود نظر نہ آتا کیونکہ بہر حال اوسقدر وجود مین جسپیدگی ہے ؎

فلک سرگشتہ از دے در تگا پوے | ہوا در دل با مہسدی یکے بوے
ع آب ہر سود وان کہ آب کجا

العشق نار یحرق ما سوی المحبوب[ف۴]۔ بالجملہ معیت حق کے اطوار مین ایک طور یہ ہے جیسے الف کا الف کے ساتھ وہان نسبت بھی گم ہے دوسرا طور یہ ہے جیسے الف کا نقطہ کے ساتھ یا الف کا نون کے ساتھ یا قلم کا دوات کے ساتھ یا اللہ کا ہاے ہویت کے ساتھ یہین سے کارخانہ عالم چلا ہے اور یہین سے ہنگامہ ازل الازال شروع ہوا ؎

انگور مین یہ مے تھی پانی کی چار بوندین | جبدن سے کھنچ گئی ہے تلوار ہو گئی ہی

ف۱ انسان میرا بھید ہے اور مین اوس کا بھید ہون ۱۲ ف۲ اللہ نے خلق کو اندھیری مین پیدا کیا پھر اپنے نور سے اون پر روشنی ڈالی ۱۲ ف۳ مین خزانہ مخفی تھا چاہا مین نے کہ پہچانا جاؤن پس پیدا کیا مین نے خلق کو ف۴ عشق ایک آگ ہے کہ محبوب کے سوا سب کچھ پھونک دیتی ہے ۱۲

تیسرا طور جیسے الف کا دیگر حروف کے ساتھ ہے بنا سبت صنف ہر حرف وقابلیت
ہر حرف کے بیچ مین چوتھا طور جیسے الف کا د ذ ر ز و کے ساتھ ہے ظاہرا یہ چار
طور تنزل حقیقت کے معلوم ہوتے ہین مگر ان اطوار سے عوالم کی تخلیق کی اور انکے
اقسام کی حد ونہایت نہین ہے۔ الف کا الف کے ساتھ اتحاد ظاہر کرتا ہے کہ صرف
حقیقت کی غیب اور غیبوبیت مین منتہی نہین ہے اور نہ منتفی ہے اور نہ اوس کی کوئی
وابتدا ہے اور وہ فی نفسہ قدامت سے مبرا ہے کیونکہ حدوث اوسکا مقابل نہین ہے
یعنی قدیم فی نفسہ ہے ابدیت سے منزہ ہے کیونکہ ازلیت کی نسبت اوسکو چھو نہین
سکتی تنزیہ سے پاک ہے کیونکہ تشبیہ اسکو دھبہ نہین لگا سکتی موجودیت سے معرا ہی
کیونکہ فی نفسہ وجود ہے یہ مین اوس الف کی تعریف کر رہا ہون جو بسم اللہ مین ب کے
نقطہ کے بعد سے غائب ہو گیا ہے اور وہ نقطہ بار کے مافوق ہے اب اس الف کے
علاوہ جو وجود یا عدم ہوگا وہ اگرچہ بے کیف وبے رو و بے جہت ہو لیکن وہ الف
کا تنزل ہی کہا جائے گا پس نقطہ جس کو احدیت کہتے ہین اور جس مین رسوم مرتفع
ہین الف احد کا پہلا محل تنزل ہے اور مصدر تنزیہات وتشبیہات ہے اور وجہ حقیقی
کا خال ہے تعجب ہے کہ ؎ قائم النار یہ بارود کا دانہ کیسا
اور عالم قلب کا سویدا ہے اور عالم امر کا حجر اسود ہے اور عالم انفسی کا نطفہ ہے
اور عالم آفاقی کا بیج ہے اور کل ادوار کا مرکز ہے جسکی وجہ سے ہر شے حیرت زدہ ہے اور اپنی
ابتدا وانتہا کو نہین پہچان سکتے اور مثل نقطہ مرکز کے دائرہ کے ہر جزو سے ہر آن علی التساوی
ملتصق ہے اور باوجود التصاق کے اوسکو اپنے نفس مرکزیت مین کسی سے تعلق نہین
ہے۔ پس عوالم مذکورہ بالا مین جمادات سے لیکر نفوس وعقول تک اسی نقطہ کا نام مادہ
ہے جو بلحاظ مراتب تنزلات مین منزل ہوتا ہوا جمادات کی صورت مین ظاہر ہوا ہے
اور ترفعات مین مادہ سے نبات اور نبات سے حیوان اور حیوان سے جن ہوا کیونکہ

ملائکہ کی دو قسمین ہین ملائکہ نوری وملائکہ عُنصری جن ملائکہ عنصری کے مشابہ ہین اسی وجہ سے شیطان ابوالجان ہو کر ملائکہ کو تعلیم دیتا تھا کیونکہ اوسکو ایک خاص نسبت ملائکہ کروبیان کے ساتھ فطرتاً تھی جنکو حضرت آدم کے سجدہؑ کا حکم ہوا تھا۔ اور تیسری قسم ملائکہ عالین ہین جن کو سجدہ کا حکم نہین ہوا تھا وہ ان دونون قسمون مین داخل نہین ہین بلکہ اون کی تخلیق عقول ونفوس سے ہے۔ الغرض وہی وہ جن سے ملک اور ملک سے طبیعت طبیعت سے انوار انوار سے نفوس نفوس سے عقول انتہاے درجہ کو پہونچ گیا ہے حالانکہ نفوس وعقول مین بسبب شدت صرافت کے مادیت نہین پائی جاتی ہے مگر اس سے آگے مادہ کو گنجائش نہین ہے بلکہ فی الواقع مادہ طبیعت ہی تک رہجاتا ہے اور عقول ونفوس مین ایک قسم کی روحانیت ہے۔ یعنی روحانیت کی دو قسمین ہین ایک قسم مستی ہے جسمین تعقل وتدبر کو دخل نہین ہے۔ دوسری قسم تعقل وتدبر ہے اور اسی قسم سے عقول ونفوس کی تخلیق ہے عقول اجمالی تدبر ہین اور نفوس تفصیلی تدبر ہین اور یہ دونون قسمین انسان کے ساتھ بجامعیت مخصوص ہین اگر غلبہ تعقل وتدبر ہے تو تنزلات کے پھنسادہ مین ہے اور اگر غلبہ دیوانگی ومستی ہے تو اپنے مراتب اعلے سے استفادہ کرتا ہے اسی وجہ سے مولانائے روم فرماتے ہین کہ ع

عقل از دہلیز می ناید برون

اور ع

لاجنون واحدلی فی الشجون[1]	بل جنون فی جنون فی جنون

جاننا چاہیے کہ حق تعالی کا ضد وند نہین ہے اور بلا ضد کے اُسکے آثار کا ظہور نہین ہو سکتا ہے جس کو عالم کہتے ہین۔ پھر تخلیق کیونکر ہوئی؟ اسکو خدا ہی جانے اور وہی

[1] مجھ کو ان جنگلون مین اکیلا جنون نہین ہے بلکہ جنون در جنون در جنون ہے ۱۲ ۃ پ

بتاتا ہے۔ چنانچہ کلام پاک مین حضرت حق نے فرمایا ہے کہ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکوراً یعنی انسان کی ذات سے خبر دی ہے جسکو احدیت اور نقطہ بار اور نون کہتے ہین اور جو وجہ حقیقی کا خال اور عالم قلب کا سویدا ہے اور جو عدمیت وجہل وظلمت مین اپنی آپ مثال ہے اور حق فی نفسہ وجود محض اور علیم وقدیر ومرید وسمیع وبصیر وکلیم ہے پس ہستی بحت کا مقابل بجز نیستی محض کے نہین ہوسکتا صاحب گلشن راز فرماتے ہین ؎

عدم در ذات خود چون بود صافی	ازو تا ظاہر آمد گنج مخفی
عدم آئینہ عالم عکس وانسان	چو چشم عکس دروی شخص پنہان

چونکہ عدم کی قابلیت نے وجود کو اپنے آپ مین منعکس کرلیا پس حق اپنے جمیع اسمار وصفات سے متوجہ ہوکر اپنے اسمار وصفات کو ملاحظہ فرمانے لگا اور اسی کو نفخت فیہ من روحی سے تعبیر کیا کہ جو عکس حق آئینہ عدم مین مع تمامی اسمار وصفات حق کے ظہور مین آیا وہی صورت انسان ہے جس مین حق بسبب اوسکی عدمیت کے سما گیا ہے۔ اور اوسکو ولقد کرمنا بنی آدم سے یہ شرف دیا ہے کہ جس طرح حق فرمائے اناکنا انسان عرض کرے کنا انا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم وعلم آدم الاسماء کلہا کے محل و مورد ہوے اور حق تعالیٰ کی نظر رحمت کے مرحوم ہوے اور جب تک یہ نظر رحمت رہیگی معدوم ہونا ممکن نہین ہے کیونکہ حق ہے ؎

آدمی دید است باقی پوست است	دید آن باشد کہ دید دوست است

اخیر مصرعہ کے معنی غالباً عام لوگ یہ سمجھتے ہونگے کہ انسان ہر وقت حق کو دیکھتا رہے یہ معنی نہین ہین بلکہ حق اپنے آپ کو ہر وقت دیکھتا رہتا ہے تو انسان معلوم ہوتا ہے

لہ کیا انسان پر زمانہ سے ایک وقت آیا ہے کہ وہ کوئی شے نہ تھا ۱۲ ؎ اور ہمنے بنی آدم کو بزرگی دی

کیونکہ دیکھنا موجودیت کو چاہتا ہے اور موجودیت فی نفسہ انسان مین نہین ہے ؎

عدم موجود گردد این محال است	وجود از وے ہستی لایزال ست

جب تخلیق انسان کی نص صریح کی رو سے عدم سے ہوئی تو جو کچھ اسمار وصفات و افعال مین موجودیت انسان کی معلوم ہوتی ہے وہ انسان کی ہو نہین سکتی کہ قلب حقائق محال ہے۔ اور حق کی اسی توجہ کا نام نکاح معنوی ہے جس سے تخلیق عالم ہوئی ہے۔ نکاح معنوی کے واسطے کابین کا ہونا ضروری تھا حق نے مہر معجل فوراً ادا کیا کہ انسان کو اپنے تمامی اسمار وصفات سے مشرف فرمایا۔ اور وہی انسان بصورت عالم ظاہر ہے یہ آفاق نان و نفقہ ہے اور انسان کو چشم عالم بنایا جس سے وہ خود عالم کو دیکھتا ہے اور انسان کے تمامی اسمار وصفات سے عالم کا کاروبار کرتا ہے۔ اور خود بنفسہ مثل مردمک انسان کی آنکھ مین چھپا ہوا ہے کہ اگر انسان چاہے کہ اوسکو اپنی آنکھ سے دیکھے نہین دیکھ سکتا ہی اسی عینیت سے کلام مجید مین خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ [1] وماتشاؤن الاان یشاء اللہ حضرت شاہ تراب علی قلندر فرماتے ہین ؎

سنا مین نے یہ مرشد کی زبانی	وہ سب مین یون ہی جون بلبلہ مین پانی
خدا کہتا ہے الانسان سری	کہون کس سے مین یہ سر نہانی
بنایا اوس نے آدم کو خلیفہ	کرے وہ کیون نہ سب پر حکمرانی
پڑا ہے اسم جامع کا وہ مظہر	رکھے ہر چیز سے اوس مین نشانی
بنایا ہے اوسے صورت پر اپنی	زیادہ اس سے کیا ہوگی کلانی
رکھا بار امانت اوس کے سر پر	نہ آے اوسکے دلمین کچھ گرانی
کہا تب ظالم وجاہل ہے انسان	یہ لفظون کے عجائب ہین معانی

[1] اور نہین چاہتے تم مگر یہ کہ چاہتا ہے اللہ ۱۲

لگا کرنے وہ اپنے نفس پر ظلم
وجود غیر سے جاہل ہے مطلق
امانت دار عشق و معرفت ہے

جتایا اوسکو یہ دشمن ہے جانی
نہو کیون اوسپہ حق کی مہربانی
نہین جگ مین کوئی آدم کا ثانی

نفخت فیہ من روحی کا دم بھر
تراب آگے نہ کر طال اللسانی

ملائکہ عالین کے متعلق حضرت شیخ اکبر نے فص عیسوی مین تحریر فرمایا ہے کہ اُن کو سجدہ آدم کا حکم نہین ہوا تھا بلکہ ملائکہ کروبیان کو ہوا تھا اور ملائکہ عالین خلقت مین بنی نوع انسان سے اعلی و افضل ہین اوسکا یہ مطلب نہ سمجھنا چاہیے کہ فی الواقع ملائکہ عالین انسان کامل سے افضل ہین بلکہ انسان کامل ملائکہ عالین سے افضل ہے کیونکہ جو جامعیت انسان کامل کو حاصل ہے وہ ملائکہ عالین کو باوجود افضلیت خلقت کے حاصل نہین ہے اسواسطے کہ ملائکہ عالین کی تخلیق اسمار و صفات معقولی انسان کامل سے ہے۔ اگرچہ انسان کے ہر جزو اسماء سے معقولات انسانی افضل ہین لیکن چونکہ جامعیت کیوجہ سے انسان دیگر معقولات کا بھی حاملہ کیے ہوے ہی لہذا وہ معقولات بھی انسان سے پیدا ہین اور انسان کے اسماء و صفات کا ایک جزء ہین اور انسان کل ہے اور کل اپنے جزء سے اعلی ہی۔ ملائکہ عالین مثل محفوف شیشہ کے ہین جسمین قابلیت انعکاس وجہ حقیقی کی نہین ہے انسان مین علاوہ اوس معقولیت کی جس سے ملائکہ عالین کی تخلیق ہے قابلیت قبولیت عکس وجہ حقیقی کی ہی ع

چو پشت آئنہ باشد مکدر
نماید روے شخص از روے دیگر

چونکہ آدمی تمامی اسماء کا مظہر پڑا ہے لہذا بہ نسبت دیگر مخلوقات کے اِس مین ظہور حق تمامہ ہے اور اسکی وجہ سے اسکا وجود فی نفسہ غائب ہے۔ اسیواسطے یہ اسمار عدمی حق کا بھی مظہر ہوگیا ہی اور وجود کے مقابل ہوا ہی اور وجود محض ہے کے تقابل اور اپنی نیستی کی وجہ سے اسکا مستحق ہے کہ اسکی ذات عین حق کی ذات ہو اور یہ نفس حق جو

اور ملکیت حق سے مشرف ہوا اسیواسطے حضرت حق نے فرمایا ہی وسخر لکم مافی السموات و مافی الارض جمیعا منہ ۱ ان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون۔ اب آپ کو تعجب ہوگا کہ سورۂ والتین مین حضرت حق نے انسان کی تخلیق احسن تقویم مین بیان فرمائی ہے یہ فرمانا جامعیت انسان پر دلالت کرتاہی پھر یہ کہان سے فرمایا کہ ثم رددناہ اسفل سافلین کیونکہ کل اسمار کی جامعیت نے تو اُسکو احسن تقویم بنایا اب وہ کون اسمار ہے کہ جس سے اسفل السافلین کی ضرورت پڑی۔ پس یہ وہ اسمار ہین جنکی نسبت مین نے اوپر لکھاہے کہ اسمار عدمی حق ہین کہ جنکی وجہ سے ظہور تو ہوا کہ واہمہ خلاق ہے مگر وجود کچھ نہین۔ پس انسان کا پھنساوہ ناسوتیات مین محض وہمی و عدمی ہے اور اسکے معاصی محض وہم غیریت پر مبنی ہین۔ جس کا وجود ہی نہین۔ اسیوجہ سے حضرت آدم نے وہم غیریت کو اپنے سلوک باللہ مین میٹ دیا اور باوجود ممانعت کے گیہون کھالیا یعنی معصیت کے طالب ہوے جنکو شہوات ناسوتی کہتے ہین اور اس عرفان کے مقابلہ مین تاکہ اسمار حق کی جامعیت حاصل کرین بہشت سے نکالے جانیکی کچھ پروا نہ کی اور اپنے نفس احسن تقویم پر ظلم کیا ظلم کے دو معنی ہین ایک تو جبر کرنا۔ دوسرے تاریک کردینا ان دونون معانی کا مظہر ہونا حضرت آدم نے چاہا اور بہشت سے نکالے جانے کا خطرہ نکرکے اپنے نفس پر ظلم کیا تاکہ اسمار عدمی حق کے بھی مظہر ہو جائین جو اسمار کہ تاریک ہین اور عرفان سے نکلکر جہل کی ظلمت کا بھی احاطہ کرلین جو اسم عدمی ہے ایسی معصیت پر جو جامعیت حق کے مظہر ہونے کی پوری قابلیت پیدا کرے زہد و تقوی کو قربان کرنا چاہیے اور ایسی معصیت پر خود قربان ہوجانا چاہیے اور اس خراباتیت پر جان نثار کردینا چاہیے ؂

بیا ساقی آن بکر مستور مست	کہ اندر خرابات دارد نشست

۱ اور تمہاری مٹھی مین کر دیا جو کچھ کہ آسمانون مین ہے اور جو کچھ زمین مین ہے سب کچھ۔ اسمین نشانیان ہین اون لوگون کے لیے جو تفکر کرتے ہین ۱۲

بِہ کہ بدنام خواہم شدن	مردی مے وجام خواہم شدن

اور فرشتے اس معرفت کی قابلیت نہین رکھتے تھے اسوجہ سے اون کو یہ سر معلوم نہوا تب اُنھون مے اعتراض کیا حضرت حق کی جانب سے اون کو اعلام اس معاملہ کا کیا ہو سکتا تھا بجز اسکے کہ کہدیا گیا انی اعلم مالا تعلمون اور انسان کو اگر یہ قابلیت طواف حجر اسود یعنی سویداے دل یعنی تمامی اسمار وصفات حق کی نہوتی اور خطرات وو ساوس کو کنکریون کی طرح پھینک کر علحدہ نہ کردیتا تو اس قابل نہوتا کہ اپنے سلوک وسفر در وطن مین حج اکبر حاصل کرے یعنی دیدار حق سے مشرف ہو کہ ؎

حج زیارت کردن خانہ بود	حج رب البیت مردانہ بود

اور جبل عرفات مین بے تکلفی کے ساتھ حق سے ہمکلام ہو اور بجز آواز خطیب کے اور اپنے کچھ نہ دیکھے ؎

کس ندانست کہ منزلگہِ مقصود کجاست	این قدر ہست کہ بانگِ جرسی می آید
دلیل کاروان بانگ جرس ہی	گواہِ دردِ دل اک نالہ بس ہی

اور اوس مستی مین بجز ظہور جامعیت حق وتجلی حق کے اوسکی چیز کی خبر نہو اور تمام وسائل بسبب اتحاد کے فوت ہوجائین یہان تک کہ نماز جو فرض عین ہے اوسکا پڑھنا بھی اُس میدان مین ناجائز ہو ؎

چون در آمد وصال را ہالہ	سر دشد گفتگوے دلالہ

فائدہ۔ اکثر بزرگان دین کی حالت باوجود ہوش کے ایسی ہوجاتی ہے کہ وہ ہر وقت حج رب البیت مین مصروف رہتے ہین اور اون کو فرصت عبادت کی نہین ملتی ہی ناسمجھ لوگ جنھون نے سلوک نہین کیا ہے وہ بے سمجھے بوجھے بزرگان دین پر اعتراض کر بیٹھتے ہین کہ کیا یہ بزرگان دین پیمبرون سے بڑھکر ہین جنکی ساری عمر عبادت مین گذر گئی۔ اس اعتراض

۵۱ مین جانتا ہون جو تم نہین جانتے ۱۲

سے زبان کو روکنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ اول تو ہر پیغمبر کسی خاص کام کی استعداد دیکر عالم مین بھیجا گیا ہے وہ کام کرنا انکو لازمی ہے دوسرے یہ کہ کوئی پیغمبر ایسے نہین ہوے جو خاطی نہین سمجھے گئے یہان تک کہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سورہ عبس نازل ہوئی اور ایک بار مع صحابہ کے آپکی نماز عصر بھی فوت ہوئی ہے جس کی وجہ فقہا نے یہ لکھی ہے کہ تاکہ نماز قضا کی ادا کا سلسلہ جاری ہو اور حضرت مولانا ے رومی نے لکھا ہے کہ وہ نماز کا فوت ہونا شب عروس کی طرح ہے کہ اتحاد تنزیہ ذاتی مین عابد و معبود کا فرق باقی نہین رہا تھا کہ آنحضرت کا یہ ارشاد جسکا مؤید ہے۔ لی[۱] مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل پس یہ خطیات پیغمبران علیہم السلام اور معاصی امت جامعیت حق کے احاطہ کی وجہ سے ہین اور اللہ اسکو خوب جانتا ہے چنانچہ اُسنے فرشتون سے فرمایا کہ انی اعلم ما لا تعلمون ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو	ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھی کروبیان

اسی واسطے امتون سے یہ فرمایا کہ ان[۲] اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء پس خطرہ غیر ہی شرک ہی اسی سے بچنا چاہیے اور یہی حقیقت معصیت ہی اور ہمارے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کیلیے ارشاد ہوا کہ تمھارے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہین شیدی حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز فرماتے ہین ؎

آدم کو ملک کہتے تھے کیا خاک بنیگا	سمجھے نہ کہ سر تا قدم ادراک بنیگا
تھی خاک سمجھ اون کو کسی نے یہ نہ سمجھا	آدم دم حق سے نفس پاک بنیگا
ہوئیگا کوئی دم مین یہ مسجود ملائک	ہے خاک نشین حاکم افلاک بنیگا
اولاد سے ہوئیگا اسی کے وہ پیمبر	جو صل علی صاحب لولاک بنیگا

[۱] میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ نہین سماتا ہی اوس مین ملک مقرب اور نبی مرسل ۱۲

[۲] اللہ اسکو معاف نہین کریگا کہ اوسکے ساتھ کوئی شریک کیا جاے اور اسکے علاوہ جو چاہیگا معاف کردیگا ۱۲

	رہ شاد تراب اپنی حقیقت کو سمجھکر صورت کے لیے کاہے کو غمناک بنیگا	

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل مین آپ کی امت مرحومہ بھی ہے ؎

	متحد بودیم باشاہ وجود	نام غیریت بکلی محو بود	

الحاصل جب حق تعالیٰ نے ملائکہ کے نفس مین تجلی کی تو ملائکہ عالین کی تخلیق ہوئی اور جب اپنی نفس مین تجلی کی تو یہ اسم رحمن ہوا جو عرش پر مستوی ہے اور عرش کل عالم کو محتوی ہے پس یہی اسم رحمن رحمۃ للعالمین ہوا یعنی رسول اللہ یعنی انسان کامل پس انسان کامل کل عالمین کے لیے جسمین ملائکہ عالین بھی داخل ہین رحمت ہے اور یہی رحمت ہر مخلوق کی روح ہے اور ہر شے کی روح اوسکی عین ہے لہذا انسان کامل کل مخلوقات کا مع ملائکہ عالین کے عین ہے اور اسمار عدمی حق کا بھی عین ہے اور یہ جامعیت ملائکہ عالین کو نصیب نہین ہے اور انسان کامل روحانیت کی دونون قسمون کا جامع ہے یعنی قسم اول مستی خود در خود اور قسم دوم تعقل و تدبر اور اسی تعقل و تدبر سے عقول و نفوس کی تخلیق ہے پس عقول و نفوس کا بھی جامع اور عین ہے اور اس طرح پر تنزلات مین عقل کل نفس کل و طبیعت کل و ہباء و شکل کل و جسم کل و عرش اعظم و کرسی و سبع سموات کا مع اُن کے سیارون و ملائکہ کے جو اون سیارون کی روحین ہین اور عناصر اور موالید ثلثہ یعنی جمادات و نباتات و حیوانات کا اور جنات کا مع انسان کے فرداً فرداً بمناسبت ہر ہر تعین باوجود اپنے انفراد کے اوسطرح عین ہے جیسے الف کل حروف کا ہجے مین عین ہے اور اسیطرح پر کل مخلوقات کی صورت مین ظاہر ہے جیسے کہ الف کل حروف کی صورت مین ظاہر ہے اور یہ کل مخلوقات عقول و نفوس سے لیکر انسان تک یعنی کل عالم ایک شخص ہے جسکو آفاق کہتے ہین اس شخص کے ساتھ کلیۃ انسان کامل کا اتحاد و عینیت اوسی طرح پر ہے جیسے الف کا اتحاد الف کے ساتھ اور یہ اتحاد زوال غیریت کے لیے ہے پس اب کوئی شئے عالم مین باقی نہین رہی مگر

انسان اپنی ہویت مین اور یہی انسان کی وہ ملکیت وجود ہے جسکا وہ مستحق ہے اور جسکی وجہ سے وہ اور چیزون سے باوجود عینیت کے متمیز ہے پس جب سوا انسان کے کوئی چیز باقی نرہی تو قیامت قائم ہوگئی کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام[۱]

چو روح از تن بکلیت جدا شد وصال این جاگہ رفع خیال ست	زمینت قارع وصف صفت لاتری ثم خیال از میش برخیزد وصال ست

اور یہ آنا فانا یعنی بغتتاً ہے اور اسی کو حشر کہتے ہین اور اسکو سن سرمدی کہتے ہین اور یہین سے امتداد وقت منقطع ہوجاتا ہے جیسے رات نوم غرق مین ایک منٹ معلوم نہین ہوتی ہے اور جو معلوم ہوتی ہے تو وہ جاگنے کے بعد معلوم ہوتی ہے پس قیامت کی مثال آفاق مین رات سے ہی اور عالم کی مثال دن سے ہی حقیقی چیز اسمین رات ہی ہے جو بلا سبب کہ اور دن آفتاب کے سبب سے ہی تخلیق عالم رات ہی مین ہوئی ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیہم من نورہ آفتاب سے ہوا اور انفس مین اسکی مثال سونے اور جاگنے سے ہی سونے سے رات جاگنے سے دن (حضرت صاحب)

آنکہ موندی تو عدم کی سیر ہی گم ہی وجود اوسطرح تنزیہ بوجھ اور اسطرح تشبیہ جان	آنکھ کھولی تو وہی ہے ظاہر و باطن بھرا دونون عالم مین نہین کوئی دید اسکی ماورے

یہی سلوک ذاتی اور سفر در وطن ہی اب یہ کل معلومات مع اپنے تاثیر و تاثر کے اپنے اپنے مراتب و مقامات پر اوسی طرح باقی ہین جیسے شے کے فنا ہونے کے بعد اوسکا علم باقی رہتا ہی پس حضرت حق کے حضور مین یہ سب بیکدفعہ حاضر ہین اور اسی کو علم حق اور اعیان ثابتہ کہتے ہین اور ہر عین دوسرے عین کا آئینہ ہے اور رونگٹا رونگٹا ایک دوسرے سے بے حرف و بے زبان متکلم ہے اور بے جہت مخاطب ہی اور ہر شے کی صورت علمی ہے علی الخصوص انسان کے لحاظ سے بقدر اسکے اعمال کے روزنامچہ و اعمالنامہ ہی اور

[۱] جو شخص کہ زمین پر ہے فانی ہے اور باقی رہے گا وجہ تیرے رب کا جو صاحب جلال و بزرگی ہی (وجہ سے مراد ذات حق ہی)

اوسی روزنامچہ واعمالنامہ کے مطابق وہ سعید یا شقی ہے اور سعدا کا مجموعی اعمالنامہ بہشت ہے اور شقیا کا مجموعی اعمالنامہ دوزخ ہے اور یہ ہمیشہ کے واسطے ہو اور اسی کو نشر کہتے ہین وہر یکبر ملائکہ کی مع ملائکہ کے اسمین داخل ہے اور ناز و نعم جنت کی سرمستیان حور و غلمان کی سرگوشیان و دید بازیان بمعیت حق اسمین متجلی ہین وہ سزاے اعمال ہے اور یہ جزاے اعمال اور انسان کامل مقام اعراف مین ان سب کا عارف ہو وعلی[1] الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم جو اہل بہشت ہین وہ اپنے سرور مین سرمست ہین اور جو اہل دوزخ ہین وہ اپنی سرگرمی مین سرخوش ہین سرمستی و سرخوشی مادہ کی ہے جو اون کے اعمال ناسوتی کا خلاصہ ہو جب اعمال ناسوتی کے خلاصہ کا اثر دونون فریق مین ایک مدت مدید و عرصۂ طویل کے بعد چک گیا تب وہ فریق دوزخ و بہشت سے عالم ناسوت مین بھیجدیے گئے جیسے حضرت آدم گیہون کھاکر بہشت سے عالم ناسوت مین آئے جیسے خواب مین کسی حسین عورت یعنی حور یا کسی بدصورت عورت کو آدمی دیکھتا ہے تو اوسکو انزال ہوجاتا ہے اور سوتے سے جاگ اوٹھتا ہے اسی طرح یہ لوگ نعماے جنت و درکات دوزخ سے متلذذ ہوکر نزول کرتے ہین اس نزول کا نام بتعدد مراتب عالم مثال ہے کہ جس سے عالم ناسوت مین آتا ہے اور چونکہ مادیت فی المثل یکرنگ ہوتی ہے لہذا ہر دو فریق رحم مادر سے یکسان متولد ہوتے ہین اور چونکہ رجوع مین مادہ سے صرافت کی جانب جانے مین بھی ہر دو فریق یکرنگ ہوتے ہین لہذا ہر دو فریق کی موت بھی یکسان معلوم ہوتی ہے پس نزول داہنی جانب سے ہے جسکو عالم مثال کہتے ہین اور عروج بائین جانب سے ہو جسکے بعد عالم برزخ ہے اور فی الواقع بہشت و دوزخ محض خواب ہے اور اس سے نزول عالم ناسوت مین خواب درخواب ہے کہ جس کے مشاہدہ مین انسان کامل یعنی حضرت حق بیدار ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاینام[2] قلبی

---

[1] اور اعراف پر وہ لوگ ہین جو سبکو اونکی پیشانیون سے پہچان لیتے ہین ۱۲ [2] میرا دل نہین سوتا ۱۲

ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

فرق عالم ملک و عالم ملکوت مین صرف اسقدر ہے کہ عالم ملکوت خواب طویل ہی اور عالم ملک خواب مختصر چھٹکارا نہ اسمین ہے اور نہ اوسمین ہے

تا نمیری نیست جان کندن تمام	ہیچ گنجے بے دد و بے دام نیست
بے کمال نردبان نائی ببام	جز بخلوتگاہ حق آرام نیست

من[1] مات فقد قامت قیامتہ موت سے مراد موت اختیاری ہے نہ موت اضطراری اور موت اختیاری موتوا[2] قبل ان تموتوا ہے اور ایسے ہی شخص کو انسان کامل کہتے ہین اور یہ مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بدرجہ کمال حاصل ہے اور آپ کی تبعیت مین بفرق مراتب اولیاء اللہ کو حاصل ہی اور جو ان مراتب مین تمامہ اپنے آپ کو مشاہدہ کرتا ہے اوسکو عارف تام المعرفۃ کہتے ہین اور اسی کے لیے واعبد[3] ربک حتی یاتیک الیقین ہی چونکہ آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان مراتب کا مشاہدہ ہر آن تمامہ فرماتے تھے اور آپ کو یہ مراتب سورۂ الم نشرح سے کھولدیے گئے تھے لہذا آپ کو یہ بشارت کی گئی کہ انا[4] فتحنا لک فتحا مبینا ۵ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (الایہ) اور اسی کو اہل ہنود مین ”مکش“ کہتے ہین اب آپ چاہے اس عالم مین رہے چاہے اوس عالم مین ہر جگہ یکسان ہے اگر اس عالم مین آئین گے تو برزخ بلا برزخ کے ہے اور اگر اوس عالم مین رہین گے تو قیام بلا قیام کے ہے تمکین تلوین ہی اور تلوین تمکین ہے ہے (رومی)؛

شیخ صلاح الدین من رہ دان من رہ بین من

اے فارغ از تمکین من وے برتر از امکان من

[1] جو مرا اوس کی قیامت قائم ہوگئی ۱۲ [2] مرجاؤ قبل مرنے کے ۱۲ [3] اور عبادت کر اپنے رب کی یہان تک کہ تجھکو یقین آجائے ۱۲ [4] تحقیق ہم نے تیرے لیے بڑی فتح ظاہر کی کہ اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہی ۱۲

اب یہ نظر کلی کہ جوہر موجود کی روح ہی اوس نظر کے علاوہ ہی کہ جس سے انسان قبل تکمیل کے ان مراتب کو دیکھتا تھا۔

تنبیہ مختصر اکثر لوگ یہ پوچھا کرتے ہین کہ مرنے کے بعد روح تو نکلجاتی ہے اور جسم یہان رہجاجاتا ہے۔ تو عذاب وثواب کس پر ہوتا ہے اگر انسے کہا جاے کہ روح کو مع جسم کے عذاب ہوتا ہے تو وہ دیکھتے ہین کہ جسم یہان رہگیا اور روح نکل گئی پھر یہ صورت کیسے پیدا ہوسکتی ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ عذاب ہو یا انکی طبیعت قبول نہین کرتی اور منقولات مین جو عذاب وثواب کا ذکر کیا گیا ہے اوسکو بنا بنا خارج از ایمان جانتے ہین پس وہ ششدر ہو کر دب سٹ مین رہجاتے ہین ادن کو چاہیے کہ میری اس شرح کو بغور ملاحظہ فرمائین کہ جس سے ثابت ہوگا کہ جب دونون عالم محض خواب وخیال ہین تو بعد مرنے کے روح مع جسم عنصری کے خیال کے عالم برزخ مین جائے گی لہذا یہ جسم عنصری با وجود یہان رہ جانے کے یہان بتمامہ نہین رہا بلکہ اوسکا خلاصہ لطیف ہو کر روح کے ساتھ ہولیا۔ اسی جسم پر عذاب وثواب مترتب ہوتا ہے جیسے انسان کسی اچھے خواب مین اپنے آپ کو مع جسم عنصری کے دیکھتا اور اوس سے متلذذ ہوتا ہے اور کسی برے خواب مین اپنے آپ کو مع جسم عنصری کے دیکھتا اور اوس سے متنفر ہوتا ہی اور پھر یہ جسم عنصری ہی جو یہان سڑ گل کر اجزاے عالم آفاق مین کھپ جاتا ہے قیامت کبری مین عالم کے فنا ہونیکے بعد اوسی طرح عالم کے خیال کے ساتھ اپنی روح سے متحد ہو جائے گا جیسے ہر ہر شے عالم کی بہ تناسب اپنی اپنی روح سے متحد ہوگی اور وہ روح مع جسم برزخی کے اس جسم عنصری مین جیسی کہ اس عالم مین تھی ہو بہو وہی شخص ہوگی کہ جو اس عالم مین مرا تھا اور جسم برزخی بمنزلہ روح حیوانی ہوگا جسکا مرکب جسم عنصری ہوگا اور وہ خود روح انسانی کا مرکب ہوگا۔ اور دونون عالم خواب ہین تو اس حالت کی مثال یہ ہوگی کہ جیسے آدمی خواب مین دیکھتا ہے کہ مین نے ایک خواب دیکھا تھا اوس سے بیدار ہوا ہون

حالانکہ اب بھی وہ خواب مین ہے۔ کیا آپ نے منقولات مین نہین سُنا ہی کہ حشر مین جب
پانی برسے گا تو سب روحین مع جسمون کے قبرون سے نکلین گی۔ یہ ویسا ہی ہے جیسے شروع
سال فصلی مین یعنی اساڑھ کے مہینہ مین پانی برسنے کے ساتھ ہی مینڈک کی خاک کے
ہر ٹکڑے سے ایک مینڈک پیدا ہو جاتا ہے۔ اور مرنے کے بعد جسم عنصری و روح حیوانی
و روح انسانی تینون مین سے کوئی چیز ضائع نہین ہوتی ہے۔ مگر لطافت و کثافت کا
فرق ہے۔ وہ بھی بمقابلہ اس عالم کے جسم اور اوس عالم کے جسم کے ورنہ اوس عالم مین جسم
عنصری وہ ہو ایسا ہی معلوم ہوتا ہی جیسا کہ اس عالم مین اور روح کے تعلقات جسم عنصری
و روح حیوانی سے کبھی غائب نہین ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگون کے مزارات لائق زیارت
ہین اور لوگون کو اون مزارات کی زیارت و فاتحہ خوانی سے فیض ہوتا ہے اگرچہ فاتحہ پڑھنے
والا بسبب اپنی کثافت کے نہ دیکھ سکتا ہو مگر وہ بزرگ بہت صاف صاف اوسیطرح جیسے
دیکھتا اور سمجھتا اور فیض دیتا ہے جیسا کہ اس عالم مین وقت ملاقات دیکھتا اور فیض دیتا
تھا اور کلام مجید مین سورہ الہٰکم التکاثر فاتحہ خوانی کی ممانعت کے واسطے نہین نازل
ہوئی ہے بلکہ یہ سمجھانے کو نازل ہوئی ہے کہ جیسے دنیا مین تم کسی بزرگ کی ملاقات
کے واسطے جاتے ہو تو اوس کا ادب و لحاظ کرتے ہو ویسا ہی بعد اوس کے وصال کے
بھی کرو نہ یہ کہ بعد مر جانے کے اوسکو کوئی اور چیز سمجھ لو کہ وہ خدا ہو گیا یا کوئی فرشتہ ہو گیا
بلکہ ویسے ہی بعد اوسکے وصال کے بھی اوس سے ملو جیسے کہ بر وقت حیات اوس سے ملتے تھے

تجرید "الف"

تجرد الالف عن عوائق النقطہ	الف عوائق[1] نقطہ سے مجرد ہوا اور اون عوائق
دخلص من العوائق التبعیتہ	تبعیت سے کہ جو اوس ہے کے بعد مثل بعض حروف کے

[1] عوائق بمعنی موانع حوادث روزگار ۱۲

الفی تکون بعده کتعلق الحروف
بعضها ببعض من بعد فلم یکن له
تعلق بشئ فی عین نفسه فلا یتعلق
الالف فی الخط بشئ من الحروف
لاجل ذلک کان ساریا فی
جمیع الاحرف بکلیة سریان
النقطة فثبت فی اول کل اسم
معرف من اسماء الله تعالی فهو
مظهر الحق وهو المتحقق بالحق
بل لیس الحق الا هو۔ فکانت
النقطة له میزانا قاس بنفسه
واندرج فی کل ما تندرج فیها
النقطة فکانه ما کانت النقطة الا
حکما له۔ وهو محکومها۔ بل هو علی
حقیقة نفس النقطة لنفی الاثنینیة
اذ لا وجود لمسمی الالف الا من
حیث النقطة فهو النقطة المؤتلفة
وهو الحرف المنطوی برتبة النقطة
علی صورتها لانی اظهرتها لما تقدم
ذکره من الانبساط فی کل حرف وترکیب
کل کلمة وحرف منقسمها وبرزت فیه

بعض کے ساتھ جو کے بعد دیگرے ہوں ہوتے
ہین چھوٹ گیا اوس کو تعلق بذاتہ کسی حرف
کے ساتھ نرہا پس الف تحریر مین کسی حرف کے
ساتھ متعلق نہوا اس سبب سے کل حروف مین
مثل نقطہ کے سریان کے بالکل ساری ہو گیا
پس اسمار حق مین سے ہر اسم معرف سے اول ثابت
ہوا پس وہ (یعنی الف) مظہر حق ہے اور
وہی متحقق بالحق ہے بلکہ حق نہین ہے مگر وہی
پس نقطہ الف کے لیے میزان ہوا
کہ جس سے الف نے اپنی ذات کو تولا۔ اور
الف اون کل چیزون مین مندرج ہوا
جن مین نقطہ مندرج ہوتا ہی پس گویا کہ
نقطہ الف کے لیے حکم ہے اور الف اوس کا
محکوم ہے بلکہ الف حقیقت مین نقطہ کی
ذات ہی بسبب دوئی نرہنے کے اس لیے کہ
مسمائے الف کے لیے وجود نہین ہے مگر
من حیث النقطہ پس الف نقطہ مرکبہ ہے اور
وہی وہ حرف ہی کہ جس کو نقطہ نے اپنی
صورت پر ظاہر کیا ہے اس لیے کہ نقطہ کی صورت
نہین ہے مگر وہ کہ جس کا ذکر ہو چکا ہے
ہر حرف مین انبساط سے اور ترکیب ہر کلمہ و

متعددة الجسد واحدة الروح لان
الالف مركب من نقط كثيرة كل
واحدة بجنب اخرى او على الحقيقة
النقطة من حيث هي كلی لا ينقسم
ولا يتعدد يوجد فی جميع
جزئياته من غير تعدد فی نفسه
كما يوجد الحق تعالىٰ فی سمع
الانسان المتقرب اليه بالنوافل و
فی بصره وفی يده وفی لسانه فهو سبحانه
بكينونية سمع هذا العبد لا يتعدد
فی كينونية بصره وكما انه موجود
فی كل شئ ما من اجناس العالم
جميعه بكماله لا يتعدد بتعدد الاشياء
كذلك الالف مع وجوده
فی الاحرف الثمانية والعشرين
لا يتعدد بتعددها لان
الالف فی جملتها واحد و
من هنا قال من قال ان
الالف ليس من جملة
الحروف لادعاء ان الانسان
الكامل ليس من جملة

وحرف مین اوس کی ذات سے اور نقطہ الف
مین متعددۃ الجسد واحدۃ الروح ظاہر ہوا
اس لیے کہ الف نقط کثیرہ سے مرکب ہے
اور ہر ایک سے نت نئی طرح اور حقیقت مین
نقطہ من حیث النقطہ کلی ہے کہ جو نہ منقسم ہوتا
ہے اور نہ متعدد ہوتا ہے اور اپنے کل جزئیات
مین بغیر تعدد فی نفسہ کے پایا جاتا ہے جیسا کہ
حق تعالیٰ سمع انسان مین کہ جو اس کی طرف
بذریعہ نوافل متقرب ہے اور اوس کے بصر
مین اور اوس کے ہاتھ مین اور اوس کی زبان
مین پایا جاتا ہے پس حق سبحانہ اس عبد کی
کینونت سمع سے متعدد نہوگا اوسکی کینونت
بصر مین اور جس طرح کہ وہ جملہ اجناس عالم
مین سے ہر جنس مین بکمالہ موجود ہے اور
تبعدد اشیا متعدد نہین ہوتا ہے۔ اسی طرح
الف مع اپنی وجود کے باوجود اٹھائیس حروف
مین موجود ہونے کے اون کے تعدد سے
متعدد نہین ہوتا ہے اس لیے کہ الف اون
کل مین واحد ہے اور کہنے والے نے یہین
سے کہا ہے کہ الف اون حروف مین سے
نہین ہے بسبب اوس کے اس بات کے

غیرہ من المخلوقات فافہم۔	دعویٰ کرنے کے کہ انسان کامل منجملہ اپنے غیر کے مخلوقات مین سے نہین ہے۔ پس سمجھ۔

جاننا چاہیے کہ الف مذکر لفظی ہے اور نقطہ عربی زبان مین مؤنث لفظی ہے الف کی مثال قلم ہے اور نقطہ کی مثال دوات جیسے نٓ والقلم فی الواقع سیاہی دوات ہی کے اندر ہے یعنی مادہ سب نقطہ مین ہے اور اسی روشنائی یعنی مادہ سے کل حروف یعنی مخلوقات کا ظہور ہوا ہے اور یہ حروف کا ظہور سیاہی یعنی مادہ سے قلم یعنی الف کرتا ہے قلم کی معیت سیاہی وحروف کے ساتھ بعینہ ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ سیاہی وحروف عین قلم نہین ہین کیونکہ قلم حرف کو بناکر خود اوس سے الگ ہو جاتا ہے بلکہ بنانے ہی مین اوس حرف سے الگ ہو ہو کر اوس کو بناتا ہے اور جب وہ حرف ختم ہو جاتا ہے تو اوسی تفرد کے ساتھ جو اوس کے بنانے مین تھا قلم اوس حرف سے علحدہ ہو جاتا ہے جس طرح پر مرد بعد جماع کے نطفہ دے کر الگ ہو جاتا ہے پس الف کو نسبت زوج ہونے کی نقطہ کے ساتھ ہے اور نقطہ کو نسبت زوجہ ہونے کی الف کے ساتھ ہے اور نطفہ من جمیع الوجود الف یعنی قلم کا مجموعہ وخلاصہ ہے جسکا قیام نقطہ مین ہو جاتا ہے مرد یعنی الف یا قلم عوائق نقطہ سے جس سے مخلوقات ہوئی ہے جیسا مجرد تھا ویسا ہی مجرد رہتا ہے یہی نسبت حق تعالیٰ کو اشیاء عوالم کے ساتھ ہے اور اسی واسطے جناب باری نے فرمایا ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون وھو معکم اینما کنتم۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ ان اللہ علیٰ کل شیء محیط اور پھر فرماتا ہے کہ ان اللہ غنی عن العالمین اسی تخلیق سرّی کو حضرت مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ الف عوائق نقطہ سے مجرد ہوا۔ پس نقطہ احدیت ہے جسکو تخلیق عالم کا عمل کہیے جو پوشیدہ ہے اور اسی کو اہل ہنود مین "ہرن گرب کہتے ہین" اور الف کا تقدم ذاتی کل اسماء الٰہی پر اوسی طرح سے ثابت ہے جیسا کہ اوسکا نقطہ سے مقدم ہونا

ثابت ہے چونکہ مخلوقات کا ظہور عورت سے ہوتا ہے لہذا کل مظاہر احد کا ظہور احدیت
سے ہوا اور فی الواقع احد ہی اونکا خالق ہے مگر بحکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن
اور بوجہ استغنائے حق کے ام الکتاب احدیت ہی سمجھی جاتی ہے لیکن مالک الملک احد ہی۔
پس الف بجائے احد کے ہی اور نقطہ بجائے احدیت کے الف مظہر حق ہے اور وہی متحقق
بالحق ہے بلکہ حق نہین ہی مگر وہی الف۔ اور نقطہ الف کے لیے میزان ہے یعنی اسمار حق
احدیت سے منکشف ہوتے ہین یعنی احد کا ظہور مع اسمار وصفات کے احدیت سے ہوتا ہے
اس لحاظ سے نقطہ حکم ہے الف کے لیے اور الف اوسکا محکوم ہے یعنی وہی الف اول ہی
اور وہی آخر ہے بلکہ حقیقت مین الف نقطہ کی ذات ہی بوجہ رفع دوگانگی کے اسلیے کہ
مسمائے الف کے لیے وجود نہین ہے مگر من حیث النقطہ پس وہی الف ظاہر ہے اور
الف نقطہ مرکبہ ہے پس وہی الف باطن ہے کیونکہ اوسکو نقطہ نے اپنی صورت پر
ظاہر کیا ہے یعنی الف نے اپنی صورت بمناسبت نقطہ بحکم نقطہ ظاہر کی ہے کیونکہ
نقطہ کی صورت نہین ہے اور نقطہ الف مین الف کے انبساط و ترکیب سے مبرہن
ہے یعنی وہ نقطہ الف مین متعددۃ الجسد واحدۃ الروح ظاہر ہوا۔ جیسے حق تعالی نے
روح پھونکی نقطہ مانند روح کے مونث لفظی ہے اور الف مذکر ہے چونکہ الف اپنے
اسم آخر مین نقطہ کثیرہ سے مرکب ہی اور ہر ہر نقطہ دوسرے نقطہ سے بجنب اخری ہی
لہذا پہلوے آدم سے حوا کی تخلیق ہی اور الف کا نقطہ نفس ہے اور نقطہ کا الف نفس ہے
یعنی آدم کا نفس حوا اور حوا کا نفس آدم ہین چونکہ ذات ہر شے کی اوس کے اور صفات
سے اعلی ہے چاہیے تھا کہ حوا آدم سے اعلی ہوتین لیکن حوا کی ذات آدم ہین۔ پس
آدم فی نفسہ ذات ہوے اور حوا سے اعلی ہوے اسیواسطے الرجال قوامون علی النساء ہی
اور وہی نسبت نفس ہونے کی جو نقطہ کو الف کے ساتھ ہے آدم کو حق تعالی کے
ساتھ ہے پس آدم مع حوا کے نفس حق ہین لیکن آدم و حوا کا نفس حق بذاتہ جو فی نفسہ

حق ہے اور حق کے ساتھ آدم اور آدم کے ساتھ حق ویسا ہی متحد ہے جیسے الف کیساتھ
نقطہ اور نقطہ کے ساتھ الف ہین پس جو کسر یان حق تعالیٰ کا کل مخلوقات مین ہے
وہی سریان آدم کا اور انسان کا خاصکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ مخلوقات مین ہے
اور یہی علوے درجہ کا فرق جو مرد کو عورت سے ہی حق کو روح سے ہی اور یہی فرق احد کو
احدیت سے ہی اور الف کو نقطہ سے اور قلم کو ن سے اور عقل کل کو نفس کل سے اور طبیعت
کل کو ہبا سے اور یہی سلسلہ اخیر تک چلا جائے گا پس عورت کو مرد کے ساتھ جزئیت
کی نسبت ہے مگر نقطہ منقسم نہین ہوتا ہے جسکی مثال عورت ہی لہذا وہ جزئیت
عورت کو مرد کے ساتھ نہین ہوتی جیسے کہ اور چیزون مین جزر کو کل کے ساتھ ہوتی ہی
بلکہ نقطہ اوسی جامعیت کے ساتھ الف کا جزء ہے جو جامعیت الف مین ہے اور
وہ جامعیت الف نقطہ سے ظاہر ہوتی ہے لہذا نقطہ صفت ذاتی الف ہی نہ صفت
صرف الف۔ اسوجہ سے نقطہ الف کے ساتھ دم مساوات مارتا ہے اگرچہ الف کو نقطہ
پر تقدم ہے پس نقطہ کے اسما و صفات وہی ہین جو الف کے ہین اور جس طرح پر
الف واحد ہے اور باوجود تعدد مظاہر متعدد نہین ہوتا ہے اوسیطرح انسان واحد ہی
اور باوجود تعدد مظاہر متعدد نہین ہوتا ہے اور جسطرح الف کا شمار حروف مین نہین ہے
اوسیطرح انسان کا شمار مخلوقات مین نہین ہے علی الخصوص موت اختیاری کے بعد
جب مادہ نفسیت غائب ہوجائیگا تب کوئی فرق اضافی بھی آہین اور حق مین نرہیگا ع

تا خدا ہست درین معرکہ ما ہم ہستیم

تفرید "الف"

عدد الالف واحد والواحد عدد لا من جملۃ الاعداد لان العدد	الف کا عدد واحد ہے اور واحد عدد ہے جو منجملہ اعداد نہین ہے کیونکہ عدد کہتے ہین احد

لتكرار الواحد في مرتبتين
فصاعدًا وفائدة تعقل تسمية
المعدود في مرتبة التغائر تعقلا
كميا وليس للواحد في نفسه
مغائرة لعدم السوى فلا يدخل
في حد العدد من هذا الوجه
ودخل فيه من حيث تعقل
عدم تغائره في نفسه فهو عدد لا
كالاعداد كما قالت العقلاء
ان الله شئ لا كالاشياء - و
سر بروز الالف في عدد الواحد
لبعده من النقطة بعدًا واحدًا او
هو الطول فقط لان النقطة
مالها طول ولا عرض ولا عمق
ولا سمك وهو له الطول فقط فهو
الخط المستقيم وبرزت الباء في
عدد الاثنين لانها بعدت بعدين
الطول والعرض لان راسها عرض
وجسدها طول وظهر الجيم في عدد
الثلاثة لانه حاز الطول والعرض
والعمق وان شئت قلت العمق او السمك

کی تکرار کو خواہ دو مین ہو یا زائد مین اور فائدہ
اوس کا یہ ہے کہ معدود کی اسمیۃ کا مرتبہ
تغائر مین بلحاظ مقدار تعقل کیا جاے۔ اور
واحد کے لیے فی نفسہ مغایرت نہین ہے بسبب
عدم مساوات کے اس وجہ سے واحد عدد کی
حد مین داخل نہین ہے اور من حیث تعقل
عدم مغائیرت فی نفسہ اوس مین داخل ہے
پس اس وقت مین واحد عدد ہے مگر مثل اور
اعداد کے نہین ہے۔ جیسا کہ عقلانے کہا ہے کہ
"اللہ ایک شئ ہے جو مثل دیگر اشیاء کے نہین ہے" اور راز
الف کے ظہور کا عدد واحد مین یہ ہے کہ وہ نقطہ سے یہ بعد واحد
بعید ہے اور وہ بعد صرف طول ہے۔ اس لیے
کہ نقطہ مین نہ طول ہے اور نہ عرض نہ عمق نہ
سمک اور الف مین فقط طول ہے پس الف
خط مستقیم ہے اور ب عدد (۲) مین ظاہر
ہوئی اس لیے کہ وہ بہ دو بعد بعید ہوئی اول
طول دوسرے عرض اس لیے کہ اوس کا سر
عرض ہے اور اوس کا جسد طول ہے۔ اور جیم
عدد (۳) مین ظاہر ہوا اس لیے کہ اوس نے
طول اور عرض اور عمق کو گھیر لیا اور عمق کو چاہے
عمق (گہرائی) کہو چاہے سمک (یعنی بلندی)

فهما سيان وانما يتغايران
بتغاير النسبة ان ابتدأت من
اسفل سميته سمكا وان نزلت
من اعلى الى اسفل سميته
عمقا وهذا التعليل ليس في
عدديتهم وهذا سر شريف انا
اول من عبر عنه ولعلنا ان
لبسطنا - ومكنا من القول
ان نتكلم على بقية جملة
اعداد الاحرف واسرارها
كل حرف من اين فيه ما حصل
فيه من العدد وما سره
وما سر كل عدد في نفسه
بهذا اللسان الحقيقي -
انشاء الله -

دونون برابر ہین اور یہ دونون نسبت کے
بدلنے سے بدل جاتے ہین اگر اسفل سے ابتدا
کی جاے تو اوس کو سمک کہین گے اور اگر
اعلی سے اسفل کی طرف نزول کرے تو اوسکو
عمق کہین گے اور یہ تعلیل اون کی عددیت
مین نہین ہے اور یہ ایک ایسا عمدہ راز ہے کہ
جسکو سب سے پہلے مین سمجھا ہون اور ہم امیدوار
ہین کہ یہ راز ہمارے لیے اور بسیط ہو اور ہم
اس بیان سے ٹھہر گئے کہ باقی کل حروف کے
اعداد اور اوس کے اسرار پر کہ ہر حرف مین
جو بات کہ اوس کو عدد سے حاصل ہے کیونکر
آئی اور ہر حرف کے سر اور ہر عدد کے
سر فی نفسہ پر اس زبان حقیقی سے کلام
کرین - انشاء اللہ تعالی -

۵	در رگ انگوری را دیده اند بیشتر از خلقت انگور ہا	در فنای محض شے را دیده اند خورده مے ہا دنموده شور ہا

یہ فصل حضرت مصنف نے گویا ان دو شعرون کی شرح مین لکھی ہے اگرچہ در اصل
انھون نے ان شعرون کے معنی اخذ نہ کیے ہون کیونکہ حضرت مصنف اس مسئلہ مین اپنے
ذاتی عرفان مین متفرد ہین - حق واحد الذات کثیر الاسماء والصفات ہے مگر کل اسماء
حق ذات حق مین مندرج و مستہلک ہین - حق کے چار طور ہین - عدمی - عدمی اجمالی -

عدمی تفصیلی تفصیلی عدمی جیسے الف کے یہی چار طور ہین۔ عدمی طور مین وہ اعداد مین شمار نہین ہوتا ہے تاکہ اعداد کو اُن کے تغایر و تعقل کا وجود دے اور اعداد کو مغائرت بخشتا ہے پس وہ وجود مغایر اوس شے کی ذات ہوتا ہے اور چونکہ وہ ذات فی نفسہ نہین ہے بلکہ حق کی عطا کی ہوئی ہے لہذا حق اوس عدد مین داخل نہین ہوتا ہے جیسے الف واحد عدد کی حد مین داخل نہین ہوتا ہے اور چونکہ حق نے فی نفسہ اوس ذات کو ظاہر و پیدا کیا ہے لہذا من حیث تعقل عدم مغائرت فی نفسہ اوس مین داخل ہی جیسے الف کا ایک عدد کل اعداد مین ساری ہے۔ یہ طور حق کا عدمی اجمالی ہے اور یہ طور عدمی حق سے بہ بعد واحد ہے کیونکہ اس طور مین نقطہ سے فی الجملہ شیئت الف مین پائی جاتی ہے کیونکہ الف اس مقام پر اوسی نقطہ کے طول کو کہتے ہین تو الف مین طول ثابت ہوا اور نقطہ مین نہ طول ہے نہ عرض نہ عمق نہ سمک پس ایسی حالت مین الف خط مستقیم کہلائے گا اور یہی طور نقطہ کا بھی مثل الف کے ہونا چاہیے کیونکہ الف و نقطہ حقیقت مین متحد ہین۔ الف نے بسبب ایک درجہ کے بعد کے جگہہ حاصل کرلی تھی اب نقطہ کے لیے کوئی جگہہ ہونا چاہیے تھی کہ وہ بعد الف کے قائم ہو لہذا نقطہ الف کے نیچے ب ہو گیا کیونکہ الف اپنی تفصیل چاہتا تھا اور وہ تفصیل حاصل نہین ہوسکتی تھی جب تک بحکم ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون دو بُعد نہون اب تفصیل کی بنا ہو گئی مگر ہنوز اوسکا ظہور نہین ہوا جبتک کہ نقطہ بھی مثل الف کے اپنی عدمی اجمال کو ظاہر نکرے کیونکہ دونون متحد ہین لہذا وہی نقطہ بصورت جیم ہو گیا اور اس جیم ہونے مین الف کے تین بُعد ہو گئے اور نقطہ کے دو بُعد اب نقطہ نے چاہا کہ میرا ابھی تیسرا البعد مثل الف کے ظاہر ہو جاے چونکہ تیسرے بعد کو الف نے گھیر لیا تھا کیونکہ ہر چیز کا تین ہی چیزونسے وجود ہوتا ہی جیسے عالم و معلوم و علم لہذا نقطہ کے تیسرے بعد کی گنجائش عین اتحاد مین باقی نہین رہی پس نقطہ نے اپنے تیسرے بعد کو

فی الخارج اختیار کیا جو دیگر حروف مین نقطہ مع ب اور جیم کے فی الخارج متولد ہوا جس کو عالم تفصیل کہتے ہین، الف کی غیریت نے اسکا تقاضا کیا کہ نقطہ کو نہ چھوڑے اوسکے لیے جگہہ باقی ہی نہ تھی کیونکہ نقطہ ذاپنے تیسرے بعد کو بالکل گھیر لیا تھا ب ۵

غیرتش غیر درجہان نہ گذاشت	لاجرم عین جملہ اشیا شد

الف نے اپنی ہویت یعنی طور عدمی سے کہ جسکے لیے جگہہ کی ضرورت نہین ہی ب کے تیسرے بعد مین مع اپنے طور اجمالی کے قیام فرمایا پس یہ چوتھا بعد الف کا ہوا اور یہی تیسرا طور عدمی تفصیلی الف یعنی حق کا ہے اس لیے اس طور مین حق متوہم ہوتا ہی اگرچہ وہ توہم اوس شئے کی پوری صورت ہی مگر حق کا پتہ نہین لگتا ہے اور اوس بعد الف سے نفس تفصیلی مرتب ہوا تب نقطہ نے بھی اپنا نفس تفصیلی مرتب کر کے چاہا کہ مین بھی چوتھا بعد مثل الف کے حاصل کر لون لہذا نقطہ نے تمامی اشیا کی صورتین اختیار کر لین جسکو آفاق کہتے ہین الف نے اپنا چوتھا طور اختیار کیا کہ ہر شے مین بمناسبت اوس تعین کے متوہم ہو کہ جو توہم اوس شئے کا وجود ہے یعنی جس طرح پر کہ نفس مین بجمیع الصفات متوہم ہوا تھا اوس طرح پر آفاق مین بمناسبت ہر ہر تعین متوہم ہوا اور یہ الف کا چوتھا طور تفصیلی عدمی سے ہے اب اس چوتھے طور مین نقطہ یعنی مادہ کو بسبب اپنے ناقص تعین کے اسکی سمجھ باقی نہین رہی گی وہ بتقاضاے حبّ ظہور و اظہار چوتھا طور مثل حق کے حاصل کرے تب حق نے باوجود اپنے انفراد کے ہر تعین مین اپنی ہویت سے روح پھونکی اور فرمایا کہ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم [۱]

نطق آب و نطق خاک و نطق گل	ہست محسوس حواس اہل دل

پس یہ نطق فی الحقیقت خاصہ مادہ نہین ہے بلکہ صفت حق ہے لہذا الف کا یہ چوتھا طور پانچوان بعد ہوا اور چونکہ یہ ابعاد فی الحقیقت حق کے ہین اور مادہ بدیہی متکلم و مدرک

[۱] کوئی چیز ایسی نہین ہے جو خدا کی حمد اپنی تسبیح مین نہ کرتی ہو لیکن تم اونکی تسبیح کو سمجھتے نہین ہو ۱۲

نہین ہے وہ بھی بحیثیت فناء تنزیہی حق ہوا لہٰذا یہ پانچون ابعاد مع مادہ کے جو انفس وآفاق دونون مین ہے خاصۂ احد ہوگیا اور احد نے ان پانچون حضرات کو جن کو مین ابعاد کہتا آیا ہون گھیر لیا اور اس احاطہ نے بُعد کو منتفی کر دیا اور حضرت الحضرات احد ہوگیا یہی حضرات ستہ ہین جنکو حضرات صوفیہ بیان کرتے ہین۔

اور جاننا چاہیے کہ وہ راز جسکو حضرت مصنف سب سے پہلے سمجھے ہین جیسا کہ اُنھون نے تحریر فرمایا ہے سرّ تحول روح و قیام رُوح فی الجسد ہے اور جب حضرت مصنف ہی آگے بیان کرنے سے ٹھہر گئے تو مین بیچارہ کیا ہون کہ اس معاملہ مین کچھ دم مارون ورنہ جو کچھ میری سمجھ مین آیا تھا بیان کرتا

بیان حقیقت الباء

الباء هو العرش وهي النفس الناطقة المسماة من بعض وجوهها بالقلب الذي وسع الله والنقطة هي غيب الهوية المسماة بالكنز المخفي التي لا تحول عن كنزيتها وخفائها ابداً فالباء مستوى الاعداد لانها اوّل العدد و لا عدد الا والباء موجود فيه كما ان الرحمانية مستوى اسماء النفسية التي هي الامهات السبعة وكل اسم فداخل تحته كما قال الحق تعالیٰ

ب وہی عرش ہے اور وہی نفس ناطقہ ہے جسکا نام بعض وجوہ سے قلب ہے کہ جس مین اللہ سمایا ہے اور نقطہ غیب ہویت مسمّٰی بہ کنز مخفی ہے کہ جس کی کنزیت خفا سے کبھی تحوّل نہین کیا جا سکتا ہے پس ب ستوی الاعداد ہے اس لیے کہ وہ اول عدد ہے اور کوئی عدد ایسا نہین ہے کہ جس مین ب موجود نہو جس طرح کہ رحمانیت ستوی اسمار نفسیہ ہے کہ جو امہات سبعہ کہلاتے ہین اور ہر اسم اون کے تحت مین داخل ہے جیسا کہ حقتعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جس

قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایّاً ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ فالرحمن مشارک اللہ فی التسمی بجمیع الاسماء الحسنیٰ ویفارق اللہ بما وراءہ من ذلک فیما لا تقع الاسمیۃ علیہ عندنا کما یقول العالم بنفسہ صلی اللہ علیہ وسلم او استاثرت بہٖ فی غیبک

نام سے پکارو اوسی کے اسمار حسنےٰ ہین پس تمام اسماے حسنیٰ سے مسمّیٰ ہونے ہی مین رحمٰن اسم اللہ سے مشارک ہے اور اس کے علاوہ اور سب باتون مین اسم اللہ سے مفارق ہے کہ جن پر ہمارے نزدیک اسمیتہ واقع ہی نہین ہوتی ہے جیسا کہ عالم بالذات صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہین کہ او استاثرت بہٖ فی غیبک

یہ ظاہر ہے کہ بعد الف و نقطے کے ب ہی ایک حرف ہے جو مستوی للاعداد ہے اور ب ہی کل اعداد مین ساری ہے اب چاہے الف کہو یا نقطہ کہو جو کبھی ظاہر نہین ہوتا ہے کیونکہ دونون متحد ہین اور اگرچہ ایک دوسرے پر ظاہر ہین مگر اونکا فی الخارج ظہور نہین ہے پس ب ہی ایک ایسا حرف ہے جو کل حرفون مین ساری و طاری کہا جائیگا۔ اسیطرح جو شے کل مخلوق کو احاطہ کرلے اوسکو عرش کہنا چاہیے اور جو شئے مدرک کلیات و جزئیات ہو اوسکو روح یا نفس ناطقہ کہنا چاہیے۔ پس ب کی جسمانیت بسبب اعداد مین استوی کے عرش ہوئی اور چونکہ وہ جسمانیت بحکمت تامہ ہے جو اوس شے کے مدرک ہونے پر قطعی دلالت کرتی ہے تو ب کی جسمانیت کو مساوات عرش کیساتھ ہے اور قلب کو جسکو حکما نفس ناطقہ کہتے ہین بسبب مدرک ہونے کے مناسبت ارواح کے ساتھ ہے اور روح کنز مخفی ہے جس نے عرش قلب اور قلب عرش کو سما لیا ہے نفس مین جس شے نے قلب کو سما لیا ہے وہ روح ہے اور آفاق مین جس شئے نے عرش کو سما لیا ہے وہ اسم رحمٰن ہے اور اسم روحی اور اسم رحمٰن نے جو درحقیقت ایک ہی چیز ہین امہات سبعہ حق کو قبول کر لیا ہے جس طرح (بلا تشبیہ) رحم نطفہ کو قبول کرتا ہے اور اس قبول کرنے سے ہر اسم اُسکے تحت مین

سلہ یا اثر لیا تونے اوس چیز سے اپنے غیب مین ۱۲

داخل ہے جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے قل[ف۱] ادعوا اللّٰہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ پس تمام اسمار حسنیٰ مین اسم اللہ کی جامعیت اِس اسم رحمن کو حاصل ہے۔ اسوجہ سے اسم اللہ سے اسم رحمن متحد ہے اور اوسکو اللہ کے ساتھ نسبت نفس ہونے کی ہے اور اس نفس ہونے مین مرد و عورت دونون شامل ہین کیونکہ خداوند تعالیٰ نے دونون کی نسبت فرمایا کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی (الآیہ) اور نفس ذات کو کہتے ہین اور رحمن مین نسبت ذات حق ہونے کی ہے اگرچہ رحمن کی ذات اللہ ہے بسبب اسی اتحاد کے حدیث قدسی مین حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ سبقت[ف۲] رحمتی علی غضبی اور دیگر اسمار حسنیٰ اگرچہ اسمار حق ہین مگر انمین وہ جامعیت نہین ہے کیونکہ غفور منتقم نہین ہوسکتا اور رؤف جبار نہین ہوسکتا وغیرہ وغیرہ۔ رحمانیت کی دو قسمین ہین ایک صریحی رحمت جو ظاہر ہے اور ایک رحمت بالحکمۃ جیسے جراح پھوڑے کو آرام و سکون کے لیے چاک کرتا ہے بالجملہ جو خصوصیت کہ اسم رحمن مین ہی وہ اور اسمار حسنیٰ مین نہین ہے۔ اسی واسطے حضرت مصنف نے اس اسم کو مفارق بھی لکھا ہے اور شارک بھی اور اوسکی دلیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے لاے ہین کہ او استاثرت بہ فی غیبک اور یہ وہ اسمار عدمی ہین جنسے حق اپنی غیب کنزیت مین بلا ظہور و بلا تاثیر کے متاثر ہے اور جس سے باقتضار جوادیت وحسب ظہور و اظہار متاثر ہوا وہ کیا چیز ہے وہ یہی اسم رحمن ہے اور ان دونون کے مظہر خاص رحمۃ للعالمین ہین پس حروف مین ب اول ہے جو کل حروف مین ساری ہی اوسکا مرہ ب تعین اجمالی ہے جسنے حق کو سما لیا ہے اور اوس کا محل النفس مین قلب ہی اور آفاق مین عرش ہے پس عرفان و شہود کی ابتدا آفاق مین تعین استواے رحمانی عرش سے ہوگی اور نفس مین خاص اوسی شخص کے قلب و جسم سے جو ویسا عرفان و شہود چاہتا ہے ○

[ف۱] کہدو کہ تم اللہ کو پکارو چاہے رحمن کو جیسے پکارو اوسی کے اسمار حسنیٰ ہین ۱۲ [ف۲] میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتی ہے ۱۲

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے ساماں ہے یہی
یہ جو صورت ہے تری صورت جاناں ہے یہی
اپنی ہستی کے سوا غیر کو سجدہ ہے حرام
مذہب پیر مغان مشرب رندان ہے یہی

آپ دیکھتے نہین ہین کہ ہر شخص کو محبت فی الواقع اپنے ہی ساتھ ہوتی ہے اور یہ شخص فی الواقع شخص متعارف نہین ہے بلکہ حق ہے تو ہر شخص کو جسقدر محبت اپنے ساتھ ہے وہی محبت حق کو اوس شخص کیساتھ ہے پس سلوک مین جو شخص بہ محبت و تعشق رجوع الی اللہ کرتا ہے وہی حق کا جاذبہ ہے۔ اگر آپ تنزل مین رہنا چاہتے ہین اور حُب نہین پیدا کرتے ہین تو حق کی محبت آپکے ساتھ کم ہے تنزل ہی مین پڑے رہین گے اور اگر آپ تنزلات سے نکلکر معارج کی طرف جانا چاہتے ہین تو حق کا جاذبہ محبت آپکی طرف زیادہ ہے آپ کامیاب ہونگے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس فقرہ او استاثرت بہ فی غیبک سے اوس جاذبہ کے طالب ہوے ہین جس حب حقیقی کے جاذبہ تنزیہی نے آپ کو محبوب بنایا

معنی اثنینیت الباء بروز الحق لنفسہ فی ترکیب ذات الخلقی وھو النظر الثانی لان الحق سبحانہ وتعالیٰ لہ مشھدان فی نفسہ فمشھد احدی ذاتی لاینظر اللہ فیہ الی ماسمیہ

اثنینیت باء کے معنی یہ ہین کہ حق کا اپنے نفس سے اپنی ذات خلقی کی ترکیب مین بروز کرنا اور یہ بروز نظر ثانی ہے اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کے فی نفسہ دو مشھد ہین ایک ایک مشھد احدی ذاتی کہ جس مین اللہ تعالیٰ اوس چیز کی طرف کہ جس کو خلق کہتے ہین

الخلق فلا وجود للحق فی ذلک
المشهد ومشهد ذاتی ینظر الله
فیه الی مرتبة من ذاته سماها
خلقًا مرتبة علی ترتیب ذاته
وسمی ذلک الترتیب بالصفات
والباء هو هذا المشهد الثانی
الذی یظهر فیه آثار الحکم
المسمی من ذات الله بالرحمن
وهو المعبر عنه بمستوی اسماء
الحضرة الخلقیة ومن ثمّ
قیل فی آدم انّه علی صورة
الرّحمن وقد تبیّن فی اصطلاح
الصّوفیة تسمیة الانسان
بالعالم الصغیر وتسمیة العالم
بالانسان الکبیر واعلم انّ
الاصل فی بسم الله الرّحمن
الرّحیم باسم الله الرحمن الرحیم
لابدّ له من فعل بعده یتعلق به
الباء نحو ابتدی او استعین او
اتبارک امّا مصرح ملفوظ او مقدر
تدل قرینة الفعل الحاصل

نظر نہین کرتا ہے ۔ پس خلق کا وجود اِس
مشہد مین نہین ہے اور دوسرا مشہد ذاتی ہے
کہ جسمین اللہ تعالیٰ اپنے مراتب ذاتی مین
سے اوس مرتبہ کی طرف کہ جس کو خلق
کہتے ہین بہ ترتیب مراتب اپنی ذات کے
نظر کرتا ہے اور اس ترتیب کا نام صفات
ہے پس ب مشہد ثانی ہے جس مین حکم
کے آثار ظاہر ہوتے ہین اور یہی مشہد ہے
جس کا نام ذات الٰہی نے رحمن رکھا
ہے اور یہی معبر عنہ ہے مستوی اسمار حضرت
خلقیہ سے اور اسی جگہہ سے آدم کے لیے
کہا گیا کہ وہ بر صورت رحمٰن ہے اور
اصطلاح صوفیہ مین انسان کا نام عالم
صغیر اور عالم کا نام انسان کبیر رکھا گیا
ہے اور جاننا چاہیے کہ بسم اللہ الرحمن
الرحیم کی اصل باسم اللہ الرحمن الرحیم
ہے جس کے لیے اوس کے بعد ایسے
فعل کا ہونا کہ جس سے ب متعلق ہوگی ضروری
ہے جیسے ابتدای یا استعین یا اتبارک
اب وہ ضروری فعل یا مصرح ملفوظ ہے یا
مقدر کہ جسپر قرینہ فعل حاصل بعد البسملہ

بعد البسملة عليه كما يدل
فعل الشرب بعد البسملة على
ان المقدر بعده اشرب او استعين
على الشرب بسم الله او نحو
ذلك فاذا قال القائل بسم الله
افعل كذا كان معناه بالله
افعل كذا اذ ليس الاسم غير المسمى
وقد قال سبحانه وتعالى تبارك
اسم ربك - وما المعنى قولك
بالله افعل كذا الا انه سبحانه
هو عين فاعل ذلك الفعل منك
فيك فكانك تقول بما انطوى
من الالوهية في ذاتي الظاهرة
بخلاف ما هو عليه باطني الذي
هو عين المسمى بالاله وبما
انطوى الالوهية في ذاتي الباطنة
بخلاف ما هو عليه في ذاتي الظاهرة
الذي هو غير المسمى بالاله -
افعل كذا وفائدة نفي الفعل
من خلقك واثباته لحقك
ان كان المشبه فعليا واظهار

دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ فعل شرب
بعد البسملہ دلالت کرتا ہے اسپر کہ اوس کے
بعد اشرب یا استعین علی الشرب بسم اللہ
مقدر ہے یا اوس کے مثل تو جب کہنے
والے نے بسم اللہ افعل کذا کہا تو اوس کے
معنی یہ ہون گے کہ باللہ افعل کذا۔ کیونکہ
اسم مسمیٰ کا غیر نہین ہے چنانچہ حق تعالے
نے فرمایا تبارک اسم ربک اور تیرے
قول باللہ افعل کذا کے معنی یہ ہین کہ حق
تعالی عین فاعل اوس فعل کا ہے تجھ سے
تجھ مین پس گویا کہ تو اوس چیز کے ساتھ
کہتا ہے کہ دو ظاہر ذاتون مین الوہیت کو
شامل ہے بر خلاف باطن کے جو عین مسمے
بہ الٰہ ہے اور اوس چیز کے ساتھ کہتا ہے
کہ دو پوشیدہ ذاتون مین الوہیت کو شامل
ہے برخلاف ظاہر کے جو غیر مسمی بہ الہ
ہے افعل کذا اور اس کا فائدہ اپنے
خلق سے فعل کی نفی ہے اور اپنے حق کے
لیے اوسکا اثبات ہے۔ اگر مشبہ فعلی ہو
اور تیرا اپنی عین اینت سے مخلوقات
کو اپنی ذات مین تلاش کرنے کا اظہار

تلاشی المسمی بالمخلوق من ذاتك
تحت سلطان عظمة المسمی
بالخلق من عین اینتك ان كان المشهد
اسمائیا وبروز احدیة وجودك
فی تعدد وجوهها الواحدیة
ان كان المشهد ذاتیا فافهم
ولابد لك من تعقل هذا المقدم
عند قولك بسم الله الرحمن
الرحیم حتی تمیز عن رتبة
الحیوانات لان التلفظ بما لا تعقل
معناه رتبة حیوانیة نعوذ بالله
من ذلك

تحت سلطان عظمت جو مسمی بالخلق ہے
اگر مشہد اسمائی ہو اور تیرے وجود کی احدیت
کا بروز اوس کے وجوہ واحدیت کے
تعدد مین اگر مشہد ذاتی ہے پس اسکو
خوب سمجھ اور تیرے لیے اتنا سمجھنا جبکہ
تو بسم اللہ الرحمن الرحیم
کہے ضروری ہے تاکہ تو رتبہ حیوانات
سے تمیز کیا جاے اس لیے کہ اوس
چیز کا بولنا جس کے معنی نہ سمجھے رتبہ
حیوانات سے ہے نعوذ باللہ من
ذلك

مین نے اس سے قبل کی فصل کی شرح مین ذرا جلدی کی کہ اس فصل کی شرح
بھی پہلے سے کر گیا مگر جلدی اوسکو کیون کہون کہ جلدی شیطان کا کام ہے اور
شیطان کا وجود تفرقہ سے ہی اور یہ اثنینیت ب کی جو حضرت مصنف نے لکھی ہے
وہ شیطانی کام یعنی تفرقہ نہین ہے بلکہ اثنینیت سے مراد حکمت شہود جناب
باری ہے نہ تفرقہ۔ اور ب سے مراد رحمن ہے نہ شیطان اگر مین اوس بیان
کی شرح مین جلدی نہ کرتا یعنی حکمت سے کام نہ لیتا تو اثنینیت بار کے معنی ہی
نہ کھلتے لہذا ظہور حق کی حکمت یہ تھی کہ مین نے ظہور حق کے کل حضرات کو اوپر
بیان کر دیا کہ جو تین نفس اور ایک آفاق و نفس اور ایک محض آفاق ہے کل پانچ
ہین اور چھٹا وہ پانچون ملا کر ایک ہے پس وہ ایک دو پر منقسم ہوگا کہ جس مین سے

ایک کو نفس کہین گے اور دوسرے کو آفاق یعنی قل ھو اللہ احد انفس ہوا۔ اور لم یلد
ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد آفاق ہوا پس قل ھو اللہ احد جو نفس ہو الف
کا پہلا مرتبہ ہے اور لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد یہ اثنینیت ب ہے
اور یہی اثنینیت عرش ہے اور وہ پہلا مرتبہ اسم رحمٰن ہے۔ ان دو حالتون مین حقتعالی
کا اپنے آپ کو اپنے آپ ہی مین ملاحظہ فرمانا ایک مشہد ہوا اور دوسرا مشہد حقتعالی
کا اپنے آپکو اپنے غیر مین یعنی فی الخارج ملاحظہ فرمانا یعنی موافق قابلیت ہر اسم کے
ملاحظہ فرمانا ہے جو غیر اور فی الخارج اعتباری ہے۔ پس اثنینیت باء کے معنی یہ ہین کہ
حق کا اپنے نفس کی طرف توجہ فرمانا کہ اوس توجہ سے عالم خلق ظہور مین آے اور اس توجہ
کرنے مین حق تعالی اپنے آپ سے علحدہ نہین ہوتا ہے اسواسطے اثنینیت کے معنی
تفرقہ کے نہین ہین بلکہ حق تعالی کا ظہور تفصیلی اپنے اسماء وصفات کے ملاحظہ کیلیے
ہے اور اسکو بروز یا نظر ثانی کہتے ہین یا دنی اسے فتدلی یا جمع الجمع یا فناء الفناء یا سیر
باللہ یا سیر مع اللہ کہتے ہین یا عالم امر سے تخلیق ارواح یعنی عالم ملکوت کی تخلیق کہتے
ہین اور عالم ملکوت سے عالم ملک مین ظہور کرنا کہتے ہین حق تعالی یقیناً اپنی مقام الوہیت
مین ہے اور الوہیت کے یہ معنی نہین ہین کہ کنز مخفی رہے جسکو مقام تنزیہی کہتے
ہین بلکہ مقام الوہیت سے مراد دربار عام ہے جسکو کبریائی وجبروت کہتے ہین
اور اوس مقام مین ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ عالم ملک کا فیض وجود حق سے باہر ہونے کی
گنجائش نہین رکھتا ہے اور وجود حق نے ہر شے کو گھیر لیا ہے واللہ بکل شئ محیط[1]
اور عالم ملکوت مین کوئی رب یا کوئی الہ یا کوئی روح اوسکے ید قدرت کی رحمانیت
وقہاری سے باہر نہین جا سکتی ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار
وان من شئ الا یسبح بحمدہ پس جب کہ اثنینیت کے معنی یہ ہوے کہ تفرقہ کو بھی

---

[1] اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوے ہے

ایک کرلیا تب وہ اثنینیت شیطنت نہین رہی کہ غیر ہوتی بلکہ رحمانیت ہوگئی چونکہ رسول علیہ السلام مظہر تام اسم رحمن ہین لہذا آپ صرف رحمۃ للمومنین نہین ہین بلکہ رحمۃ للعالمین ہین۔ اگر حق تعالی محض اپنی ذات مین اپنے آپ کو ملاحظہ فرماتا رہتا جیساکہ فرمار ہا ہے تو ایک ہی مشہد ہوتا اور دوسرے مشہد کا ظہور نہوتا یعنی صفات حق جو بذاتہ بروز و ظہور فی الخارج کے مقتضی ہین اُنکے ساتھ عدل نہوتا اور یہ جناب باری کی شان سے بعید ہے کہ کسی شے کو اوسکا حق نہ دے پس جود یعنی رحمت اور عدل یعنی حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ حق نے مع تمامی اسما و صفات کے اپنے آپ مین نظر ثانی فرمائی یعنی ظہور فرمایا اور یہ ظہور رحمت عامہ ہے آپ دیکھتے ہین کہ کسطرح مومن و کافر مقبول و مردود سب ایک راہ رحمت حق سے ڈھلکے ہوے چلے جارہے ہین اور جہان جسکا ٹھکانا رحمت عامہ و حکمت نے رکھا ہے وہان بالآخر پہونچتے رہتے ہین۔ پس عالم انفس و عالم آفاق کا نام حضرات صوفیہ نے عالم صغیر و عالم کبیر رکھا ہے یعنی انسان بھی ایک شخص ہے اور آفاق بھی ایک شخص ہے انسان چھوٹا شخص عالم صغیر ہے آفاق بڑا شخص عالم کبیر ہے جو عالم صغیر مین ہے وہی عالم کبیر مین ہے اور جو عالم کبیر مین ہے وہی عالم صغیر مین ہے صرف فرق یہ ہے کہ عالم صغیر کی جان کو روح کہتے ہین اور عالم کبیر کی جان کو اسم رحمٰن۔ اسم رحمٰن کی بھی آنکھ ہے اور روح کی بھی آنکھ ہے رحمٰن کی جو آنکھ ہے روح اوسکی پتلی ہے اور روح کی جو آنکھ ہے حق فی نفسہ اوسکا نور دیدہ ہے اللّٰہ نور السمٰوات والارض۔ اس طرح پر دوسرے مشہد مین حق کی معیت مجموعی انفس و آفاق ہے اور اسی معیت کو رحمٰن کا مستوی ہونا کہتے ہین اور اسی معیت سے آدم بصورت رحمٰن ہوے۔ اب آپ کہین گے کہ اثنینیت وتفرقہ بھی کہتے ہو اور پھر توحید و یکتائی کا بھی دم بھرتے ہو اور پھر حق کو مستغنی بھی کہتے ہو یہ ایک ذات اور دو نسبتین جو ملکر تین ہوئین ایک مین جمع کرتے ہو یہ سب ایک کیسے ہے تب ہم آپکو آپ ہی کے نفس مین ایک وجدانی دلیل دکھلائین گے جس سے

آپ سمجھ جائینگے کہ اللہ مستغنی ہے اور محیط بھی ہے اور اوسکے تین مرتبہ بھی ہین جو اُسی
کے اندر فی الخارج ہین اور اوسی سے عالم کا کارخانہ چلتا ہے اور اگر یہ سب حق تعالیٰ مین نہوتا
تو حقتعالیٰ ناتمام تھا اور حقتعالیٰ کا ناتمام ہونا محال ہے ایک بہت مختصر مثال ہے اور وہ یہ کہ مثلاً آپ
یہ ارادہ کرینگے کہ ہم کعبہ جائینگے چل کھڑے ہونے پر مستعد ہوگئے۔ آدمی جسوقت ایک ارادہ کرتا ہے اُسی
آن مین دوسرا ارادہ نہین کرسکتا ہے یعنی وہ ہمہ تن وہی ارادہ ہوجاتا ہے اور اوسکے
بجمیع الصفات احاطہ کرنے کا نام ہی وہ ارادہ ہے جو اوسکے نفس کے اندر نفس کی دیگر
قابلیتون سے ممتاز ہے پس یہ ارادہ عین نفس مین فی الخارج ہے اسوجہ سے کہ ممتاز
ہے اور عین نفس اسوجہ سے ہے کہ نفس اوسکو محیط ہے اور یہی ارادہ فی الخارج نفس کا
عالم آفاق ہے جسکو عالم ملک کہتے ہین۔ اب جب آپ ارادہ کرتے ہین کہ ہم کعبہ
جائین تو یہ ہم فی الجملہ آپ ہی کے اندر آپکے ارادہ سے مافوق و نازک و مجمل ہے
مگر آپ کی نفس ذات سے ممتاز ہے کیونکہ قبل اس ہم کہنے کے آپکی حالت وہ
تھی کہ جسمین آپنے ہم نہین کہا تھا پس یہ عالم ارواح و ملکوت ہے۔ اب آپکو اس
ارادہ سے ہم کہتے ہین بے خیالی کے ساتھ اور بغیر انانیت کے وجدانی طور پر معلوم کر رہے
کہ آپ ایک شخص ہین جو ارادہ کرتا ہے۔ اسکو عالم امر کہتے ہین اور بیکدفعہ آپ چل کھڑے
ہوئے انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون[۱] ہوگیا یہ چل کھڑے ہونا آپ کو
اپنی آپسے واقعی فی الخارج معلوم ہوگا کیونکہ آپکو ہنوز عالم سے وہ اتحاد نہین جو حق تعالےٰ
کو ہے۔ ہان آپکی بھی ویسا ہی اتحاد ہے مگر اپنے ساتھ اور اوسکی مثال یون ہے کہ
آپ اپنے ہی ارادے مین اپنی جسم کی ایک صورت تصور کرکے راستہ و گلی مین چلتے پھرتے
خیال کرین۔ دیکھیے یہ ایک چوتھی صورت آپ ہی مین آپکے فی الخارج ہونے کی پیدا
ہوگئی اور فی الواقع فی الخارج نہین ہے تو حق کی نسبت عالم کے ساتھ ایسی ہی ہے کہ

[۱] تحقیق امر اوسکا جبکہ کسی چیز کا ارادہ کرے یہ ہے کہ اوس سے کہے کہ ہوجا وہ ہوجاتی ہے ۱۲

عالم حق کے اندر فی الخارج ہے۔ اسیواسطے حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ العالم[۵۱] ماشمت رائحۃ الوجود پس حق تعالی مع انفس وآفاق فی الخارج وملک وملکوت وروحانیات و عالم امر و شجر وحجر ایک ہے اور جس چیز کے جو آثار ہین وہ سب بعینہ حق کے ہین اور وہ تنزیہ وتشبیہ سے مبرا بعینہ حق ہے۔ اسی کو الوہیت کہتے ہین مگر اوسکی شان یہ ہے کہ جیسا ہم ہر شے مین دیکھتے ہین حادث مین حادث ہے اور قدیم مین قدیم ہے یعنی جہانتک کہ جسمانیات ہین ہر شئے ہر آن مین فانی ہوتی ہے یعنی اپنے مبدار قدیم کی طرف رجوع کرتی ہے اور پھر اپنے مبدار قدیم سے اوس شے کو دوسرا وجود جدید عطا ہوتا ہے بل[۵۲] ھم فی لبس من خلق جدید یہ مسئلہ تجدد امثال کا ہے۔ ہر شے شے کیون نہین ہے؟ اسلیے کہ ٹھہرتی نہین ہر شے شے کیون ہے؟ اس لیے کہ وجود حق اور اوسکے آثار وصفات ہین۔ ہر شے کیون حادث ہوتی ہے؟ اسلیے کہ شے کا وجود فی نفسہ نہین ہے ہر شے کیون وجود مین آتی ہے؟ کیونکہ وجود حق ہے اور اوسکے اسما وصفات قدیم ہین۔ پس جہانتک نظر جائیگی سواے حق کے دوسری چیز اس مقام الوہیت مین نظر نہ آئے گی۔ اور یہی بات تھی کہ آصف برخیا تخت بلقیس کو چشم زدن مین حضرت سلیمان کے پاس لے آئے۔ یعنی سبا مین جب تخت رکھا ہوا تھا تو ہر شئے اوسکی مع پورے تخت کے ہر آن مین فانی ہوتی تھی اور ہر آن مین جدید وجود بمناسبت ہر شے کے بحکمت بالغہ اوسکو ملتا رہتا تھا صرف اوس وجود دینے والے کو ہر شے مین ایسا فانی ہونا چاہیے تھا کہ وہ وجود سبا مین نہ دکھائی دے بلکہ حضرت سلیمان کے پاس دکھائی دے اور اوس وجود کا دینے والا حق ہے پس آصف کو حضرت حق مین ایسی فناے تام حاصل تھی کہ اونکا ارادہ حق کا ارادہ تھا پس وہ وجود سبا مین نہین عطا کیا گیا بلکہ یہان عطا کیا گیا اس طرح پر تخت کو چشم زدن مین لانے سے کوئی تکلیف حضرت ابن برخیا کو نہین ہوئی۔ اور خداوند تعالی نے اس قصہ سے

[۵۱] عالم نے وجود کی بو نہین سونگھی ۱۲ [۵۲] بلکہ وہ نئی پیدائش کا لباس بدلتے رہتے ہین ۱۲

یہ بات ظاہر کردی کہ کرامت[ف] الاولیاء حق۔ اور بلقیس نے بھی بسبب اس مرتبہ سے واقف
ہونیکے یہ بات ظاہر کردی کہ مین اس حکمت بالغہ کو جانتی ہون چنانچہ کہاکہ کانّہٗ ھو
یعنی گویا کہ یہ وہی ہو اور یہ نہ کہاکہ یہ وہی ہے کیونکہ تجدد امثال کی وجہ سے کوئی چیز ہو بہو
وہ رہ نہین سکتی اب اگرچہ مین یہان تک لکھکر پوری شرح اس فصل کی کرچکا ہون مگر یہ فصل
ایسی پیچیدہ ہے کہ آسانی سے بھی شرح کرتے ہوئے مغلق ہوجاتی ہے لہذا ضروری ہی
کہ وہ اغلاق رفع کردیا جاے۔ اس نحوی عبارت کو تو آپ سمجھ گئے ہون گے
کہ بسم اللہ کہنے والے نے اللہ کو ظاہر کیا ہے اور اوس سے کوئی فعل چاہا ہے اور بسم اللہ
سے وہ فعل چاہا ہی وہ اسم مسمی سے باہر نہین ہے اور جو فعل چاہا ہے وہ بھی اللہ کا ظہور ہے
پس فعل اور اسم اور مسمی ایک دوسرے کا عین ہے اور باوجود عینیت کے جمع و فرق و
امتیاز سب موجود ہے۔ اب حضرت مصنف اس سے آگے کی عبارت مین اس جمع و فرق
کی تفصیل و حقیقت بیان کرتے ہین اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ الوہیت ہمہ اوست
کو کہتے ہین چاہے تفرقہ معلوم ہو اور چاہے اتحاد خواہ اچھا نظر آے خواہ برا سب وجہ حقیقی کا
ظہور ہے اور عکوس بعیدہ و قریبہ کی وجہ سے ایک چیز بمقابلہ دوسری چیز کے بری ہوگئی
ہے ورنہ مبدا محض خیر ہے اوس سے جو چیز صادر ہوگی وہ یقیناً خیر ہے اور عکوس بعیدہ
سے مراد قابلیات اعیان ہین یعنی بعض آئینہ ایسا ہوتا ہے کہ اوسمین چھوٹا چہرا بڑا
نظر آتا ہے اور بعض مین بڑا چہرا چھوٹا بعض مین بری صورت بھی اچھی معلوم ہوتی ہی
اور بعض مین اچھی صورت بھی بری معلوم ہوتی ہے تو جو چیز کہ بری نظر آتی ہی وہ
اپنی ذات سے بری نظر آتی ہے نہ یہ کہ جناب باری کا ظہور برا ہے مثلاً اوسی مثال
مین جو کعبہ کی ہے آپ یون کہیے کہ ہم تبخانہ جائین تو تبخانہ جانا اعتباری یا اپنی ذات
سے بمقابلہ کعبہ جانے کے برا ہے فی نفسہ برا نہین ہے جیسے آپنے کعبہ جانے کا ارادہ کیا
تھا اور ہم کھا ۔۔۔ ادویسے ہی آپ نے بت خانہ جانے کا ارادہ کیا

ف اولیاء اللہ کی کرامت برحق ہے ۱۲

اور ہم کہا ہے کوئی فرق نہین ہے کیونکہ آپ کو ہم کہنے کی طاقت اور ارادہ کرنے کی استعداد دونون حالتون مین مساوی موجود ہے اور یہ دونون ذاتین کہان سے آئین؟ اوسی بلا اور اکی سے جس سے آپ خود بخود یہ سمجھتے ہین کہ ہم یہ خیال کر رہے ہین۔ اب دونون ظاہر ذاتون کو تیسری ذات الوہیت شامل ہو گئے یعنی اون کی عین ہو گئی۔ کعبہ جانے مین بھی جو اچھا ہے اور بتخانہ جانے مین بھی جو برا ہے۔ تو اوس برائی کا دھبہ الوہیت کو اپنی عینیت سے نہین لگتا ہی لہذا الوہیت مبرا ہی تو حق دونون ذاتون کا بعینہ عین ہے اور دونون ذاتون سے فی نفسہ مبرا ہے لہذا عین بھی ہے اور غیر بھی ہے جو عین ہے وہ ظاہر ہے اور جو غیر ہے وہ باطن ہے لہذا ثابت ہوا کہ جو فعل کسی شخص سے صادر ہوتا ہے وہ خاص اوسی شخص کا فعل ہی یعنی اوسکے تعین کا تقاضا ہے اگرچہ وہ تعین وہمی و اعتباری ہے اور اوس تعین کا ظاہر کرنا عدل وجود حق سے ہی کیونکہ وہ شے اپنے ظہور کی متقاضی تھی انیت حق کو اوس کا ظاہر نہو نا بسبب اپنی رحمت عامہ کے منظور نہوا یعنی حق تعالی نے اپنے اعتدالی جامعیت اسماء سے درگذر کرکے اپنے فیض اقدس سے اوس کی ذات کو ظاہر کیا ہے تاکہ اوس شے کا ظہور فی نفسہ ہو جائے۔ اور ہر اسم اپنا حق پالے حق پانا یہ ہے کہ حق مطابق قابلیت اوس شے کے اوس مین منعکس ہو جائے اور اوس کا وجود دینا فیض اقدس سے ہی اور وہی اوس شے کی ذات ہے تو ذات شے کو ممتاز کرنا فیض اقدس حق سے ہی اور اوس مین اوسکی قابلیت کے مطابق منعکس ہو جانا یہ جود ہے کہ اوسکو اپنے آپ سے باہر جانے نہین دیا۔ پس یہان پر دو ذاتین ہو گئین ایک تو فیض اقدس سے اوس شے کے عین ثابت کا ظاہر کرنا جو شہد فعلی ہے دوسرے فیض مقدس سے اوس عین کی قابلیت کے مطابق اوس مین منعکس ہونا یہ شہد اسمائی ہے تیسرے ان دونون شہدون مین حق کا علحدہ نہونا بلا وہم و خیال کے یہ شہد ذاتی ہے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہر شے عالم کی نہایت حسین و نہایت لاجواب بنے چاہے وہ بری سے بری کیون نہو کیونکہ ہر شے کی تخلیق حسب سے ہے اور

اللہ[لہ] جمیل و یحب الجمال یہ مثال مین نے نفس کی دی اور معرفت ناتمام ہے اگر محض نفس کی ہو یا محض آفاق کی ہو تا وقتیکہ دونون شامل نہون۔ اپنے کبھی دن کو یا چاندنی رات مین کسی سواری مین کوئی دریا عبور کیا ہوگا تو آپنے آفتاب یا ماہتاب کو پانی مین منعکس ہوتے دیکھا ہوگا اب پانی عین ثابت ہے جو قدرت حق سے پیدا ہوا ہے اور اوس مین قابلیت صرف اسقدر رہے کہ انعکاس قبول کرے آفتاب کا عکس اوس مین پڑتا ہے اور پانی مین ہوا سے تموج پیدا ہوتا ہے اوس تموج سے پانی مین ایک سے لیکر لاکھون تک قابلیتین عکس قبول کرنے کی پیدا ہوتی رہتی ہین آپ آفتاب کے عکس ڈالنے کو نہین دیکھتے مگر جو عکس مختلف قابلیات موجی مین پڑتا ہے اوسکو دیکھتے ہین۔ اب آپ کو یہان پر دو ذاتین نظر آتی ہین ایک موج دوسرے عکس (یہ عکس مثال نفسی مین ہم کہتا ہے اور وہ موج کعبہ جاتا ہے) اب یہ دو ذاتین مختلف آپ کو دکھائی دیتی ہین۔ بیکدفعہ آپ کی نظر آفتاب پر پڑی تو بسبب شدت عظمت وجبروت کے آفتاب پوری طور نظر پر نہین آیا کہ وہ کیسا ہے لیکن یہ آپ کو یقین ہوگیا کہ مختلف رنگ جو پانی مین معلوم ہوتے ہین وہ اسی آفتاب کے ہین اور اگرچہ آفتاب معلوم نہین ہوتا کہ کیسا ہے لیکن ان تمام رنگون کا عین ہے تب آفتاب کی ذات نے جو بمنزلہ الوہیت ہے ان دونون ذاتون کو گھیر لیا۔ اس طرح پر اون دونون کی ذاتین بھی آفتاب سے ظاہر ہوگئین اور آفتاب جیسا کہ دونون سے مبرا تھا ویسا ہی رہا غیریت یہ ہے اور عینیت وہ۔ حضرت جنید نے بہت خوب فرمایا ہے لون الماء[۱۲] کلون انائہ۔ آپ سمجھ گئے ہونگے کہ آفتاب کی الوہیت یعنی توحید ذاتی کی وجہ سے موجون مین سب رنگ تھے اور جو برے تھے اور جو اچھے تھے سب اوسی موج کی طرف منسوب تھے۔ اب یہان پر جو موج کہ بری ہے اوسکی کوئی خطا نہین ہے اور جو اچھی ہے اوسکی کوئی خوبی نہین ہے کیونکہ سب آفتاب ہے۔ لہذا خداوند تعالی سب گناہ معاف کردے گا لیکن شرک نہین

[لہ] اللہ جمیل ہے اور حسن کو دوست رکھتا ہے ۱۲ [۱۲] پانی کا رنگ برتن کے رنگ کا ایسا ہوتا ہے ۱۲

معاف کرے گا کیونکہ شرک اپنی ذات کا قائم کرنا بمقابلہ جناب باری کے ہے اور اوس ذات کا کہین وجود نہین ہے لہذا جب تک تم کل الکل آفتاب نہ دیکھو گے سرگردان و پریشان رہوگے یہی انواع و اقسام کے عذاب ہین جن مین تم کو ابتلا ہوتی ہے اور آفتاب حقیقت کا کیا جائے گا کیونکہ وہ جس موج مین ہیگے گا نت نئی جلوہ گری کرے گا۔ اگر تابش کے ساتھ ہی تو آفتاب حقیقت جلالی منعکس ہے اور اگر ٹھنڈک کے ساتھ ہے تو آفتاب حقیقت جمالی۔ پس اگر آپ کمزور ہین تو جمال لیجیے اور اگر مرد میدان ہین تو جلال لیجیے۔ یعنی اگر عورت ہین تو ماہتاب حقیقت ہین اور اگر مرد ہین تو آفتاب حقیقت ہین اللہ کا کچھ نہین جاتا۔ ع

بگڑنے مین بھی زلف اوس کی بنا کی

ہر چیز نہایت حسین و نفیس ہے یہان تک کہ عالم مین ایک چھپکلی بھی لاجواب ہے تذکرہ ہے کہ حضرت شمس تبریز کا جب ایک بزرگ کے پاس گذر ہوا تو آپ نے اون سے اُنکا سلوک دریافت فرمایا اونھون نے کہا کہ ماہ را در طشت آب می بنیم آپ نے اوس کے جواب مین فرمایا کہ اگر بر قفا دنبل نداری چرا بر آسمان ہنی نگری۔ پس ماہ را در طشت آب دیدن یہ تکمیل سلوک روحانی ہے یعنی نفخت فیہ من روحی اور بر آسمان نگریستن تکمیل سلوک یزدانی ہے یعنی نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ تکمیل سلوک روحانی مین اگرچہ اقتدارات و عجائبات عظیم الشان ہین کیونکہ ہمت یہان پورا کام کرتی ہے مگر فیض لازمی ہے متعدی کم ہے۔ اور تکمیل سلوک یزدانی مین ہمت نہین ہے اور عالم جیون کا تیون ہے مگر یہ فیض آپ ہی آپ بلا ارادہ کے متعدی ہے اور یہ بہت اعلی ہے (حضرت صاحب)

ع تیرا کہ اوسے کہیے جو اور کو تیرا دے ۔۔۔ خود دار ہوا تو کیا اور یار ہوا تو کیا

روحانی فیض چونکہ بکیدفعہ نہین ہے لہذا جسکو فیض ہوتا ہے وہ معلوم کر لیتا ہے کہ فلان بزرگ سے مجھکو فیض پہونچا اور یزدانی فیض چونکہ بکیدفعہ ہے لہذا طالب کو نہین معلوم ہوتا ہے کہ مجھ کو فیض کیونکر پہونچا یہی کیفیت جناب باری کے فیض کی ہے

جس کی ایک برعکس مثال مشہور ہے کہ خدا کی لاٹھی مین آواز نہین ہوتی ہے خدا سے
جو درد دکھ یا آرام وسکون پہونچتا ہے اوس کے واسطے انسان سبب تلاش کرتا پھرتا
ہے کہ یہ بات کس وجہ سے ہوئی اگر وہ سبب پاکر اوسپر ٹھہر گیا تو مسبب کے فیض عظیم سے
محروم رہے گا اور اگر باوجود سبب پانے کے اوسپر نہین ٹھہرا تو ایک عظیم معرفت اوس کو
مسبب کی مجہولیت کی حاصل ہوگی کہ جو روح انسانی کی جان ہے پس کسی بزرگ کے تصرف کا نہ معلوم ہونا اور کسی بزرگ کے
تصرف کا معلوم ہونا ہمین زمین وآسمان کا فرق ہے جسکا تصرف نہین معلوم ہوتا ہے وہ ذات
مین فانی ہے اور جس کا تصرف معلوم ہوتا ہے وہ روحانیات مین فانی ہے اسیواسطے
کلام مجید کا نزول خواہ بذریعہ جبرئیل ہو خواہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان
مبارک سے ہو عین کلام جناب باری ہے کہ الوہیت حق جبرئیل ور زبان آنحضرت کو اوسی
نامعلومیت کے ساتھ محیط ہے اگرچہ یہ الفاظ اور یہ ترکیب عبارت اوس نامعلومیت کا احاطہ
نہین کرسکتی مگر یقینی اور وجدانی امر یہی ہے کہ حق باوجود تمامی اسباب کے ذرایع کے
ہمیشہ بے کیف وبے حد وبے جہت ہے۔

"ب" کی نیابتِ الف کے بیان میں

طولت الباء بعد اسقاط الالف وبعد قیامها مقامه تنبیها علے انها النائبة مناب الالف من کل حرف کما سبق من ان الرحمٰن موصوف بکل وصف نائب مناب اسم الله فی التسمی بالاسماء الحسنی فلا یعقل الخلق

ب بعد الف کے گر جانے کے اور بعد اس کے قائم مقام ہونے کے دراز کی گئی تنبیہًا اِس بات پر کہ وہ ہر حرف سے الف کی قائم مقام ہے جیسا کہ بیان کیا گیا کہ رحمٰن موصوف بہر وصف ہے اور اسمیہ باسماے حسنے مین اسم اللہ کا قائم مقام ہے پس نہ جانی جائے گی خلق اللہ کوئی گمراستوا

من الله الا الاحد مستوی الرحمن
وبعد ذلك فليس للمخلوق فيه
مجال لبتة وما ثم الا الحضرة
الاحدية المحضة التی هی وجه
الذی لا يفنی من کل شیء فی
قوله کل شیء هالك الا وجهه
له الحکم واليه ترجعون. فلا
حکم الا لهذه الاحدية فی جميع
هذه الحضرات الاکوانية والرحمانية
وهی وجه کل شیء وقد صرح
بها فاينما تولوا فثم وجه الله
ای ببصرکم من المحسوسات او بافکا
رکم من المعقولات فثم وجه الله
وفی هذا المعنی قلت ؎

ما ثم غير سعاد بالبقا احد
هی المواد حقا وهی من يرد
هی البقيع هی لعلع قاعة
هی المحصب من خيف هی البلد
هی النبات هی الاجساد جامعة
هی النفوس هی الحيوان والجمد

رحمانی تک اور اوس کے بعد مخلوق کے لیے
ہرگز مجال نہین ہے اور پھر نہین ہے مگر وہ
حضرت احدیت محضہ کہ جو وجہ غیر فانی ہر ہر چیز
سے جیساکہ حق تعالی نے فرمایا۔ کہ ہر شے
ہالک (یعنی فانی) ہے مگر وجہ اوس کا (یعنے
ذات اوس کی) اوسی کے لیے حکم ہے اور اوسی
کی طرف (سب چیزین) لوٹتی ہین۔ پس ان
کل حضرات اکوانیہ ورحمانیہ مین حکم نہین ہے
مگر اسی احدیت کے لیے اور یہی احدیت وجہ
ہر شے ہے اور اس آیۃ کی تصریح فاینما تولوا
فثم وجہ اللہ سے کی گئی یعنی تمھارا
دیکھنا محسوسات سے یا تمھارا فکر کرنا معقولات
سے یہی وجہ اللہ ہے اور مین نے اسی معنی
مین کہا ہے۔

نہین ہے پھر بجز سعاد کے باقی کوئی۔
یہی مواد حق ہے اور یہی وہ شخص ہے کہ جو
وارد کرتا ہے
یہی باغ ہے یہی ریگستان ہے۔
یہی خیف کا آتشکدہ ہے یہی شہر ہے
یہی نبات ہے یہی اجساد جامعہ ہے
یہی نفوس ہے یہی حیوان وجمادات ہے

هی الجواهر و الاعراض قاطبة
هی انتاج هی الاباء والولد
قل للذین غدواعنی لقصد قبا
اناقبا وفوادی ذالک السند
یاسلم یالکبدی لولاک فائدی
ولا الفرسیة الا ذلک الاسد
استغفر الله تنزیها لمرتبتی
مابین خلق وبین الله متحد

یہی جواہر اور اعراض ہے یقیناً
یہی نتیجہ ہے یہی آبا اور اولاد ہے
اُن لوگون سے کہو کہ جنھون نے میرے ساتھ بر قصد قبا سیر کی
کہ مین قبا ہون اور میرا فواد سند ہے۔
اے دوست اے میرے جگر اگر تو نہوتا تو کون فائدہ کرتا
اور سواری نہین ہے مگر یہی اسد
پناہ مانگتا ہون مین اللہ سے اپنے مرتبہ کے لیے
کہ جو مرتبہ اللہ اور خلق کے درمیان مین اتحاد
کرانے والا ہے۔

روح مسئلہ عرفان حق مین سالک کے لیے دو چیزین ہین کہ سالک معرفت حق مین جامعیت کو جانے ندے۔ اور کسی مقام تشبیہی یا تنزیہی مین حق کے مقید ہونے یا ٹھہرنیکا اعتقاد نکرے کیونکہ جسقدر جامعیت فوت ہو گی جو چیز ماورای جامعیت ہے اوسکی ذات حق کے مقابلہ مین وجود کا دعوی کرے گی اور اگر حق کے کسی مقام تشبیہی یا تنزیہی مین ٹھہرنے کا اعتقاد کرے گا تو اوس کے خیال مین حق اوسی مقام مین محدود ہو جائیگا اور حق اس سے منزہ ہے جیسے الف قبل ب کے تھا ویسے ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم مین بعد ب کے بھی ہوا اور جون ہی کہ بعد ب کے ہوا فوراً غائب ہو گیا۔ الف نے ب کے بعد ہونے سے ب کو یہ فائدہ دیا کہ اپنی جامعیت اسماء مجموعی ب کو دیدی اور جب کل جامعیت اسماء الف نے ب کو دیدی تو ب کو مثل الف کے دراز ہونا چاہیے تھا اور الف کو اُس محل سے غائب ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ ب الف کی خلیفہ ہو گئی اور اسیکو بروز کہتے ہین بروز اور تناسخ مین فرق یہ ہے کہ تناسخ مین پہلا جسم بعد مر جانے یعنی فنا ہو جانیکے بالکل غائب ہو جاتا ہے اور دوسرا جسم مطابق اعمال کے قائم ہو جاتا ہے اور بروز مین اقتداری بات ہے کہ

بروز کرنے والا پورا جسم مطابق تعین کے لیتا ہے اور باوجود اوس جسم کے عین رہنے کے اپنے منوال پر آپ موجود رہتا ہے اور اس طرح پر جس جسم کا عین ہوتا ہے اوس جسم کا غیر بھی ہوتا ہے۔ پس اسی ب سے مُراد اسم رحمن ہے جو اسمائے حسنیٰ مین اسم اللہ کا قائم مقام ہے اور خلق کا وجود محض استواے رحمن سے ہے اور بلا استواے رحمن کے مخلوق محض عدم ہے اور مخلوق کے لیے یہ مجال نہین ہے کہ وہ اسم اللہ یعنی حضرت احدیت مین قدم رکھے کیونکہ مخلوق حق کے نزول و عروج سے پیدا ہوتی ہے کہ حق عین نزول مین اپنے عروج مین ہے اور عین عروج مین اپنے نزول مین ہے۔ اس آمد و رفت کی حکمت سے ہر شے کا وجود نظر آتا ہے جیسے مشعل جو ایک نقطہ ہے اوسکو جب چکر دیا جاے تو ایک دائرہ معلوم ہوتا ہے دائرہ محض عدم ہے محض نقطہ کی آمد و رفت سے ایک صورت دائرہ کی نظر آتی ہے لہٰذا دائرہ بھی وجہ اللہ ہے اور اگر اوسکو وجہ اللہ نہ کہیے تو عدم محض ہے پس احدیت مرتبہ تنزیہی حق غیر فانی ہے اور رحمن بھی غیر فانی ہے کیونکہ اللہ کا قائم مقام ہے مگر اوسکے تنوعات چونکہ تشبیہی ہین وہ اپنے اپنے تعین کے موافق اپنی حد تک پہونچکر فانی ہوتے رہتے ہین اور رحمن کا پورا مظہر اعتدالی تعین رسول الٰہی ہے جسکو انسان کامل کہتے ہین پس اس آیہ کریمہ کل شیٔ ھالک الا وجھہ مین وجہ سے اسم اللہ مراد ہے اور لہ الحکم والیہ ترجعون سے مخلوقیت کی فنا اور اسم رحمن کی بقا مراد ہے۔ رحمانیت کے شیون یا تنوعات کو حضرات اکوانیہ کہتے ہین حضرات اکوانیہ مین بعد مخلوقیت کے فنا ہونے کے اسم رحمن ہی باقی رہجاتا ہے جسطرح مشعل کا چکر روک دینے سے دائرہ غائب ہوجاتا ہے اور وہی ایک نقطۂ مشعل باقی رہجاتا ہے۔ اور رحمن بجز احدیت کے کسیکو حکم نہین ہے یعنی احدیت نے اسم رحمن کو اپنے رنگ مین رنگ لیا ہے اور وہی احدیت وجہ ہر شے ہوگئی ہے جو اس بات کو منتج ہے کہ شے شے نہین ہے بلکہ اسم رحمن کا ظہور ہے اور اسم رحمن اسم رحمن نہین ہے بلکہ وجہ اللہ ہے

فاینما تولوا فثم وجہ اللہ پس یہ سمجھنے کے بعد تمھارا محسوسات مین سے کوئی
چیز دیکھنا یا معقولات مین تمھارا فکر کرنا یہی وجہ اللہ ہے کیا تم نہین دیکھتے کہ جسقدر
تم محسوسات مین سے دیکھتے ہو اور جسقدر معقولات مین سے فکر کرتے ہو بجز تمھارے
کوئی دیکھنے اور فکر کرنے والا نہین ہے پس تم اس دیکھنے اور فکر کرنے مین عین محسوسات
و معقولات ہوتے ہو اور پھران دونون سے مبرا ہوتی ہو پس حق کا وجہ اسی طرح پر تنزیہا
تمھارے معقولات اور تشبیہا تمھارے محسوسات کا عین ہے۔ بالجملہ ب کے دراز ہونے
اور الف کے غائب ہوجانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ الف تو اپنے حال پر رہا لیکن ب مین
اپنا تخم ایسا جامعیت کے ساتھ بو دیا کہ جس سے جمادات و نباتات و حیوانات وغیرہ
پیدا ہونے لگے۔ اب اگر ب کے نیچے ایک نقطہ ہے تو کوئی تخلیق نہین ہے بیج
ضائع گیا اور اگر ب ت ہوگئی یعنی دو نقطہ ہین تو تخلیق کی امید ہے اور اگر وہی ب
ث ہوگئی یعنی تین نقطہ ہین تو تخلیق پوری پوری یعنی اب اور ام اور ابن ساری مخلوق
ہوگئی اسی لیے قصیدہ مین حضرت مصنف رحنے فرمایا ہے کہ "نہین ہے پھر بجز سعادکے
پاکتر کوئی، کہ جس سے تخلیق ہے۔ اور یہی مدار حق ہے یعنی کل شانونکا ظہور اسی سعاد کے
رحم کے نطفہ قبول کرنے سے ہی اور جبکہ اس نطفہ کا استقرار رحم مین ہوا تو ج کے
پیٹ مین ایک نقطہ ہوا اور جب اس نقطہ نے صعود و ہبوط کیا تو محل دماغ و محل دل
و محل ناف مقرر ہوے اور فواد اس حصہ قلب کو کہتے ہین کہ جس سے مشاہدہ ہوتا ہے اور
یہی نطفہ کا جوہر ہے اور یہی دل کی وسعت ہے کہ جسنے جامعیت حق کو سما لیا اور اسکی
حد و انتہا نہین ہے اسی کی نسبت حضرات صوفیہ کہتے چلے آے ہین کہ اگر ازل سے ابد تک
کی تمامی مخلوق اس مین ڈالدی جاے تو اسکے ایک گوشہ کو بھی خبر نہو گی اور یہ اسلیے
کہ فواد مشاہدہ ہے پس جو شے کہ مشاہدہ مین آئے گی وہی فواد ہے اسی لیے جناب باری
نے سورۂ والنجم مین فرمایا ہے کہ ماکذب الفواد مارأی کیونکہ وہان کذب کی گنجائش ہی نہین ہے

نکتہ

لصق الباء والسین فی بسملۃ لسر شریف وھو ان السین محل من الاعداد المرتبۃ السادسۃ فھو حاوٍ علی ست مراتب من مراتب الواحد وھی الجھات الذی ظھرت فیھا الباء وھی المخلوقات المسمی جملتھا بالعرش وکل جھۃ من ھذہ الجھات التی ظھرت فیھا الباء فیہ وجہ اللہ بکمالہ کما ان الواحد موجود فی کل مرتبۃ من ھذہ الستۃ مراتب السین بکمالہ۔ واعلم ان السین عبارۃ عن سر اللہ تعالیٰ وھو الانسان قال بعض المفسرین ان یاسین الیاء فیھا حرف نداء والسین الانسان الکامل (الکلام علیہ ھو من باب الاشارۃ)

الصاق ب کا سین بسملہ مین ایک بہت عمدہ راز ہے اور وہ یہ ہے کہ سین محل اعداد سے چھٹے مرتبہ مین ہے پس وہ مراتب واحد سے چھہ مراتب پر حاوی ہے اور یہ وہ جہات ہین کہ جن مین ب ظاہر ہوئی اور یہی جملہ مخلوقات عرش کے ساتھ موسوم ہے اور ان جہات سے جن مین ب ظاہر ہوئی ہر جہت مین وجہ اللہ بکمالہ ہے جیساکہ ان چھہ مراتب سین مین سے ہر مرتبہ مین واحد بکمالہ موجود ہے پس سین ب کے لیے بمنزلہ عرش ہے جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ[1] ایام ثم استوی علی العرش اس آیت مین ستۃ ایام سے بھی مراتب ستہ مراد ہین جن کو سین حاوی ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ سین اللہ تعالیٰ کے ستر سے عبارت ہے اور وہ ستر انسان ہے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یٰس مین یا حرف ندا ہے اور سین سے مراد انسان ہے (اور گفتگو اس باب مین بطور اشارہ

[1] (ترجمہ) وہ اللہ جس نے آسمان وزمین چھہ روز مین پیدا کیے پھر عرش پر مستوی ہوا ۱۲

يقول الله يا انسان يخاطب
وجهة محمد صلى الله عليه وسلم
اى يا انسان عين ذاتى و
القرآن الحكيم فالقرآن الحكيم
عطف على عين ذاتى التى
اضيف اليه الانسان فهو سر
الذات وسر القرآن الحكيم واعلم
ان القرآن الحكيم هو صفة الله
سبحانه وتعالى معنى لقرآنية
تعقلك بما يستحقه الاله من
اوصاف الالوهيات فهذا لتعقل
هو كالقرأة واما ذات الحق
فلا تعقل لك فيه الصموت
احديته المنزهة عن الكثرة
الاسمائية وغيرها فكلما قرأت
شيئا من القرآن الحكيم الذى
هو صفة الله فى نفسك ظهرت
صفات الله لك بقدر تلك
القرأة المرتبة ولهذا اقرن به
الحكيم لكون القرأة هذه مرتبة
بالترتيب حكمة الهية شيئا فشيئا

کہے ہے حق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے انسان یعنی
اے میری عین ذات انسان اور قرآن حکیم
پس قرآن حکیم اوس عین ذات پر عطف ہے کہ
جس کی طرف انسان مضاف کیا گیا ہے
پس انسان سر ذات ہے اور سر قرآن حکیم
ہے اور جاننا چاہیے کہ قرآن حکیم اللہ تعالی
کی صفت ہے اور قرآنیت کے معنی یہ ہین کہ
تیرا تعقل اوس چیز کے ساتھ کہ جسکو اللہ مستحق
ہے اوصاف الوہیات سے تو یہ تعقل مثل
قرات کے ہے لیکن ذات حق مین تیرے تعقل
کو دخل نہین ہے بسبب اوسکی احدیت کے
صموت کے کہ جو کثرت اسمائیہ وغیرہ سے منزہ
ہے پس جبکہ تو کچھ اوس قرآن حکیم سے کہ جو
اللہ کی صفت تیری ذات مین ہے پڑھے گا
تو تجھپر صفات الٰہی بقدر مرتبہ اس قراۃ کے
ظاہر ہونگے اور اس لیے اوس سے لفظ حکیم نزدیک
ہوا بسبب اس قرات کے مرتب ہونے کے
بترتیب حکمت الٰہیہ شیئاً فشیئاً کہ جو یعنی
حکمۃ الٰہیہ تناہی شے نہین ہے اور نہ کبھی
اوسکو غایت پہونچتی ہے پس ترتیب اور حکمت

لا یتناهی ولا تبلغ لها غایة ابدًا فالترتیب والله والحکمة عین الذات التی هی انت لیس لشهادتک الا ما قراءه غیبک منک واما ما لم یقراءه غیبک منک فهو لغیبک لا لوجهک الشهادی وعین وجه شهادتک عین وجه غیبک فتحیرت تحیرا لله اعنی لاسم فی ذاته لانه لم یستوفها ای لم یظهر بجمیع معانی کمالاتها بل فی الذات الالهیة الکامنة من وراء الاسم الله اعلم مابه۔ ولکن مع هذا فان هذا الاسم قد وقع علیها وهو شئی واحد فقولنا قد وقع اسم الله علی الذات وهو شئی واحد بنافی قولنا لم یستوفها لاستحالة التجزیة والتبعیض فی جناب الحق لان الذات اذا لم تتبعض

اور اللہ عین اوس ذات کی ہے کہ جو تو ہے اور تیری شہادت کے لیے نہین ہے مگر وہ کہ جو تیرا غیب تجھ سے پڑھے لیکن جس کو تیرا غیب تجھ سے نہ پڑھے پس وہ تیرے غیب کے لیے ہے نہ کہ تیرے وجہ شہادی یعنی ظاہری کے لیے اور تیرا عین وجہ شہادت تیرا عین وجہ غیب ہے پس تجھ کو اسم اللہ کے اپنی ذات مین تحیر نی متحیر کر دیا۔ اس لیے کہ اوسنے یعنی اسم نے ذات کو احاطہ نہین کر پایا ہے۔ یعنی اوس کے کل معانی کمالات کو ظاہر نہین کر پایا ہے بلکہ ذات الہیہ کامنہ مین علاوہ اسم کے جو ہی اسکو اللہ ہی من حیث المسمیٰ نہ من حیث الاسم جانتا ہی مگر باوجود اسکے یہ اسم اوسپر واقع ہوا ہی اور وہ ذات شئے واحد ہی پس ہمارا یہ قول کہ اسم اللہ ذات پر واقع ہوا ہی اور وہ ذات شئے واحد ہے ہمارے اس قول کے کہ اسم نے ذات کو احاطہ نہین کر پایا ہے مخالف ہے اس وجہ سے کہ تجزیت و تبعیض جناب حق مین محال ہے۔ اور ذات جب متبعض نہو گی اور اوسپر اسم واقع ہوگا تو اسم

وقد وقع عليها فقد استوفاها
واذا لم يستوفها فليست
لشئ واحد هذا الامر يعطى
الحيرة القبيحة للعقلاء و
الحيرة الحسنة لاهل الله تعالى
فاذا كان الله اعنى الاسم
متحيرا فى ذاته فكيف لك
بالعبد فى هذا المحل من اولى
بهيئة التحير

تحيرت من حيرتى حم هى
فقد حار فهمى فى وهمه
فلم ادر هذا التحير من
تجاهل فهمى ام علمه
فان قلت جهلا فانى كذوب
وان قلت علما فمن اهله

وفى هذا المعنى قولى من
قصيدة طويلة ليس هذا
موضعها

احطت خبرا مجملا ومفصلا
بجميع ذاتك يا جميع صفاتك
ام جل وجهك وان يحاط بكنهه

اوس ذات کو احاطہ کرلے گا اور جب کہ
اسم اوس کو احاطہ نہ کرسکے تو وہ شے واحد
نہین ہے اور یہ ایک امر ہے کہ جس مین
عقلا کو حیرت قبیحہ اور اولیاء اللہ کو حیرت
حسنہ واقع ہوئی ہے پس جبکہ اسم اللہ
اپنی ذات مین متحیر ہوا پس تجھ بندہ
کو اس جگہہ پر متحیر ہونے مین کیا ہوا
کہ جس کو بطریق اولے تحیر ہونا
چاہیے۔

متحیر ہوا مین اپنی حیرت سے کہ یہ کیا ہے
پس حیران ہوئی میری سمجھ اوس کے وہم مین
پس نہین جانتا ہون کہ یہ تحیر
میرے فہم کے تجاہل سے ہی یا اوسکے علم سے
پس اگر کہون مین جہل سے تو مین جھوٹا ہون
اور اگر کہون مین علم سے تو اہل تحیر سے ہون

اور اسی مین میرا قول قصیدۂ طویلہ
مین ہے کہ جس کی نقل کی یہان جگہہ نہین
ہے۔

کیا احاطہ کیا مین نے خبر مجمل و مفصل کا
تیری کل ذات سے اے اپنی صفات کے جامع
یا برتر ہے ذات تیری اس بات سے کہ بکنہ احاطہ کیجاے

فاحطته ان لا يحاط بذاته
حاشاك من غاى وحاشاك يكن
بك جاهلا ويلاه من حيرات
فمعنى يٰسٓ والقران الحكيم
ياسر الذات الغير المقرؤ
فى الله وعين القران المتلوا
من الله على ترتيب حكمة
ذات الاحدية انك لمن المرسلين
من تلك الحضرة العالية
القدسية الاحدية الى هذا
المشهد الخلقى التشبيهى الانسانى
العبدى على صراط مستقيم
اى سنن احدى قيومى يقوم
بنفسه وبجميع العالم تنزيل
العزيز وهو الذى لا ينال الا
فى هذا الهيكل المحمدى الرحيم
لانه لما رحم العالم اراد ان
ينالهم نفسه وهو عزيز
فتنزل فى جنسهم۔

پس احاطہ کیا مین نے اوسکا یون کہ بذاتہ احاطہ نہین ہوسکتا
مبرا ہے تو انتہل سے اور مبرا ہے وہ اس بات سے
کہ تجھ سے جاہل رہے افسوس اوسپر اوسکی حیرتون سے
پس معنی یٰسٓ والقران الحکیم کے
یہ ہین کہ اے سر ذات جو ذات آلہی مین
پڑھا نہین جاسکتا اور عین قرآن جو اللہ
سے بر ترتیب حکمت ذات احدیت مین
تلاوت کیا گیا ہی تو مبعوث ہوا ہی اوس حضرت عالیہ
قدسیہ احدیتہ سے اس مشہد خلقی انسانی عبدی
کی طرف براہ راست یعنی عادت احدی
قیومی پر کہ جو بنفسہ و بجمیع العالم قائم
ہے (نزول عزیز کی بنا پر) اور وہی وہ
چیز ہے کہ نہین پائی جاتی ہے مگر اس
ہیکل محمدی مین۔ جو صاحب رحمت
ہے اس لیے کہ اوس نے جب عالم پر
رحم کیا تو ارادہ کیا کہ وہ لوگ اوس کی
ذات کو پاوین اور وہ عزیز تھا پس
اون لوگون کی جنس مین تنزل
کیا۔

اصل شئے ہست کہ الجنس الی الجنس یمیل
بہر دل بردن من صورت انسان داری

لقد جاءکم رسول من انفسکم
لیدلهم علی نفسه ویجذبهم
الیه عنایة منه بهم ومنة
من عین خزائن جوده علیهم
عزیز علیه ما عنتم لانه الحامل
لکم والفاعل فیکم بکم فلا
وجود لکم بل الوجود المطلق
لذاته بالمومنین ای الذین
امنوا انه عینهم رؤف رحیم
فان تولوا - ولم یقبل عقولهم
رویة احدیتك فی کثرة
اعدادهم فقل حسبی الله
اذ الالوهیة جامعة لاینما
تولوا فثم وجه الله فاشهدهم
انهم فرداً من یمینه الی شماله
وکلتا یدی ربی یمین فکان
صلی الله علیه وسلم رحمة
للعالمین جمیعه مومنه وکافره
ومقره وجاحده صلی الله
علیه وسلم سبق بنا جواد اللسان

لہ لقد جاءکم رسول من انفسکم تاکہ
اون کو اپنی ذات پر راستہ دکھاوے اور
اون کو اپنی طرف جذب کرے بسبب اون پر
اپنی عنایت واحسان کے اپنے خزانہ جود
سے عہ عزیز علیہ ما عنتم اس لیے کہ وہ
تمھارے لیے حامل ہے اور تم مین تم سے فاعل
ہے پس تمھارے لیے وجود نہین ہے بلکہ وجود
مطلق اوس کی ذات کے لیے ہے بالمومنین
یعنی وہ لوگ جو اس بات پر ایمان لاے ہین
کہ اللہ اون کا عین ہے رؤف رحیم فان
تولوا یعنی اگر اون کے عقول تیری احدیت
کی رویت کو اپنی کثرت اعداد مین قبول
نہ کرین فقل حسبی اللہ اس لیے کہ الوہیت
جامع ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ کی پس
گواہ رہ اونکے لیے کہ وہ بھاگے داہنے ہاتھ
سے بائین ہاتھ کو حالانکہ میرے رب کے دونون
ہاتھ داہنے ہین (یعنی یہ دونون اوسکی شانین
ہین) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل
عالم کے لیے مومن ہو یا کافر معترف ہو
یا منکر رحمت ہین - ہمارا سمند تحقیق

لہ آیا تمھارے پاس رسول تم ہی مین کا ۱۲ عہ بھاری ہے اوس پر محنت و تکلیف تمھاری ۱۲

فی مضمار البیان الی ان تحدثنا بما لم ینطق الجنان بافشائہ فلنرجع الی ما کنا بصددہ من شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم۔	اون باتون کے بیان کی طرف جولانی کر گیا کہ جنکے ہم درپے نہ تھے اب ہم پھر اوس مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین کہ جنکے ہم شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم سے درپے تھے۔

اب کو اوپر کی شرح سے واضح ہو گیا ہے کہ حق اپنے مرتبہ الوہیت سے بعینہٖ مخلوقات کا عین ہے جب اوسکی توجہ جامعیت اسمار کی طرف ہی اور بعینہٖ اپنی غیبوبیت سے مخلوقات کا غیر ہے کیونکہ اوسوقت مخلوقات کا ظہور ہی نہین ہے اور اس مجموعہ کا نام ب ہے کہ جو اپنے تنزیہ مین مشاہدہ غیب الغیب ہے اور اپنی تشبیہ مین تمامی مخلوقات کا عین ہے اور یہ قائم مقام الف کے ہی اور اسی کو انسان کامل کہتے ہین۔ اور انسان کامل کے چھہ حضرات ہین جن مین الف داخل ہے اور وہ مع دخول الف کے ا ب ج د ر س ہین پس سین اپنے مرتبہ واحدیت سے مراتب ستہ الوہیت کو حاوی ہے اور ان مراتب ستہ کو عرش کہتے ہین اور قلب بھی کہتے ہین اور فواد بھی کہتے ہین اور سویدا العینی نقطہ بھی کہتے ہین پس عرش کی شکل مجموعی مثل ایک شخص کے ہے جسکے ظاہری اعضا و جوارح آفاق مین انسان کبیر کے نام سے موسوم ہین اور قلب بھی بر شکل انسان ہے اور اسی وجہ سے اوسکو انسان صغیر کہتے ہین اور فواد نفس مین ہے جس کی گنجائش عرش مین نہین ہے یہ انسان کبیر عرش کے مقابلہ مین انسان کبیر ہے اور یہ فواد سویدائے دل کا انبساط ہے کہ جس کو نقطۂ بار کے ساتھ تعبیر کرتے ہین۔ پس مقام الوہیت حق یہ ہے کہ سویدا و فواد و قلب کا نفس مین اور عقل کل و نفس کل و عرش کا آفاق مین مع اون مراتب سماوی کے جن کی تخلیق عرش کے تاثیر و تاثر سے ہوتی ہے اور جس سے عالم کا کوئی ذرہ باہر نہین ہے جامع ہو اور جو چیزین کہ معقولات و غیر معقولات کی ہین اون کو بھی محیط ہو اور اس کل مجموعہ کا نام انسان کامل ہے کہ جس کی صفت

ویسی ہی ہونا چاہیے جیسے ہم عقیدہ مین کہتے ہین کہ حق سب کہین ہے اور کہین
مقید نہین ہے اور حق سب کچھ جانتا اور کرتا دھرتا ہے اور یہ نہین معلوم ہوتا کہ کسطرح
یہ جانتا اور کرتا دھرتا ہے بجز اسکے کہ آفاق مین محض اشیاہی کا تاثر معلوم ہوتا ہے اور
نفس مین کرتا دھرتا آدمی خود معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے
ولقد کرمنا بنی آدم یعنی بنی آدم کے سوا کوئی مخلوق ایسی نہین ہے کہ جو بعینہ
حضرت حق کا اسم آخر ہو اور بعینہ اسم آخر ہونے مین بعینہ اسم اول ہو اور بعینہ اسم اول و آخر ہونے مین
بعینہ اسم باطن و ظاہر ہو فمن عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اب ہمارے لیے ہم سے
باہر کوئی گنجائش نہین ہے اور جس گنجائش سے ہم حق کو اپنے ماوری دیکھتے ہین وہ
ہمارا ہی مقام غیبوبیت ہے اور جب ہم اپنے علاوہ کچھ نہین پاتے ہین تو توہم کرتے
ہین۔ واہمہ خلاق ہے اوسی واہمہ کی خلاقیت کی حکمت سے گوناگون عوالم و اشیا
پیدا ہوتے چلے جاتے ہین کیونکہ ب دراز ہوگئی ہے اوسپر سارے عالم کا گذرنا لازمی
ہے۔ ہم ہی تھے کہ جسکو عالم غیب مین اپنے تنزہ کے کمال کی وجہ سے شک حقیقی
وارد ہوا۔ شک حقیقی وہم کو کہتے ہین اوس وہم نے کل موجودات کو جنکو ہم دیکھتے
ہین ہمارے سامنے لاکھڑا کیا یہ صورتین ہوگئین اور ہم نے اپنے اوس شک کو رفع
کرنے کے لیے ہر صورت سے پوچھا الست بربکم اور پھر ہمنے اون صورتون سے جو
اپنے آپ مین تھین اسکی تصدیق کرائی کہ بلی یعنی ہم کو معلوم ہوگیا کہ ہم کو جو وہم
سے شک وارد ہوا تھا یہ ہماری ہی جامعیت الوہیت تھی اگر یہ شک ہم کو وارد
نہوتا تو مخلوقات ہمارے ماوری ہوجاتی۔ اور کبھی ظہور مین نہ آتی پس ہمارے شک
اور وہم کی یہ رنگا رنگیان ہین جسکو دیکھکر تم عالم کہتے ہو اور ہمارے نفس کی یہ استغنا
ہے جسکو تم غیب الغیب کہتے ہو جب عالم ظاہر ہے تو ہم ہی اوسکے باطن ہین اور
جب عالم باطن ہے تو ہم ہی اوسکے ظاہر ہین۔ کیا تم خواب مین نہین دیکھتے ہو کہ

ایک عالم بلکہ ہزار ہا عالم تم کو خواب مین دکھائی دیتے ہین مع اجرام سماوی و تاثیر و تاثر کے حالانکہ اونکا کہین وجود نہین ہوتا ہے چنانچہ بعد جاگنے کے سب غائب ہوجاتے ہین پس جاگنا ہمارے سویدا یعنی تخم دل سے درخت کا پیدا ہونا اور پھیلنا اور پھولنا ہے۔ اور سونا ہمارے سویدا ے دل کا اپنے مین کل درخت کے شاخ اور پھول پھل کا لے لینا ہے۔ جب درخت ہے تو آفاق ہے اور جب بیج ہے تو نفس ہی صرف خفا و ظہور کا فرق ہے۔ ہم کو کسی چیز کا نہ معلوم ہونا ہمارے تنزہ پر دلالت کرتا ہے اور کسی چیز کا معلوم ہونا ہمارے تشبہ پر دلالت کرتا ہے۔ بالجملہ ہم کو مثل حق معتقد کے ایسا ہونا چاہیے کہ سب کہین ہین اور کہین نہین ہین اور سب مین ہین اور کسی مین نہین ہین اور سب جانتے ہین اور کچھ نہین جانتے اور کچھ جانتے ہین اور کچھ نہین جانتے۔ ہم ہر چیز سے ڈرتے ہین اور کسی چیز سے نہین ڈرتے ہم نعم جنت کے والہ و شیدا ہین اور پھر ہم کو کچھ پروا نہین ہے۔ ہم نکال دوزخ ہی گریزان ہین اور وہ بھی ہمارے آہ و نالے کی تاثیر ہے۔ ہم ملک ہین کیونکہ ملک ہماری صفات سے ہی۔ اور ملک ہم سے منزہ ہے اسلیے کہ ہماری جامعیت تشبیہی سے محروم ہے اور ہم ملک سے منزہ ہین اسلیے کہ ہم تنزیہ و تشبیہ کل الکل کے جامع ہین۔ ہم عرش و کرسی ہین ہم لوح و قلم ہین ہم آسمان و زمین ہین ہم سب مین رمے ہوے ہین اور پھر کسی مین محدود نہین ہین۔ ہم روحانیات ہین جو ہم سے نہایت اعلی ہین ہم روحانیات سے افضل ہین کیونکہ روح ہماری ہے جو شخص اس جامعیت کو کہ جسکی حد و انتہا نہین ہے حاصل کریگا وہ توحید کا جاننے والا اور توحید پر چلنے والا ہے بلکہ توحید کا نہ جاننے والا اور اوسپر نہ چلنے والا ہے یعنی ظلوم و جہول ہے اور امی محض باتباع رسول ہے جسکو انسان کامل کہتے ہین اور وہی شخص مثل رسول علیہ السلام کے ما زاغ البصر و ما طغی سے

ف۱ بہکی نہین نگاہ اور حد سے نہین بڑھی ۱۲

استفادہ کریگا اور اسی کو مغارب او ادنی اور مشارق فتدلی سے لذت کمال دم نقد حاصل ہوگی ؎

بامغربی مغارب اسرار گشتہ ایم	بے مشرقی مشارق انوار بودہ ایم

مشرق و مغرب آپ ایک دیکھتے ہین اور کلام مجید مین بلفظ مشارق و مغارب آیا ہے پس اپنی تنزیہی مرتبۂ فنا مین ہر مرتبہ فنا مغرب در مغرب ہی اور اپنے تشبیہی مرتبہ بقا مین ہر شان اور ہر ظہور و اظہار مشرق در مشرق ہے اور مغرب مین ہر مغرب بمقابلہ بالاتر غروب کے ایک دوسرے کا مشرق و مغرب ہی اور مشرق مین ہر ظہور و اظہار بمقابلہ بالاتر ظہور کے ایک دوسرے کا مشرق و مغرب ہے کیونکہ ہر ایک چیز بعد فنا ہونے کے دوسری چیز ہوجاتی ہے مشرق اپنی مشرقیت مین مغرب ہی اور مغرب اپنی مغربیت مین مشرق ہے۔ جہات ستہ غائب بلکہ اللہ ہی اللہ ہے ولِلّٰہِ المشرق والمغرب[۵۱] فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اور اسی کو قرآن حکیم کہتے ہین اور قرآن حکیم حق کی صفت ذاتی ہے ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا[۵۲] اسی سے انسان کامل سر ذات ہے اور قرانیت کے معنی حضرت مصنف نے تعقل کرنے کے لکھے ہین۔ ذات مین تعقل ہو نہین سکتا پس لامحالہ سلوک اپنے ہی اسما و صفات مین تعقل کرنے سے ہوتا ہے پس جو کچھ کہ تعقل کرکے سالک سمجھیگا وہ اوس سالک کی شہادت کے لیے ہے اور جو کچھ نہ سمجھے گا وہ اوسکے غیب کے لیے ہے مگر شہادت عین غیب ہے اور غیب عین شہادت ہے اس تعقل سے ایک حیرت پیدا ہوتی ہے جیسی کہ اوپر کی اس تحریر سے کہ سب کچھ ہے اور پھر کچھ نہین ہے حیرت نے پیدا ہوکر سالک کو تھکا دیا ہے اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ اوپر کی تحریر حکمت کی رو سے ہی اور حکمت ایک اسم ہے جو ذات کو بالبداہۃ نہین گھیر سکتا کیونکہ ذات منزہ اپنی غیبوبیت مین عالم تر ہے مگر اسم عین ذات ہے

[۵۱] اللہ ہی کا مشرق و مغرب ہے تو جدہر منہ پھیرو ادھر اللہ کا منہ ہی ۱۲ [۵۲] اور جسکو حکمت دیگئی اُسکو بہت اچھائی دی گئی ۱۲

اور ذات عین اسم ہے جو شخص اسم کو علٰحدہ اور ذات کو علٰحدہ سمجھے گا وہ حیرت مذمومہ مین مبتلا رہے گا اور جو شخص کہ اسم و ذات کو ایک جانے گا وہ حیرت حسنہ سے استفادہ کریگا اور ہر شے کلمۃ اللہ ہے پس اسم حق یعنی حکیم لامحالہ کلمۃ اللہ ہے پس جبکہ نفس اسم ادراک ذات مین متحیر ہے تو سالک لامحالہ متحیر ہوگا اب تاوقتیکہ تعقل کرکے متبائن صفات کو کسی شخص مین مثالون سے نہ بتایا جاے یہ رمز سمجھ مین نہین آسکتاہی اور تعقل کرکے بھی اس رمز کا سمجھنا محال ہوجاتا اگر خود حضرت حق اپنی معیت نفخت فیہ من روحی اور نحن اقرب الیہ من حبل الورید سے ظاہر نہ فرمادیتا اور ان دونون آیتون سے یہ حکمت ثابت ہوتی ہے کہ انسان کے لیے حق بذاتہ وبصفاتہ وجدانی ہے جس مین تعقل وتفکر کی ضرورت نہین ہے بلکہ تفکر وتعقل جسقدر انسان کریگا اوسی قدر بعد مین پڑتا چلا جائیگا پس وجدانی حالت مین تفکر کرنا تحصیل حاصل ہے اپنے وجدان پر نظر کرے اور اپنے وجدان کی یاد کرے تب فاذکرونی اذکرکم کا فائدہ اوٹھائے گا ۵

نقد حال خویش را گر پے بریم	ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم

اب ہم مثال وجدانی دیتے ہین کہ ہم محدود ہین اور ہم محدود نہین ہین ہم جاہل ہین اور ہم جاہل نہین ہین ہم سب کہین ہین اور کہین نہین ہین اور زیادہ مثالون سے طوالت کا اندیشہ ہے ان تین مثالون پر ہم اکتفا کرنا اس تفہیم مین مناسب سمجھتے ہین۔ ہم محدود ہین۔ ظاہر ہے کہ محسوسات مین ہمارا جسم معقولات مین ہماری عقل ہر آن ہر وقت مجموعی طور پر محدود معلوم ہوتی ہے۔ اور کسی شخص کو اسکے تسلیم کرنے سے چارہ نہین ہے لیکن اگر ہماری عمر ہزار برس کی ہو تو ہم ہزار برس تک ہر وقت نت نیا لباس محسوسی پہنتے رہین گے اور نت نئی حکمت معقولی اپنے آپ سے نکالتے رہین گے کہ جس کی حد و انتہا نہین ہے یہ امر بھی وجدانی لائق تسلیم کے ہے۔ پس ہم محدود ہین اور ہم غیر محدود ہین۔ ہم جاہل ہین اسوجہ سے کہ کسی شے کی ماہیت کو نہین جانتے اور جسقدر علم ہم کو

ہوتا ہے اوسکی ماہیت کو بھی نہین جانتے لہذا اوس علم کی بھی معرفت ہم کو نہین ہے پس ہم جاہل محض ہین اور ہم عالم ہین کہ باوجود نجاننے کے ہم اوپر کی مثال سے غیر محدود ہین اور باوجود نہ سمجھنے کے سمجھدار ہین اور سارا کارخانہ ہمارے جسم کا اگر ہم مین سمجھ نہین ہے تو ٹھکانے ٹھکانے اور حکمت سے کیون چل رہا ہے اور اگر لاکھون برس زندہ رہین تو کیسے چلتا رہیگا۔ ہم جاگنے مین بھی سارے حکمت کے کارخانہ سے جو ہم مین چل رہا ہے بہت کم واقف ہوتے ہین وما اوتیتم من العلم الا قلیلا[۱] اور سوجانے مین تو بالکل ناواقف ہوتے ہین پس جس طرح سے سوجانے مین عالم خواب مین ہم عالم عالم دیکھتے ہین ویسے ہی عالم بیداری مین ہم عالم عالم دیکھ سکتے ہین اگر روزن دل کھلا ہو۔ آپ کہین گے کہ اس عالم کا تصرف ہے جسکی وجہ سے ہم مین یہ نمود ہے اور بے اختیاری کے ساتھ ہم کچھ جانتے ہین اور کچھ نہین جانتے یہ کہنا آپ کا ایک طرح پر برحق ہے لیکن دوسری طرح پر بجا نہین ہے کیونکہ اگر عالم ہمارا خالق وقادر ہوتا۔ تو ہم اوس مین تصرف نکر سکتے حالانکہ ہم ہر جگہہ پر ہر شے مین تصرف کرتے ہین اور تصرف بلا اوس شے مین سمائے ہوے ناممکن ہے آپ کہین گے کہ عالم نے ایک فطرت بنا دی ہے اور اجازت دیدی ہے کہ جو اوس فطرت پر چلے گا وہ عالم مین بھی تصرف کر سکے گا مگر ایک حد تک لہذا اوس حد سے تجاوز نہین ہو سکتا ہے۔ اوپر کی مثال سے ہم سمجھا چکے ہین کہ انسان وجدانی غیر محدود ہے اور اب پھر دوبارہ کہتے ہین کہ جو فطرتی حدود عالم نے ہمارے واسطے مجاز کیے ہین اونسے تجاوز کرنا ناممکن ہوتا اگر عالم کے دیے ہوے ہوتے کیونکہ ہم خواب مین دیکھتے ہین کہ اتنے بڑے اجرام سماوی ہمارے ایسے چھوٹے سے سویدا ے دل مین تابان ہوتے ہین کہ جس کی فطرتًا ہرگز ہرگز گنجائش نہین ہے اسی واسطے عالم ہمارا تابع ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وسخر لکم ما فی السموات والارض

---

[۱] اور نہین دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا ۱۲

وما بینهما اور یہ سب جانے دیجئے۔ ہم خود وجدانی طور پر جانتے ہین کہ عالم کی کوئی شے ہم پر حاکم نہین ہے پہاڑ کو کاٹ کر پھینک دین کچھ ہچک نہین ہے دریا پر پل بنادین سمندر مین جہاز ڈالدین کچھ ڈر نہین ہے سمندر مین غوطہ لگا کر موتی نکال لائین کچھ خدشہ نہین ہے اگر اسنے ہمکو پیدا کیا ہوتا تو ہم اسپر قادر نہوتے تو جو شخص شے کو ذات حق سے علحدہ دیکھتا ہے وہ حیرت مذمومہ مین مبتلا ہی اور جو شخص اشیا کو عین ذات حق جانتا ہے اوسکو حیرت حسنہ ہے اور وہ اوس سے مالا مال ہے جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللھم زدنی تحیرا اور جتنی حیرت زیادہ ہو گی اُسی قدر جامعیت اسماء حق سے استفادہ کرے گا۔

	زیرکی بگذار و حیرانی بجُو	زیرکی ظن ست حیرانی نظر	

آپ کو حیرت ہو گی کہ حیرت نظر کیسی ہے اور حیرت سے استفادہ کیا ہو سکتا ہے سنیے حیرت زدہ شخص کی قطع مثل مرکز دائرہ کے ہے کہ جو محیط سے جو اسماء وصفات ہین) ہر آن علی التساوی ملتصق ہے درانحالیکہ محیط مین ہر اسم دوسرے اسم سے متبائن ہی اور آگے کیون جائیے اپنی روح کو اپنے جسم ہی مین کیون نہ دیکھ لیجیے۔ آپ اوسکو نہین جانتے ہین کہ کیا ہے۔ اور آپ اوسکو جانتے ہین کہ ہی۔ اور آپ اپنے دماغ و دل ہی کو کیون نہ دیکھ لیجیے کہ آپکو پتہ لگتا ہے کہ دل و دماغ سے یہ بات آئی لیکن یہ نہین معلوم ہوتا ہے کہ کیونکر آئی اور دل سے کون بات آئی اور دماغ سے کون بات آئی۔ حیرت کا خاصہ یہ ہے کہ انسان کو کسی مقام پر ٹھہرنے نہین دیتی اور ٹھہرنے نہ دینے سے کل اسماء پر اوس کا گذر ہو گا اور کل اسماء سے استفادہ کریگا پس کسی چیز پر نہ ٹھہرنا یہی توحید ذاتی ہے پس جو شخص حیرت حسنہ سے استفادہ کرتا ہے وہی صراط مستقیم پر ہے اور یمین وشمال اوسکے لیے یکسان ہے اور جب یکسان ہے تو یمین ہی یمین ہے شمال نہین ہے پس عارف تام المعرفۃ کے لیے نہ ڈر ہے نہ رنج ہی امید ہے

نہ رجا ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

فی بیان حرف المیم

اعلم ان لما کان الالف من غیب
الاحدیۃ والسین سرھا الشہادی
کان المیم عبارۃ عن الوجود
وھو الحقیقۃ الجامعۃ للغیب
والشہادۃ الا تری الی تجویف
راس المیم کیف ھو محل النقطۃ
البیضاء وقد مضی لک ان
النقطۃ ھی الکنز المخفی فتدل
ان الدائرۃ من تجویف راس
المیم ھو الحق الذی یظہر فیہ
ھذا الکنز المخفی الا تری الی قولہ
تعالیٰ کنت کنزا مخفیا فاحببت
ان اعرف فخلقت الخلق وتعرفت
الیھم فعرفونی فمن ھنا کان
الاسم ذوالجلال والاکرام

جاننا چاہیے کہ جبکہ الف غیب احدیت سے
تھا اور سین اوس کا ستر شہادت تھا میم عبارت
وجود سے ہوئی اور وہ غیب اور شہادت کے
لیے حقیقت جامعہ ہے۔ کیا تو میم کے سر
تجویف کو نہین دیکھتا ہے کہ وہ کس طرح محل
نقطہ سفید ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہین
کہ نقطہ کنز مخفی ہے پس گویا کہ دائرہ
جو میم کے سر کا جوف ہے حق ہے کہ
جس مین یہ کنز مخفی ظاہر ہوا ہے کیا تو اوسکے
قول کی طرف نہین دیکھتا ہے کہ
کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف
فخلقت الخلق وتعرفت الیھم فعرفونی
پس اسی جگہہ سے اوس کے قول تبارک اسم
ربک ذوالجلال والاکرام مین اسم ذوالجلال
والاکرام ہے اس لیے کہ اگر وہ ربک کے لیے

له خبردار جو کہ اولیاء اللہ کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ غم ہے ۱۲ ۲ه مین خزانہ مخفی تھا
پس مین نے چاہا کہ پہچانا جاؤن پس مین نے خلق کو پیدا کیا اور اونہین پہچنوایا پس اونھون
نے مجھ کو پہچانا۔ ۱۲

في قوله تبارك اسم ربك
ذو الجلال والاكرام۔ لانه
لو كان وصفاً لربك لكان مجروراً
فذو الجلال مرفوع تابع للاسم
لا لربك فافهم۔ واعلم ان الميم
هو روح محمد صلى الله عليه
وسلم لان المحل الذي ظهر فيه
الكنز المخفي هو العالم وقد ورد
في حديث جابر ان اوّل ما
خلق الله روح محمد ثم خلق
العالم منه مرتبة (في الحديث)
والنقطة البيضاء التي في جوف راس
الميم عين محمد صلى الله عليه وسلم الذي
هو الكنز المخفي ومن هنا قلنا انه
صلى الله عليه وسلم حقيقة جامعة
للذات العظيم والقرآن الحكيم على الوجه
الذي قررناه وفي هذا المعنى قلت ؎

رسول الله يا مجلى الالوهه
ويا من ذاته الذات النزيه
ظهرت بكل مظهر كل حسن
تستر عن عيان بالبديه

وصف ہوتا تو مجرور ہوتا پس ذو الجلال
مرفوع اور تابع اسم کے ہے نہ ربک
کے فافہم اور جاننا چاہیے کہ میم روح
محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اِس لیے
کہ وہ محل جس مین کنز مخفی ظاہر ہوا ہے
عالم ہے اور حدیث جابرؓ مین وارد ہوا
ہے کہ اول جو چیز خدا نے پیدا کی وُہ
روح محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے
پھر اوس سے بالترتیب عالم کو پیدا کیا
اور وہ نقطہ سفید جو میم کے سر مین
ہے ذات محمدی صلے اللہ علیہ وسلم
ہے کہ جو ذات کنز مخفی ہے اور اِسی
مقام سے مین نے کہا کہ آن حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم حقیقۃ جامعہ ہین
ذات عظیم اور قرآن حکیم کے اوس وجہ
پر کہ جس کو ہم نے بیان کیا اور اسی
معنی مین مین نے کہا ہے

یا رسول اللہ اے جائے تجلی الوہیت
اور اے وہ شخص جسکی ذات ذات تنزیہ ہے
ظاہر ہوے آپ ہر مظہر ہر حسن مین
پوشیدہ مین آپ عیان سے بالبداہۃ

باوصاف هی لسبع المثانی
وقرآن هی لذات المحبیه
خصصت وکنت انت بها حقیقاً
حقیقتك المقدسة الشبیهه
سکنت دیار هند وان تعالت
وجلت وقد لبست ردا الموبهه
فبالاوصاف کل شاف سعدی
وانت بها نظرت الی الالوهه
لانك کنت قبل الکل حتماً
فذاتك للذوات هی لفقیهه
کان لانشادی هذه الابیات سبب وهو انه
اجتمعنا فی بعض لیالی سنة
تسع وتسعین وسبع مائة بمسجد
شیخنا وسیدنا واستاد العالم القطب
الاکبر و الکبریت الاحمر
شرف الدین اسماعیل بن ابراهیم
الجبرتی علی سماع عام کان فی جبانة
المسجد فقرا فی حضرة الشیخ احد
اخواننا السادة وهو الفقیه احمد الجهانی
قوله تعالی ولقد اتیناك سبعا من المثانی
والقرآن العظیم فاشهدنی نبی سبحانه وتعالی

اون اوصاف کے ساتھ جو سبع مثانی ہین
اور قرآن کے ساتھ جو ذوات بزرگ ہے
خاص ہوے آپ اور آپ اُسکے ساتھ ثابت تھے
حقیقت آپ کی مقدس شبیہ ہے
ساکن ہوے آپ دیار ہند مین اگرچہ بزرگ ہوے
اور برتر ہوے اور آپنے چادر ہویہ زیب تن فرمائی
پس (وہ چادر) کل اوصاف شافی کے ساتھ بلند ہوئی
اور آپنے اوسکے ساتھ الوہیت کی طرف نظر کی
اسلیے کہ آپ قبل سب کے یقیناً تھے
پس آپ کی ذات ذاتونکے لیے نفقیہ ہے
میرے اِن اشعار پڑھنے کا ایک سبب
تھا اور وہ یہ کہ ایک شب ہم چند بھائی
سنہ ۷۹۹ ہجری مین مسجد شیخ سید اوستادِ
علم قطب الاکبر والکبریت الاحمر شرف الدین
اسمعیل بن ابراہیم الجبرتی بن سماع عام
پر جمع ہوے جو صحن مسجد مین ہورہا تھا
پس شیخ کے حضور مین ہمارے ایک
بھائی نے کہ جن کا نام فقیہہ احمد جہانی
تھا خداوند تعالی کے اس کلام کو پڑھا
کہ ولقد اتیناك سبعاً من المثانی
والقرآن العظیم پس مجھ کو حق تعالی نے

یہ مرتبہ ذاتی ہے جو حقیقت و خلقیت سے متصف نہین ہوتا ہے پس ذات کا شہود بے شہودی عماء ہے اور عماء کا شہود بے شہودی اپنے نفس مین یہ احدیت ہے اور احدیت کا شہود بمعیت عماء یعنی وحدت کے یہ واحدیت ہے یعنی واحدیت اجمال وحدت کی تفصیل ہے اور مرتبہ الوہیت ان سب مراتب مذکورہ بالا کو اور نیز باقی مراتب نزولی وعروجی کو شامل ہے اور اس مرتبہ کو حضرت مصنف نے پانچوان مرتبہ ترتیب تنزل کے لحاظ سے قرار دیا ہے اور ہم اس مرتبہ کا حال بعد کل مراتب نزدلی وعروجی کے بیان کرینگے اور واحدیت کا شہود فی الخارج بمعیت احدیت وعماء کے یہ رحمانیت ہے اور اس رحمانیت کی دو شانین ہین ایک مستی جسکو ربوبیت کہتے ہین اور اسی شان سے الرحمن علی العرش استویٰ ہے اور اسی لحاظ سے عرش بمنزلہ جسم کے پڑا ہے۔ پس یہ ایک شخص ہو گیا جس کے سات مراتب عماء سے لیکر عرش تک ہوے۔ اور اسمین تین مراتب عماء اور احدیت اور واحدیت سلبی ہین اور تین مراتب رحمانیت و ربوبیت و عرش ایجابی ہین۔ اور رحمانیت کی دوسری شان تدبری ہے جس سے عقل کا ظہور ہے اور جسکو قلم بھی کہتے ہین اور قلم کا ظہور و شہود لوح محفوظ ہے جس کو نفس کلی کہتے ہین اور نفس کلی کا ظہور و شہود طبیعت سے ہی جسکو کرسی کہتے ہین اور کرسی کا شہود جوہر ہباء ہے جس کو ہیولاء کلیہ کہتے ہین کیونکہ ہر چیز کے ظاہر ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اوس کا ہیولیٰ قائم ہو جاے اس لیے کہ بغیر ہیولیٰ کے تشکل کسی چیز کا قائم نہین رہ سکتا اور یہ ایک بدیہی بات ہے اور ہیولیٰ کا وجود بھی بلا تشکل کے رہ نہین سکتا لہذا ہیولاء کلیہ کا شہود تشکل کل ہے اب یہ ایک شخص ہوا جسکا جسم فلک العناصر ہے اور یہ شخص بجاے خود ایک عرش ہوا جسپر پہلا شخص بمنزلہ رحمن کے مستوی ہے۔ اور اس عرش اور پہلے عرش مین فرق یہ ہے کہ پہلا عرش ...نی ہے اور یہ دوسرا عرش قلبی ہے پہلا شخص سلبی ہے اور یہ دوسرا شخص ایجابی ہے اب اس شخص ایجابی اور تفصیلی کا ظہور تیسرے شخص مین ہے یعنی یہ شخص سلبی

کہا جائے گا اور اسکا ظہور ایجابی تیسرے شخص مین اسطرح ہوگا کہ فلک اطلس ظاہر ہوگا جو
ایک مفہوم محض اور بلا خیال کے ہی اور اسی لیے اس آسمان مین ستارہ وغیرہ ظاہر نہین
ہین اگرچہ فی الباطن اوسمین مخفی ہین جیسے خیال کرنے سے پہلے خیال آدمی مین مخفی ہوتا ہی
پھر فلک اطلس کا ظہور وشہود فلک البروج سے ہوتا ہے یعنی اوس مین سب ستارے
مع امتیاز اسامی کے جو بلحاظ تاثیرات ہوتے ہین کھل جاتے ہین اور فلک البروج کا ظہور
بتفصیل فلک الزحل سے ہوتا ہے اور اسمین ایک ایک ستارہ الگ الگ ظاہر ہوجاتا
ہے اور فلک الزحل کا ظہور فلک المشتری مین ہوتا ہے اور فلک المشتری کا ظہور فلک
المریخ مین اور فلک المریخ کا ظہور فلک الشمس مین فلک الشمس قطب الافلاک ہے
اور یہ فلک آسمانون مین ایسا ہی ہے جیسے شخص اول مین مرتبہ الوہیت کہ اسے اعلے
کو بھی شامل ہے اور اسفل کو بھی۔ پس فلک الشمس کا شہود فلک الزہرہ ہے اور
فلک الزہرہ کا شہود فلک العطارد ہے اور یہ ستارہ دبیر فلک ہے کتاب مسطور
یہین سے ظاہر ہوئی اور کتابت یہین سے شروع ہوئی اور اس سے پہلے مثلاً لوح محفوظ
وغیرہ مین تحریر نہین ہے بلکہ وہ اشیاء کے وجود کی نسبتین ہین۔ اور پھر فلک العطارد کا
شہود فلک القمر ہے۔

تنبیہ۔ آسمانون کے وجود مین بحث ہے۔ حکماے حال کے نزدیک آسمانون کا
وجود نہین ہے۔ اور حکماء قدیم کے نزدیک از روے معقولات اور حضرات صوفیہ کے
نزدیک [illegible] از روے تحقیقات ومشاہدات بھی اور از روے منقولات بھی آسمانون کا وجود
[illegible] جہان تک میری تحقیق بتاتی ہے وہ یہ ہے کہ نجوم کا وجود تو متفق علیہ
ہے۔ اس کی نسبت [illegible] اور ایک دوسرے سے فاصلہ
ہے اور اسمین شک نہین کہ ہر جسم [illegible] ایک خلاء محدود دین [illegible]
پر ہے اوس نجم کا قیام اپنی سطح خلاء پر خواہ [illegible] دوسرے نجم کے جاذبات تبائنہ سے [illegible]
خواہ یہ کہ ہر جسم بقدر خفیف ہے کہ اپنے جادہ [illegible] ملوک سے ہٹتا نہین ہے یعنی نہ تحت

جاتا ہے نہ فوق۔ پس وہ خلا جسکے تحت و فوق ہر نجم نہین جا سکتا ہے وہی آسمان ہے
یون تو لاکھون ستارہ ہین اور ایسے ہی لاکھون آسمان ہین جن کی حد و انتہا نہین ہے لیکن
سات آسمانون کی تخصیص اسوجہ سے ہی کہ ہر ستارہ تجبمات مین ایک شخص کامل ہی جسکے
مجموعی اسماء و صفات کا خلاصہ اسمار سبعہ انسانی ہین اور ہر ستارہ کی سطح خلا کا جو رنگ
مختلف ہے تو وہ سطح خلا اوس ستارہ کے رنگ سے رنگی ہوئی ہے اور ایک سطح خلا دوسری
سطح خلا کی جاذب اسوجہ سے ہے کہ نیچے کے نجم کو اوپر جانے کی اور اوپر کے نجم کو
نیچے جانے کی حکمت فطرتاً مقتضی ہی نہین ہے کہ کوئی چیز اپنے مبدار سے باہر جا
نہین سکتی اوسیوجہ سے ہر نجم خفیف ہی اور اسیوجہ سے ہر آسمان کی مخلوقات جو روحانیت
خلا سے زندہ ہے وہ مخلوق دوسرے آسمان کی مخلوقات سے مطلع نہین ہے۔ اور
ہر آسمان کی مخلوقات اوس آسمان کی تاثیر خلا سے زندہ ہے اور ہر ہر تاثیر ایک ایک
ملک ہے کہ جن کی تسبیح باعتبار افلاک کے ایک دوسرے سے جداگانہ ہے۔ پس
ستارون کی گردش آسمانون کی گردش سے ہے۔ اور افلاک چونکہ روحانیات سے
مخلوق ہین وہ کبھی بغیر صرافت روحی کے تعقل وغیرہ سے معلوم نہونگے۔ بجز اون
ستارون کے جو اون مین ہین اور ان آسمانون مین نہ خرق ہے نہ التیام ہے اور ان مین
ہر شخص اپنی روحانیت ہے سے جا سکتا ہے **القصہ** افلاک کے بعد سے اور کثافت
بڑھی اور عناصر شروع ہوے پس سب سے پہلے کرۂ آتش ہے کیونکہ سب سے پہلے جو چیز
خلقت کی متقاضی ہوئی۔ وہ حرارت عشقی ہے اور حرارت خود بخود حرکت کی
مقتضی ہے اور حرکت فی نفسہ ہوا ہے لہذا کرۂ آتش کا ظہور و شہود کرۂ ہوا ہے اور
آگ و رہوا کے اجتماع سے بخار پیدا ہوا جو پانی ہے لہذا ان دونون کا شہود کرۂ
آب ہی اور آتش و ہوا و آب کے اجتماع مین آتش کے غلبہ سے جو کثافت آئی یہ
خاک ہو گئی لہذا کرۂ خاک کی کثافت سے تمامی لطیف و الطف اشیاء کا ظہور ہو

شہود بتمامہ ہوا کیونکہ خاک سے زیادہ کثیف کوئی چیز مخلوقات مین نہین ہے اور
چونکہ خاک کی کثافت ہی باعث شہود مراتب الطف ہی لہذا کرہ خاک کے بعد
فلک المولدات ہی یعنی جب شدت کثافت ہوگی تو لطافت اوسمین فوراً منعکس ہو جائیگی
اور یہی باعث تولید ہے مثلاً کیچڑ سڑ جاوے تو بسبب شدت کثافت کے اوس مین
کیڑے پڑ جائینگے اور روحانیت آ جاوے گی پس یہ فلک المولدات گویا کل عناصر کا
خلاصہ ہے۔ اب یہان سے ترتیب جسم انسانی مع الآفاق شروع ہوئی یعنی فلک المولدات
سے آفاق مین فلک جوہر بسیط یعنی عالم مثال ظاہر ہوا اور نفس مین نطفہ صلب شخص مین
قائم ہوا۔ پھر فلک جوہر بسیط کی تشریح فلک عرض لازم مین ہوئی آفاق مین اور انفس
مین نطفہ صلب شخص سے رحم انسانی کی طرف منتقل ہوا۔ پھر آفاق مین مرکبات معدنی
پیدا ہوے اور نفس مین ترکیب جنین کی دل و دماغ و اعضا وغیرہ کی شروع ہوئی
پھر آفاق مین نباتات کا ظہور ہوا اور نفس مین نمو جسم کا رحم مین شروع ہوا۔ پھر آفاق مین
جمادات پیدا ہوے اور نفس مین گوشت جسم پر چڑھا پھر آفاق مین حیوانات پیدا ہوے
اور انفس مین بچہ شکم مادر سے عالم ظہور مین آیا فتبارک اللہ احسن الخالقین[1] پھر
ایک طرف آفاقی جسم انسانی بڑھکر حالت بلوغ تک پہونچتا ہے اور ایک طرف انفسی
ہوش گوش و عقلمندی و حق پسندی پیدا ہوتی ہے اور اس مرتبہ مین نفس و آفاق ایک
ہو جاتا ہے اب مراتب نزولی ختم ہوے اور یہ مرتبہ مراتب نزولی مین پنتیسوان مرتبہ
ہے اسکے بعد اب مراتب عروجی شروع ہوے پس پہلا مرتبہ عالم صورت ہے جس سے
دنیا ملحق ہے پس صورت انسانی کی تفصیل ہی پوری دنیا ہے۔ اور عالم معانی صفات
انسانی ہین جن سے عالم برزخ ملحق ہے اور حقائق روحانیات انسانی ہین جن سے
قیامت ملحق ہے ٥

---

[1] پس بزرگ ہی اللہ خوشترین پیدا کرنے والا ۱۲

چو روح از تن بکلیت جدا شد	زمینت قاع وصف صف لا تری شد

یعنی روح انسانی جب جسم سے جدا ہوتی ہے تو تمام اسمار کا بیکدفعہ تصادم ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے غلبہ سے سب نیست ونابود ہوجاتے ہین اور انسان بحکم کل[۱] الینا راجعون بیکدفعہ تمام کھیڑون سے نجات پاکر اپنی حقیقت ذات سے ملجاتا ہے حقیقت صمدیت مین ہے اوسکا آنا اور جانا ایک چیز ہے اور کسی عمل کرنے والے کا ٹھاواوس مین نہین ہے کیونکہ حقیقت عمل سے آزاد ہے اور عمل تمام تنزلات اور کھیڑون کا باعث ہے لہذا بعد جاذبہ حقیقت کے عامل بموافقت اپنے عمل کے حقیقت سے تنزل کریگا اور وہ عمل جلالی ہوگا یا جمالی یعنی یا بد ہوگا یا نیک پس اگر مناسبت اوسکی اعمال کی جلالی ہے تو دوزخ مین جائیگا اور اگر جمالی ہے تو جنت مین جائیگا پس دوزخ جسم نفسی مین دل ہے کیونکہ اوسکی انقلاب سے تمام تکلیف و تکلف پیدا ہوتا ہے جبتک اوسمین حرکت ہے اور اوس کی حرکت کا جاتے رہنا ہی جنت ہے جس کی جگہہ جسم نفسی مین دائرہ روحی ہے اب جنت و دوزخ مین فرق یہ ہے کہ جنت مین انسان اپنے خواہشات کے مقتضی سے یعنی نفس کے حکم کرنے سے آرام مین رہتا ہے اور دوزخ مین یعنی قلب مین قلب[۲] المومن بین الاصبعین من اصابع الرحمن کے بموجب اوسکا تقلب حق تعالی کے اصبعین سے ہوتا ہے اوسکے نفس سے نہین ہوتا ہے اور یہ تقلب دم لینے نہین دیتا ہے جب انقلاب اصبعین سے نجات ہوتی ہے تو مقام اعراف مین چلا جاتا ہے اور جنتی شخص جب اپنے تنعمات نفسی سے بہ تجلیات رحمانی الٰہی مجذوب ہوتا ہے تب کثیب ابیض مین چلا جاتا ہے اور ان دونون یعنی اعراف و کثیب کے بعد بجز وجہ اللہ کے کچھ نہین ہے۔ اب کثیب و اعراف مین یہ فرق ہے کہ کثیب نتائج اعمال وایمان کی وجہ سے موصل الی اللہ ہوکر مقعد صدق ملیک مقتدر ہوتا ہے اور اعراف براہ راست بلا کسی لحاظ ونتیجہ کے بطریق عرفان

[۱] اب ہماری طرف لوٹنے والے ہین ۱۲ [۲] مومن کا دل اللہ کی دو انگلیون کے درمیان مین ہے ۱۲

قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون کا مقام ہوتا ہے اور انھین لوگون کے لیے ہے کہ وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم کثیب والا زن ہے اور اعراف والا مرد ہے اور اس مقام پر یہ دونون متحد ہو جاتے ہین۔ جیسے آدم کے پہلوے چپ مین حوا۔ اب وجہ حقیقی مین جہان سواے اللہ کے کچھ نہین ہے اور جس کو محض بقا ہے یہ آدم بہشت و دوزخ و کثیب و اعراف کو چھوڑ کر ترقی کرتا ہے اور وہان سے دنی کو فائز ہوتا ہے اور او ادنیٰ یعنی فتدلی ہو کر مقام محمود پر فائز ہوتا ہے اور یہ مقام بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسیکو نصیب نہین ہوتا ہے الا ماشاء اللہ اور یہی مرتبہ عمائی ہے جو تنزل مین بیان ہو چکا اور یہی انا ر حقیقی ہے اور اسی مقام سے خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم اور تمام مراتب نزولی و عروجی کو سمیٹ کر اسی کو مقام الوہیت کہتے ہین اور ان چالیس مرتبون پر مراتب ختم ہین اور عدد مختتم سو ہے پس یہ چالیس برابر سو کے ہین یعنی مخ دماغ تک سو عدد ہے جو انسان کا کل ہے اور یہ عدد مخ دماغ پر ختم ہوتا ہے جو مرتبہ دنی ہے۔ اب اس مین سے تنزل سات عدد کا فتدلی مین ہوگا یعنی پورے ایک شخص کا تنزل ہوگا۔ پس سات مین سے دو عدد ایک تسلسل کا اور ایک تحدید کا جیسا کہ مین نے مقدمہ مین سلوک بالعشق کی وصل مین خط و خال کی تعریف مین بیان کیا ہے چھوڑ دیے جائین گے اور پانچ عدد مین تنزل ہوگا یعنی پچانوے کے عدد پر تمام نزول و عروج کی تکمیل ہے۔

اسم "اللہ" کی تحقیق

اسمہ اللہ اصلہ الالٰہ ولکن اسقطت   اسم اللہ کی اصل الالہ ہے لیکن الف وسطی

ف ۱ اللہ کہو اور اون کو اون کی فکرون مین چھوڑ دو کہ کھیلین کودین ۱۲

الالف الوسطى وادغمت اللام
فى التى تليها فصارت الكلمة
الله ولكن اصله سبعة احرف
ستة رقيمة والسابعة الواو البارز
فى اشباع الهاء كما ترى
ال ال اه و وهى عين السبع
الصفات التى هى معنى الالوهية
فالالف الاول هو عين اسمه
الحى الاترى الى سريان حياة
الله تعالى فى جميع الوجود وقد
اظهرنا لك سريان الالف فى
جميع الحروف والثانى اللام
الاول وهى الارادة التى كانت
اول توجه من الحق فى بروز
العالم اشار اليه الحديث بقول
كنت كنزا مخفيا فاحببت ان
اعرف وليس الحب الا الارادة
الثالث الالف الثانى وهى القدرة
السارية فى جميع الموجودات الكونية واذا الموجودات
الكونية داخلة تحت سلطان
القدرة - والرابع اللام الثانى

ساقط کیا گیا اور لام اوس لام مین جو
پڑھا جاتا ہے ادغام کردیا گیا پس کلمہ اللہ
ہوگیا۔ مگر اوس کی اصل مین سات حروف ہین
چھہ مکتوبی اور ساتوان واو ظاہرہ اشباع ہا
مین جیسا کہ تو دیکھتا ہے ال ال اہ و اور یہی
عین اون سات صفات کا ہے کہ جو معنائے
الوہیت ہین پس الف اول وہ عین اوس کا
اسم حی ہے۔ دیکھو کہ حیات الٰہی کل وجود
مین ساری ہے اور ہم الف کا سریان کل
حروف مین ظاہر کرچکے ہین دوسرے لام
اول اور یہ وہ ارادہ ہے کہ جو اول توجہ
حق ہے ظہور عالم مین جیسا کہ اس حدیث
مین قول کنت کنزا مخفیا فاحببت
ان اعرف سے اوس کی طرف اشارہ
فرمایا گیا ہے اور حب سے ارادہ ہی مراد ہے تیسرے
الف ثانی اور یہ وہ قدرت ہے کہ جو کل موجودات کو
مین ساری ہے اسلیے کہ موجودات کونیہ تحت
سلطان قدرت داخل ہین چوتھے لام
ثانی اور وہ علم ہے کہ جو اللہ تعالی کا وہ
جمال ہے جو اوس کی ذات اور اوس کی
مخلوقات سے متعلق ہے پس قائمۃ اللام

وهو العلم هو جمال الله تعالى
المتعلق بذاته وبمخلوقاته
فقائمة اللام محل علمه بذاته و
تعريفة اللام محل علمه بمخلوقات
ونفس الحروف عين العلم
الجامع والخامس وهو الالف
الثالث وهو السمع السامع
منطوق وان من شئ الا يسبح
بحمده. والسادس الهاء وهو
بصر الله دائرة الهاء تدل على
انسان غيبه المحيط الذى ينظر
به الى جميع العالم والعالم هو
البياض الموجود فى عين دائرة
الهاء وفى هذا تنبيه الى ان
العالم ليس له وجود الا بنظر
الله تعالى اليه فلو رفع نظره
عن العالم لفنى باجمعه كما انه
لو لم تدر دائرة الهاء على
النقطة البيضاء لم يكن لها وجود
البتة ومع وجودها فهى باقية
على ما كانت عليه من العدم

حق کے علم کا بذاتہ محل ہے اور تعریفۃ اللام
اوس کے علم بمخلوقات کا محل ہے اور نفس
حرف عین علم جامع ہے اور پانچوین الف
ثالث ہے اور وہ سمع سامع ہے منطوق
وان من شئ الا یسبح بحمدہٖ سے
اور چھٹے ہا اور وہ بصر الٰہی ہے۔ دائرہ ہا انسان
کے غیب پر دلالت کرتاہے کہ جس کے
ذریعہ سے انسان کل عالم کی طرف نظر
کرتاہے اور عالم وہ سفیدی ہے جو دائرہ ہا
مین موجود ہے اور اس مین اس بات کی طرف
تنبیہ ہے کہ عالم کے لیے وجود نہین ہے
مگر صرف اسی قدر کہ اللہ تعالی کا وجہ اوسکی
طرف ہے پس اگر اوس کی نظر عالم کیطرف
سے اوٹھ جاے تو عالم تمامتر فانی ہوجاے
جیسے اگر دائرہ ہا نقطہ سفید پرنچانا جاتا
تو اوس کے لیے وجود نہوتا اور چونکہ دائرہ
موجود ہے لہذا نقطہ بھی اوس بنا ر
پر موجود ہے کہ جیسا نیستی کی حالت
مین تھا اس لیے کہ سفیدی جو قبل
دائرہ ہا بننے کے موجود تھی بعد
دائرہ ہا بننے کے بھی موجود

اتصاف نبیه محمد بالسبعة
الاوصاف النفسية التی هی الحیاة
والعلم والارادة والقدرة والسمع
والبصر والکلام وشهدته صلی
اللہ علیه وسلم بعد اتصافہ باوصافہ
عین الذات الغائب فی هویة
الغیبات وهو المشار الیه فی الآیة
بالقرآن العظیم اذ قراءته لا نهایة
لها فکلما قرأته الورثة الکمل
من اهل القرآن الحقیقة من ذات
اللہ تعالیٰ هو عین محمد صلی
اللہ علیه وسلم والیه الاشارة
فی الحدیث فی قوله اهل القرآن
اهل اللہ وخاصته فلیتامل
فهو غیب هویة الاحدیة والرسل
والانبیاء والورثة الکمل
یقرؤن غیب هویة محمد
صلی اللہ علیه وسلم فی اللہ و
هذا معنی کونه واسطة
بین العالم وبین اللہ و
الیه الاشارة بقوله انا

اپنے نبی محمد ص کے اتصاف کو با اوصاف سبعہ
نفسیہ کہ جو حیات و علم و ارادہ و قدرت
وسمع و بصر و کلام ہین مشاہدہ کرایا اور مین نے
آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد
اون کے انہیں صفات کے ساتھ متصف
ہونے کے کہ جو عین ذات غائب ہین
ہویت غیبات مین مشاہدہ کیا اور آیۃ
قرآن العظیم مین وہی صلعم مشار الیہ
ہین اس لیے کہ قرآن کی قرأت کی انتہا
نہین ہے پس جو کچھ کہ ورثہ اہل قرآن
نے پڑھا ہے ذات الٰہی کی حقیقت سے
کہ جو ذات عین محمد ہے صلے اللہ علیہ
وسلم اور اسی کی طرف حدیث مین اشارہ
ہے کہ فرمایا۔ اہل القرآن اہل اللہ و
خاصتہ فافہم۔ پس آپ غیب ہویت
احدیت ہین اور رسل اور انبیا اور ورثہ کمل غیب
ہویت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ مین
پڑھتے (یعنے مشاہدہ کرتے) ہین اور آپ
کے اللہ اور عالم کے درمیان مین واسطہ
ہونے کے یہی معنی ہین اور اسی کی طرف
آپکے اس ارشاد سے اشارہ ہے کہ مین

من اللہ والمومنون منی۔ فافہم	اللہ سے مین ہون اور مومنین مجھسے ہین فافہم ؎
ادھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق مین شامل	خواص اوس برزخ کبری مین ہی حرف مشدد کا

یہ ظاہر ہے کہ الف غیب احدیت مین غیب الغیب ہے اور اوسکی خلیفہ ب ہے جس کا انبساط سین تک مع ب کے نقطہ کے اوس الف کا ستر شہادت ہے یعنی موجودات کا اجمال ہی جس طرح سے بیج درخت کا اجمال ہی پس میم جس کا عدد چالیس ہین اوس سین شہادت کی تفصیل فی الآفاق ہے کیونکہ عوالم بھی چالیس ہین جس طرح درخست بیج کی تفصیل ہے۔ پس میم عبارت وجود سے ہوا کہ وہ غیب وشہادت کا جامع ہے جس طرح درخست ہر ہر پتی اور پھول اور پھل کا مع اوس بیج کے جو نظر نہین آتا ہے اور جس کی وجہ سے یہ کل درخست ہی جامع ہے۔ پس حق عوالم مین ایسا ہے جیسے میم کی تجویف مین خلا ہے جو نقطہ سفید ہے اور اسی واسطے تبارک اسم ربک ذوالجلال والاکرام مین ذوالجلال والاکرام ربک کی صفت نہین ہے بلکہ اوس اسم کی صفت ہے جو ذوالجلال والاکرام ہے۔ یعنی حق کے اسم کے جلال وجمال نے کل عالم کو حقیقتاً ڈھانپ لیا ہے کہ جو شے عالم مین دکھائی دیتی ہے وہ رب نہین ہے بلکہ اللہ ہے رب اور اللہ مین یہ فرق ہے کہ ہر شے کے لیے خاصتہً رب ہے کہ جو دوسرے کے لیے نہین ہے۔ اسی واسطے رب کی جمع آئی ہے اور اللہ کی جمع نہین ہے اسی بنا پر بت پرستی ممنوع ہوئی کہ ہر بت کا رب مخصوص ہی رب مین وہ جامعیت نہین ہی جو اللہ مین ہے اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا کہ ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار اور اسکا تفصیل بیان ہم اوپر کر چکے ہین پس جس طرح میم کے سر مین خلا اجمال ہے اور میم اوسکی تفصیل ہے۔ اوسی طرح پورا میم اجمال ہے جسکو روح محمدی کہتے ہین اور کل عوالم جو چالیس ہین اوس کی تفصیل ہین پس نقطہ سفید بمنزلہ احدیت کے ہے اور میم مع نقطہ سفید کے بمنزلہ حدت کے اور اوسکے چالیس اعداد ہونا بمنزلہ

واحدیت کے ہے۔ اس مین ایک تقسیم اور ہے کہ احدیت و وحدت و واحدیت جب تک فی الخارج انکا ظہور نمانا جاوے اوسوقت تک انفس یعنی ملکوت ہے اور جب اون کا ظہور فی الخارج بھی لے لیا جاوے تب اوسکو آفاق وعالم ملک کہتے ہین اور اسی طرح پر ملک کے کل مراتب مین تقسیم ملک وملکوت کی ہے یعنی عقل کل ملکوت ہے اور نفس کل ملک ہے پھر نفس کل وطبیعت کل وہبا ملکوت ہے اور شکل کل وجسم کل وعرش ملک ہین پھر شکل کل وجسم کل وعرش ملکوت ہے اور افلاک وعناصر ومو الید ملک ہین اب ان کل ملکوت وملک کا جامع انسان ہے جس کی عبارت میم سے ہے کہ وہ غیب وشہادت کے لیے حقیقت جامعہ ہے فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ والیہ ترجعون اور اسی واسطے محمدؐ کے لفظ مین پہلے میم ہے اور اس جامعیت کا نام الوہیت ہے۔ اسکا ظاہر ملک ہے اور باطن ملکوت اور اسی واسطے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلاے الوہیت ہین اور آپکی ذات ذات تنزیہی اور آپ کا ظہور ہر مظہر مین حسن ہے اور آپ اپنی ذات سے بالبداہتہ پوشیدہ ہین اور امہات اسما جو حیات وعلم وارادہ وقدرت وسمع وبصر وکلام ہین آپ اون کے مظہر تام ہین اور آپ کی ذات مقدس قرآن ہے اور آپ اپنی تشبیہ مقدس سے جس کے واسطے تنزل لازمی ہے دیار ہند مین رہنے والے ہین یعنی قابل پرستش اہل ہنود ہین۔ ع

دل برا ز بتخانہ شد ہندوستان نامیدمش

تمم باہر سرے ہر سو سروکاری گردار	غمش باہر دلی سوداے بازاری گردارد

اور باوجود ہند مین بستے ہونے کے آپ عرب مین چادر مویہ اوڑھے ہوے ہین کیس

ف پس پاک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ مین ہر چیز کی ملکیت ہے اوسی کی طرف سب چیزین لوٹتی ہین ۱۲

آپ مع اون اوصاف کے تحت وفوق مین یکتا و بے ہمتا ہین اور کفر و اسلام دونون مین رحمت ہین وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کیونکہ آپ یقیناً قبل سب کے تھے پس یہ بات لازمی ہے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ آپ ہی کی ذات سے ہوا ہے اور ان سب موجودات مین آپ کا تفقہ مثل الف کے اس بات سے بالاتر ہے کہ کسی چیز سے تشبیہ دیا جائے کیونکہ بسم اللہ مین ب کے بعد الف اسم سے غائب ہو گیا ہے اسی واسطے باوجود ہر شے کے ساتھ عینیت و معیت کے آپ کنز مخفی ہین اور حضرت مصنف رح نے آپکو ۷۹۹ھ مین ایسا ہی دیکھا ہے جو انھون نے لکھا ہے اور چونکہ آپ تمامی موجودات کا مبدار ہین لہٰذا یہ بات ضروری ہے کہ جو چیز مخلوق ہو وہ اوسی مبدار سے ہو گی لہٰذا آپ کی شان پاک مین وارد ہوا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک

بیان مراتب وجود

اعلم ان عدد المیم اربعون هذا العدد هو عین کمال الاعتدال فی کل شی وهو میقات الرب سبحانه وتعالی ومعنی المیقات هذا العدد موافق لمراتب الوجود التی لیس بعدها الا ما کان اولها۔

جاننا چاہیے کہ میم کے عدد چالیس ہین اور یہ عدد ہر چیز مین کمال اعتدال سے عین ہے اور وہ اعتدال میقات رب سبحانہ وتعالی ہے اور میقات کے معنی یہ ہین کہ یہ عدد اون مراتب وجود کے موافق ہے کہ جنکے بعد وہی ہے جو اُنسے پہلے تھا۔

ف ۱ نہین بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت عالم والون کے لیے ۱۲ ف ۲ اگر مین تجھ کو نہ پیدا کرتا تو آسمانون کو نہ بناتا ۱۲

المرتبة الاولی ھی الذات الساذج۔
المرتبة الثانی ھی العماء وھی عبارة
عن الکنہ الذاتی عبر عنھا بالمعرفة
المرتبة الثالثة۔ ھی الاحدیة و
ھی عبارة عن السذاجة الذاتیة عبر
عنھا بالکنز المخفی

المرتبة الرابعة۔ الواحدیة و
ھی اول تنزلات الذات فی الاسماء
والصفات۔

المرتبة الخامسة۔ الالوھة وھی
المرتبة الشاملة لمراتب الوجود
اعلاھا واسفلھا۔

المرتبة السادسة۔ الرحمانیة
وھی المرتبة المختصة باعلی مراتب
الوجود۔

المرتبة السابعة۔ الربوبیة وھی
المرتبة المقتضیة بوجود المربوب ومن
ھنا ظھر الخلق۔

المرتبة الثامنة العرش وھو الجسم الکلی
المرتبة التاسعة القلم الاعلی و
ھو العقل الاول۔

مرتبۂ اولیٰ۔ ذات ساذج۔
مرتبۂ دوم۔ عماء اور یہ عبارت
ہو کنہ ذاتی سے جس سے بذریعہ معرفت کے تعبیر کیجاتی ہے
مرتبۂ سوم۔ احدیت اور یہ عبارت
ہے اوس ذات محض سے کہ جس سے کنز مخفی
مراد ہے۔

مرتبۂ چہارم۔ واحدیت اور یہ ذات
کا سب سے پہلا تنزل ہے اسماء و صفات
مین۔

مرتبۂ پنجم۔ الوہیت اور یہ مرتبہ
مراتب وجود کے اعلیٰ و اسفل کو
شامل ہے۔

مرتبۂ ششم۔ رحمانیت اور یہ
مرتبہ مختص ہے باعلیٰ مراتب
وجود۔

مرتبہ ہفتم۔ ربوبیت اور یہ مرتبہ
وجود مربوب کا مقتضی ہے اور خلق
یہین سے ظاہر ہوئی۔

مرتبہ ہشتم۔ عرش اور وہ جسم کلی ہے۔
مرتبۂ نہم۔ قلم اور وہ عقل اول
ہے۔

المرتبة العاشرة - اللوح المحفوظ و
هو النفس الکلی
المرتبة الحادیة عشر - الکرسی وهو
العقل الکلی عبارة عن القلب
المرتبة الثانیة عشر -
الهیولی -
المرتبة الثالثة عشر -
الهباء -
المرتبة الرابعة عشر - فلک العناصر
المرتبة الخامسة عشر - الفلک الاطلس
المرتبة السادسة عشر - فلک البروج
المرتبة السابعة عشر - فلک الزحل
المرتبة الثامنة عشر - فلک المشتری
المرتبة التاسعة عشر - فلک المریخ -
المرتبة العشرون فلک الشمس
المرتبة الحادیة والعشرون - فلک الزهرة
المرتبة الثانیة والعشرون - فلک العطارد
المرتبة الثالثة والعشرون - فلک القمر
المرتبة الرابعة والعشرون - فلک الاثیر
وهو فلک النار
المرتبة الخامسة والعشرون فلک الهواء

مرتبۂ دہم لوح محفوظ - اور وہ نفس
کلی ہے -
مرتبہ یازدہم - کرسی اور وہ طبیعت کلی ہے
مراد قلب سے -
مرتبۂ دوازدہم - ہیولا اور وہ جوہر
ہباء ہے)
مرتبہ سیزدہم ہبا (اور وہ شکل کل سے
مراد ہے) -
مرتبۂ چہاردہم - فلک العناصر -
مرتبۂ پانزدہم - فلک اطلس
مرتبہ سیزدہم - فلک البروج -
مرتبہ ہفتدہم - فلک الزحل -
مرتبہ ہیجدہم - فلک المشتری -
مرتبہ نوزدہم - فلک المریخ -
مرتبہ بستم - فلک الشمس
مرتبۂ بست و یکم فلک الزہرہ
مرتبہ بست و دوم فلک العطارد
مرتبہ بست و سوم - فلک القمر -
مرتبہ بست و چہارم - فلک الاثیر اور
وہ کرہ آتش ہے -
مرتبہ بست و پنجم - کرۂ ہوا -

المرتبة السادسة والعشرون. فلك الماء

المرتبة السابعة والعشرون. فلك التراب

المرتبة الثامنة والعشرون. فلك المولدات

المرتبة التاسعة والعشرون فلك الجوهر البسيط

المرتبة الثلاثون. فلك العرض اللازم

المرتبة الحادية والثلاثون المركبات وهي المعادن

المرتبة الثانية والثلاثون. النباتات۔

المرتبة الثالثة والثلاثون. الجمادات

المرتبة الرابعة والثلاثون. الحيوانات

المرتبة الخامسة والثلاثون. الانسان

المرتبة السادسة والثلاثون عالم الصور منه يلحق بها الدنيا۔

المرتبة السابعة والثلاثون عالم المعاني يلحق بها البرزخ۔

المرتبة الثامنة والثلاثون. عالم الحقائق ويلحق بها القيامة

المرتبة التاسعة والثلاثون الجنة والنار

المرتبة الاربعون۔ الكثيب الابيض الذي يخرجون اليه اهل الجنة وهو عبارة عن مجلى الحق تعالى

مرتبہ بست وششم۔ کرۂ آب۔

مرتبہ بست وہفتم۔ کرۂ خاک۔

مرتبہ بست وہشتم۔ فلک المولدات۔

مرتبہ بست ونہم۔ فلک جوہر بسیط (اور یہ عالم مثال ہے)

مرتبہ سی ام۔ فلک عرض لازم۔

مرتبہ سی ویکم۔ مرکبات اور یہی معدن ہین۔

مرتبہ سی ودوم۔ نباتات۔

مرتبہ سی وسوم۔ جمادات۔

مرتبہ سی وچہارم۔ حیوانات

مرتبہ سی وپنجم۔ انسان

مرتبہ سی وششم۔ عالم صورت جس سے دنیا ملحق ہے۔

مرتبہ سی وہفتم۔ عالم معانی اور اوس سے عالم برزخ ملحق ہے۔

مرتبہ سی وہشتم۔ عالم حقایق اور اوس سے قیامت ملحق ہے۔

مرتبہ سی ونہم جنت ونار

مرتبہ چہلم۔ وہ کثیب ابیض جسکی طرف اہل جنت نکلین گے اور وہ مراد مجلاے حق تعالی اور دار الدور سے ہے جسکے بعد

وداراللہ ورفما بعدہ الا الذات

فھذا العدد ھو اصل الاشیاء وبہ
کملت تخمیرۃ طینۃ ادم وھو اول
موجود من ھذا العالم الانسانی ظھر
فی المرتبۃ الرابعۃ من العدد لان
العالم باجمعہ لیس فیہا الا اربعۃ
انواع ۔

قدیم او حدیث ولطیف او
کثیف وما ثم الا ھذہ الاربعۃ فجمعھا
ھو عین ھذا المیم المحمدی الذی
قلنا انہ جمیع الوجود القدیم
والحدیث والکلام علی ھذا العدد
کثیرا جدا من حیث تفرعاتہ فی
الطبائع والعناصر والانشاءات و
الفصول وغیر ذلک وتکفی عن
الجمیع اشارۃ ان کان فی القلب
بصارۃ ۔ اسم الشئ وسمہ الذی
تبصورہ یتعقل ذلک الشئ یمتاز بہ
عن غیرہ کما یمتاز ذو الوسم ممن
لا وسم لہ ۔

بجز ذات کے کچھ نہین ہے ۔

پس یہی عدد اشیا کی اصل ہین اور
اسی سے تخمیر طینت آدم پوری ہوئی اور وہ
اول موجود ہے عالم انسانی سے جو عدد سے
چارم مراتب مین ظاہر ہوا اسی لیے عالم کی مجموعی
طور پر چار قسمین ہین ۔

قدیم ۔ یا جدید ۔ لطیف ۔ یا کثیف
اور ان چارون کے سواے کچھ نہین
ہے پس وہ مجموعی حالت مین عین یہی
میم محمدی ہے کہ جس کو ہم نے کہا کہ
وہ کل وجود قدیم وحادث ہے اور
اس عدد پر کلام بہت ہے یقیناً
بحیثیت اوس کے تفرعات کے جو
طبائع وعناصر وانشارات وفصول
وغیرہ مین ہین ۔ اور کل سے اشارہ کافی
ہے اگر قلب مین بصارت ہو ۔ اسم شے
وہ علامت ہے کہ جس کے تصور سے
وہ شے جانی جاتی ہو اور اپنے غیر سے تمیز
کیجاتی ہے جیسے صاحب علامت اوس شخص
سے ممتاز ہوتا ہے جسکے لیے کوئی علامت نہو

جاننا چاہیے کہ ان مراتب کی ترتیب یون ہے کہ ذات ساذج فی نفسہ عما مین ہے اور

اذ الباء عن الموجود قبل استدارة
الهاء موجود بعده وكذالك
العالم مع الله على حالته التى
كان عليها قبل ان يخلقه الله
سبحانه۔ فافهم وتامل فى هذا
السر الغريب وقس بما ذكرته
خارجًا عنك على ما هو فى
ذاتك فليس المراد من ذالك
الا سعادتك ووقوعك على
عينك۔ والسابع الواو البارز
عدده فى المرتبة السادسة وهو
معنى يشير الى كلام الله تعالى
الا ترى الى الست الجهات التى
غاية نهايتها كمال العرش
الرحمانى المنسوب الى كل جهة
كيف دخلت تحت حضرة كن
فكما ان الكلام الالهى لا نهاية له
كذالك المخلوق الداخل تحت
حيطة العرش ممكن ولا نهاية للممكن
فانظر عدم النهاية فى الواجب
الوجود كيف ظهر بعينه فى الممكن

ہے اور اسی طرح عالم حق
کے ساتھ اوسی طرح موجود ہے کہ جیسا قبل
پیدایش کے تھا۔ پس سمجھ اور اس سر غریب
مین غور کر اور جو چیز مین نے تجھے باہر بیان
کی ہے اوسکو اپنی ذات کے اندر کی چیز پر
قیاس کر۔ کہ اس سے تیری سعادت اور
تیرا وقوع اپنی ذات پر مقصود ہے۔ اور
ساتوین واو ظاہر۔ اسکے عدد مرتبہ
مین چھ ہین اور اس کے معنی کلام الٰہی کی
طرف اشارہ کرتے ہین۔ جہات ستہ کو
دیکھو کہ جن کی انتہاے کمال عرش رحمانی ہی
جو ہر جہت کی طرف منسوب ہے کہ وہ
(جہات) تحت حضرت کن کس طرح داخل
ہوے پس جس طرح کہ کلام الٰہی کی انتہا
نہین ہی اوسیطرح مخلوق جو تحت حیطہ عرش داخل ہی ممکن ہے
اور ممکن کی انتہا نہین ہی۔ پس واجب الوجود مین اس
عدم نہایت کو دیکھو کہ وہ ممکن جائز الوجود
والعدم مین کس طرح ظاہر ہوا پس یہ آیات
اسمار ہین یہی معناے اللہ ہین اور اللہ کی
صورت اسما ذاتًا اسمار سبعہ کے سوا نہین
ہے اور وہ اسما یہی ہین۔ اور لوگون نے

الجائز الوجود والعدم فهذه السبعة الاسماء هی عین معنی الله وصورته اسماً وذاتاً لیست سواه وهی هی - واختلف الناس فی هذا الاسم فمنهم من قال انه مشتق من اله یاله الها بمعنی عبد یعبد عبادة فجعل المصدر اسما للمبعود فقیل آله و زید فیه الف التعریف واللام التعریف فقیل الله - ومنهم من قال اله بمعنی عشق فیکون اله مصدر العشق ومنهم من قال انه اسم جامد غیر مشتق ولم یکن اصله الا بل هو علی حاله علم لواجب الوجود المخترع للعالم ولیس هو الا هذه الخمسة الاحرف ال ل اه وهذا هو مذهبنا والدلیل علیه تسمی الحق به قبل ان یخلق العالم لان الله غنی عن العالم بخلاف اسمه الرحمن فانه ناظر الی مقصود

اس اسم مین اختلاف کیا ہے - پس بعض یہ کہتے ہین کہ آلہ یالہ الہا سے مشتق ہے بمعنی عبد یعبد عبادتًا پس مصدر معبود کے لیے نام مقرر کیا گیا پس آلہ کہا گیا اور اوسمین الف تعریف اور لام تعریف بڑھا دیا گیا پس اللہ کہا گیا اور بعضون نے کہا ہے کہ الہ بمعنی عشق سے ہے پس آلہ مصدر عشق ہو گا اور بعضون نے کہا ہے کہ وہ اسم جامد غیر مشتق ہے اور اوس کی اصل آلہ نہین تھی بلکہ وہ اپنے حال پر ہے اور وہ (یعنی لفظ اللہ) واجب الوجود مخترع عالم کا نام ہے اور وہ یہی پانچ حروف ہین ال ل اہ اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اس کی دلیل حق کا اس اسم سے قبل تخلیق عالم کے مسمیٰ ہونا ہے اس لیے کہ اللہ عالم سے غنی ہے بخلاف اوس کے اسم رحمن وغیرہ کے کہ جو ظہور اثر رحمانیت کے لیے مرحوم کا منتظر رہتا ہے تو اس سے حق سبحانہ تعالیٰ کے واسطے یہ ضروری ہے کہ یا بظاہر وجود مین یا بباطن اپنے علم مین اوس (مرحوم) کو ملحوظ رکھے - اور اسی طرح رب

اثر الرحمانیۃ فی المرحوم لابد من
ذلک للحق سبحانہ وتعالیٰ اما
ظاہر فی الوجود واما باطن فی
علمہ ملحوظ لہ فافہم۔ وکذا الرب
الرب والخالق وبقیۃ الاسماء
الرحمانیۃ کالمعطی والواہب والمنعم
واعنی بالاسماء الرحمانیۃ کلما
یطلب موثرا یظہر فیہ اثرہ
کالعلیم فانہ یطلب معلوما۔ والسمیع
والبصیر والقدیر والمرید والمتکلم
کالکلمۃ کن فانہا تطلب مکونا
فہذہ واشباہہا اسماء الرحمانیۃ
وقد سبق فیما تقدم معنی
ان الرحمن ہو اللہ بنظرہ الی
ما یستحقہ العرش وما حواہ
بخلاف اسمہ اللہ فانہ علم
للذات التی ہی ہویۃ کل ہویۃ
وانیۃ کل انیۃ وانانیۃ کل
انانیۃ ولا یتقید بنظرہ ولا ینعدم
تقیدہ بنظر ہو الجامع للشی و
ضدہ۔ ولہذا قال من قال

اور خالق اور باقی اسمار رحمانیہ ہین
جیسے معطی اور واہب اور منعم اور اسمار رحمانیہ
سے مراد وہ کل اسمار ہین جو موثر کو طلب
کرین کہ جس مین اوس اسم کا اثر ظاہر ہو
جیسے علیم کہ وہ معلوم کو طلب کرتا ہے اور
سمیع و بصیر و قدیر و مرید و متکلم مثل کلمہ کن کے
ہین جو مکون کو طلب کرتا ہے پس یہ اسماء اور اوسکے مانند اسماء
رحمانیہ ہین اور پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ
رحمن وہی اللہ ہے مگر اس لیے کہ اوس کی نظر
اوس چیز کی طرف ہے کہ جس کا عرش وغیرہ مستحق
ہے بخلاف اسم اللہ کے کہ وہ نام ہے اوس
ذات کا جو ہویت ہر ہویت ہے اور انیت ہر انیت
ہے اور انانیت ہر انانیت ہے اور اوسکا
تقید نظر سے نہین ہوسکتا ہے اور اوس کا
تقید معدوم بھی نہین ہوسکتا ہے اِس نظر
سے کہ وہ شے اور ضد شے کا جامع ہے
اور اسی لیے کہنے والے نے کہا ہے کہ
اللہ عین وجود و عدم ہے۔ اب یہ بات
کہ وہ عین وجود ہے ظاہر ہے لیکن یہ بات
کہ وہ عین عدم ہے اس مین ستر دقیق
ہے کہ جسپر بجز کاملین اولیاء اللہ کے کوئی

ان الله هو عين الوجود والعدم
فاما قوله عين الوجود فظاهر
واما قوله عين العدم ففيه
سر دقيق لا يطلع عليه الا
الكمل من اهل الله تعالى لمقامهم
اومن فتح له رتق هذا الباب
قبل وصول هذا المحل ولابد من
الكلام بعد ما شرعنا فيه وهذا
وجه من وجوه التي يصح فيها
الطلاق اسم العدم عليه لكماله
سبحانه وتعالى ولوجوبه
تعالى الله علوا كبيرا - واعلم ان
الله علم يعطيك تعقله مسمى
حوى مراتب الالوهية ويتصور
عندك انه امر زائد عليك
مغائر لذاتك فهذا المتصور علم
لا وجود له اذ عين المراد ذاتك
فما ثم متصور الا الله وما ثم
الا انت بل ما ثم الا الله واعلم
ان قولنا الحق والخلق والرب
والعبد انما هو ترتيب حكمي

مطلع نہین ہوسکتا ہے اور وہ اکاملین بھی
الفرق مراتب - اور یا وہ شخص مطلع ہوسکتا
ہے کہ جسپر یہ دشواری قبل اس مقام پر
پہونچنے کے آسان کردی گئی ہو - اور
جب ہم اس کو شروع کر چکے تو اِس کا
بیان کرنا ضروری ہے اور یہ وجہ اون وجوہ مین
سے ہی کہ جنمین اس اسم اللہ پر اسم عدم کا اطلاق صحیح ہوتا
ہی بسبب اوسکے کمال کے اور بوجہ اوسکے وجوب کے
تعالی اللہ علوا کبیرا - اور جاننا چاہیے کہ اللہ وہ
نام ہے کہ جو تجھ کو اپنے مراتب الوہیت پر حاوی
ہونے کے مسمے سے تعقل عطا کرتا ہے کہ وہ (اللہ)
تیری ذات کے مغائر تیرے اوپر امر زائد ہے پس
یہی متصور عدم ہی کہ جنکے لیے وجود نہین ہی اسلیے
کہ عین مراد تیری ذات ہے پس نہین متصور ہے
مگر اللہ نہین متصور ہے مگر تو بلکہ نہین متصور
ہے مگر اللہ اور جاننا چاہیے کہ ہمارا
یہ قول کہ رب اور عبد اور حق اور خلق
ذات واحدہ کے لیے ترتیب حکمی نسبی ہے
اوس کے معنے کلیۃً پورے نہین ہوتے اور
تیرا وقوف اون تعددات مین سے کسی
تعدد کے ساتھ دور اور تضییع اوقات ہے

نسبی لذات واحدة کل ذلك
لا یستوفی معناها۔ ووقوفك
مع شیٔ من تعدد ذالك دور و
تضییع وقت فی عین الحقیقة الا
اذا کنت ممن یشم المسك وهو
فی فارته۔ فان کل ذلك حینئذٍ
ترتیب لذاتك تستحقه بالاصالة
فحینئذٍ اکلت الزفرسید غیرك
ووزنت لنفسك فی عیار مرتبتك
وما یستحقه قانونك فما وجدته
من تلك فهو عین الحقیقة
وما وجدته من الله الیك علی
سبیل الاتحاد والاتصال فهو
عین الضلال فی الحق والالحاد
ولا یذوق هذا الکلام الاعربی
اعجمی لغته غیر لغة الخلق ومحله
غیر محلهم فهو یستوفی ماله
کمالم یزل ویرمی بسهم مراتبه
فی قوس مقتضیاته علی هدف
ذاته بید قائم احدیته
فلا یخطی له مرمی ولا ینکسر له سهما

عین حقیقت مین مگر جب کہ تو اون لوگون
مین سے ہو (جن کی تعریف یہ ہے) کہ وہ
مشک کو اوس حالت مین سونگھتے ہین جبکہ
وہ نافہ مین ہوتا ہے پس یہ سب اوس وقت
تیری ذات کی ترتیب ہے کہ جس کو تو
بالاصالۃ مستحق ہے۔ پس اس وقت تو نے
مشک اپنے غیر کے ہاتھ سے سونگھا اور
اپنے نفس کا وزن اپنے مرتبہ کے معیار
مین اور اوس مین کہ جس مین تیرا قانون مستحق
ہے کیا پس جو کچھ تو نے اس سے پایا وہ
عین حقیقت ہے اور جو کچھ تو نے اللہ سے
اپنی طرف برسبیل اتحاد واتصال پایا وہ عین
ضلال والحاد حق مین ہے اور اس کلام سے
ذائقہ نہین لے گا مگر عربی عجمی کہ جس کی لغت
غیر لغت خلق ہے اور اوس کا محل اون کے
محل کا غیر ہے پس وہ اوس ذائقہ کو پورا
کر لیتا ہے کہ جو اوس کے واسطے ہے
جیسا کہ ہمیشہ سے تھا اور قوس مقتضیات
مین اوس ہاتھ سے کہ جو اوس کی احدیت کے
قائم ہی اپنے مراتب کا تیر ہدف ذات پر چلاتا ہی
پس تیر چلانیوالا خطا نہین کرتا ہی اور نہ اوسکا یا نسم

فلایسھا مہ تزول ولا عین الوحی تحول تعالی اللہ ان تنصرم الوھیۃ او تنقسم احدیتہ	پلٹ سکتا ہے۔ پس نہ اوسکا تیر چلتا ہے اور نہ تیر چلانیوالے کی آنکھ پھرتی ہے اللہ اس سے برتر ہے کہ اوسکی الوہیت منقطع ہو یا اوسکی احدیت منقسم ہو۔

جاننا چاہیے کہ ارباب تصوف مین خاصۃً ارباب تحقیق کا مذہب و مسلک یہ ہے کہ وہ کسی چیز کو جو نظر وغیرہ مین آتی ہے اور کسی کلام کو جو سماعت مین آتا ہے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا۔ بلاوجہ اور بیکار نہین جانتے ہین اور ہر شے کو مظہر حق بلکہ عین حق جانتے ہین اور کسی موجود کو خالی از حکمت نہین جانتے ہین چاہے وہ کیسا ہی بُرا نظر آوے یا معمولا سمجھ مین آوے اور نظام عالم سے ایک اصول پر اوسکا عرفان کرتے ہین اور بحکم ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا[۱] ہر شے کو اور ہر رسم و رواج کو اور ہر مخلوق کو عمدہ اور معقول اور حسین و جمیل جانتے ہین اور اونکا کام یہ نہین ہے کہ ایک کو اچھا کہین اور دوسرے کو بُرا۔ جو شخص کسی طریقہ کو اچھا جانتا ہے اور کسی طریقہ کو بُرا جانتا ہے وہ حضرات صوفیہ کے مسلک مین نہین ہے۔ کعبہ و بت خانہ اون کے نزدیک برابر ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ اسی کعبہ مین پہلے بت تھے اور اب بھی کعبہ خدا کا گھر ہے ؎

نہ وہ مجمع بتون کا ہے نہ اگلی صورتین باقی
بجز نام خدا سچ کہیے کعبہ مین رہا کیا ہی

اور یہ مساوات اسوجہ سے ہے کہ ایک مبدا حق ہے جو محض خیر ہے صور جمالی و جلالی کی تخلیق ہے اور معشوق حقیقی کا ظہور ہے پس معشوق حقیقی کے کس اسم یا کس صفت کو کوئی اہل تحقیق و اہل محبت برا کہہ سکتا ہے فرق اچھے اور برے کا اہل تحقیق کے نزدیک اسطرح پر ہوتا ہے کہ ہر شے کے محل مین فرق ہوتا ہے اور اس محل کو

[۱] اے پروردگار تونے اِن کو باطل نہین بنایا ہے ۱۲

بتانے کے لیے شرایع واحکام ہین۔ پس اوس محل کا دریافت کرنا اہل تحقیق کا کام ہے اوران اسمار وصفات کے بے محل واقع ہونے پر بمقابلہ ایک موجود کے دوسرا موجود اچھا یا برا کہا جاتا ہے۔ بعض اہل تقلید اپنے عقیدۂ ایمانداری مین اللہ ومحمدؐ اور اسی قسم کے معظم ومکرم اسامی مین تاویلین کرکے بےتکی تقریرین کرتے ہین کہ اصولاً اوسکے کوئی معنے نہین ہوتے۔ اگرچہ اہل تحقیق اوس بے تکی تقریر کو بھی اپنے اصول کے مطابق اچھا جانتا ہے اور اون لوگون کی نسبت وہ کہتا ہے کہ اکثر اهل الجنة بلہ[۱] لیکن خود عارف تام المعرفت ومحقق بلا کسی اصول کے ایک لفظ بھی زبان سے نہین نکالتا ہے۔ مین نے جب اس فصل کو جسمین لفظ اللہ کی تحقیق ہے حضرت مصنفؒ کی اس کتاب مین دیکھا اور اوسکو من اولہ الی آخرہ پڑھ گیا تو ظاہراً مجھ کو یہ دریافت کرکے بہت تعجب ہوا کہ کیا حضرت مصنف بھی مثل ارباب تقلید کے اکثر اهل الجنة بلہ کے مصداق ہین کہ جو اونھون نے لفظ اللہ کے حروف مین گڑھی ہوئی تاویلین کرکے بے سمجھے بوجھے لوگون کو لبھانے کے واسطے عقیدتاً بیان کردیا ہے مین یہ سوچکر اس فصل کی شرح کرنے سے رُک گیا اور ملہم الغیب سے استعانت واستمداد کرتا رہا۔ الحمد للہ کہ میرا وہ فاسد خیال جو حضرت مصنفؒ کی نسبت پیدا ہوگیا تھا جاتا رہا اور اب جہانتک میری سمجھ کفایت کرتی ہے اس فصل کی شرح محققانہ کرتا ہون۔

اسم اللہ کی اصل الالہ جو حضرت مصنفؒ نے لکھکر الف وسطے کو ساقط کرکے اور لام اول مین لام ثانی کو ادغام کرکے کلمہ اللہ کو ثابت کیا ہے یہ تو قاعدۂ صرفی کی روسے کیا ہے جو متعارف ہے۔ اب اون کی تحقیق یہ ہے کہ لفظ اللہ مین سات حروف مع واو کے ہین اور وہ حروف (اَ ل اَ ل اُ ہ وُ) ہین۔ آپ کو اسی کتاب الکہف والرقیم کی اوپر کی عبارتون سے واضح ہوگیا ہے کہ الف ایک ایسا وجود ہے کہ جو دیکھا

[۱] اکثر اہل جنت سیدھے سادے مین ۱۲

نہین جا سکتا ہے اور غیب الغیب مین بلا صورت کے ہے اور غیب الغیب بھی اوسکے لیے مکانیت کا دعوی نہین کرسکتا ہے اور محض نقطہ کے انبساط نے الف کو دکھایا ہی اور نقطہ بھی وہ کہ جس کے جگہہ تو مقرر ہے مگر اوسکے اجزا نہین ہو سکتے یعنی الف حقیقت مطلقہ ہے کہ جسکے علوے کبریائی کے لیے تشبیہ نہین بلکہ تنزیہ بھی دھبہ ہے تعالی اللّٰہ عن ذالک علوا کبیرا لیکن کوئی اہل ملل اس مرتبہ لامکانی واطلاقی ومنزہ عن القید والاطلاق مین بھی یہ اعتقاد نہین کرسکتا ہے کہ اللّٰہ حی وعلیم وقدیر ومرید وسمیع وبصیر وکلیم نہین ہے یعنی ان امہات اسماء سے اپنے کسی طور یا مرتبہ مین خالی تھا یا ہے اور وُہ اسما کسی آن مین اوس کی ذات سے یا ایک دوسرے سے علحدہ تھے یا ہو سکتے ہین اور یہ امہات اسما مبدا ومصدر تمامی اسما وصفات کے ہین کہ جن سے متنوعات لاتعد ولاتحصے ہین اور یہی مرتبہ الوہیت حق ہے جن سے ماضی ومستقبل کو ایک حال مین الآن کما کان جیسا کہ اوسکی ذات مقتضی ہے مجتمع کردیا ہے اس طرح پر کہ ایک دوسرے سے ممتاز نہین ہے اور اگر تنزلات مین دیکھو تو ایک دوسرے سے ممتاز ہوکر متفرق بھی ہے ورنہ سب حال ہی حال ہے۔ پس اللّٰہ کا ایک نام حی سہو آپ دیکھتے ہین کہ حیات تمام مخلوقات علی الخصوص انسان کے رگ وپے اور رونگٹے رونگٹے مین اور ہر ہر صفت مین ساری ہے۔ یعنی بلا اسم حی کے نہ علم ہے نہ ارادہ ہی نہ قدرت ہے نہ سماعت ہے نہ بصارت ہی اور نہ کلام ہے لیکن اسم حی کا ظہور ہرگز نہوتا اگر اسم حی اسماء علیم ومرید وقدیر وسمیع وبصیر وکلیم کے اظہار کے لیے دل ودماغ اور کان اور آنکھ اور زبان وغیرہ صورتین لیکر مجموعی صورت ایک انسان باکیف وبارو وباجہت کی نبکر رہتا فرق ان اسماء سبعہ انسانیہ اور اسماء سبعہ اللّٰہ مین یہ ہے کہ انسان کے یہ اسماء بہ نسبت اللّٰہ کے ناتمام ہین اور اسی طرح سے ان اسماء کے ظہور کی حکمت بھی بہ نسبت اللّٰہ کے انسان مین فردتر ہے۔ پس لامحالہ جو جو حروف کہ اسم جامع اللّٰہ مین ہین وہ اصولاً وحقیقتاً بلا کسی

تا ذیل کے بعینہ اون اسماء سبعہ کے ایک ایک مظہر ہین۔ پس اللہ کا پہلا الف مظہر اسم حی
ہے اور الف کی نسبت اوپر بیان ہوچکا ہے کہ حیات الف کل حروف مین ساری ہی
اور جب اوسکی حیات کل حروف مین ساری ہے تو لفظ اللہ کے لام اول اور الف ثانی
اور لام ثانی اور الف ثالث اور ہا اور واو مین بھی ساری ہے جس طرح سے حیات
ہر رگ و پے مین ساری ہوتی ہے۔ لہذا الف کے معنی اسم حی کے ہین اور چونکہ اللہ فی نفسہ
حی ہے اور اوس کا ارادہ کرنا بسبب ظہور عالم کے توجہ الی التکوین ہے لہذا ایک صفت
سے متعدد صفتون کا ظہور مرتبہ تنزل اللہ نے فرمایا کیونکہ ل کا جو دائرہ ہے وہ دائرہ
کونیہ ہے اور جو اوپر کا حصّہ ہے وہ الف ہے۔ الف اور دائرہ کونیہ کے اتصال نے
دو مرتبے یہان پر پیدا کردیے ہین یعنی الف اول جو مرتبہ احدیت وحیات ہے اوس سے
لام نے امتیاز حاصل کرکے مرتبہ وحدت وارادہ اختیار کیا ہے اور پھر دوسرے الف نے
اپنی قدرت کاملہ کا اظہار لام یعنی علم کے اتحاد سے تیسرے مرتبہ مین کیا جسکو واحدیت یا اعیان ثابتہ
کہتے ہین پھر تیسرے الف نے اپنے علم کا اظہار جو فی الباطن واحدیت مین تھا اسکو فی الخارج ہا کیساتھ جو عدم محض تھا
منعکس ہوکر اختیار کیا۔ یہ تکوین عالم نفسی سے فی الخارج عالم آفاقی کی شروع ہوئی اور اس مقام پر نفس نے آفاق
فی الخارج پر نظر کی اور اوس سے کلام فرمایا کہ الست بربکم اور واو یعنی آفاق فی الخارج سے جواب سُنا کہ بلیٰ
تو اسماء سمیع وبصیر وکلیم کا ظہور الف ثالث اور ہا اور واو سے عالم تکوینی مین ہوا اور دائرہ ہا مین ایک
سرّ یہ ہی کہ بیچ مین سفیدی جو خالی ہے وہ حق کی معیّت ہے اور فی الواقع وہ معیت من جمیع
الوجوہ ہے کہ صورت مین سے کوئی چیز اوس سفیدی نے چھوڑی نہین ہے یہی معنی
ہین ما رأیت شیئا الا ورأیت اللہ فیہ کے پس ہا کا وجود محض اللہ کی معیت کی وجہ سے
ہے اور کچھ نہین۔ پس اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ محض اسماء سبعہ حق نے عالم کو
ظاہر و پیدا کیا ہے اور اس مین باعتبار نفس وباعتبار آفاق جو کچھ غیر نظر آتا ہے وہ محض
ان اسماء سبعہ کے تباین وتعدد کی وجہ سے ہے جو حق کے عین ہین اور حق اون کا عین

ہے اور یہ بات کہ امہات سبعہ عین حق ہین اور حق اونکا عین ہے ۵ کے اوپر دا د بار رہونے سے ظاہر ہوگئی ہے۔ کیونکہ ابجد کی روسے دا و کے چھ عدد ہین اور حضرت حق مین بھی باستثنار وا و کے چھ حضرات ہین اگر اون حضرات کو آپ باعتبار مراتب ستہ کے رکھین جن کا ذکر ہم نے مقدمہ مین قل ہو اللہ کی تفسیر مین کیا ہے تو بھی چھ حضرات ہین اور اگر جہات آفاقی کے لحاظ سے اون کو دیکھیے تو مشرق و مغرب و جنوب و شمال و تحت و فوق چھ حضرات ہون گے اور اگر جہات انسانی نفسی کے لحاظ سے اون کو دیکھیے تو یمین و یسار و قدام و خلف و تحت و فوق یہ بھی چھ حضرات ہونگے مقصد اس بیان سے یہ ہے کہ جس پہلو یا جانب پر آپ نظر کرین گے تو جا ہے وہ وجود ہو یا عدم۔ واجب ہو یا ممکن۔ ممکن ہو یا ممتنع۔ اللہ کی الوہیت و اقتدار سے کوئی شے باہر نہ جائے گی اور جب یہ صحیح ہے کہ اللہ کے اسمار وصفات کی کوئی انتہا نہین ہے تو ممکن کے اسمار وصفات کی بھی کوئی انتہا نہین ہوسکتی اور اللہ کی صورت یہی اسمار سبعہ ہین اور مین اوپر بیان کرچکا ہون کہ یہ اسمار سبعہ بلا صورت کے رہ نہین سکتے اور اللہ بے کیف و بے رو و بے جہت و بے صورت یقیناً ہے پس یہ بات محال ہوگی کہ اوس کی صورت قائم کی جاے یا تصور کی جاے۔ اوسی طرح سے یہ بات بھی محال ہوگی کہ اوس کی صورت قائم نہ کی جاے اور تصور کی جاے پس جب اوس بے صورتی مین اسمار سبعہ لازمی طور پر یقیناً ہین تو وہ یعنی اللہ بصورت انسان ضرور بالضرور ہوگا۔

۵	بہر رنگی کہ خواہی جامہ می پوش	من انداز قدرت را می شناسم	

اب کسی صورت کا نہونا اوسکے لیے اسی طرح پر ثابت کیا جائیگا کہ جو صورت دیکھو وہ اللہ کی ہے مگر اوسکے علاوہ اور صورتین بھی ہین لہذا محض وہ پہلی ہی صورت اللہ نہین ہے اور ویسے ہی دوسرے صورت اور تیسری صورت برابر صورتین بنتے چلے جائیے اللہ ختم نہوگا اور نہ اللہ کی کوئی خاص صورت ہوگی اگرچہ ہر صورت

اللہ کی ہے ؂

اگر تو دیدہ گلزار روے او شوقانع | کہ ردی او جز این گلزار گلزاری دگر دارد

اور یہ عقیدہ تو غالبًا آپ کا ضرور ہوگا کہ اللہ اپنے آپ کو ضرور دیکھتا ہے اور جو اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو من جمیع الوجوہ والصفات دیکھتا ہے اور جب من جمیع الوجوہ والصفات دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو بصورت انسان دیکھتا ہے اور جب بصورت انسان دیکھتا ہے تو اللہ جمیل و یحب الجمال پس لامحالہ اپنے آپ کو اوس صورت پر دیکھتا ہے کہ جس کے ساتھ اوس نے محبت کی ہے. محبت ہر شخص کو اپنے ہی ساتھ ہوتی ہے دوسرے کے ساتھ نہین ہوتی مثلاً اگر بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے تو اسوجہ سے کہ وہ اپنا بیٹا ہے اور عورت کے ساتھ اسوجہ سے کہ وہ اپنی عورت ہے پس اللہ نے اپنے آپ کو بروجہ کمال مع اسمار سبعہ کے جو بمحبت ملاحظہ فرمایا وہ تعین محمدی ہے یعنی انسانِ کامل اور یہ ایک ایسا بت مکشوف ہوا کہ جو خدا پرستی کی جان ہے ؂ رباعی

سرمد در دین عجب شکستی کردی | ایمان بفدای چشم مستی کردی
عمر یکہ بآیات و احادیث گذشت | رفتی و نثار بت پرستی کردی

یہ مجاز عین حقیقت ہی اور وہ حقیقت عین مجاز ہے. عاشقی معشوقی سے ہے اور معشوقی عاشقی سے ہے عبدیت معبودیت ہی اور معبودیت عبدیت ہے ربوبیت مربوبیت اور مربوبیت ربوبیت ہے مستی ہوشیاری ہے اور ہوشیاری مستی ہے بلکہ بجز عشق کے اور کچھ نہین ہے ؂

اللہ طلبی رو برہ عشق نظامے | العشق ہو اللہ ہو اللہ ہو اللہ

رباعی

سرمد کہ جام عشق مستش کردند | بالا بردند و باز پستش کردند

می خواست خدا پرستی و ہشیاری ‏ ‏ ستش کردند و بت پرستش کردند

اسی مقام سے عارف باللہ مصنف گلشن راز کا یہ شعر ہے ؎

کنون نے نیستم در خود کہ ہستم ‏ ‏ نہ ہشیارم نہ مخمورم نہ مستم

اور اسی مقام سے حضرت مولانا و مرشدنا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کی یہ غزل ہے ؎

نہ غمخوارم نہ غم دارم نہ دلدارم نہ دِل دارم
نہ در خیرم نہ بے خیرم نہ در کارم نہ بے کارم

نہ مجبورم نہ مختارم نہ منصورم نہ عطّارم
نہ مخمورم نہ سرشارم نہ بیہوشم نہ ہشیارم

نہ باکس الفتے دارم نہ برکس شفقتے آرم
نہ خود با ہیچ کس یارم نہ خود از ہیچ بیزارم

نہ در شہرم نہ ویرانہ نہ در مسجد نہ بتخانہ
نہ در بزمم نہ کاشانہ نہ در دارم نہ دیوارم

نہ شیرینم نہ فرہادم نہ قمری ام نہ شمشادم
نہ پابندم نہ آزادِم نہ در دامے گرفتارم

نہ مجنونم نہ دیوانہ نہ نادانم نہ فرزانہ
نہ چون شمعم نہ پروانہ نہ گلچینم نہ گلزارم

نباشم بلبل و نے گل نہ ریحانم و نے سُنبل
نہ ساغر گیرم و نے مل نہ میخوارم نہ خمّارم

نہ بے صبرم نہ تسکینم نہ تلوین و نہ تمکینم
نہ در دنیا نہ در دینم نہ تسبیحم نہ زُنّارم

تراب از خود ہمہ محوم نہ در سُکرم نہ در صحوم ‏ ‏ نہ اہل منطق و نحوم نہ از علمائے اخیارم

اور اس مقام پر دو قول حضرت مصنف نے صرفی قاعدہ سے لکھے ہین پہلے قول کا مطلب یہ ہو کہ اللہ اوس معبود کا نام رکھا گیا جو مستحق عبادت ہی - ہم کو اس معنی پر کچھ اعتراض نہین کیونکہ یہان یعنی حضرات صوفیہ کے نزدیک جا ہے مستحق عبادت سمجھو یا جو کچھ سمجھو بجز اللہ کے کوئی شے نہین ہے اور دوسرا قول بعضون کا ہے کہ الہ بمعنی عشق ہے اور اس صورت مین الہ مصدر عشق کا ہوا اس مین بھی ہم کو کچھ تردید کی ضرورت نہین ہے لیکن ان دونون مذہبون مین نسبتاً تفرقہ معلوم ہوتا ہی اوس سے بھی کوئی اندیشہ نہین ہے کہ تفرقہ بھی حق ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ بلا کسی ترکیب و تقسیم کے اللہ اسم جامد غیر مشتق ہے اور یہ قطعی صحیح ہے کہ جس مین نہ تفرقہ ہے اور نہ اللہ کی کوئی ابتدا و انتہا ہے بلکہ فی نفسہ اللہ ہی اللہ ہے اور اسی مذہب کو حضرت مصنف نے باین دلیل اختیار کیا ہے کہ اللہ قبل تخلیق عالم کے اللہ تھا نہ یہ کہ بعد تخلیق عالم کے اوسنے اپنا یہ نام رکھا ہو کیونکہ تخلیق عالم اوس کا یہ نام اللہ رکھے جانے کے باعث نہین ہوسکتی ہے کہ ان اللہ لغنی عن العالمین اور اسی لیے اللہ اسم ذات ہے بخلاف دیگر اسما اسم رحمن وغیرہ کے جو اپنے معانی و نسبتون سے بلا ظہور مرحوم وغیرہ کے ظاہر نہین ہوسکتے اگرچہ جو شے مرحوم ظاہر ہو گی وہ بھی اسم اللہ مین مندرج ہے خواہ اوسکے علم مین ہو یا نسبتاً اوس کے باطن مین ہو جیسے علیم معلوم کو طلب کرتا ہے اور قدیر و مرید و سمیع و بصیر و کلیم مکون کو چاہتے ہین مگر اسم رحمن اوسی طرح پر تمامی صفات کا جامع ہے جس طرح پر اسم اللہ تمامی ذوات و صفات کا جامع ہے اسی واسطے رحمت کو غضب پر سبقت ہے اور چونکہ اسم رحمن تمامی صفات کا جامع ہے اور اوس کی یہ جامعیت اسم اللہ کی جامعیت سے مناسبت رکھتی ہے لہذا اسم رحمن وہی اسم اللہ ہے یعنی اسم رحمن اللہ کی نظیر ہے اوس چیز کی طرف کہ جسکو عرش مستحق ہے مگر خاص اسم اللہ کی جو ذاتی و

وصفاتی وافعالی جامعیت ہے وہ اوسکے سوا کسی اسم کی نہین ہے پس اللہ ہویت
ہر ہویت ہے اور ہنیت ہر امنیت ہی اور انانیت ہر انانیت ہے اور وہ کسی قید مین مقید نہین
ہوسکتا اور منعدم نہین ہوسکتا ہے کہ عدم بھی اوسکے اسمار ممتنع الوجود کا نام ہے پس
للہ وجود وعدم کا جامع ہے۔ اسی لیے اللہ عین وجود وعدم ہے۔ اب عین وجود ہونا تو اظہر
من الشمس ہے کہ بجز حق کے کسی شے کا وجود ہی نہین ہی لیکن عین عدم ہونا اسکو بھی سُن لیجے
حکمار کے نزدیک بھی عدم محض محال ہے پس عدم کا وجود بھی وہی وجود ٹھہرے گا
جو بظاہر وجود نہو مگر وجود حقیقی سے نسبتًا اوسکا وجود مانا جاے جیسا کہ صاحب مفاتیح الاعجاز
شرح گلشن راز نے عدم کی تعریف کی ہے کہ "وا اعیان ثابتہ را نسبت با وجود خارجی
عدم نامند" اب یہ عدم کی تعریف تو ہوگئی لیکن عدم کی حقیقت کا سمجھنا اسکو حضرت
مصنف نے سرّ دقیق لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اسپر بجز کاملین اولیار اللہ کے کوئی
مطلع نہین ہوسکتا ہے یا وہ شخص جو اس مرتبہ کو پہونچا ہو مگر اوسپر یہ دشواری آسان
کردی گئی ہو۔ میری سمجھ مین جو کچھ آیا ہے اوسکو اس مقام پر بیان کرتا ہون پہلے
صفتًا بیان کرونگا پھر ذاتًا۔ صفتًا یہ ہے کہ حکمار کے نزدیک وجود کی تین قسمین ہین
واجب الوجود۔ ممکن الوجود۔ ممتنع الوجود۔ واجب الوجود وہ ہے جو بلا ترتیب اسمار و
صفات کے فی نفسہ موجود ہے اور ممکن الوجود وہ ہے جس کو واجب الوجود نے
بمناسبت اشکال اسماء متباینہ ظاہر فرمایا ہو قل[۱] کل یعمل علی شاکلتہ[۱]
پس ممکن الوجود بالکل واجب الوجود ہے مگر واجب الوجود بنفسہ ہے اور ممکن الوجود لغیرہ
ہے یعنی واجب الوجود بنفسہ کا محتاج ہے اور یہ احتیاج بھی بنفسہ ہی یعنی واجب الوجود
نے ممکن الوجود سے کوئی حصّہ بسبب اپنے واجب بنفسہ ہونے کے نہین چھوڑا ہے
پس ممکن بھی واجب ہی فرق صرف اسقدر ہے کہ واجب الوجود واجب بنفسہ ہے اور

---

[۱] کہو کہ ہر شخص اپنے خاکہ پر عمل کرتا ہے ۱۲

ممکن الوجود واجب لغیرہ ہے۔ اب ممکن الوجود جو واجب لغیرہ ہے اوسمین اور ممتنع الوجود
مین یہ فرق ہے کہ واجب لغیرہ کا ظہور و اظہار بسبب وجود ہونے کے ممکن ہے اور
ممتنع الوجود کا ظہور و اظہار ممکن نہین ہے کیونکہ وہ ممتنع الوجود ہے لیکن اگر ممتنع الوجود
اللہ تعالیٰ کے اسماء مین نہوتا اور اللہ اوسکو ظاہر نہ کر سکتا تو اللہ کے کمال کی جامعیت
و قدرت مین نقص تھا اور یہ محال ہے اور یہان یہ کیفیت ہے کہ واجب الوجود نے اپنے
جنب وجود و ظہور مین ممکن الوجود ہی کے لیے جگہہ نہین چھوڑی پس ممتنع الوجود کے لیے
جگہہ کہان سے آسکتی تھی کہ اوسکا اظہار و ظہور با وجود قیام امتناع وجود کے کیا جا سکتا
لہذا واجب الوجود نے عالم کو پیدا کیا اور اسمین انسان کو پیدا کیا۔ اور اوسکو ہویت ذاتی
و نظر لاہوتی و تجلّی جبروتی سے باوجود عطاے علم کل ہمارے بزاتہ تیرہ و تار و جاہل و نادان
بنایا اور حیرت کے وہم مین ڈال کر یہ سمجھا دیا اور اس شک و شبہ مین ڈالا کہ میرے سوا
کوئی غیر بھی ہے پس وہ شک حقیقی مین مبتلا ہو کر وہم غیریت مین پھنس گیا اور یہ وہم وہ
ہے جو صفات مین ممتنع الوجود ہے اور اسی وہم سے سارے عالم کا ظہور ہے۔ واہمہ خلاق
ہے پس یہ سب ممتنع الوجود یعنی وہم کی کرتوت ہے جسکو آپ عالم دیکھتے ہین ورنہ بجز
واجب الوجود کے کچھ نہین ہے۔ وہم غیریت بالکل بے بنیاد ہے اسکے اٹھ جانے پر
اللہ ہی اللہ ہے۔ یہ مین نے صفتًا بیان کیا تھا اب ذاتًا بیان کرتا ہون۔ آپ
کہین گے کہ واجب الوجود کا ظلم ہے کہ انسان کو وہم و شک مین مبتلا کر کے احسن تقویم
سے اسفل السافلین مین لا ڈالا۔ اوسکا جواب یہ ہے کہ واجب الوجود نے انسان کو یہ
شرف دیا ہے یعنی اوسکو اپنی صفت تکوینی کا مصدر بنایا ہے یہ ظلم نہین ہے بلکہ فضل
ہے کہ اوسکو اوسکی ذات سے فانی کر کے اپنی ذات مین ملا لیا ہے اور اپنی ہویت
کو اوسکی ہویت اور اپنی اینت کو اسکی اینت اور اپنی انانیت کو اوس کی انانیت کر دیا ہے
اور تب اوسکو یہ خطاب دیا ہے کہ انہ کان ظلوما جھولا وہم کے اٹھ جانے پر سیر الی اللہ مین

وصول فی اللہ ہے ؎

وصال این جا نگہ رفع خیال است	خیال از پیش برخیزد وصال است

اور وہم کے اُٹھ جانے کے لیے حکم ہے کہ واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین[1]
پس انسان کی ذات عدم ٹھہری اور اللہ کی ذات عدم العدم (یعنی وجود) وہ عدم بمقابل
اس وجود کے ہوا یعنی اللہ ہستی بحت اور انسان نیستی محض پس عدم انسان عدم العدم
حق کے مقابل ہوکر خود بھی عدم العدم ہوگیا کوئی فرق باقی نہین رہا پس کوئی متصور نہین
مگر اللہ اور کوئی متصور نہین مگر تو بلکہ کوئی متصور نہین مگر اللہ اب اس کے
علاوہ اگر انسان اپنی باہر حق کو دیکھتا ہے تو وہ مشرک ہے۔

ہر کہ نادیدہ نام او گوید	مشرک ست وفضول وناہموار
ہر کہ از وے نزد انا الحق سر	او بود از جماعت کفار

یہان خطرۂ غیر عین ضلال اور وہم محض ہے کہ جس کا کہین وجود نہین ہے اور
اس کلام سے وہی استفادہ کرے گا جو فنا فی اللہ ہے اور فناء الفنا مین اپنے ہی وجود سے
اللہ کی تنزیہ وتشبیہ کو ثابت کرتا ہے حضرت مولانائے روم اپنے وصال کے وقت
یہ شعر پڑھتے تھے کہ ؎

من ذتن عریان شدم واو از خیال	می خرامم تا نہایات الوصال

یہ حالت یقین کی ہے اور یہی یقین کا سہام ہے جو ہدف ذات پر پہونچتا ہے اور
کبھی خطا نہین کرتا۔ کیونکہ یقین مین خطا نہین ہے۔ اور اس یقین نے وجود و عدم
دونون کو زیر پا ڈالدیا ہے اور اگر اب بھی تمھاری سمجھ مین نہین آتا ہے تو سمجھ لو
کہ اللہ کی الوہیت منقطع نہین ہوتی اور نہ اوس کی احدیت منقسم ہوتی ہے
؎ رُباعی

[1] اپنے رب کی عبادت کر یہان تک کہ تجھ کو یقین آجائے ۱۲

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہر چہ دیدہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما ہمچنان در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

ترکیبِ جلالت کا بیان

اعلم ان الجلالۃ المرکبۃ
من ستۃ احرف وھی (ال ف ل م ی
ہ) لان الالف بسایط ثلاثۃ
وھی (ال ف) واللام الاوّل
بسائط ثلاثۃ (ل ام) والالف
الثانی مثل الاوّل واللام
المتاخر المتقدم والھاء بسائط
حرفان۔ الجملۃ جمیعھا اربعۃ
عشر حرفا عدد الاحرف النورانیۃ
اسقطت منھا المکرر فبقی ھذا
الاحرف (ال ف م ی ہ) وللالف
ثلاثۃ عوالم الغیبی الذی
لا یتصور شہادتہ و ظہورہ ابدًا
والعالم الغیبی برزخی الذی

جاننا چاہیے کہ جلالت حق چھ حروف
سے مرکب ہے اور وہ یہ ہین۔ ا۔ ل
ف م ی ہ اس لیے کہ الف کے
بسائط تین ہین اور وہ ال ف ہین۔ اور
لام اول کے بسائط تین ہین ل ا م
اور الف ثانی مثل اول ہے اور لام متاخر
مثل متقدم ہے اور ہا کے بسائط دو حرف
ہین۔ بالجملہ عدد نورانیہ کے کل چودہ
حروف ہین اوس سے مکرر ساقط کیے گئے
پس یہ حروف باقی رہے ال ف م
ی ہ پس الف کے تین عوالم ہین ایک
وہ عالم غیبی کہ جس کے لیے شہادت و ظہور
کبھی تصور نہین کیا جا سکتا۔ دوسرا وہ
عالم غیب برزخی کہ جس کی شہادت اور ظہور

یمکن شهادتہ وظہورہ۔ والعالم الشہادی فہذہ ثلاثۃ عوالم ولیس للموجود والوجود باسرہ الا ہذہ الثلاثۃ العوالم الا تری الی مخرج الالف ابتداءہ الہمزۃ من غیب الغیب الصدر الذی لا یتمکن شہادتہ ابداً واوسطہ اللام الذی من شق اللہاۃ والفم وہو غیب یمکن ظہورہ وشہادتہ وآخرہ الفاء الشفوی الذی ہو شہادۃ محضۃ فالالف بارز من غیب الغیب الی الشہادۃ واللام محل عالم الغیب ولہ الولوج فی عالم غیب الغیب للالفیۃ التی فی وسطہ فکما ان لہ الظہور فی عالم الشہادۃ للمیمیۃ التی فی آخرہ والفاء ہی شفویۃ شہادتیۃ عالم ابتدائہ غیب الغیبی عالم انتہائہ۔ قلیم

ممکن ہے اور تیسرا عالم شہادی۔ پس یہ تین ہی عوالم ہین الف کے مخرج کو دیکھو کہ اسکی ابتدا ہمزہ ہے (اور اوس کا مخرج) اوس غیب الصدر سے (ہے) کہ جس کی شہادت کبھی ممکن نہین ہے اور الف کا اوسط وہ لام ہے کہ جس کا مخرج کوے کے کنارے سے لب تک ہی اور وہ غیب ہے اور اُس کا ظہور وشہادت ممکن ہے اور آخر وہ فاء شفوی ہے کہ جو شہادت محضہ ہے۔ پس الف غیب الغیب سے شہادت تک ظاہر ہے اور لام کا محل عالم غیب ہے اور اوس کے لیے ولوج ہے عالم غیب الغیب مین بسبب اوس الفیت کے کہ جو اوسکے وسط مین ہے جس طرح کہ اوس کے لیے ظہور ہے عالم شہادت مین بسبب اوس میمیتہ کے کہ جو اوس کے آخر مین ہے اور فاے شفوی کا عالم ابتدا شہادت ہی اور عالم انتہا مرتبۂ غیب الغیبی ہے۔ اور میم شہادی الابتدا غیبی التوسط شہادی الانتہا ہے اور یار کا اول عالم غیب سے ہی اور

لہ شفوی وشفت وشفاۃ بمعنی لب ۱۲ ؎ در آمدن چیزی بچیزی ۱۲

شهادی الابتداء غیبی التوسط
شهادی الانتهاء والیاء اولہ من
عالم الغیب وآخرہ من عالم
غیب الغیب ولیس لها عن محلہ
مخرج ولا وراءہ مرمی فانظر
الی الله الجامع لما خرج من
غیب الغیب الی الغیب وظهر
من الغیب الی الشهادة کالالف
ولما برز من الغیب البرزخی
الی عالم الشهادة کاللام ولما
دخل من عالم الشهادة الی عالم
غیب الغیب کالفاء ولما رجع من
عالم الشهادة الی الغیبة البرزخی ورجع
الی مرکزہ فی عالم الشهادة کالمیم
ولما نظر من عالم الغیب الی
غیب الغیب کالیاء ولم یزل
فی عالم الغیب کالهاء فهذہ کلها هو
عین ذات الله وهو حقیقة
الالوهیة اذ الالوهیة مرتبة
الحیطة فافهم وانظر ما اعجب

آخر عالم غیب الغیب سے۔ اور ہ کے لیے
اوس کے محل سے مخرج نہین ہے اور نہ
اوس کے علاوہ مرمٰی ہے۔ پس اللہ جامع
کی طرف نظر کر کہ جب غیب الغیب سے
غیب کی طرف اور غیب سے شہادت
کی طرف الف کی طرح ظاہر ہوا اور جبکہ
غیب برزخی سے شہادت کی طرف ظاہر ہوا
جیسے لام اور جب کہ عالم شہادت سے
عالم غیب الغیب کی طرف در آیا جیسے فا
اور جب کہ عالم شہادت سے غیب
برزخی کی طرف داخل ہوا اور اپنے مرکز
کی طرف عالم شہادت مین پلٹا جیسے میم
اور جب کہ عالم غیب سے غیب الغیب
کی طرف اوس نے نظر کی جیسے یاء۔ اور
ہمیشہ سے عالم غیب مین جیسے ہا۔ پس
یہ سب عین ذات الٰہی ہے اور یہی حقیقت
الوہیت ہے اس لیے کہ الوہیت مرتبہ
حیطہ ہے پس سمجھ اور غور کر کہ اس اسم
کے امر کا عوالم مین بعض کا بعض مین کیا
تداخل ہے اور کیا عجیب اوس کی ہیئت

تتداخل امر هذا الاسم في
العوالم بعضه ببعض ما اعجب
هيئته ولو وسعنا الكلام فيه
لضاق عنه المجال وليس هذا
المختصر محلا لذالك ـ

واعلم ان العالم الذی کنینا
عنه بغيب الغيب هو تفصيل
كمال الذات الالهية ودركه
غير ممكن البتة والعالم الذی کنینا عنه
بالغيب البرزخی هو عالم
الغيب اللاهوتی المستحق رحمٰنه
انه يسمى بالاسماء الحسنى
والعالم الشهادی هو عالم الملك
واعنی بعالم الملك كلما حوله
العرش من روح وجسد ومعنی
فافهم واعلم ماسر هذه
الجمعية التی لاسم الله وكيف ظهر
علی صورة مسماه ـ

واعلم ان الذات المطلقة لها
الاحاطة علی الله ولكن الله من
الذات له الافضلية عليها

ہے اور اگر ہم کلام وسیع کر دین تو کیا
مشکل ہے مگر یہ مختصر محل اوس کے لیے
نہین ہے ۔

اور جاننا چاہیے کہ وہ عالم جس سے
ہم نے غیب الغیب مراد لیا ہے ذات
الہیہ کے کمال کی تفصیل ہے اور اوسکا
ادراک بے شک غیر ممکن ہے اور وہ
عالم کہ جس سے ہم نے غیب برزخی مراد
لیا ہے وہ عالم غیب لاہوتی ہے جو
مستحق اپنے اسم رحمن کا ہے اِس لیے
کہ وہ مسمی باسمار حسنے ہے اور عالم شہادی
وہ عالم ملک ہے اور عالم ملک سے مراد
وہ ہے کہ جس کو عرش گھیرے ہے روح
اور جسد اور معانی سے لیس سمجھ اور اسکو
جان کہ اس جمعیت کا جو اللہ کے واسطے
ہے کیا سر ہے اور یہ اسم اپنے مسمے کی صورت
پر کسطرح ظاہر ہوا ہے ۔

اور جاننا چاہیے کہ ذات مطلقہ کو اللہ
پر احاطہ ہے لیکن اللہ کو بذاتہ ذات پر
فضلیت ہے اِس لیے کہ بہت سے وجوہ
ذات سے وہ ہین کہ جو اللہ کے لیے ہین

لان كثيراً من وجوه الذات
ما هي الله وليس لها شئ من
الالوهية وكل وجه من الله
هو الذات بكماله هذا
على تعقل عدم التقسيم بين
الله وبين الذات وايّاك
ان تخيل انى عددت او قسمت
او عطلت او شبهت او جسمت
انا برئ من هذا التخيل الباطل
بل فهمك قصر عن دراك
ما قلته والعياذ بالله ان كنت
فهما وليست لك قابلية
الالوهية وعلمها نعوذ بالله
من ذلك ونستعين به عليه
ان يسلك بنا في
طريقه المستقيم الذي يسلك
هو منه اليه

اور ذات کے لیے کوئی شے الوہیت سے
نہین ہے اور ہر وجہ جو اللہ سے ہے ذات
ہے بکمالہ۔ یہ بر تعقل عدم تقسیم بین اللہ
وبین الذات ہے تو اپنے آپ کو اس
خیال کرنے سے بچا کہ مین نے شمار کیا یا
تقسیم کیا یا معطل کیا یا مشابہ کیا یا مجسم
کیا مین اس تخیل باطل سے بری ہون
بلکہ تیری سمجھ خود اون مضامین کے ادراک
سے جن کو مین نے بیان کیا ہے قاصر
ہے اور مین خدا سے ایسی سمجھ سے پناہ مانگتا
ہون اور تیرے لیے قابلیت الوہیت اور
اوس الوہیت کے علم کی نہین ہے اور
ہم اللہ سے اس کی وجہ سے پناہ مانگتے
ہین اور ہم اوس سے اس بات مین مدد
چاہتے ہین کہ ہمارے ساتھ اِس مین
اوس طریقہ مستقیم پر چلے کہ جو اوس سے اُسی
کی طرف چلتا ہے۔

یہ فصل جلالت حق کی بہت متعلق ہے جلالت حق کے لغوی معنی کچھ ہی کیون
نہون لیکن حضرت مصنف نے جلالت کے اصطلاحی معنی یہان پر معیت کلی واحاطہ
حقیقی حق کے مراد لیے ہین جس کو الوہیت حق کہتے ہین اور اللہ کے حروف کی
بساطت مین دکھا کر یہ بات ثابت کی ہے کہ اللہ کی معیت جملہ مراتب ما ہوتی

ولاہوتی وجبروتی نفسی مین اور ملکوتی وملکی آفاقی مین بلا حلول وتبعیض کے صمدیت کے ساتھ یکسان ہے اور اللہ کے جنب وجود مین کوئی شے عالم کی غیریت کا دعوے کرکے اوس سے باہر نہین ہوسکتی چنانچہ قیامت مین خداوند تعالےٰ فرمائے گا کہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار اِس لیے کہ فرمانے والا اور جواب دینے والا اللہ ہی ہوگا اور اب بھی اگرچہ اللہ ہے مگر اوسنے بسبب تخلیقی توام کے وہم کو غلبہ دیکر غیریت ممتنع الوجود کو ظاہر کیا ہے اور اوسوقت وہمی غلبہ اٹھ جائیگا اور سوائے اللہ کے دیکھنے والا اور سمجھنے والا کوئی دوسرا نہین ہوگا۔ اور کل مراتب جن سے کل عوالم ہین وہ بموجب قل ھو اللہ کے چھہ ہین جن کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہین۔ پس ان مراتب الوہیت کو حضرت مصنف نے اسم اللہ کے حروف کے بسائط سے ثابت کیا ہے۔ یعنی یہ ثابت کیا ہے کہ جس طرح یہ اللہ کے حروف ایک دوسرے مین داخل اور متبعض ہوکر اسم اللہ کے احاطہ سے باہر نہین ہوئے ہین اوسی طرح سے اللہ ان عوالم ستہ مین باوجود تداخل وتبعیض کے متجزی ومتبعض نہین ہوتا ہے اور ہر ذرہ کا عین ہے جیسے ایک بیج بویا جاے تو اوس سے اکھوا۔ پتی۔ شاخ۔ پھول اور پھل نکلتے ہین یہ سب اوسی ایک بیج کے بسائط ہین اور وہ بیج درخت کی ہر ہر چیز کا عین ہے یعنی ہر چیز کا وجود عین وجود حق ہے اور کوئی چیز اپنے وجود کا دعوی جنب وجود حق مین نہین کرسکتی ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بیج اوس درخت مین داخل ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بیج اوس درخت سے خارج ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ بیج مین تبعض یا تجزی ہوئی ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بیج ایک ہے دو نہین ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ بیج دو ہونے سے اپنی یکتائی مین ایک نہین رہا اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کل صورتین بیج کی نہین ہین اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ انمین سے کوئی صورت بیج ہے

ترجمہ ملک کس کا ہے اللہ واحد قہار کا ۱۲

پتی پتی ہے پھول پھول ہے پھل پھل ہے اور اوس پھل مین وہی ایک بیج سیکڑون ہو کر موجود ہے مگر ہر بیج وہ بیج نہین ہے کیونکہ ان مین سے کوئی بویا نہین گیا ہی اور اگر ہر بیج کا جو اوس ایک بیج نے پیدا کیا ہے تعہد کرین یعنی برابر بوتے چلے جائین تو اوس کی تفصیل کی کوئی حد وانتہا نہین ہے اور اوسکے تفکر سے خیال کا جگر شق ہوتا ہے یہ مین نے آفاق کی مثال دی ہے جس کا ایک حصہ بسبب جامعیت انسانی سکے ہر انفس مین بھی موجود ہے کہ جسکو نطفہ کہتے ہین مگر انفس آفاق سے اعلی ہے اوس مین ان محسوسات سے اور زیادہ زیادہ باتین ہین کہ جس سے وہ مع اپنے جسم کے آفاق کی روح ہے اس لیے کہ حق تعالیٰ نے انفس کے لیے فرمایا ہے کہ نفخت فیہ من روحی اور آفاق کے لیے یہ نہین فرمایا ہے بلکہ آفاق کے لیے جناب باری نے فرمایا ہے کہ ھوالذی سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض الآیہ۔ خدا کا فرمانا برحق ہے جس کے یقین کے لیے ہمارا مشاہدہ کافی ہے کہ اگر ہم محض آفاق سے بنے ہوتے اور انھین مادیات سے ہمارا وجود ہوا ہوتا تو آفاق بھی ہماری طرح مدرک ہوتا اور کلام کرتا لیکن ہم دیکھتے ہین کہ آفاق کی کوئی شے مدرک نہین ہے اور متکلم بلکہ ہم آفاق کی چیزین لیکر حکمتین نکالتے ہین اور جہان پر چاہتے ہین اوس حکمت سے تصرف کرتے ہین اور آفاق ہمارے تصرف مین دم نہین مارتا۔ آفاق مرکب ہے انوار و عناصر سے اور اسی سے موالید ثلاثہ آفاق ہین کوئی بھی ان مین سے مدرک نہین ہے اگر ہم مین آفاق کی ان چیزون کے ترکب سے ادراک ہوتا تو ان مین ضرور ہوتا۔ شے اپنے نفس سے غائب نہین ہوتی جو چیز کہ ان عناصر مین نہین ہے وہ ان کے ترکب سے ہم مین کیسے آسکتی ہے۔ اگر کہیے کہ عناصر مین فرداً فرداً ادراک نہین ہے لیکن اون کے ترکیب سے بالاجمال والمجموع انسان مین ادراک پیدا ہو گیا ہے جیسے ایک نسخہ ہوتا ہے کہ اوس مین حار رطب حار یابس اور بارد رطب بارد یابس اجزا

ہوتے ہین توان اجزاکا ایک اعتدالی مزاج پیدا ہوجاتا ہے جو اون ادویہ مین سے کسی مین نہین ہے۔ انسان مین اسی ترکیب کیمیاوی سے باوجود عناصر مین نہونیکے ادراک پیدا ہوگیا ہے۔ یہ دلیل قابل تسلیم کے نہین ہے کیونکہ اوس نسخہ کے ادویہ مین ایک ایک مزاج تھا اوس کی ترکیب سے اون ادویہ کے متباین ایک مزاج اعتدالی پیدا ہوا وہ بھی محسوس چیز ہے جس کا احساس بیمار کی طبیعت کرتی ہے۔ آپ عالم مین کوئی شے ایسی نہین پائیے گا کہ چار محسوس چیزین ملائی جائین اور اون کا مزاج غیر محسوس پیدا ہو جیسے ادراک ہی۔ بہرحال جو حق نے نفخت فیہ من روحی فرمایا ہے یہ اوس انسان کے واسطے بھی غیر مدرک ہے کہ جسمین وہ ادراک ہے۔ اب ہم نفسی مثال بتلاتے ہین۔ آپ جانتے ہین اور دیکھتے ہین کہ انسان کا بچہ جب پیدا ہوتا ہے توکچھ نہین جانتا ہے۔ پیدا ہوتے ہی آپ ہی آپ اوسکو ایک خواہش دودھ کی پیدا ہوتی ہے اوسکا تقاضا یہ ہے کہ وہ رونے لگتا ہے اور اسی کا تقاضا یہ ہے کہ مان کی پستانون مین دودھ اوتر آتا ہے اور وہ بچہ کو دودھ دیتی ہے اور اسی کا تقاضا یہ ہے کہ جب دودھ کم ہوجاتا ہے تو اوس کے بڑھنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جب دودھ مین کوئی نقص بدپرہیزی کی وجہ سے آجاتا ہے تو مان خود پرہیز کرتی ہے اب اسی ایک سلسلہ مین لاکھون چیزین عالم مین ہوگئین کہ جن کی موجودگی کی ضرورت ہے۔ اے لیجیے مین توحید آفاقی مین آگیا جسکو مین بیان کر چکا تھا لہذا مین اسکو یہین سے چھوڑے دیتا ہون اور توحید نفسی کو بیان کرتا ہون کہ جو اوس بچہ کی خواہش تھی اور ادراک سے متعلق تھی اب آپ کو سوچنا چاہیے کہ خواہش کیا چیز ہے اور کہان سے آئی اور کیون آئی۔ خواہش کیا چیز ہے؟ خواہش ایک شے بے کیف وبے رو وبے جہت ہے جسکا نہ مکان معلوم ہے اور نہ مرکز۔ خواہش کہان سے آئی؟ آپ ہی مین سے آئی اور طرفہ یہ ہے کہ آپ خود نہین جانتے کہ ہم مین کہان سے آئی

خواہش کیون آئی ؟ دودھ کے ساتھ محبت ہونے کے لیے اور اُس عالم کو جو دودھ کے لوازمات مین پیدا کرنے کے لیے۔ اسی واسطے حدیث قدسی مین جناب باری نے فرمایا ہے کہ کنت کنز امخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اب لاکھون خواہشین آپ مین اسی بے رنگی و بے کیفی سے پیدا ہوتی رہتی ہین اور ہر خواہش کے سلسلہ مین ایک ایک عالم پیدا ہوتا ہے اسی واسطے خداوند تعالی نے فرمایا کہ کل[1] یوم ھو فی شان۔ آپ اگر ہزارون برس زندہ رہین۔ نت نئے مضامین آپ سے بے کیف و بے رو و بے جہت پیدا ہوتے رہین گے اور آپ کو یہ خبر نہین کہ مدرکات آپ مین کہان ہین اور کیا ہین اور کب کب ظاہر ہوتے رہین گے مگر آپ یہ یقینا جانتے ہین کہ یہ مدرکات کبھی چُک نہین سکتے۔ آپ کی خواہش کا نام پہلے شئت ہے اوسکے بعد ارادہ ہی اوسکے بعد خیال ہے اگر تدبر کے ساتھ ہے تو تعقل ہی اور اگر محبت کے ساتھ ہے تو دیوانگی و عشق ہے۔ اوسکے بعد کلام ہے کہ جو کوے اور لب اور زبان اور منھ یعنی ہونھون سے ظاہر ہوتا ہے اور آفاق کا ایک حصہ لیکر جو آپ کی جامعیت کا تقاضا ہے وہ کلام ایک صورت پکڑتا ہے کہ جو فی الواقع صورت نہ تھی تو نفس کی کوئی صورت نہین ہے اور نفس کا ادراک کوئی مادہ نہین ہے اور روحانیت انسانی کسی مادہ سے مخلوق نہین ہے بلکہ بے صورتی اور بے کیفی اور بے جہتی جب آفاق سے تلبس کرتی ہے تب اوسکی ایک صورت ہوجاتی ہے۔ اور جب تک وہ آفاقی صورت اپنا مادی اثر اوسپر رکھتی ہے اوسوقت تک وہ صورت صورت رہتی ہے ورنہ جس وقت آپ نے کلام کیا تو کلام کر چکنے کے بعد ہی وہ معانی اپنی بے صورتی پر فوراً آجاتے ہین پس معانی یعنی نفس یا حقیقت کی معیت جملہ اجسام نورانی و ظلمانی کے ساتھ اوسیطرح

[1] وہ ہر وقت نئی شان مین ہی ۱۲

بلا تجزی و تبعض ہے جیسے کہ اوس کی خواہش سے کلام ہوا ہے۔ اور یہ تو دیکھیے
کہ کلام جسکو آپ صورت کہتے ہین وہ ہمہ تن وہی معانی ہین اور صورت مین سے
کوئی شئے بتقاضاے صورت اوس مین نہین ہے۔ پس اسی طرح پر حق کی معیت ہر
ذرہ کے ساتھ ہے اور حق اس سے بری ہے وہ ذرّہ عین حق نہین ہے لیکن حق عین
ذرّہ ہی پس جلالت حق کے معنی یہ ہین کہ کوئی ذرّہ اُسکے وجود سے باہر نجاے نہین تو
جلالت حقیقی نہین ہے ؎

غیرتش غیر در جہان نگذاشت	لاجرم عین جملہ اشیا شد

اور اسی کو الوہیت حق کہتے ہین اور اسی مضمون کے متعلق حافظ شیرازی کا
یہ شعر ہے ؎

منزل حافظ کنون بارگہ کبریاست	دلبر دلدار رفت جانب جانانہ شد

مین نے جس طرح پر نفسی و آفاقی معیت حق کی بیان کی ہے اوسی طرح پر حضرت
مصنف رح نے لفظ اللہ کے حروف مین انفس و آفاق بیان کیا ہے جو حروف کے
بسائط لکھے ہین وہ آفاق ہے اور نفس حرف انفس ہے آفاق کو عالم شہادت کہتے
ہین اور نفس کو عالم غیب یعنی عالم غیب برزخی کہتے ہین اور چونکہ اس انفس کے
ساتھ جہان انفس کو خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے نفخت فیہ من روحی وہان اپنی
ذات کو بتایا ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید پس یہ ذات پاک غیب الغیب
ہے جو محسوس ہے وہ عالم شہادت ہے اور جو محسوس نہین ہے مگر کسی نہج سے محسوس
ہوسکتا ہے وہ عالم غیب برزخی ہے اور جو ہرگز ہرگز محسوس نہین ہوسکتا ہے وہ
عالم غیب الغیب ہے مگر حق اپنے آپ کو غیب الغیب مین بھی جانتا ہے اور ثابت
ہوچکا ہے کہ ان ہر سہ عوالم مین سواے حق کے دوسری چیز ہو نہین سکتی ہے اور
انسان کو خداوند تعالیٰ نے اپنی صورت پر بنایا ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ

یہ حدیث ہمارے یہان بھی ہے اور انجیل مین بھی ہے اور اسی وجہ سے آدم کا سجدہ ملائکہ سے کرایا گیا اور شیطان نے جو سجدہ نہین کیا وہ ملعون ہوا پس یہ ہر سہ عوالم بسبب جامعیت انسانی کے انسان مین من کل الوجوہ موجود ہین اور اسی واسطے خداوند تعالی نے فرمایا کہ انا[1] عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوما جہولا۔ اللہ کی سمائی اللہ ہی مین ہو سکتی ہے دوسرے مین نہین ہو سکتی انسان بعینہ اسم آخر جناب باری ہے یہ آخریت کے غلبہ مین احسن تقویم سے اسفل السافلین مین آگرا ہے اور وہ اسفل السافلین کیا ہے۔ محض وہم غیریت جسکا وجود ممتنع ہے اور یہ حق مطلق کی قادریت کا کمال ہے کہ اوسنے اس غیریت ممتنع الوجود کو بذریعہ انسان کے اس طرح پر ظاہر کردیا ہے پس انسانی لباس مین یعنی اسم آخر مین بتقاضائے کمال جامعیت حق ہی نے ظہور کیا ہے جسکو تم انسان کہتے ہو ؎

یہی نقشہ ہے یہی رنگ ہے سامان سے یہی
یہ جو صورت ہے تری صورت جانان ہے یہی

اب جاننا چاہیے کہ لفظ اللہ مین چودہ حروف نورانی ہین۔ اَلِفْ لَامْ مِیْمْ۔ یٰ اَ۔ فٰ اٰ۔ ہٰ۔ جن مین سے یکجنس حروف نکالکر یہ حروف باقی رہتے ہین۔ اَلُفْ فٰ مِیْ ہٰ۔ یعنی لفظ اللہ مین حرف الف کا انبساط لیا جائے تو یہ حروف ہین ال ف۔ اور لام کا انبساط لیا جائے تو یہ حروف ہین۔ ل ام۔ اب لام کے ان حروف مین لام اور الف کا انبساط اوپر آچکا ہے اون کو چھوڑکر میم کا انبساط لیا جائے تو حروف نوری م ی م ہین اب انمین میم کا انبساط معلوم ہو چکا ہی

---

[1] ہم نے دکھائی امانت آسمانون کو اور زمینون کو اور پہاڑون کو پس سب نے قبول نہ کیا کہ اوٹھاوین اوس کو اور اوس سے ڈر گئے اور انسان نے اوس کو اوٹھا لیا یہ ہے بڑا بے ترس جہل والا ۱۲

اوسکو چھوڑکری کا انبساط لیا جاے تو حروف نوری. ی ا ہین. اب الف کی فاء
کا انبساط لیا جاے تو یہ حروف ہین ف ا. اب اللہ کے ہا رہگئے انبساط کی ضرورت
نہین ہے کیونکہ الف اللہ کا ہ کے رگ وپے مین ساری وطاری ہے یعنی اوس کو
بلا انبساط کے ہا الف کے ساتھ بولتے ہین اب ان چودہ حروف نورانیہ سے جنسے
کلام مجید مین تعبیر اللہ نور السموات والارض ہے یکجنس حروف کو نکال ڈالو
تو یہ چھہ حروف باقی رہتے ہین. ال ف م ی ہ. الف جسطرح پر بلا حلول و
اتحاد و تبعیض کے اُن چودہ حروف مین ساری وطاری ہے اوسی طرح پر اِن چھہ
حروف مین بلا حلول واتحاد و تبعیض کے ساری وطاری ہے بلکہ کل حروف کا عین
ہے اوسیطرح پر اللہ کل مراتب ستہ کا جسمین عوالم بھی داخل ہین عین ہے. یعنی کل
مراتب و مخلوقات مین اللہ ہی اللہ ہے اور تنزیہ و تشبیہ مین بجز اللہ کے کچھ نہین
ہے ان ھی الا اسماء سمّیتموھا انتم واباءکم کے یہی معنی ہین. جب ہا الف
یعنی اللہ کے ساتھ متحد ہے تب انسان کامل آئینہ دل اللہ مین اپنے آپکو بلا تفرقہ بعینہ
دیکھتا ہے یہ قرآن ہے ؎

متحد بودیم باشاہ وجود
نام غیریت بکلّی محو بود

یہ اسم اول ہے اور جب ہ متجید علحدہ ہے یہ فرقان ہے تب اللہ تعالی اپنے
آپ کو آئینہ ذات وصفات سالک مین بلا تفرقہ و بعینہ دیکھتا ہے. کیونکہ ہ
مین نقطہ سفید منزہ عن التعین ہے او رمعیت حق ہے یہ اسم آخر ہے اور جب حروف
نورانیہ لفظ اللہ کے چودہ ہوگئے تو یہ اسم ظاہر ہے مع تفصیل کے اور جب حروف یکجنس
کو نکالکر جو چھہ حروف باقی رہتے ہین وہ لیے جاوین تو یہ اسم باطن ہے پس ثابت
ہے کہ وہی اول آخر ہے اور وہی آخر اول ہے اور وہی ظاہر باطن ہے اور وہی
باطن ظاہر ہے اور یہ سب الآن کما کان ہے حرف ہ سے مراد انسان مع نفس

و آفاق ہے جس کی ذات اللہ ہے ۔ گہے این آن گہے آن این مثلا چاہے کو فی نفسہا دل کہیے اور چاہے دماغ اور چاہے دماغ کو فی نفسہ دل کہیے اور کو دماغ یہ دونون لازم وملزوم ہین جو خطرہ دل کا ہے وہی خیال دماغ کا ہے اور جو خیال دماغ کا ہے وہی خطرہ دل کا ہی ۔ اللہ کے لیے آئینہ ذات وصفات انسان مین بمناسبت تعین مثل کے اپنے آپ کو ملاحظہ کرنا کچھ دشوار نہین ہے ۔ اور ہر آن ایسا ہوتا ہی رہتا ہے اور اسی کو عالم کہتے ہین صرف انسان کو اس بات کا پورا علم دیدینا ہے اور یہ پورا علم اوسوقت حاصل ہو گا کہ جب خیال غیریت کا وہی پردہ اُٹھ جاے ؎

ما و شما در خیال ما و شما بوده ایم	پرده ما و شما پرده ما و شما

البتہ سالک کے لیے اپنے آپ کو آئینہ حق مین دیکھنا بہت مشکل ہی اسکے لیے جاذبہ حق درکار ہے جو اختیاری نہین ہے اگرچہ جاذبہ جامعیت انسان مین ودیعت ہے لیکن اوس ودیعت کو اپنے سے نکالکر کام لینا مشکل ہے ۔ اور آسان بھی ہے کیونکہ وجدانی ہے ؎

لیک باید کہ کار فرمائی	ورنہ خون خوردن دلت بچہ کار

کار فرمانا یہ نہین ہے کہ علاوہ فرائض وواجبات کے جن کا حکم ہے اور نوافل و وظائف کا اضافہ کر دیا جاے بلکہ کار فرمانا رجوع الی الحقیقت بالمحبت ہی ۔ اگرچہ یہ سب اعمال بھی اچھے ہین مگر مطلوب حقیقی کی یافت کے لیے سب بندھن ہین کیا آپ کو معلوم نہین ہے کہ کس طرح بر بار بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس نماز فرضی کے کم کرانے کو جس سے بڑھکر کوئی عبادت نہین ہے بمشورۂ حضرت موسیٰ علیہ السلام معراج شریف مین جناب باری کے حضور مین واپس تشریف لے گئے تھے اگر مقصود اصلی نماز ہی ہوتی تو معشوق حقیقی سے علحدہ کرانا اور اوس سے

اتحاد کو کم کرانا پیغمبر کا کام نہین ہے بلکہ مقصود اصلی یہ تھا کہ جس قدر اس تفرقہ کی نماز مین کمی ہوگی اوسی قدر صلوۃ دائمیون کے لیے جسکو رجوع الی الحقیقت والمبداء کہتے ہین فرصت ملیگی ۔

پنج وقت آمد نماز ذو فنون	عاشقان را شد صلوۃ دائمون

اس سے یہ مطلب نہین ہے کہ نعوذ باللہ نماز اعلی عبادت نہین ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ سالک کو ان عبادات عادتی مین پڑکر ٹھہر نجانا چاہیے تاکہ مقصد عالی سے جو وصول الی اللہ ہے محروم نہو۔ ان الصلوۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر۔ یہ نماز کا فائدہ کلام مجید مین جناب باری نے بیان فرمایا ہے ولذکر اللہ اکبر لیکن اللہ کا ذکر اکبر ہے کہ جس کی جزا خود اللہ ہے فاذکرونی اذکرکم ہم نماز کی عظمت و جبروت کا ذکر آیندہ معراج شریف مین کرینگے۔ چونکہ اس مقام پر الف اللہ کا سریان حروف نورانی مین بلا حلول و اتحاد کے عینیت کے ساتھ بیان ہو چکا ہے لہذا بقیہ حروف ظلمانی کے بیان کرنے کی ضرورت حضرت مصنف کو نہ تھی کیونکہ اونمین بھی اسی طرح الف کا سریان عینیت کے ساتھ ہے دوسرے یہ کہ وہ ظلمانی ہین اونکا ظلمت و گمنامی مین ہی رہنا عدل و انصاف ہی وہ اپنی ظلمت مین اللہ کے فیض رحمانی سے اوسی طرح پر استفادہ کرتے ہین جس طرح پر نورانی لیکن حروف نورانیہ مین تخصیص یہ ہی کہ یہ حروف نورانیہ اپنے آپ کو بسبب فیض رحیمی کے اوسیطرح پر آئینہ حق مین متحد ہو کر دیکھ سکتے ہین جس طرح پر خود اللہ اپنے آپ کو آئینہ انسان مین متجسد ہو کر بلا تجسد کے بمناسبت تعینات ملاحظہ فرماتا ہے اور اس ملاحظہ فرمانے کو عالم کہتے ہین یہ انسان کو اوس وقت معلوم ہوتا ہے کہ جب جاذبہ حق انسان کو اپنے اسم آخر سے اسم اول کی طرف لے لیتا ہے یعنی اسم ظاہر پر اسم باطن کو غلبہ دیدیتا ہے تاکہ انسان اسماء حق اول و آخر

وظاہر و باطن سے مستفید ہو کر مقام الوہیت حاصل کرے جو مقام محمود ہے اور تخلیق سے لطف اُٹھائے کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلاً اب ہم یہان سے معراج شریف کا حال بیان کرتے ہین جسکا وعدہ ہم کئی جگہہ کر چکے ہین اور اس موقع پر اسکا محل اسوجہ سے ہی کہ معراج شریف سرِ الوہیت اور سرِ جلالت حق ہی۔

معراج شریف کا بیان

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر۔ فقہا اور علمارِ ظاہر کے نزدیک صرف یہی ایک آیہ کلام مجید مین ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شریف کی تصدیق حضرت حق نے فرمائی ہے اور حضرات صوفیہ کے مشاہدہ و عرفان مین علاوہ اس آیت کے پوری سورۂ والنجم بھی اسی معراج شریف کی تصدیق کرتی ہے اور یہ آیت معراج شریف کا اجمال ہے اور سورۂ والنجم اوس کی تفصیل ہے جسقدر کہ والنجم مین مفصلاً ہے وہ اس آیت مین اجمالاً بیان ہو گیا جیساکہ بارِ بسملہ کے نقطہ کی تفصیل کونین ہے۔ اگر والنجم کو نہ لیجیے تو بھی صرف اسی آیت مین اُن کل مراتب کی تصدیق ہو جاتی ہے جو تفصیلاً والنجم مین بیان کیے گئے ہین۔ اور نقطہ بارِ بسملہ کو کونین مین نے اسواسطے کہاکہ اوسی نقطہ کو بلکہ اوس الف کو جو بسم اللہ مین ب کے بعد غائب ہو گیا ہے بجاے پوری بسم اللہ کے اجمالاً حضرت مصنف نے اوپر بحوالہ حدیث بیان کیا ہے یعنی اوس الف کو الرحمٰن علی العرش استوی ثابت کیا ہے اور اللہ کے تین مراتب نفسی یعنی اللہ رحمٰن رحیم بسم اللہ مین لکھے ہین۔ اور اوسی طرح پر مین نے بھی ابتداے کتاب مین بسم اللہ کو

اجمال اور سورۂ الحمد کو اون تین مراتب کے لحاظ سے بسم اللہ کی تفصیل لکھا ہی اور
پھر الحمد کو اجمال مانا ہے اور پورے کلام مجید کو اوسکی تفصیل لکھا ہے اور پھر الٓمٓ
کو حروف مقطعات مین اجمال مانا ہے اور پورے کلام مجید کو لفظ ناس پر ختم کیا ہی
جسمین ن بجاے نقطۂ بار کے ہے اور الف فی نفسہ الف ہے اور س مراتب
ستہ کو حاوی ہے۔ اب یہ مع انفس و آفاق کے کونین ہو گیا۔ اس مین ن کو احدیت
سمجھیے اور الف کو وحدت جسکو باعتبار غائب ہونے کے احدیت پر فوقیت ہے
اور س کو واحدیت یا یون کہیے کہ س ناسوت ہے اور الف جبروت ہے اور ن
لاہوت ہے اور چونکہ یہ تینون مراتب مراتب ستہ حق ہین لہذا انسان کا یل جب کہ
عین ناسوت مین ہے یعنی مقام نسیان مین اپنے آپ کو بھولے ہوے ہی۔ مقام
الوہیت مین اللہ کی صورت پر ہے اور یہی انسان مراتب تنزلات مین اسم آخر
ہے اور مراتب رجوعی مین بھی ناس الٓمٓ ہے چونکہ الٓمٓ شروع کلام مجید مین تین
مراتب کے ساتھ لکھا ہوا ہے اور دیگر حروف مقطعات مین اسی الٓمٓ کا انبساط ہے
لہذا یہ الٓمٓ اصل ہے اور یہ کتاب جو الٓمٓ سے شروع ہوئی ہی اور ناس پر ختم ہوئی
ہے مرتبہ الوہیت کا وجہ ہے اور یہی اسم رحمن ہے جو عرش پر مستوی ہے۔ اور
عرش کل مخلوقات پر محتوی ہے مستوی اور محتوی ہونے کے معنی یہ ہین کہ جس شے
پر مستوی ہو اوس شے کا وجود ذاتاً و صفاتاً باقی نرہے بجز استوی کے اور اسیطرح
جس شے پر محتوی ہو اوسکا وجود ہی بجز احاطہ کے باقی نرہے جیسے دائرہ کا وجود
بجز محیط کے کچھ نہین ہے پس وجہ حقیقی سواے کتاب محمدیؐ یعنی چہرہ محمدیؐ کے
جو اسم آخر مین لسبب کمال کے مراتب ستہ الوہیت کو شامل ہے دوسرا نہین ہے
اسیواسطے جناب باری نے فرمایا کہ الٓمٓ ذلک الکتاب لاریب فیہ تو یہ کتاب
قرآن و فرقان ایسی صورت مین اسم آخر جناب باری ہے اور چہرۂ نبوی وجہ اللہ ہے

جو اسم اول ہے اب تین مراتب جو حضرت مصنف نے بیان کیے ہین یعنی غیب الغیب غیب برزخی اور عالم شہادت وہ صرف رسول اللہ کے وجہ سے حاصل ہین۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عبودیت مین یہ منصب حاصل ہے کہ آپ الوہیت کا دعوی کرین مگر الوہیت کا دعوی آپ اسواسطے نہین کرتے ہین کہ عبودیت ہی تو عین الُوہیت ہے اگر آپ الوہیت کا دعوی فرماتین تو عبودیت ظاہرہ اوس سے نکل جاے اور الوہیت ہی فوت ہو جاے وھو القاھر فوق عبادہ اب ہم پہلے آیت سُبحان الذی اسریٰ کے وہ معانی اُردو مین لکھتے ہین جو مولوی عبد القادر صاحب دہلوی نے لکھے ہین جن کا ترجمہ سادہ و بامحاورہ ہے اور جس کی نسبت کتابت کے وقت میرے بھانجے محمد عالم سلمہٗ نے یہ تعریف کی تھی کہ اگر کلام مجید اُردو مین ہوتا تو یہی عبارت ہوتی جو مولوی صاحب دہلوی نے لکھی ہے۔ مجھکو ترجمہ کی عمدگی سے اختلاف نہین ہے لیکن اس سے اختلاف ہے کہ حضرت حق کے کلامِ پاک کی جو عربی زبان مین ہے کسی دوسری زبان مین بھی سمائی ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر حضرت حق خود ہی اوسکا ترجمہ اُردو زبان مین کرتا تو وہ ترجمہ مثل عربی کے ہوتا اب اوسکے واقعی ترجمہ کے لیے اُردو الفاظ مین گنجائش نہین ہے مولوی صاحب نے جو ترجمہ تحریر فرمایا ہے اوس کی عمدگی اُن اردو الفاظ کی وجہ سے نہین ہی بلکہ عرفانی واردات قلبی جو اون پر ہوے ہین اون سے بعض بعض جگہہ اون کو استفادہ ہوا ہی اور اوس کی وجہ سے وہ الفاظ کے لغوی معنی پر چلے گئے ہین اور اوسکا ترجمہ ٹھیٹھ ہندی (اُردو) مین کیا ہے اور اس واسطے اوسکا ترجمہ بہت عمدہ و مرغوب و پسندیدہ ہے اس بیان کرنے سے میرا مطلب یہ ہی کہ کلام مجید کے معانی بجز انسان کامل و عارف تام المعرفت کے جسکو مقام الوہیت حاصل ہو واقعی کوئی نہین سمجھ سکتا ہے کیونکہ اللہ کی سمائی بجز قلب انسان کامل کے کسی شے مین نہین ہے۔ اور علماء ظاہر اگرچہ لغوی و اصطلاحی

معنی جانتے ہین مگر اون مطالب کو نہین پہونچ سکتے ہین تا وقتیکہ وہ بھی عارف تام المعرفت نہون۔ مجھکو بجاذبہ ایزدی معراج شریف کے واقعہ کا مشاہدہ اپنے رُجوعی سیر الی اللہ مین عرصہ ہوا کہ ہوا تھا اوسی بنا پر مین یہ وعدہ کرتا چلا آتا تھا کہ معراج شریف کا حال لکھون گا۔ اس آیہ کریمہ کا ترجمہ مولوی صاحب دہلوی نے یہ کیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندہ کو راتی رات ادب والی مسجد سے

اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا
پرلی مسجد تک جسکین ہم نے خوبیان رکھی ہین کہ دکھا وین کچھ اُسکو اپنی قدرت کے نمونے

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ
وہی ہے سُنتا دیکھتا

معراج اوس کو کہتے ہین کہ سیر رجوعی اسم آخر اللہ کی دائرۂ عروجی سے اسم اول کی طرف اور ایسی حالت مین وہی اسم آخر اسم اول ہو جاتا ہے اور اسکو دنی بلکہ او ادنیٰ کہتے ہین اس حالت مین ہستی سالک یعنی اسم آخر کی فانی ہوکر حقیقت مین مندرج ہو جاتی ہے اور اسی کو حضرت مصنف نے ولوج لکھا ہے جسکے لغوی معنی حضرت مترجم نے در آمدن چیزے بچیزے لکھے ہین اور اوسکا مشاہدہ محض جاگنے مین بذریعہ آواز سرمدی کے ہوتا ہے جو سالک کے دل ودماغ مین ودیعت ہے اور سالک کی ہستی ناسوتی یعنی بشری کو فانی کرکے اوسکی ہستی رُوحانیت مین بشکل ماہتاب تابان کے قائم کر دیتی ہے اور وہ صورت سرمدی مثل گھنٹہ کی آواز اور کھیون کی آواز اور جھینگر کی آواز کے ہوتی ہے اسی کو لسان الغیب مولانا حافظ شیرازی نے لکھا ہے کہ ع۔ جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا

اور نزول وحی مین منقول ہی کہ جب وحی کلام پاک کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کو ہوتی تھی تو آپکو مکھیون کی سی بھنبھناہٹ معلوم ہوتی تھی اور قیامت کبریٰ مین
اسی کو صور اسرافیل کہین گے کہ جس سے آفاق یعنی شخص عالم کی ہستی فانی ہوجاوے گی
اوسی طرح سے قیامت صغرای انفسی مین جس کو مجولے موتوا قبل ان تموتوا کے
موت اختیاری کہتے ہین ہستی سالک جو نمود بے بود ہے فانی ہوجاتی ہے اور اوسوقت
جناب باری فرماتا ہے کہ لمن الملک الیوم اور پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ للہ الواحد
القہار پس اس صوت سرمدی کی وجہ سے روح جسم عنصری سے نکلکر بصورت ماہتاب
سالک کی بائین جانب عالم شہادت سے عالم غیب برزخی مین عروج کرتی ہی عالم جبروت
و عالم لاہوت و عالم ہاہوت مین پہونچ جاتی ہے عالم برزخی مین اوس کی صورت مثل ماہتاب کے تابان
ہوتی ہے اور عالم جبروت مین اوسکی تابش کم ہوجاتی ہے کیونکہ آفتاب حقیقی کی تابش
کے مقابلہ مین اوس کی روشنی مدھم پڑجاتی ہے لیکن روح کا رجوع الی الحقیقت
رک نہین جاتا ہے اور چلتے چلتے آخر مین جب آفتاب حقیقی خط استوا پر آتا ہے
تو ماہتاب بالکل نظر نہین آتا ہے اگرچہ اوسکا وجود معقولی ہوتا ہے اسیطرح پر لاہوت
مین ماہتاب روحی کا تشکل غائب ہوجاتا ہے کہ جس کا راستہ سیر رجوعی کی قوس
بن النفس یعنی انسان کے جسم مین سر کی مانگ ہے اور یہی صراط مستقیم ہے جسکی اہدنا مین ہدایت ہی اور جبکہ ماہتاب
غایب ہوجاتا ہی تو اوسکو دنی کہتے ہین اور جب دنی کا علم بھی غائب ہوجاتا ہی تو اوادنی ہوتا ہے یعنی
ظلوم وجہول ہوکر اوس مین احدیت پیدا ہوجاتی ہی اور مادہ کی تخلیق ہین سے ہی نفس کی حیثیت سے جاہل ہوجاتا
ہے اور آفاق کی حیثیت سے ظلوم ہوجاتا ہی یعنی انفس کی حیثیت سے عورت ہوجاتا ہے اور آفاق کی حیثیت سے
ماہتاب ہوجاتا ہے انفس کی حیثیت سے جب شعاع علم حکمتی پڑتی ہے تو وہ عورت حاملہ ہوجاتی ہی اور آفاق کی حیثیت سے جب
آفتاب کی شعاع نوری ماہتاب پر پڑتی ہی تو وہ بھی آفتاب تابان ہوجاتا ہے انفس کی حیثیت سے حق
مطلق آدم کہلاتا ہے جس کے پہلوے چپ مین حوا ہین اور آفاق مین رحمن عرش پر مستوی

ہوتا ہے جس مین آفتاب بمنزلہ مرد کے ہے اور ماہتاب بمنزلہ عورت کے ہے۔ نفس
مین روح پھونکنا تابش علم سے مراد ہے اور آفاق مین روح ڈالنا انسان کا پیدا
کرنا ہے پس انسان یعنی نفس مع اپنے جسم آفاقی کے عالم مین بمنزلہ روح کے ہے
اور حق نفس مین باعتبار اپنی شعاع نظر کے بمنزلہ روح الروح کے ہے اور باوجود
اسکے تشبیہ سے نہین بلکہ تنزیہ سے بھی منزہ ہے اور اس کی تعبیر نحن اقرب من حبل الورید
سے کی جاتی ہے۔ شعاع نظر آفتاب حقیقی کی جو آبگینہ ہر تعین سے تابان ہوتی ہے
مخلوقات ہے اور وہ شعاع نظر نکلتی پٹھتی نہین ہے اور نہ اوس کا کوئی جسم ہے
جو نظر آوے محض قربت و نسبت حق سے اوسکا ایک نام ہو گیا ہے "روح" اور یہی
علم حق ہے جو بموجب استعداد ہر تعین کے تابان ہے اگر اول درجہ پر ہے تو اوس کو
الف یا نور محمدی کہتے ہین کہ اُسکو تنزلات سے لوث نہین ہے اور اپنے مرتبہ صمدیت
مین تابان ہے اور اگر دوم و سوم درجہ پر ہے تو دیگر پیغمبر دن کے تعین کا آفتاب
ہے بفرق مراتب اور اس آفتاب کو وہ اعتدالی مرتبہ بسبب دو یا تین بُعد کے
یا اور زیادہ بُعد حقیقت سے ہو جانے کے حاصل نہین ہے اور دیگر مخلوقات کو
جیسا جیسا بعد مطابق استعداد کے آفتاب حقیقی سے ہوتا گیا شعاع علم کی تابش
کم ہوتی گئی یہان تک کہ مختلف اقسام کے مخلوقات بہ تناسب شعاع علمی کی کمی
و بیشی سے پیدا ہو گئے اور سب سے آخر مین مادہ ہوا کہ جسکو کچھ علم نہین ہے۔ سراج
نور محمدی کو بسبب اعتدالی صمدیت کے ضرور نہین ہے کہ وہ تنزل کرے کیونکہ
ہمرنگ حقیقت ہے اور مقام محمود مین ہے اور اوس کو اپنے دائرہ مین اپنے محور پر
آپ گردش ہے اوسکی گردش سے جو تعینات اوسکے ماتحت پیدا ہو گئے ہین اون کو ضرورت
ہے کہ وہ لا محالہ نزولی دائرہ کو طے کر کے اعلیٰ علیین سے ہبوط کر کے مثل آدم
کے جنت حق سے نکلکر ناسوت مین آتین اور پھر ناسوت سے سلوک کر کے عروجی دائرہ کو

طے کر کے آفتاب احمدی یعنی تعین اول مین فانی ہو کر نحن اقرب الیہ کی اطلاقیت سے فائدہ اُٹھامین لہذا رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج ہر وقت دم نقد ہی کیونکہ آپ کا مقام ہی مقام محمود ہے۔ غرض سالک جب اس مقام او ادنے مین پہونچتا ہے تو فوراً فتدلٰی ہوجاتا ہی اور فتدلٰی ہونے کے معنی یہ ہین کہ وہی ماہتاب روحی آفتاب ہوجاتا ہے اور آفتاب کا خاصہ تابش ہے تو تابش آفتاب سے ہر چیز روشن و نمایان ہوجاتی ہے یعنی کل اسمائے حق جامعیت کے ساتھ ظاہر ہوجاتے ہین بلکہ یون کہیے کہ حق صورت انسانی پکڑ لیتا ہے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا کہ وعلم آدم الاسماء کلھا۔ پس بفحوائے ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ وہ تعین انسانی مقام فتدلٰی مین تعین رسول الٰہی کہا جاتا ہے جسکو مقام محمود کہتے ہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تعین اعتدالی کا آفتاب بفحوائے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ خط استوی پر آتا ہے اور ساری نمود آپ ہی کے وجود باجود سے مثل آفتاب کے ظاہر ہوتی ہے۔ اسی لیے آپ کی نسبت ارشاد ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک اور جب آفتاب خط استوی پر آتا ہے اوس وقت شے مستقیمۃ القامۃ کا سایہ نہین ہوتا ہے۔ چونکہ آپ عالم انفسی و عالم آفاقی کے آفتاب خطِ استویٰ ہین لہذا آپ کا سایہ نہ تھا اور جو کبھی آپ کا سایہ نظر بھی آیا ہو تو بھی آپ کی جامعیّت کیوجہ سے وہ سایہ مراتب مین ہونا چاہیے تھا۔ جیسے آفتاب جب مطلع سے طلوع کرتا ہے تو مراتب مین فیض دینے کے لیے اوس سے ہر شے کا سایہ ہوتا ہے اب اس آفتاب حقیقی کا حال جو سیر رجوعی کے بعد دنی اور ادنی یعنی سیر الی اللہ و فی اللہ و فتدلٰی ہو کر بشکل آفتاب سیر باللہ و مع اللہ دائرہ نزولی مین سالک کرتا ہے ہم بعد کو لکھین گے مقصد ہمارا اس بیان سے یہ ہی کہ رجوع الی اللہ اور سیر فی اللہ دائرہ عروجی مین بھی حقیقت نماز ہے اور اسی کو صلوٰۃ دائمی کہتے ہین اس رجوع مین

اوادنی تک پہونچکر نایافت ونامرادی ہے اور فتدلّی ہونے کے بعد یافت اور حصول مراد ہے پس حقیقت نماز کی چونکہ نامرادی ہے لہذا نماز مین سالک کا جیسا کہ چاہیے دل نہین لگتا ہے اگر یافت اور حصول مراد ہو تو دل لگے وہ فتدلّی مین ہو جو مقام محمود ہے وہ کہان حاصل ہوتا ہے اسی واسطے آن حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا صلوٰۃ الا بحضور القلب[1] پس پیمبرون اور اولیاء اللہ کی نماز ہماری سی نماز عادتی نہین ہے۔ اور نہ اون کو مثل ہمارے اوس نماز سے حصول ثواب مقصود ہے بلکہ اون کی ہر نماز صلوٰۃ دائمی ہے اور اون کی نماز کا ثواب اپنی حقیقت کی یافت ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بسبب اپنی جامعیت کے جو عین کمال ہے کبھی فرماتے تھے کہ ارحنا یا بلال[2] اور کبھی نماز مین آپکا قلب مثل دیگ کے جوش کے آواز دیتا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز مین ایسے محو در محو ہوجاتے تھے کہ تیر آپ کے جسم مبارک سے نکالا گیا اور آپ کو خبر نہوئی یہ نماز مین حضور قلب کی تھین کہ جس کے واسطے الصلوٰۃ معراج المؤمنین[3] ہے لیکن یہ حضوری کی نماز بلا شخت جوش قلب اور الجھن ونامرادی کے حاصل نہین ہوتی اسی لیے ؎

اور سے حکم ہے کہ مانگ مراد	ہم سے فرمان نامرادی ہو
نامرادی راگنی گر تو شد	فارغ آئی از غم و اندیشہ

یہ مولا علی کی نماز ہے۔

جملۂ معترضہ واضح رہے کہ مجھ کو اپنے اس مشاہدہ کے بیان کر دینے مین کچھ کھٹکا نہین ہے اور نہ اس کا خیال ہے کہ دوسرے مسلک والا اسپر کچھ اعتراض کریگا مین نے اس بیان کو بر مذہب حضرات صوفیہ لکھا ہے اور اس کتاب کی شرح مین

[1] نماز نہین ہے مگر حضور قلب سے ۱۲ [2] راحت دو ہمکو ای بلال ۱۲ [3] نماز مومنون کی معراج کا نام ہے ۱۲

لکھا ہی جو بر مذہب حضرات صوفیہ توحید ذاتی مین ہے اوراس پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا منصب حاصل نہین ہے کہ مین نے حجت و بحث کے واسطے اسکو نہین لکھا ہے کسی کو اپنے مسلک و مذہب کے خلاف مسلک والے پر اپنے مسلک کے اصول کے لحاظ سے اعتراض کرنے کا حق نہین ہے اور مین نے اس لکھنے مین خودی کو دخل نہین دیا ہی بلکہ واما بنعمت ربک فحدث پر عمل کیا ہے مین نے اس بیان مین احتیاط کو بھی دخل نہین دیا ہے کیونکہ مین بر مذہب صوفیہ احتیاط کرنے کو سوء الظن اور خدا کی خدائی مین دخل دینا جانتا ہون وتبتل الیہ تبتیلا اکثر علماء ظاہر باوجود توحید کو سمجھنے کے احتیاط کرتے ہین اور کہتے ہین کہ توحید وجودی حالی ہے اسکو بیان کرنا نہ چاہیے جو لوگ یہ کہتے ہین اون کو اس بیان کرنے سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہین اپنا ایمان نہ جاتا رہے یا لوگ گمراہ نہ ہوجائین۔ میری دانست مین یہ خیال اونکا صحیح نہین ہے اسوجہ سے کہ خدا کی خدائی ہمارے بیان کے سبب سے گمراہی مین نہین پڑسکتی اوسکی خدائی کے ظہور مین کسی سبب کو دخل نہین ہے ؎

ہر سبب راآن مسبّب آورد		قدرت مطلق سببہا بردرد	

پس بیان نکرنا ایک واقعی بات کا چھپانا ہے جو نفاق ہے اور توحید وجودی کو تو خداوند تعالی نے کلام مجید مین اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے احادیث مین بآواز بلند فرمایا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عملاً بھی اسکو ظاہر فرمایا ہے جبکہ آپ نے حکم دیا تھا کہ منادی کردی جائے کہ جس نے صدق دل سے ایکبار کلمۂ لا الہ الا اللہ کہا وہ قطعی جنتی ہے۔ آپ کہینگے کہ حضرت عمرؓ کے عرض کرنے سے وہ منادی نہین ہوئی مین کہونگا کہ یہ منادی نہونا منادی سے زیادہ ہوگیا منادی کی اطلاع محلہ دو محلہ تک ہوتی اور

تھوڑی دیر کے بعد غایب ہوجاتی لیکن منادی ہونے سے اس امر کی اطلاع تمام عالم مین ہوگئی اور آج تک کہ تیرہ سو برس سے زیادہ ہوچکے ہین کانون مین گونج رہی ہے۔ اور جو صاحب باوجود قائل توحید ہونے کے بیان کرنے سے منع کرتے ہین وہ اسی سبب مبنی ہی سے منع کرتے ہین کہ کوئی گمراہ ہوجاے پس حصول مقصد مین سبب مجاہدہ سے کیون باز رہتے ہین کہ بلا گیان دھیان اور اظہار توحید کے توحید حال کیونکر ہوگی۔ اسی واسطے تمام مجاہدہ رکھے گئے ہین۔ کہ بلا مجاہدہ کے کوئی چیز حاصل نہین ہوتی ہے۔ میری دانست مین برسر منبر توحید وجودی بیان کرنا چاہیے جیسا کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شبلیؒ کرتے تھے اور حضرت منصورؒ نے برسر دار کہا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بالا علان فرمایا کہ انا احمد بلا میم الخ[1] اور من رأنی فقد رأ الحق الخ[2] اور خداوند عالم نے کلام مجید مین پکار کر کہدیا کہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور فرمایا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم پس مجھکو اس واقعی و صریحی و قطعی توحید وجودی کے بیان کرنے مین کوئی خوف نہین ہی کہ میرا ایمان ہے لا الہ الا اللہ یعنی لاموجود الا اللہ۔ اور مجھکو نہ شیخی کرنا ہی نہ اپنی بزرگی جتانا ہے کہ مجھ کو اس بات کا ڈر ہو کہ ایک گروہ مخالف ہوجائیگا اور دوسرا گروہ موافق۔ صاحب گلشن راز نے خوب فرمایا ہے ؎

چہ شیخی و مریدی این چہ قید است	چہ جاے زہد و تقوی این چہ شید است

اور مولانا حافظ شیرازی کا کیا خوب رندانہ کلام ہے ؎

از قول عابد کردیم توبہ	وز فعل زاہد استغفر اللہ
جانان چہ گویم شرح فراقت	چشمے و صد نم جانے و صد آہ

[1] مین احمد بے میم ہون ۱۲ [2] جس نے مجھ کو دیکھا اُس نے حق کو دیکھا ۱۲

اس مقام پر مجھے ایک انملی حضرت امیر خسرو کی یاد آئی ایک عورت نے آپ سے
عرض کیا کہ میان ہماری انملی ملا دو۔ چار چیزین ہین۔ کھیر۔ چرخہ۔ کتا۔ ڈھول آپنے
فوراً ایک ہندی شعر مین یہ سب ملا دیے ؎

کھیر پکا دن کہہ گئے سو چرخہ توڑ جلائے
آیا کتا کھا گیا تو بیٹھی ڈھول بجائے

؎ کسانیکہ ایزد پرستی کنند		بر آواز دولاب مستی کنند	

کھیر مین تین چیزین ہین دودھ چاول شیرینی۔ دودھ معرفت ہی چاول قوت
حلال ہے شیرینی لذت درد ہی ؎

من لذّت دردِ تو بدرمان نفروشم		کفر سر زلفِ تو بایمان نفروشم	

یہ کب حاصل ہوتے ہین جب چرخہ یعنی ہستی ناسوتی لبشری کو توڑ کر حرارت
عشق مین جلا دے اور پھر صبر و تحمل سے کام لے جس کے لیے کتا خاصکر مشہور ہے
اور درد دل کی حفاظت کرتا رہے تب مثل اصحاب کہف کے اوس کھیر کے کھانے
کا مستحق ہوگا۔ ڈھول بجانا لوست لازم ہے جو محض وہم کے غلبہ سے ہے ورنہ
ڈھول کے اندر پول مشہور ہے جسکی پروا ہمارے سردار حضرت عمرؓ نے کبھی
نہین کی۔ ہم کو بھی اون کی اقتدا کا حکم ہے اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم
اھتدیتم[1] اور سنیے انّ اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما
فوقھا[2] پس ہم کو چاہیے کہ حق بات کہنے مین ہم بھی کچھ پروا ملامت وغیرہ کی نکرین
اگرچہ گرفتاران وہم دن رات ڈھول بجاتے رہین اور وہ ڈھول کیسے نہ بجائین کہ انکی
فہم و وہم کا تیقنات کے دور دورہ مین ستہراؤ ہوگیا ہے۔

[1] میرے صحابی مثل ستارون کے ہین جن کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے ۱۲

[2] اللہ شرماتا نہین کہ بیان کرے کوئی مثال ایک مچھر کی یا اس سے اوپر ۱۲

اب جاننا چاہیے کہ آیہ سبحان الذی اسریٰ مین خداوند آدم و علم نے رسول علیہ السلام کی معراج نفسی و آفاقی دونون اجمالاً ارشاد فرمائی ہے - جب نفسی معراج آپ کی بنفس نفیس مع تمام جسم کے صراط مستقیم پر ہوئی تو آپ کا جسم مبارک بصورت رحمن تابان و درخشان تھا اور اوس تابش مین آپ کے ہر ہر عضو کی تابندگی آفاق کے ہر ہر جز مین بمناسبت اوس عضو کے سرایت کر گئی تھی یعنی آفاق مین کسی شے کو اسفل السافلین سے لیکر اعلی علیین تک اوس نور نے سرایت کرنے کو باقی نہین رکھا تھا مناسبت کا لفظ مین نے اسواسطے کہا کہ آفاق بھی بصورت انسان کبیر ہے پس انفس کے ہر ہر عضو اور رونگٹے رونگٹے کو مناسبت آفاق کی ہر ہر شے اور ذرہ ذرہ سے ہے تو جس ذرہ سے نفس کے جس رونگٹے کو مناسبت ہے اور جس رونگٹے کو وہ ذرہ نمونہ ہے اوس ذرہ مین اوس رونگٹے کی تابش ایسی مستوی و محتوی ہوئی کہ اوسکا وجود ہی باقی نرکھا اور اوسمین بجز نورانیت انفس کے اور کچھ نرہا اور اوس ذرہ یا عنصر کی کوئی حرکت بلا انفس کی نورانیت کے باقی نرہی اور چونکہ انفس مین نورانیت رونگٹے رونگٹے کی تابش آفتاب حقیقی نے پیدا کی تھی لہذا کوئی حرکت بجز حرکت آفتاب حقیقی کے باقی نہین رہی اور آفتاب حقیقی مقام محمود مین اپنی صمدیت سے قائم رہا جیسا کہ قائم تھا جسکے لیے آمد و رفت نہین ہے لیکن رفتن وہی آمدن ہے اور آمدن وہی رفتن ہے صاحب گلشن راز فرماتے ہین ؎

جہان امر و خلق از یک نفس شد	کہ ہم آندم کہ آمد باز پس شد
ولی این جا نگہ آمد شدن نیست	شدن چون بنگری جز آمدن نیست
باصل خویش راجع گشت اشیا	ہمہ یک چیز شد پنہان و پیدا
جہان امر و خلق اینجا یکی شد	یکے بسیار و بسیار اندکی شد

چونکہ نفس و آفاق کی مقام صمدیت مین یہی کیفیت ہے لہذا وہ نفس جو خلاصہ آدم و عالم ہے جب رجوع الی اللہ مین ایک ہو گیا تو آپ کی معراج مین ہوا چلنے کسے پانی بہنے سے رُک گیا یعنی جملہ عناصر و موالید و موجودات اور اُنکے متعلقات اپنے اپنے کام سے رُک گئے کہ موجودات نفسی و آفاقی کا وجود بجز پاکی و سبحانی کے باقی نہین رہا اور اسکو قیامت کہتے ہین ؎

تو قیامت شو قیامت را ببین	دیدن ہر چیز را شرط است این

نفس کی رجوع اپنی اصل کی طرف ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ اسری بعبدہٖ اور عالم کی رجوع اپنے مبداء کی طرف ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ اور نور ائیت کا سرایت کرنا ہر ہر ذرہ مین ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ الّذی بارکنا حولہ۔ اب النفس کی رجوع الی الحقیقت ان الفاظ سے کہ اسری بعبدہٖ جو مین نے بیان کی ان معانی مین ہے کہ نفس مین بندہ اسم آخر جناب باری ہے اور جو اپنے بندہ کو لیگیا وہ اسم اول ہے۔ جب اسم اول منظور ہوا کہ اوسکا اسم آخر وہی اسم اول ہو جاے۔ جیسا کہ جناب باری کی شان ہے کہ اوس کا اسم اول اسم آخر ہے اور اسم آخر اسم اول ہے تو عبودیت بندہ سے کوئی چیز باقی نہین رہی ساری عبودیت الوہیت ہو گئی اور آمد و رفت ساقط۔ تب ہی عبد مقام صمدیت مین متمکن ہو گیا مثلاً کیا آپ اپنی سانس کو چلتے نہین دیکھتے ہین کہ جو نفس مین بشمول آفاق کی ہوا کے آتی جاتی ہے اور اوسکا جو جانا ہے وہی آنا ہے اور جو آنا ہی وہی جانا ہے اس لیے کہ آپ بدستور قائم ہین نہ آپ کو آنے سے تعلق ہے نہ جانے سے یعنی آپ خود قطعاً نہ آتے ہین نہ جاتے ہین حالانکہ اسی سانس سے تمام نفس و آفاق کی تخلیق ہو رہی ہے اسی طرح بہ حق اپنے مقام صمدیت مین

نہ آتا ہے نہ جاتا ہے۔ پس جب اسم اول اپنے اسم آخر کو مقام صمدیت مین لے گیا تو
کوئی اعتباری فرق بھی باقی نہین رہا۔ نہ آخر رہا نہ اول محض صمد باقی رہ گیا۔
اب آفاق مین بمناسبت اسم اول و آخر دو گھر جناب باری کے کہے جلتے ہین
جو گھر اسم اول جناب باری کا مظہر ہے وہ مسجد اقصی ہے جو پہلے اسلام کا کعبہ
تھا اور جو گھر اسم آخر جناب باری کا مظہر ہے وہ مسجد حرام ہے جو بعد کو کعبہ ہوا
ہے ومن دخلہ کان امنا یعنی جو اوسمین داخل ہوا وہ امن مین ہے یعنی ساکن
ہے تو اجمالاً انفسی و آفاقی آن حضرت کی معراج بتانے کے لیے اسی قدر آیت
سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی
الذی بارکنا حولہ لنریہ من ایاتنا انہ ھو السمیع البصیر کافی و
وافی ہے مگر آفاقی مثال مین بمناسبت اسم آخر و اول یہ مثال مسجد حرام و مسجد اقصے
کی صرف اوسی قدر فاصلہ کو بتاتی ہے جو مسجد حرام و مسجد اقصی کے درمیان مین
ہے لیکن فی الواقع مسجد اقصی کے لغوی معنی مولوی عبدالقادر صاحب نے "دور کی مسجد"
لکھے ہین یعنی انتہائی مسجد کہ جس کے آگے بجز ذات پاک کے کچھ نہین ہے اور مسجد حرام
مین بجز ذات پاک محمدی یعنی اسم آخر جناب باری کے اور کچھ نہین ہے تو مسجد حرام
و مسجد اقصی ایک ہوگئی ہے

اقصی ہے کتاب وجہ باقی
ہر خانہ نماز ہوگیا ہی

جیساکہ عبد و معبود ایک ہوگیا اور کونین سے کوئی چیز چھوٹی نہین۔ اور لفظ مسجد
اسم ظرف ہے اور سجدہ کرنے کا انتہائی مقام انکسار یہ ہے کہ ساجد اپنے وجود کو
مسجود کے وجود مین ایسا فنا کر دے کہ بجز مسجود کے وجود کے اور کچھ نہ رہے۔ تو
مسجد حرام و مسجد اقصی تحت و فوق ایک ہوگیا تھا اب ساجد و مسجود بھی ایک ہوگیا اور
اس طرح پر ایک ہونے مین انفس و آفاق ایک ہوگیا اور اسم اول و آخر بلکہ کل اسماء کا

اندماج ذات مین ہو گیا اور بجز ذات کے کچھ باقی نرہا ہے

	قربان ہون ایسی عبدیت کے محمود ایاز ہو گیا ہے	

اسی واسطے اللہ نے اس آیت مین اپنے اوس تنزیہی نام کو لکھا ہے جو سبحان ہے اور پھر چونکہ تشبیہات بھی نفس مین اوسکے اسماء سے موجود ہین لہذا یہ بھی بتا دیا کہ وھو السّمیع البصیر یعنی ھو وہی سبحان ہے اور وہی ہو سمیع وبصیر ہے اور عین سبحان کے ساتھ جو اسم تنزیہ ہے ضمیر الّذی کو جسے تنزیہ سے مناسبت ہے تشبیہ کے بجائے لایا۔ اور ھو جو اسم تنزیہی ہے اوسکی مناسبت سے تشبیہی الفاظ سمیع وبصیر استعمال فرمائے تو سبحان الذی اسری مین تنزیہ وتشبیہی اسم اول وآخر آفاقی کو ایک کیا ہے اور وھو السّمیع البصیر مین تنزیہی وتشبیہی اسم اول و آخر انفسی کو ایک کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تنزیہ اسم اول ہے اور تشبیہ اسم آخر ہے اور باوجود تشبیہ وتنزیہ کو ایک کر دینے اور کچھ فرق نہ رکھنے کے کیا امتیاز اسم اول وآخر کا ہے اور کیسا فرق تشبیہ وتنزیہ کا ہے۔ اور یہ تو غالباً آپ کا عقیدہ ہی ہوگا کہ حق سبحانہ اپنی پاکی وسبحانی مین امہات اسماء سے جو تشبیہی ہین خالی نہین ہے۔ اور اپنی ہویت مین بھی اپنے آپ کو دیکھتا ہے مع ان امہات اسماء کے اور جب ان اسماء کو اسی اسم اول وآخر کے ساتھ آپ ایک وجود مین ملا دین گے تو ان اسماء باطن کے اسماء ظاہر ہاتھ پیر ناک کان اور تمامی اعضاء انسانی ہین لہذا یہی اسم باطن ظاہر ہو جائے گا اور ظاہر باطن ہو جائے گا ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شیٔ علیم حق کی صورت بتمامہ ہو گی مگر تمامہ اوسکو اسواسطے نہین کہتے ہین کہ یہ تو ہیئت کذائی اور صورت انسان کی ہوئی اور حق اپنے منوال پر الآن کما کان بے صورت ہے مگر انسان کی ذات کو کوئی دوسرا

نہین ہے بجز حق کے کیونکہ انسان بھی باوجود ان سب صفات کے اپنی ذات مین وہی رنگ رکھتا ہے جو حق کا ہے۔ اسی واسطے حدیث قدسی مین آیا ہی ان اللہ خلق ادم علے صورتہ۔

نکتہ حضرت حق نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے یعنی مرد کو عورت کو نہین بنایا ہی مگر عورت کو اپنی صورت سے باہر بھی نہین کیا ہی کہ آدم کے پہلوے چپ مین موجود ہے لہذا عورت نے بھی اس ارشاد ان اللہ خلق ادم علی صورتہ سے فائدہ اُٹھایا ہے۔ پس عورت بھی معشوق حقیقی ہوئی مگر مرد کا جزء ہوکر اور مرد بھی معشوق حقیقی ہے مگر حق کا نفس ہوکر اسی واسطے جناب باری نے فرمایا ہے کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی اور جسطرح حضرت آدم سے حضرت حوا کو بہشت مین پیدا کیا اوسیطرح پر انسان کو بعد موت اختیاری کے اپنی جنت مین لیجائیگا ؎ (قیصری)

روے نگار ما بہ بین باغ وبہار ما بہ بین	الجنت بکار ما بہ بین جنت نقد روبرو

اور حق کی جنت سرور محض ہے انسان چونکہ محبوب ہے لہذا اوس کو اپنی جنت یعنی سرور محض مین لیجائیگا جیسا کہ فرمایا ولیصنع علی عینی ؎

خرد باشد ازینگونہ در آشفت	کہ ولیصنع علے عینی چرا گفت

پس جسطرح حق اپنے آپ سے سرور مین ہے انسان بھی اپنے آپ سے سرور مین ہوگا اور یہی کمال ہے ؎

دلا سراپا سرور ہوجا نکل کے ظلمت سے نور ہوجا

خدا کے نشہ مین چور ہوجا رہے گا مست شراب کب تک

تلمیح۔ آپ کہین گے کہ حضرت مصنف نے جو وہ حروف نورانی اسم اللہ سے نکالی اور اون کے بیچ مین جو حروف کہ مکرر تھے اون کو ساقط کرکے صرف چھہ حروف نورانیہ رکھے

یہ ایک مضمون گانٹھنے کے لیے حضرت مصنف نے خیالی تاویل لفظ اللہ کے
حروف کی کی ہے ہم جس نام کو لین اوس سے ایسی باتین نکال سکتے ہین یہ اللہ کے
نام کی تخصیص کیا ہوئی؟ مین کہون گا کہ ہان آپ ایسی باتین اور نامون سے
بھی نکال سکتے ہین لیکن وہ بھی اللہ ہی کا نام ہوگا۔ حضرت مصنف رح نے
اِس اُصول کو بتایا ہے کہ ہر اسم و شے مین جب تک تفکر نفس و آفاق کا یعنے
تنزیہ و تشبیہ کا یعنی اسم اول و آخر کا اور باطن و ظاہر کا نہ کیا جائے گا اوس سے
معرفت نہ نفسی معلوم ہوگی اور نہ آفاقی اور نہ کلمہ توحید کے معنی کھلین گے کہ
جس کی خاصیت یہ ہے کہ سب کو ایک کر دینا اور نہ آپ کی توحید
صرافت پر آئے گی اور نہ آپ کا کوئی تفکر قائم ہو سکتا ہے۔ جیسے علم ہیئت مین
اگر علوم متعارفہ و اصول موضوعہ کو محض تاویل سمجھیے تو آپ نہ کوئی شکل اقلیدس
کی قائم کر سکتے ہین اور نہ الف بے کے مفروضہ حروف کے بغیر جبر و مقابلہ مین
کوئی سوال لگا سکتے ہین نہ بلا مفروضہ پہاڑون کے علم حساب اعداد مین کسی
سوال کا صحیح جواب نکال سکتے ہین اور نہ علم منطق مین مفروضہ اُصول کے بغیر
تصور کو تصدیق کر سکتے ہین۔ چونکہ جناب باری حکیم مطلق ہے اور اوسی کے اسما
کی تفصیل سارا عالم ہے لہذا نفس و آفاق مین بلا اصول موضوعہ و علوم متعارفہ
کے کوئی شئے ثابت ہو کر درجہ یقین کو نہین پہونچ سکتی اور درجہ یقین مطلوب
ہے واعبد ربك حتّٰی یاتیك الیقین وہ بلا اس طرح سے توحید مین تفکر کیے
ہوے حاصل نہین ہوتا ہی جیسے "دو دونے چار" اب اس چار کو یقین کر لیسے کوئی
شخص انکار نہین کر سکتا ہے ویسے ہی ابجد کا حساب بھی حروف تہجی کے اُلٹ
پھیر سے ہی اب آپ ان کل علوم مین یقینی شکل اقلیدس کی یقینی جواب جبر مقابلہ
مین یقینی جواب اعداد کا علم ہندسہ مین اور یقینی نتیجہ یا تصدیق علم منطق مین اور

یقینی جواب سنین کے حساب کا حروف ابجد مین نہین نکال سکتے ہین تا وقتیکہ
ہر ہر علم مین اوسکے اصول موضوعہ و علوم متعارفہ کی پابندی نہ کیجیے مثلاً ایک
جواب آپ کسی کسر مین لگانا چاہین تو ہزارون اعداد کی ضرب و تقسیم و منہا ی آپکو
کرنا پڑے گی تب آپ ایک صحیح جواب نکال سکتے ہین اور اس ایک جواب کو اون
تمامی اعداد کے پھیلاوے کا معنی کہین گے اسی طرح بر اسمار نورانی و ظلمانی کے
انبساط و ہجے مین جیسی جس کی سمجھ ہو۔ بشرطیکہ وہ ایک ہی نتیجہ معنوی یقینی نکالنے
والا ہو کلام مجید کی ہر سورۃ اور ہر آیت اور ہر لفظ اور ہر حرف اور ہر نقطہ سے جداگانہ
معنی پیدا ہوتے چلے جائین گے۔ اور اسی واسطے لکھا ہے کہ کلام مجید کے نو بطن
ہین بلکہ اس سے زائد بھی ہو سکتے ہین۔ تین بطنون سے عرفا کو معنی کی معلومات ہوتی
ہے اور چونکہ اس سے آگے اوسقدر صرافت جو عالم الغیب بذاتہ کو ہے حاصل ہونا محال
ہے لہذا اون معانی کا وقوف جیساکہ عالم الغیب بذاتہ کو ہے عرفا کو اس عالم مین ہونا
دشوار ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ پھر عارف تام المعرفت کو عارف تام المعرفۃ
کہنا غلط اور بے محل ہے کیونکہ عارف تام المعرفت اوسکو کہتے ہین جو بیج بوکر
اوسکی تفصیل درخت مین دیکھکر ختم کر چکا ہے لیکن پھر اسوجہ سے پورے طور پر ختم
نہین کر سکا ہے کہ اگر اوس درخت کے بیجون کے بونے کا تعہد کرتا چلا جاوے
تو ابدالآباد تک کبھی ختم نہوگا اور جسطرح کہ بیج بوکر عارف تام المعرفت نے بیج کی
معرفت حاصل کی ہے اوسیطرح پر قبل بونے کے جب بیج کے اندر درخت تھا وہ
معرفت غیب الغیب کی ہوگی جو مثل اس عالم شہادت کے کبھی ختم نہین ہوگی
اور ان دونون معرفتون مین سے ایک کا بھی ختم ہونا یہ نقص ہے جو حقیقت کی
شان کے خلاف ہے کیونکہ حقیقت مین نقص محال ہے پس عارف تام المعرفت
اوسکو کہین گے جو اس حکمت کو جان کر کسی معرفت پر نہ ٹھہرے اور برابر ابدالآباد تک

عرفان حاصل کرتا چلا جائے مثلاً اسی آیت سبحان الذی اسری مین اردو کے
لفظی معنی وہ ہین جو مولوی عبد القادر صاحب دہلوی نے لکھے ہین اور اصول تنزیہی و
تشبیہی و نفسی و آفاقی و اسم اول و آخر و ظاہر و باطن کی رو سے تفکر کرنے مین وہ معانی
ہوتے ہین جو مین نے اوپر لکھے ہین یہ ایک بطن ہوکر دو معانی ہوے اب ان اصول پر
نظر کر کے بتقلید حضرت مصنف حروف کے انبساط اور ہجے کر کے اور ہمجنس حروف کو
ساقط کر کے ایک اللہ کو ثابت کر کے اوس سے جو معانی پیدا ہون گے وہ تیسرا بطن
ہوگا اسی طرح پر نو بطن بلکہ اس سے زائد بھی ہو سکتے ہین مثلاً لفظ سبحان مین پانچ
حروف ہین۔ سْ بُ حْ آ نْ اس مین کل حروف بجز ب کے نورانی ہین اور
ب حرف ظلمانی ہے اور اسم سبحان منجملہ اسماء حسنے کے غیب الغیب کا اسم ہے جو
تنزیہ در تنزیہ ہے حروف نورانی تنزیہی اسماء پر دلالت کرتے ہین اور حروف ظلمانی تشبیہی
اسماء پر اور تنزیہی و تشبیہی اسماء کا مظہر تام انسان کامل ثابت ہو چکا ہے تو عین اوس
اسم منزہ مین ب حرف ظلمانی یعنی اسم تشبیہی موجود ہے یعنی انسان مرتبہ غیب الغیب
مین حق سبحانہ کے ساتھ ہے اسی واسطے جناب باری نے فرمایا کہ الانسان سری
وانا سرہٗ۔ اب ضمیر الذی لفظ سبحان کی طرف راجع ہے اور الذی مین کل
حروف نورانی ہین بجز ذال کے اور چونکہ ضمیر اصل اسم کی قائم مقام ہوتی ہے اور
اسم سے نازک تر ہوتی ہے لہذا ضمیر الذی کے ضمن مین ذال جو حرف ظلمانی ہے
لفظ سبحان سے زیادہ نازک اور غیب الغیب مین ہے۔ پس انسان ظلمانی اسم تنزیہی
سبحان سے زیادہ نازک اور غیب الغیب مین ہوا کیونکہ اوسکا ظہور اسم سبحان کیطرف
راجع ہونے سے ہوا ہے پس یہ اسم آخر اسم اول ہوگیا۔ اسی طرح سے لفظ اسرےٰ
کے حروف یہ ہین اْ سْ رْ یٰ۔ اسری مین ی لکھنے مین تو یا ہے لیکن پڑھنے
مین وہی الف ہے کہ جو اول تھا اور یا کے بسائط مین بھی الف ی ہو کر

واقع ہوا ہے لہذا وہی الف اول آخر ہو گیا اسی طرح پر اگر عمدہ حساب لگانے والا
ہو تو وھو السمیع البصیر تک بلکہ پورے کلام مجید مین اول آخر ہے اور آخر
اول ہی۔ ظاہر باطن ہے اور باطن ظاہر ہے اور پھر اول و آخر و ظاہر و باطن سب ایک ہے
ھو الاول والاخر والظاہر والباطن وھو بکل شیء علیم یعنی جو اول
یعنی حق ہے وہی آخر یعنی انسان ہے اور جو ظاہر یعنی انسان ہے وہی باطن یعنی حق
ہے تیسرا بطن ہوا اور جو مجھ سے زیادہ خوص و تفحص کرنے والا ہے وہ اسی اصول پر
مجھ سے زیادہ معانی نکال سکتا ہی باقی سردست کل حروف کی تفصیل کرنا اور حروف ظلمانیہ کا حروف نورانیہ
بنانا میرے حیطۂ امکانی سے باہر ہے قل[۱] لو کان البحر مدادا لکلمات ربی
لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا اور کلام مجید کے
نو بطن اسواسطے ہین کہ ہر شئے کا وجود تین چیزون سے ہے انفس مین علم و عالم و معلوم
اور آفاق مین جڑ شاخ پھل اور انفس فی الآفاق یعنی جسم انسانی مین سر تا گردن
گردن تا ناف اور باقی اسفل۔ غرض ہر چیز تین تین ہی تین کو تین سے ضرب دیجیے
تو نو ہوتے ہین اور چونکہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ ہے اور وجہ حق کا اسم آخر انسان
کامل ہی اور انسان کامل تین بطنون کو شامل ہی جسکو اہل ہنود "لوک" کہتے ہین لہذا صرف وجہ مین
تین بطن بلکہ نو بطن ہوے اور یہی حضرات نقشبندیہ کے یہان کے دوائر کی حقیقت
ہے اور جو اختلاف دوائر کی تعداد و لطائف مین ہے وہ انھین دوائر کے الٹ پھیر
سے ہی کسی نے صرف وجہ کے دوائر لیے اور اسمین سیر کی کسی نے صرف وسط جسم
کے دوائر لیے ہین اور کسی نے صرف جسم کے تین ہی دوائر لیے ہین اسی طرح پر ستائیس
بھی ہو سکتے ہین اور انھین مختلف دوائر کے سلوک مین مشارب و معارف جداگانہ

[۱] کہو کہ اگر دریا سیاہی ہو جائین کلمات پروردگار کے لیے تو دریا چک جائین گے اور
کلمات قدرت ختم ہون گے اگرچہ اتنی ہی اور سیاہی جمع ہو جاے ۱۲

ہو گئے ہین۔ معراج حضرت یونس کو بھی ہوئی تھی اور حضرت بایزید بسطامی کو بھی ہوئی اور کل اولیا راللہ کو ہوتی ہے لیکن تفاوت یہ ہے کہ کسیکو دائرہ ناف جو اسفل کا آدمی معلوم ہوتا ہے اوس کے سر تک معراج ہوئی جیسے برمذہب ہنود مہادیوجی کو اور اسی وجہ سے اہل ہنود مین کام دیو کی پرستش ہوتی ہے اور کسی کو مع اس کے دائرہ ناف سے گردن تک جو آدمی ہے اس کی بھی معراج ہوئی یہ معراج حضرت بایزید بسطامی کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مین نے اپنے سیر وسلوک مین اپنے آپ کو انبیا علیہم السلام کے پائین دیکھا اور انبیا علیہم السلام کی معراج مع ان دونون کے اوس آدمی مین بھی ہے جو وجہ کا ہے چنانچہ حضرت یونس کی معراج مچھلی مین ہوئی یعنی ہر سہ مراتب دائرہ جسمانی کو لے کر جو سامنے کی طرف سے تشبیہ یعنی نقش ونگار تعیناتی ہین اور پشت کی طرف سے تنزیہ ہے یعنی کوئی نقش ونگار نہین ہے پورے سر تک معراج ہوئی اور چونکہ تنزیہ عین تشبیہ ہے لہذا پورے جسم کی معراج نے اپنے دائرہ تنزیہی وتشبیہی کے لحاظ سے اسفل مین اعلے کا فائدہ دیا۔ جس طرح ہندوؤن کے مذہب پر مہادیو جی نے اپنے معراج اسفلی سے بمقابلہ کرشن جی کی معراج علوی کے برابر فائدہ اوٹھایا کیونکہ کرشن جی اعلے مقامات مین فانی ہو کر ذات حق مین لین ہو گئے تھے اور مہادیو جی نے پاتال یعنی اسفل السافلین مین اپنا کام پورا کر لیا ہے

در ین ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

اور چونکہ ہر ایک عارف کی معراج ایک تعین انسانی کی ہے اور آدمی سب برابر ہین لہذا کسی کی معراج کو اعتباری تحت وفوق سے دوسرے کی معراج پر

فضیلت نہین ہے اسی واسطے آن حضرت نے فرمایا ہے کہ میری معراج سے
بھائی یونس کی معراج کو کم نہ کہو کیونکہ اللہ مین تحت و فوق نہین ہے لیکن اعلیٰ ترین
معراج نفس مین وہ ہے کہ ہر سہ دوائر نفسی مین جو حقیقت مین نو ہین انسان کے
تینون شخصون مین ہو جو فی الواقع ستائیس ہوے اور اسی طرح ہر آفاق کے پورے
جسم انسان کبیر مین بھی نفس کے ساتھ ہو اور وہ انسان کبیر جو اسفل علیین
سے لیکر تحت الثریٰ تک ہے جبرئیل کی صورت اصلی ہے کہ جس کی نفسی صورت
دحیہ کلبی تھے پس ظاہر جسم کی روسے پورے عوالم جو ستائیس بلکہ مع ایک
نفس کے اٹھائیس ہوئے ایک جبرئیل کی صورت ہے۔ اور جبرئیل کی صفت
رزاقی کا تشکل میکائیل علیہ السلام ہین جو جبرئیل سے کہین بڑے ہین اور
اون کی صفت تکوینی کا تشکل اسرافیل علیہ السلام ہین اور صفت تفنی کا تشکل
عزرائیل علیہ السلام ہین اور اضداد کا یکرنگ کر دینا صفت تدبر کا کام ہے اسکو
تعقل کہتے ہین لہذا حضرت جبرئیل عقل کل ہین اور تعقل روحانیت سے پیدا
ہوتا ہے۔ صفت ہستی کا نام روح ہے اور صفت تدبر کا نام عقل ہے اور ان
سب اضداد کا متحد ہو جانا جبرئیل کی صورت ظاہر و باطن ہے۔ جیسے نفس
مین یہ سب متحد ہوکر ایک شخص انسان صغیر ہوا یعنی جبرئیل دحیہ کلبی کی
صورت پر آئے پس جبرئیل پورے پورے آفاق اور پورے پورے نفس یعنی روح
ہین یعنی سب چیزون کی جان ہین اور تعین رسول اللّٰہی آفاق و انفس کی
جان جان ہے اور جبرئیل مع اپنی کل صورت روح و عقل وغیرہ کے صورت متمثلہ
عقل کل رسول اللّٰہی ہین جن کی جان جان روح کلی رسول اللّٰہی ہو پس جبرئیل
کا چک جانا کل عوالم کا ختم ہو جانا ہے یا کسی شخص کا آفاق مین افق اعلےٰ تک
اور نفس مین کل دوائر کی سیر کرکے مخ دماغ تک پہونچ جانا ہے اور مخ دماغ کا

سلسلہ پیچھے سے نفس مین چونکہ پائین جسم تک ہے تو مخ دماغ کی سیر مین سالک
جس قدر اپنے حساب مین عروج کرتا جائے گا فی الواقع اوسی قدر سفل مین اُترتا آئیگا
اور تحت الثری تک چلا جائے گا اور جب تحت الثری کو آئے گا تو ایک سیر رجوعی
تحت الثری سے اوسے پھر کرنی پڑے گی مگر اِس سیر رجوعی اور پہلی سیر رجوعی مین
فرق یہ ہے کہ پہلی سیر رجوعی دفعہ دفعہ کرکے ہوئی ہے اور یہ سیر رجوعی بیک دفعہ
مخ دماغ تک ہوگی تاکہ رفتن عین آمدن اور آمدن عین رفتن ہو جاے یعنی اول
آخر ہو جاے اور آخر اول ہو جاے۔

تنبیہ ہر شخص جو کچھ احساس کرتا ہے اپنی عقل اور اپنی روح سے
کرتا ہے اور جو بات عقل کی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اوس نے یہ بات عقل سے
نکالی اور جو بات روح کی ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ اِس شخص کی روحی مستی ہے
بالجملہ عقل یا روح کو کوئی فضیلت اوس شخص پر نہین ہوتی ہے کہ جس کی عقل یا
روح نے ایسا تعقل یا ادراک کیا ہے۔ پس عقلی و روحی مراتب کو جبرئیل علیہ السلام
کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لانا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کو اقرا باسم ربک پڑھانا ان باتون سے جبرئیل امین کی فضیلت آن حضرت صلعم
پر نہین متصور ہو سکتی بلکہ آن حضرت صلعم کی فضیلت جبرئیل پر یقیناً کہی جائے گی۔
جبرئیل کو فضیلت اِس واسطے نہوگی کہ اونکا پڑھانا یا وحی لانا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا اپنی عقل اور روح سے تعقل و ادراک کرنا ہے اور رسول اللہ صلعم کو
فضیلت اِس واسطے ہوگی کہ اونھون نے اپنی عقل کو کام مین لاکر اور اپنی
روح کی تفصیل کرکے مجموعی روح الامین کو فیض دیا پس جبرئیل آن حضرت صلعم سے
مستفید ہین اور آن حضرت اون سے مستفید نہین ہین کیونکہ جبرئیل تو آپ ہی
کی عقل اور روح کی صورت متمثلہ ہین جیسے ہم اپنی زبان سے کلام کرین تو زبان کا

احسان ہم پر نہین ہے بلکہ ہمارا احسان زبان پر ہے کہ ہم اوس کو کام مین لائے اور ہم نے اوس کو کلام کی قدرت دی - یا ہم حق تعالی کی حمد کرین تو ہمارا احسان خداوند تعالی پر نہین ہے بلکہ خداوند تعالی کا احسان ہم پر ہے کہ اوسنے ہمکو حمد کرنے اور گویائی کی طاقت دی ہے

بادہ از ما مست شد نے ما از و	
قالب از ما ہست شد نی ما از و	

اس تحریر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ملک و ملکوت تک جبرئیل علیہ السلام باعتبار اپنی فطرت کے پہونچ سکتے ہین اور اوس سے آگے نہین جا سکتے ہے

	اگر یک سر موے برتر پرم
	فروغ تجلی بسوزد پرم

اس واسطے کہ انسان کے لیے بسبب جامعیت وعلم آدم الاسماء کلہا کے ذاتی نسبتین حضرت حق کے ساتھ ہین جو جبرئیل یا کسی فرشتہ کو نصیب نہین ہین کیونکہ حضرت مصنف کے قول سابق کے مطابق حق تعالی نے ملائکہ کے لیے اُن سب کے ہی نفس مین تجلی کی ہے یعنی اون کی ہی ذات مین تجلی کی ہے نہ ذات حق مین اور انسان کے لیے حق تعالی نے اپنی ذات مین تجلی فرمائی ہے پس ع

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ان تلمیحات وغیرہ کا درمیان مین لکھدینا اسواسطے ضروری ہوتا ہی کہ بغیر انکے سمجھے ہوے معراج شریف پورے طور پر سمجھ مین نہین آسکتی ہے - اب ہم پھر معراج کے بیان کیطرف رجوع ہوتے ہین کہ جو ہمارا مقصود اصلی تھا سبحان الذی اسری مین معراج کی اجمالی حالت تو ظاہر ہو چکی اب سورہ والنجم مین جو اوسکی تفصیلی کیفیت کا بیان ہے اوسکی چند آیتین لکھکر اون کا انطباق بیان کرتا ہون تاکہ نہایت آسانی سے سمجھ مین آجاے

وہ آیتین یہ ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۞ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۞ وَ

قسم ہی تارے کی جب گرے — بہکا نہین تمھارا رفیق اور بے راہ نہین چلا — اور

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞ عَلَّمَهٗ

نہین بولتا اپنی خواہش سے — یہ تو وحی ہے جو اوسکو پہونچتی ہی — سکھایا اسکو

شَدِيْدُ الْقُوٰى ۞ ذُوْ مِرَّةٍ ۚ فَاسْتَوٰى ۞ وَهُوَ بِالْاُفُقِ

سخت قوتون والے — زور آور نے — پھر سیدھا بیٹھا (پس پورا نظر آیا) — اور وہ تھا اونچے

الْاَعْلٰى ۞ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۞ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ

کنارہ آسمان کے — پھر نزدیک ہوا پس اُتر آیا — پھر رہ گیا فرق دو کمانون کے برابر

اَوْ اَدْنٰى ۞ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ۞ مَا كَذَبَ

یا اس سے بھی نزدیک — پس حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی — جھوٹ نہین کہا

الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۞ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۞ وَلَقَدْ

دل نے جو کچھ کہ دیکھا — اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اوپر جو اوس نے دیکھا — اور اُسکو اُسنے

رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۞ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۞ عِنْدَهَا

دیکھا ہے ایک دوسرے اُتارے مین — نزدیک سدرۃ المنتہیٰ کے — جسکے پاس ہی

جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۞ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۞ مَا

بہشت رہنے کی — جب چھا رہا تھا سدرہ پر جو کچھ کہ چھا رہا تھا — بہکی

زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۞ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ

نہین نگاہ — اور حد سے نہین بڑھی — بیشک دیکھے اُس نے اپنے رب کے

الْكُبْرٰى اَفَرَاَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ
بڑے نمونے بھلا تم دیکھو تو لات اور عزی کو اور مناوۃ تیسرے

الْاُخْرٰى اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ
پچھلے کو کیا تمکو بیٹے اور اُسکو بیٹیاں ہین یہ اسوقت بانٹنا بہت

ضِيْزٰى اِنْ هِيَ اِلَّا اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ
برا ہے یہ سب نام ہین جو تم نے اور تمہارے باپ دادا اُون نے رکھے ہین

مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ
اللہ نے اوس کے لیے کوئی سند نہین اُتاری نرے اٹکل ہی پر چلتے ہین

وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى
اور اپنے جی چاہنے پر حالانکہ پہونچ چکی ہے اونکو اُنکے رب سے ہدایت

سورۂ والنجم کی یہ آیتین سُبحان الذی اسریٰ کی تفصیل ہین سردست مین ان آیتون کی تفسیر بتمامہ لکھنے کے لیے تیار نہین ہون اور نہ اس شرح مین اون کی گنجائش ہے۔ یہان پر مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ جس طرح آیۂ سبحان الذی اسریٰ مین خداوند تعالیٰ نے کلمہ توحید کی رو سے تشبیہ و تنزیہ و اسم اول و آخر و ظاہر و باطن کو ایک کر کے کسی اور شے کے وجود کو باقی نہین رکھا یعنی گویا فرمادیا کہ کلمہ کے معنی جو آیات محکمات مین سے ہی بلا کسی تاویل کے یہ ہین کہ لاموجود الا اللہ یعنی کل موجودات جو الٰہ ہین وہ الٰہ نہین ہین مگر اللہ چنانچہ سبحان الذی اسریٰ مین جو آخر کے الفاظ ہین وھو السمیع البصیر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہین کہ آپ ہی سننے اور دیکھنے والے ہین اور آپ ہی کی نسبت حق تعالےٰ نے اپنے آپ کو فرمایا کہ وھو السمیع البصیر یعنی آپ کی ذات وصفات و افعال کو

اسپنے مین ملا کر ایک کرلیا۔پس جو کچھ والنجم کی معانی سے وعلمہٗ شدید القویٰ
کی نسبت حضرت جبرئیل کی طرف کی جاتی ہے تو چونکہ سوای حق کے کوئی شے موجود
نہین ہے لہذا وہ سب حق کی ہی طرف منسوب ہے اور جو ضمائر اس سورۂ والنجم مین
حضرت جبرئیل کی طرف منسوب کی جاتی ہین وہ سب رسول اللہ کی طرف راجع ہین
کیونکہ جبرئیل جو ملک وملکوت کو شامل ہین صورت متمثلہ عقل رسول اللہی ہین پس
ملکوت سب رسول اللہ کے صفات وافعال ہین اور رسول اللہ عبد ہین جسکی تعریف
بیان ہوچکی ہے کہ عبدیت عین الوہیت سے ہے اور خداوند تعالیٰ نے عبد کی تعریف
فرمائی کہ ھو السمیع البصیر پس سب نسبتین سب اضافتین سب شانین اپنے اپنے مرتبے کیا انفس
اور کیا آفاق کیا ملکوت اور کیا ملک مین اپنی حقیقت یعنی اللہ کی طرف رجوع ہوتی
ہین اور خدا کے وجود سے کوئی موجود باہر نہین ہے بلکہ کسی موجود کا باہر ہونا محال ہے
لہذا وجود حق کے علاوہ کسی دوسرے کا وجود محال ہے لوکان فیہما الھۃ الا اللہ
ہنس تا پس سدرۃ المنتہی تک مع درخت سدرہ کے ایک وجود تشبیہی جناب باری کا
مع جملہ عوالم کے ہی جو عوالم ہر وقت بحکم کل یوم ھو فی شان پیدا ہوتے رہتے ہین
اور سدرہ کی ایک پتی ایک ایک عالم یعنی آفاق ہے اور اوس کی پتیون کی قطع مثل ہاتھی
کے کان کے ہی جیسا کہ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین آیا ہے اور اسمین یہ نکتہ
ہے کہ نطفہ جب رحم مین صورت انسانی پکڑتا ہے تو اوس کو ایک جھلی گھیر لیتی ہی جس
سے جنین کی قطع مثل ہاتھی کے کان کے ہوجاتی ہے اور اس جھلّی کا گھیر لینا یہی
شاکلہ ہے قل کل یعمل علےٰ شاکلتہٖ۔ اور اس ہاتھی کے کان کی شکل مین بھی پوری
صورت انسانی اندر موجود ہوتی ہے اسی طرح سے سدرہ کی ایک ایک پتی مین ایک
ایک عالم کی صورت مثل ہاتھی کے کان کے ظاہر ہوجاتی ہے اور اسی صورت مین پوری
صورت عالم کی مثل انسان کے موجود ہوتی ہے۔ الحق ہے

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار	ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

اور سدرہ کا ایک ایک پھل نفس یعنی انسان ہے اور اوس کی پتیان اوسکے پھلون
کی تابش سے قندیل کی طرح چمکتی ہین اور اسی کو قلب انسانی کہتے ہین اور اسی واسطے
آن حضرتؐ کا نام سراجاً منیراً ہے لفظ سراج کے دو معنی ہین ایک چراغ دوسرے
آفتاب تو آپ انفس کے چراغ ہین اور آفاق کے آفتاب ہین یعنی انفس کا جو مضغۂ
گوشت یعنی دل ہے اوسکے چراغ ہین اور آفاق کا ماہتاب جو بے روشنی ہے
اوسکے آفتاب ہین جو فی نفسہ روشن ہے اور ماہتاب مین روشنی نہین ہے بلکہ
اوس مین آفتاب سے روشنی آتی ہے اور انفس مین دل کا مضغۂ گوشت مع چراغ دل
کے یعنی مع مدرکات کے آفتاب ہے اور انسان کا پورا جسم ماہتاب ہے جو دل کے
آفتاب سے روشن ہے اور آفاق کل مثل جسم تاریک کے ہے اور انسان کامل کا
پورا جسم آفتاب ہے جس سے آفاق کا جسم روشن ہے پس آفاق یعنی ملک و ملکوت
مع سدرہ کے جہان پر تخلیق عوالم کی انتہا نہیکن ہے ایک ماہتاب ہے اور آن حضرتؐ
کا تعین نفسی ایک آفتاب ہی جس سے اعلیٰ علیین سے لیکر تحت الثریٰ تک
جگمگا رہا ہے اللہ نور السمٰوات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا
مصباح المصباح فی الزجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دُرّیٌ یوقد
من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضئ
ولو لم تمسسہ نار نور علیٰ نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب
اللہ الامثال للناس۔ الایہ یعنی اللہ آسمانون اور زمین کا یعنی ملکوت و ملک کا نور
ہے نور کے معنے منوّر کے لیجیے یا نور سے دونون بے کیف و بے رو و بے جہت
ہین یعنی مدرک کلیات و جزئیات و عین ہر جزئی و کلی۔ اوسکے نور کی مثال یہ ہے
کہ جیسے طاق مین چراغ۔ نفس مین دل مثل طاق کے ہے اور دل کے مدرکات مصباح

ہین کیونکہ مدرک ہونے کی وجہ سے روشنی روشنی کہی جاتی ہے اور آفاق مین جو ملک و
ملکوت دونون کو شامل ہی یہ آفاق طاق ہے اور انسان کامل مع اپنے جسم کے چراغ ہے
کیونکہ انسان کامل ہی بتائید اپنے صفات وافعال کے سب چیزون کا ادراک کرکے
اون چیزون کا وجود ثابت کرتاہے اگر انسان ادراک نہ کرتا تو آفاق کی کسی چیز کا
وجود ہی نہوتا پس جسطرح ہر حق مدرک کلیات وجزئیات انفس و آفاق ہی اوسی طرح
ہر انسان مدرک کلیات وجزئیات نفس و آفاق ہی المصباح فی الزجاجہ وہ چراغ
ایک فانوس مین ہی پس انسان کا دل جو حقیقی مصباح ہی جسم کے فانوس مین ہی اور انسان جو آفاق کا مصباح
ہی جسم آفاق کے فانوس مین ہی الزجاجۃ کانّھا کوکب دُرّیٌ یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ
لاشرقیۃ ولاغربیۃ یہ زجاجہ مع انفس و آفاق کے ایک ستارہ ہی جو شجر مبارک زیتون سے
چمکتاہے شجر مبارک زیتون نفس مین جسم انسانی ہے اور آفاق مین سدرۃ المنتہی ہی اور
یہ شجر نہ شرقی ہے اور نہ غربی اوسی سے کہا گیا ہے کہ آن حضرت صلعم کا نور ایک مدت
تک مثل قندیل کے ساق عرش پر تابان رہا لہذا یہ زجاجہ نفس و آفاق ملاکر نور محمدی
ہو گیا۔ آفاق مدرک نہین ہے اور نفس مدرک ہی روشنی کے یہ معنی ہین کہ جو غیر معلوم
اشیا رکو دکھائے پس حقیقی روشنی ادراک ہی کہ جو نظر آتاہے یا محسوس ہوتا ہے وہ بھی
اگر ادراک نہو تو نہین معلوم ہو سکتا ہے یکاد زیتھا یضیٔ ولولم تمسسہ نار ط
قریب ہی کہ اوس کی روشنی بھڑک اٹھے اگرچہ اوس مین آگ نہ لگے یعنی نفس ناطقہ
انسانی جو فی نفسہ مدرک کلیات وجزئیات ہی اوسکا تقاضا یہہ ہے کہ بلا سبب کے
حقائق اشیا کا ادراک کرلیجائے اور یہی اعلی ترین روشنی ہے نور علی نور آفاق
مین جسقدر اجرام سماوی روشن ہین وہ کوئی روشنی نہین دے سکتے جب تک نور انفسی جو اوسپر
غالب ہے اوسکا ادراک نکرے مگر حکمت بالغہ جناب باری اوسکے ادراک کرنیسے انفس یعنی
انسان کو روک دیتی ہے ٥

زجر و یت بکلی گشتہ مایوس	تعین ہر یکے را کردہ مجبوس

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہین کہ ؎

خود یار روادار حجابست بہ بنید	از پردۂ غفلت بچہ تدبیر برآیم

جب مصلحت ایزدی اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ انسان کل اشیا کا ادراک
کرے تو اوسکو اپنے نور سے جو نور علی نور ہے حق روشن کر دیتا ہے اسی سے کہا ہے کہ
یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس ط یہ مثال جناب باری
نے انسان کے لیے اسواسطے دی ہی کہ انسان جو ناس ہے یعنی بھولا ہوا ہی وہ اپنے آپکو
یاد کرے اور نفس کا ستارہ چراغ اور آفاق کا ستارہ آفتاب بن جائے۔ بالجملہ انفس مع
نفس و آفاق کے ایک ستارہ ہے جس کی قسم جناب باری نے کھائی ہے کہ والنجم
اذا ھوی علی الخصوص اوس تعین رسول اللہی کی قسم کھائی ہے کہ جس سے آپ کو
رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا ہی اور یہ خطاب آپ کو اوس وقت دیا ہی کہ جب
ہر ہر مخلوق انفسی و آفاقی کے لیے آپ کو رحمت بنا لیا ہے یعنی حکمت بالغہ سے آپ کو
انفسی نجم بنایا جس کی روشنی نے ذرہ ذرہ آفاق کو بھی گھیر لیا اور آپ کو نفس نفیس
اوس نجم انفسی اور ضیاء نجم آفاقی کے اندر چھپا دیا جیسے کہ خود چھپا ہوا ہے اور
مثل نور کے ظاہر کر دیا جیسا کہ خود ظاہر ہے بس یہ آفتاب و ماہتاب اور دیگر ستارہ
جو آپ دیکھتے ہین اور اُن کی روشن صورت آپ کو گول نظر آتی ہے در اصل ان سب
کی صورتین آدمی کی ایسی ہین مگر وہ صورت انسانی انفسی ان مین چھپی ہوئی ہی
جیسے نطفۂ انسان مین نطفہ گول معلوم ہوتا ہے لیکن اوسکے اندر صورت انسانی
پوری پوری چھپی ہوئی ہوتی ہے کہ آخر کو فتبارک اللہ احسن الخالقین
ہوتا ہے۔ بیش ازین نیست کہ آپ نجم آفتاب کو مرد کا نطفہ کہیے اور نجم ماہتاب کو
عورت کا نطفہ اندران دونون کے تاثیر دتا ثر سے سارا عالم پیدا ہوتا ہے۔ کل

کواکب ونجوم بھی اس مین آگئے۔ اسی واسطے جناب باری نے آن حضرتؐ کو کلام مجید
مین نجم کہکر اوس کی قسم کھائی ہے۔ وہ نجم نجم ماہتابی اوسوقت ہے کہ جب سیر رجوعی
مین اپنے آپ کو مثل ماہتاب کے چڑھتا ہوا دیکھے اور باین جانب اسقدر چڑھے
کہ پہلے آدمی یعنی ناف تک کے آدمی کو طے کر کے دوسرے آدمی یعنی جسم متوسط کے
آدمی کو طے کر کے تیسرے آدمی یعنی وجہ کو طے کر کے مخ دماغ مین غائب ہو جائے
یعنی آفتاب حقیقی مین فانی ہو جائے اور تب آفتاب حقیقی اوسکو اپنی صورت پر
ظلمت لیل سے نکالکر اور نور علی نور کر کے فتدلّی کرے۔ اسکو سیر باللہ اور سیر نزولی
کہتے ہین لیکن یہ سیر آنا فانا ہوتی ہے۔ اس کل بیان کا مقصد یہ ہے کہ جب آپ
رحمۃ للعالمین ہین تو آپ کی صورت مثل ماہ چہاردہم کے ہے اور جب آپ بعد
کمال کے فتدلی ہو کر نزول فرماتے ہین تب آپ کی صورت مثل آفتاب خط استوی کے
پس والنجم اذا ھوی مین حقتعالی نے آپکے عروج و نزول دونون کی قسم کھائی ہے کیونکہ ہوی کے معنی عروج و نزول دونون
کے ہین عروج مین رحمۃ للعالمین کی قسم کھائی ہے اور نزول مین الرحمن علی العرش استوی کی جیسے کہ آپکی قسمین
صاف صاف پوری سورہ والشمس مین کھائی ہین یعنی شمس و ضحے وغیرہ سب کو ایک
کر دیا ہے اور یہی کلمہ توحید کے معنی ہین ما ضل صاحبکم وما غوی یعنی اس
عروج و نزول مین آن حضرت نہ گمراہ ہوے نہ بھٹکے یعنی مع نفس و آفاق کے
صراط مستقیم پر عروج مین رہے یعنی جب آپ کا عروج ہوا تو آپ کا سیران و طیران
ہر ہر ذرہ نفس و آفاق مین تھا عروج مین آپ نے بسبب رحمۃ للعالمین ہونیکے
کسی ذرہ کو اپنی معراج سے فائدہ دینا اٹھا نہین رکھا تھا اور سب مین سما گئے تھے
جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نزول مین حق مع انفس و آفاق کے آپ مین سما گیا اور قیامت
قائم ہو کر بجز آفتاب حقیقی کے کچھ باقی نہین رہا حضرت سرمد فرماتے ہین ؎ رباعی

آن کس کہ سر حقیقتش باور شد	خود پہن تر از سپہر پہناور شد

ملا گوید کہ برشد احمد بفلک	سرمد گوید فلک باحمد در شد

فلک باحمد درشدن کے معنی یہ ہین کہ الوہیت آفتاب حقیقی نے جامعیت کے ساتھ سیر نزولی مین آپ کی صورت پر تنزل فرمایا کیونکہ آفتاب نکلنے کے بعد دیگر کواکب وانجم کی ہستی باقی نہین رہتی ہے اور آفتاب ہی آفتاب رہجاتا ہے جیساکہ حضرت مولانای رومی نے فرمایا ہے کہ ؎

برکشاد از روزن دل آفتاب	ختم شد واللہ اعلم بالصواب

وما ینطق عن الھوی یعنی ہوا وہوس وغیرہ کچھ باقی نہین رہتا ہے بجز وجہ آفتاب حقیقی کے اسی وجہ سے جناب باری نے فرمایا کہ ان ھو الا وحی یوحی۔ علمہ شدید القوی ذو مرۃ اب شدید القوی کے معنی اگر جبرئیل کے لیجیے تو جبرئیل آپ کی صورت متمثلہ عقل ہین اور ان کی نمود آپ ہی کے وجود باجود سے ہی لہذا آپنے اپنی عقل سے دریافت فرمایا اور اگر شدید القوی سے مراد حق لیجیے تو حق نے کوئی دقیقہ یکتائی کا آپکے ساتھ اٹھا نہین رکھا تھا کہ جس مین تفرقہ کی گنجائش ہو اور جبرئیل آپکو کیسے سکھا سکتے تھے کہ ؎

عقل از دلیز می ناید برون

فاستوی وھو بالافق الاعلی بلکہ آپ ہی مستوی ہوکر نفس وآفاق مین افق اعلی مین تھے یعنی مخزع مین یعنی آپ خلاصہ کل تعینات تشبیہی تھے جیسے کہ لفظ سبحان الذی مین آپ ب اور نقطہ ب تھے پس تعین جبرئیلی افق اعلی مین ختم ہو چکا تھا یعنی جہان تک کہ مخلوقات کا گذر تھا وہ دلیز تنزیہی مین ہو چکر بیکار رہ چکے تھے ثم دنی فتدلی اب وقت اسکا آیا تھا کہ ذاتی نسبتین شروع ہو کر آپکو بے رنگی کے رنگ مین رنگ کر فتدلی کرین ؎

سب رنگ پھیکے تر آب کے آگے	جو گیا رنگ کی اوری بہار ا

فکان قاب قوسین اوادنیٰ۔ یہان مجھے ایک قصہ یاد آیا جسکا لکھدینا اس
محل پر ضروری ہے مین ۱۳۰۹ھ مین قصبہ ملیح آباد ضلع لکھنؤ مین تحصیلدار تھا اور اوس
زمانہ مین وقت فرصت حضرت مجدد رح کے مکتوبات میرے مطالعہ مین رہتے تھے اون
مکتوبات کی جہان تک مین نے سیر کی اوس سے معلوم ہوا کہ آپ کا مشرب خلاف
توحید وجودی کے توحید شہودی ہے اگرچہ آپنے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ابتدا
توحید وجودی ہے اوس کے بعد توحید شہودی ہے۔ مین یہ دیکھکر نہایت پریشان
ہوا کیونکہ میرا عقیدہ توحید وجودی کا تھا اور جو نہ مین اپنے عقیدہ سے ٹل سکتا تھا اور
نہ ایسے بزرگ وعلامہ دہر کے قول کو رد کر سکتا تھا۔ لہذا مجھے یہ فکر پیدا ہوئی۔ کہ
فی الواقع کیا ہے۔ اگرچہ سیر کتب صاف بتاتی تھی کہ بجز حضرت مجدد الف ثانی رح
اور حضرت علاء الدین سمنانی رح اور حضرت ابوالحسن خرقانی رح کے باقی کل اولیاء اللہ
بلکہ کل پیغمبران علیہم السلام کا اور دیگر فرق کے جوگیون وغیرہ سب کا مسلک ومشرب
توحید وجودی ہے اور خود حضرت مجدد رح کے پیر ومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رح
بہت بڑے موحد وصاحب وحدت وجود تھے اور خود وحدت وجود کا مسئلہ ایسا
جامع ہے کہ اس سے وحدت شہود کا مسئلہ باہر ہوئی نہین سکتا ہے اور وحدت
شہود بغیر وحدت وجود کے عدم محض ہے جو محال ہے تاہم جسکو ذوق وطلب اس
مسلک کی ہوگی وہ جان سکتا ہے کہ خفیف سا شک کسی مسئلہ اصولی تصوف مین
طالب کی کیا گت بنا دیتا ہے مین اس شک مین غور کرتے کرتے قریب بہ ہلاکت
پہونچ گیا تھا اور جسقدر مکتوبات مین دیکھتا جاتا تھا اوسی قدر میرا شک بڑھتا جاتا
تھا۔ سالک کو مسئلہ اصولی مین اگر شک ہوجاتا ہے تو آپ سمجھ لیجیے کہ اوس کو
اتنا ہی صدمہ ہوتا ہے جیسے کسی بیٹے کے مرنے سے باپ کو یا اوس سے زیادہ آپنے
سنا ہوگا کہ ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آنے مین دیر ہوئی تھی

توآپنے ہلاکت کا قصد فرمایاتھا۔ بہر حال مین نے بہت پریشان ہوکر مکتوبات کا مطالعہ موقوف کردیا اور چاردرمان کراس تفکرمین غلطان وپیچان رہا کہ یہ کیا بات ہے کہ حضرت مجددنے وحدت وجودسے وحدت شہود کو علیحدہ کر کے ایک نئے توحید نکالی ہے جوفی الواقع وحدت وجود سے علیحدہ ہوکر توحید نہین رہی ہے۔ اس مقام پر وحدت وجود کی مختصراً التعریف یہ ہے کہ ”ہمہ اوست“ اور وحدت شہود کی تعریف یہ ہو کہ ”ہمہ از وست“ اگر ہمہ از وست ہی توبھی ہمہ اوست ہی کیونکہ اگر کہا جائے کہ عالم کو حق نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا پس قدرت صفت جناب باری ہو عذلسکے اسمار وصفات خدا سے علیحدہ نہین ہوسکتے پس ہمہ از وست کا عقیدہ کر کے عالم کو ماسوائے حق سمجھنا یہ تو صریحی شرک ہی اوراوسکا وہم بھی حضرت مجدد ایسے بزرگ کی نسبت کرنا معصیت ہے۔ تب مین نے حضرات نقشبندیہ کی کتابین دیکھین اون مین دوائر ولطائف کے ذریعہ سے سیر وسلوک کیا جاتا ہے۔ پہلے مین نے تفکر کرنا شروع کیا کہ حضرات نقشبندیہ کے یہان دوائر ولطائف کیون رکھے گئے ہین اور وہ کیا چیز ہین اوراون کی حقیقت کیا ہے۔ تو مجھ کو مکشوف ہوا کہ دائرہ اسوجہ سے رکھا گیا ہے کہ ہر چیز جب اپنے مبدا سے تنزل کرتی ہے تب ایک قوس نزولی بناتی ہے اور پھر کسی وقت وہی شئے باعتبار حکمت بالغہ جناب باری اپنے مبدا کو رجوع کرتی ہے تب لابد ہے کہ دوسرا قوس عروجی بنائے اور دونون قوسون کو جب ملائیے تو ایک دائرہ ہوجائے گا۔ فکان قاب قوسین اوادنی۔ پس حضرت مجددؒ کے ارشاد کے مطابق (کہ پہلے توحید وجودی کا ہونا لازمی ہے اوسکے بعد توحید شہودی مکشوف ہوتی ہے) مین نے توحید وجودی ہی کا تفکر کیا اور ایک ہستی بے کیف وبے رد وبے جہت کو وجود حق یقین کیا اور یہ تفکر کیا کہ اوس ہستی سے یہ عالم اور تمامی مخلوقات باکیف وبارد وباجہت کیونکر پیدا ہوگئے

یعنی قدرت کاملہ حق سے پیدا ہوے لیکن اوسکی حکمت و ترکیب یہ ہے تب بھی منکشف
ہوا کہ وجود حق باوجود اپنی بے کیفی و بے روئی و بے جہتی کے امہات اسماء سے خالی
نہین ہے اور وہ امہات اسماء بھی وجود حق مین ویسے ہی بے کیف و بے رود
بے جہت ہین اور امہات اسماء یہ ہین اللہ حی۔ اللہ علیم۔ اللہ قدیر۔ اللہ مرید
اللہ سمیع اللہ بصیر اللہ کلیم اور ان امہات سبعہ مین کل عوالم مع تمامی مخلوقات کے
اپنے اپنے صفات و تاثیرات کے ساتھ داخل ہین قبل تخلیق عالم کے خداوند عالم اپنے
آپ مین اپنے آپ کو جانتا تھا جیسا کہ اب جانتا ہے اور ضرور بالضرور بنفسہ تھا جیسا کہ
اب ہی اور ضرور فی نفسہ رہے گا جیسا کہ تھا اور ہے عالم کی ہر شے کی فطرت و حکمت
بتارہی ہے کہ کوئی اوسکا پیدا کرنے والا ہے خواہ اوس نے اپنی قدرت سے پیدا کیا
ہو خواہ کسی حکمت سے بہرحال اوس وجود کے کمال کی جامعیت کا تقاضا یہ ضروری
تھا کہ عالم پیدا ہو۔ اور فی الواقع قبل تخلیق عالم کے قدرت یا حکمت وجود حق سے
ممتاز نہین تھی کہ جو جناب باری اپنی قدرت یا حکمت سے پیدا کرتا بلکہ وجود محض
جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے اور ویسا ہی رہے گا غیر کا وجود معدوم محض ہے
عالم تقاضاے وجود محض سے پیدا ہوا ہے یعنی اگر وجود مطلق منزہ عن التعین کا تقاضا
تخلیقی نہوتا تو وجود مطلق ناقص ہوتا کہ منزہ ہے اور مشبہ نہین ہے حالانکہ وجود مطلق
فی نفسہ جامع و اکمل ہے پس اوسکا یہ تقاضا ہونا ضروری تھا کہ جسطرح سے منزہ ہے
اوسی طرح سے مشبہ بھی ہو اور پھر تشبیہ مین بھی اوس وجود مطلق کا قیام ٹھہراؤ کے
ساتھ اوس کے کمال کی جامعیت کے خلاف تھا لہذا جو نہی کہ تقاضاے
کمال وجود حقیقی سے تشبہ ہوتا ہے اوسی آن مین تقاضاے وجود حقیقی
سے تنزہ ہوتا ہے پس وجود مطلق کے کمال کی وجہ سے تنزہ سے ایک قوس
نزولی عالم لاہوت سے عالم ناسوت تک بنتا ہے اور پھر اسی کمال

کی وجہ سے تشبہ سے دوسرا قوس عروجی عالم ناسوت سے عالم لاہوت تک بنتا ہے اور
یہ دونون قوسین ملکر ایک دائرہ ہوجاتی ہین جسکو عالم کہتے ہین اور دائرہ عالم مین تمامی
عوالم داخل ہین اور تمامی اسمار ہادی و مضل کا اپنے اپنے مراتب سے ظہور ہے۔
تکلیے مین نے عالم لاہوت سے قوس نزولی کو شروع کر کے ناسوت تک پہونچایا
ہے اور ناسوت سے قوس عروجی کو شروع کر کے لاہوت تک پہونچایا ہے اس دائرہ مین
مین نے اعیان ثابتہ یعنی عالم جبروت کو بھی عالم مین داخل کر لیا ہے حالانکہ در اصل عالم
ملکوت سے شروع ہوتا ہے۔ چونکہ عالم جبروت مین کل اسمار ایک دوسرے سے ممتاز
ہوکر تجلی ہوتے ہین جسکو علم حق کہتے ہین۔ تجلی ہونا فی نفسہ ایک عالم بناتا ہے لہذا
مین نے جبروت کو بھی عالم مین داخل کر لیا ہی اور وہ عالم نفسی ہے جیساکہ عالم ملکوت سے
عالم آفاقی شروع ہوا ہے اور عالم لاہوت اور عالم ہاہوت ایک ہی ہے وہان اسما ر
ممتاز نہین ہین اور عالم لاہوت عالم جبرت کا اجمال ہے اور عالم لاہوت کے اندر
ولوج یعنی اندماج کو عالم ہاہوت کہتے ہین اور ان دونون مین تجلی ہونا ممتنع ہی۔
اب جاننا چاہیے کہ آپ عالم کی ہر چیز کو دیکھتے ہون گے کہ اگرچہ ہر شئے بحکم
کل یوم ھو فی شان کے موجود و معدوم ہوتی رہتی ہے مگر فی الواقع جو چیز فانی ہوتی
ہے وہ فانی نہین کہی جا سکتی ہے کہ جس سے وجود مطلق مین تغیر و تبدل لازم آوے
بلکہ فنا و بقا عین وجود مطلق کے اندر ہے لہذا حق الآن کما کان عین وجود مطلق ہے
جو شئے کہ فانی معلوم ہوتی ہے چونکہ وہ عدم محض ہی لہذا اوسکو فانی معلوم ہونا ہی
چاہیے اور چونکہ وجود مطلق ہے لہذا ہر شئے کو ظاہر ہونا ہی چاہیے۔ اسی طرح پر کل
عوالم مین ہر شئے اپنی حدسیت کو جاتے معلوم ہوتی ہے اور وجود مطلق اوسکو اپنے تقاضا
وجود سے ظاہر فرماتا رہتا ہے اسی کا نام تخلیق ہے بل ھم فی لبس من خلق جدید
یہ تجدد امثال کا مسئلہ اسی وحدت وجود کی تخلیق سے مشتق ہوا ہے جس کی رو سے کل عالم

ہر آن بدلتا رہتا ہے یعنی فانی ہوتا ہے اور وجود مطلق اپنے جود مطلق سے اوسکو وجود دیتا رہتا ہے پس جسکو قدرت یا حکمت کہتے ہین وہ وجود مطلق کے اندر ہے مین نے جو لفظ جود مطلق کا کہا وہ اسوجہ سے کہ وجود مطلق اسکا محتاج نہین ہے کہ مخلوق کو عبادت کے لیے پیدا کرے ایسی چھوٹی صفت تو کسی معقول و مہذب آدمی مین نہین ہوتی ہے کہ اپنی تعریف چاہے چہ جائیکہ جناب باری اور اسی واسطے حضرت ابن عباس نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون کی ہے اور یہ تفسیر کل اولیا اللہ اور کاملین کی سلمہ ہے اور فی الواقع لیعبدون ہو بھی نہین سکتا جب تک لیعرفون نہو۔ اب یہان پر یہ بحث آگئی کہ جود کیا چیز ہے اور جود کیون کیا اور کسی کو ضلالت و گمراہی کے مظہر مین اور کسی کو ہدایت و صراط مستقیم کے مظہر مین کیون ظاہر کیا یہ سب جود ہے اور اگر دوزخ مین لیجاے تو جود ہے اور اگر جنت مین لیجاے تو جود ہے اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ

نیا دنہ کینھن کینھن ٹھکرائی	بنا کینھے لکھ دھن برائی

ہمارے نزدیک یہ قول عارفانہ نہین ہے بلکہ اون بزرگ نے اس مسئلہ کی اشکال کی وجہ سے تاکہ عام لوگون کی فہم مین آجاے اور اپنے عقیدہ سے کہ یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا برگشتہ نہون فرما دیا ہے ورنہ والقدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ صاف موجود ہی جس کا جواب وحدت شہود کے عقیدہ والے سے ناممکن ہے کہ نعوذ باللہ جناب باری عادل نہین ہے کہ ایک کو سعید بنایا اور ایک کو شقی اور خالق مطلق کو الزام سے بری کرنے کے لیے ضرورت واقع ہو کہ تناسخ کے مسئلہ کا عقیدہ کیا جاے کہ سابق جنم کے اعمال کے لحاظ سے ایک کو سعید بنایا اور دوسرے کو شقی ایک کو امیر بنایا اور دوسرے کو غریب اور اس تناسخ کے مسئلہ کو چھیڑنا ہم اسوقت نہین چاہتے ہین۔ ہم وحدت وجود کی روسے جناب باری کو عادل جانتے ہین اور اس بات کے درپے ہین کہ سعید بنانے مین بھی جود ہی اور شقی بنانے مین بھی جود ہی وحدت وجود کی رو سے کل عوالم و اشیا عوالم علی الخصوص جن و انس سب

اسماء حق کے مظاہر ہین اور اسماء حق ذات حق مین مندرج ہین اب اندماج کا فائدہ یہ ہی
کہ ہر اسم محض اپنے وجود ذات سے دم انا اور ہاہی چاہے وہ شے جامع تمامی اسماء ہو
یا نہو اور یہ آب بدیہیات مین دیکھتے ہین اسکے واسطے کسی دلیل کی ضرورت نہین ہے
اور اسی واسطے اشیاء کی تاثیر بر حق ہے اور یہ تاثیر غیر حق ہونے کی وجہ
سے نہین ہے بلکہ عین حق ہونے سے ہی اور اشیاء جو مختلف اور بعید اقسام کی نظر آتی ہین
وہ اسوجہ سے کہ بعض اشیاء کا ظہور کمی اسما کی وجہ سے ہی اور بعض کا ظہور متبائن اسما کی
زیادتی کی وجہ سے ہی ور انسان جو باوجود جامعیت کے مختلف نظر آتے ہین تباین
اسمائے غلبہ کی وجہ سے ہے لہٰذا المؤمن کنفس واحد اور جن وانس مین جو فرق معلوم
ہوتا ہے اون مین بھی خاک ونار کے غلبہ کا فرق ہے لیکن انا حقیقی ہر شئے مین علی السّاوی
ہے اور ہر شے مین وہی انا حق بمناسبت اوس شے کے تعین کے قائم ہوئی ہے لہٰذا
ہر شے کی انانے خواہ نیک ہو یا سعید ہو یا شقی مثل تقاضائے وجود مطلق کے تنزیہ سے
تشبیہ کا تقاضا کیا اور تشبیہ سے تنزیہ کا اور مخلوقات کا ایک ایک دائرہ بنانا شروع کیا پس
وجود مطلق کے عدل مطلق نے اپنے وجود سے چاہا کہ ہر ہر اسم کو ظاہر کر دے لہٰذا ہر ہر اسم کا
اپنے اپنے تقاضے سے ظاہر ہونا یہ وجود مطلق کا جود مطلق ہے۔ مین ایک بہت چھوٹی
سی مثال لکھتا ہون جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یون ہو اور اسی پر ہر شے کو قیاس کرنا چاہیے
مثلاً ہمارے ہاتھ مین ایک انگلی کلمہ کی ہے جو مبارک وسعید ہے اور ایک انگوٹھا ذوتکہ ہے
جس کا اثر خرابی وشقاوت ہے اور یہ دونون ہمارے جسم مین ہماری انانیت سے اپنی اپنی تاثیر
کے لحاظ سے دم انا مارہے ہین۔ مُٹھی بند ہے۔ کلمہ والی انگلی نے اپنا دائرہ بنانا چاہا
اور انگوٹھے نے اپنا دور دورہ کرنا چاہا ہمنے دونون کو کھڑا کر دیا دونون کا ایک ایک دائرہ
نزدلی بن گیا پس بحکم کل شئ یرجع الی اصلہ جیسا کہ ان دونون نے اپنا ظہور چاہا تھا اب
ان کے کمال نے اپنا خفا چاہا ہم نے مٹھی پھر بند کر لی۔ کلمہ والی انگلی جنت مین چلی گئی اور

انگوٹھا دوزخ مین چلا گیا اس سے ثابت ہوا کہ نیک و بد کا ظہور محض عدل وجود وعطا و بخشش ہے اور جو آپ یہ کہین کہ کلام مجید مین ہے لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ[ف۱] اصحاب الجنۃ ھم الفائزون اور یہان دونون ساوی ہوے جاتے ہین اوسکا جواب یہ ہے کہ اصحاب الجنۃ وہ لوگ ہین جو خدا کی جنت کے طالب ہین نہ اس جنت کے جو مقابلہ دوزخ کے ہے اور وہ اپنی دونون اناؤن یعنی شقاوت وسعادت سے نکلے ہوے ہین اور انا حقیقی مین فانی ہین جس کو ذات کہتے ہین یہان تو عدل وجود یعنی اسماء کی بخشش ہے اور ذات مین سب متحد ہین اب ہم اصل پر آتے ہین۔

بالجملہ ایک دائرہ عالم لاہوت وناسوت کا تھا اور دراصل اسی مین تین دائرہ ہین عالم لاہوت سے عالم جبروت تک۔ عالم جبروت سے عالم ملکوت تک۔ عالم ملکوت سے عالم ملک تک۔ عالم لاہوت وجبروت کے دائرہ کے لیے مخصوص یہ آیت ہے اینما تولوا فثم وجہ اللہ اور عالم جبروت وملکوت کے دائرہ کیلیے مخصوص آیت ہے وفی انفسکم افلا تبصرون اور عالم ملکوت و ملک کے دائرہ کیلیے مخصوص یہ آیت ہے سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اور سب عوالم کے شمول کے ساتھ جو کل ایک دائرہ لاہوت سے ناسوت تک ہے اوسکے لیے یہ آیت ہے وھو معکم اینما کنتم اور چونکہ انسان کل عوالم کا جامع ہے لہذا اس کے تین مرتبہ ہین یعنی تین کھنڈ ہوے ایک دائرہ مخ دماغ سے حلقوم تک عالم لاہوت وجبروت کا۔ دوسرا دائرہ حلقوم سے ناف تک عالم جبروت وملکوت کا۔ تیسرا دائرہ ناف سے پیر تک عالم ملکوت وملک کا یہ تین دائرہ مع قوس عروجی ونزولی کے ہوے اور کل جسم انسان مخ دماغ سے پیر تک اور پیر سے مخ دماغ تک ایک دائرہ عالم لاہوت وناسوت کا مع قوس عروجی ونزولی کے ہوا اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب جامعیت اسما ہوگی خواہ بغلبۂ لطافت خواہ بغلبۂ کثافت تو ایک آدمی بنا دے گی تو وجہ اللہ الطف آدمی ہے اور فی انفسکم افلا تبصرون لطیف (مگر نہ الطف) اور

[ف۱] برابر نہین ہین دوزخ کے لوگ اور جنت کے لوگ جنت کے لوگ بہو نچنے والے ہین ۱۲

سنریھم ایاتنا فی الآفاق الآیہ کثیف آدمی ہے اور مجموعی آدمی وھو معکم اینما کنتم
ان تینون کا جامع ہے اور جب ان مین سے ہر ایک پورا آدمی ہوگا تو ہر ایک مین بہ تفصیل مذکورہ
بالا تین تین دائرہ ہون گے پس اصل تین دائرہ ہین اور جو ہر ایک دائرہ مین تین تین دائرہ ہین
دہ لطائف کہے جاتے ہین پس لطائف اس حساب سے نو ہوے اور لطائف ستہ اسواسطے
ہوتے ہین کہ ہر ایک دائرہ کا اخیر دوسرے دائرہ کا سر پڑتا ہے پس سات رہے اور چونکہ
یہان پر دائرۂ ناسوتی کے بیان مین فحش وخلاف تہذیب الفاظ لانا پڑین گے (جس مین
ساتوان لطیفہ غائب ہوکر لطائفِ ستہ ہی رہجاتے ہین) اور مین نماز کی
حقیقت یعنی معراج شریف کا حال بیان کر رہا ہون اور نماز کی تعریف ہے کہ ان الصلوٰۃ
تنھی عن الفحشاء والمنکر لہذا مین صرف وجہ حقیقی کو لیتا ہون ولذکر اللہ اکبر اور مین اوس
لطیفہ منکر کو بھی نہ بیان کرتا جو حلقوم سے ناف تک ہے مگر چونکہ خداوند تعالیٰ نے اوسکو
خون حیض سے شیر شیرین بنادیا ہے لہذا اوس کے بیان کرنے مین کچھ ہرج نہین ہے ؎

ما بہ بحر نور خود راجع شدیم	در رضاع اصل مستر ضع شدیم

بالجملہ تین دوائر کی حقیقت معلوم ہوگئی لیکن بداہتہً اوس کی مثال نہین معلوم ہوتی
اوس کے بیان کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے نطفہ جسم انسانی مین بے کیف وبے رد و
بے جہت ہے اوسکو فاحببت ان اعرف نے حرکت دی فخلقت الخلق اور تخلیق اس طرح
ہوئی کہ تخلیق کے وقت نطفہ کو باقتضاے جامعیت کے تین مرتبہ حرکت ہوئی یعنی منی انزال
کے وقت تین مرتبہ کودتی ہے اور ہر دفق اوسکا ایک دائرہ بنتا ہے اور ہر دائرہ ایک
آدمی ہوتا ہے پس پہلا دفق جو ہوا تو چہرۂ انسانی بنا اور دوسری مرتبہ چہرہ سے سب
کثافت لیکر حلقوم سے ناف تک ایک آدمی بنایا اور تیسری مرتبہ نے حلقوم سے ناف
تک کی کثافت لیکر ناف سے ہر تک ایک آدمی بنایا اور پھر آدمی کے ان تینون حصون کو
ایک تجلی نے بشکل چہرہ کے احاطہ کرلیا اور پھر پیدائش کے وقت وہ مثل سینہ کے ہوگیا اور

آخرکار پیدا ہوکر وہ پورا آدمی ہوگیا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ بالجملہ دوائر و لطائف
کی حقیقت معلوم ہونے کے بعد طالب تفصیل کو معلوم ہونا چاہیے کہ نفس مین دوائر کا سلوک پہلے
ناف سے شروع ہوتا ہے جسکا رنگ زرد ہے اور ناف سے ترقی کر کے سالک دائرہ قلب
مین جاتا ہے جسکا رنگ سُرخ ہے اور یہ زیر پستان چپ ہے۔ پھر دائرہ ستر مین جاتا ہے جو
زیر حلقوم ہے اسکا رنگ سبز ہے پھر دائرہ روحی مین ترقی کرتا ہے زیر پستان راست اس کا
رنگ مثل رنگ آفتاب کے ہے پھر خفی ہے جو پیشانی پر ہے جہان سے مانگ کی ابتدا ہوتی ہے
اسکا رنگ نیلا ہے پھر اخفی ہے مخ دماغ مین اور مخ دماغ حاوی ہے کل جسم کو اسکا رنگ
تاریک ہے اسی کو او ادنی کہتے ہین اور اسکی سیر فنافی اللہ ہے اور اس دائرہ کی سیر پائین کو
لے آتی ہے اب اوس آدمی کی سیر شروع ہوئی جو ناف سے ہے یہان پر سالک کا نفس
قطعًا باقی نہین رہتا ہے اور اسی کو دار الحیوان کہتے مین جسکا تذکرہ حضرت شیخ اکبر محی الدین
ابن العربی نے کتاب فصوص الحکم مین کیا ہے۔ اب حضرت مجدد الف ثانی نے نفسی سیر ناف
سے شروع کر کے دل تک پہونچائی اسکے بعد رجوئی سیر ستر کی طرف ہونا چاہیے تھی اور ستر
سے داہنی جانب دائرہ روح مین اور پھر وہان سے بائین جانب شخص وجہ مین ہوتی ہوئی
پیشانی پر مقام خفی مین اور پھر سیدھی مانگ مین ہو کر مخ دماغ مین یعنی دائرہ اخفی مین اور
مخ دماغ سے پائین مین۔ پس دائرہ عروجی سے جو رجوعی سیر ستر کے دائرہ مین ہوتی ہے وہ
بہت مخدوش و خطرناک ہے اسوجہ سے کہ اوس دائرہ مین تمامی پاک و ناپاک چیزین ایک
ہوگئی ہین اسطرح پر جیسے "ہر چہ در کان نمک رفت نمک شد" مثلًا ایک گدھا نمک کی
کان مین گرا دیا جاوے تو صورت گدھے کی باقی رہتی ہے لیکن اوس کی ماہیت بدل جاتی
ہے بالکل نمک ہوجاتا ہے۔ اسی دائرہ کو حضرات صوفیہ کی اصطلاح مین میکدہ کہتے ہین
اور اسکا دربان شیطان ہے اور اس دائرہ مین بغیر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم کے گذر
نہین ہوسکتا ہے یعنی جبتک سالک اپنی ہستی سے فانی ہوکر اپنے حول وقوۃ کو خدا کے سپرد

نہین کر دیتا ہے تب تک اس دائرہ سے فائدہ نہین اٹھاتا ہے ؎

مبیخانہ جامی نہ از خود رود	مگر ہمت شیخ جاشں برد

اور علی الخصوص ایک متقی و پرہیزگار آدمی کے لیے اس دائرہ مین ورکنے مین بہت خوف ہوتا ہے اور اسی دائرہ کی اہمیت و دشواری پر کلام مجید مین الم نشرح لک صدرک ناطق ہے۔ اور اسکے بعد دائرۂ روحی ہے کہ جب اس طرح پر یکتائی ہو جاتی ہے تو روحی تجلیات ہوتے مین کیونکہ روح کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز نہایت نجس ہوتی ہے تو وہ اوس مین داخل ہو جاتی ہے جیسے سڑے ہوے پانی یعنی کیچڑ مین کیڑے پڑ جاتے ہین خالق مطلق کی قدرت وحکمت بالغہ مین یہ کمال ہے کہ عین نجس سے پاک چیز کو پیدا کرتا ہے اور معصیت مین اوسنے وہ کرامت ودیعت کی ہے کہ جو پاکبازی مین نہین ہے کیونکہ پاکبازی جو مثل آئنہ محفوف کے ہے اوس مین بسبب شفافی کے قابلیت قبولیت عکس وجہ حقیقی کی نہین ہے اور اگر آئینہ کی پشت مکدر کر دیجاے تو اوسمین صورت نظر آنے لگتی ہے (گلشن راز) ؎

چو پشت آئنہ باشد مکدر	نماید روے شخص از روے دیگر

پس طلب حق مین تکدر معصیت ایک عجیب رنگ دکھلاتے ہین جو پاکبازی مین نہین ہے (سرمد) ؎

مے خور مے خور اگر حضوری خواہی	تا گردہ گناہ پیش قاضی نبرند

اسی واسطے حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ "اول بمیکدہ باید رفت" اور فی الواقع سلوک راہ حق مین خودی سے گذرنا اور ترک عادت کرنا ہی اصل الاصول ہے۔ ایسے میکدہ مین خودی کا نام نہین ہوتا ہے کیونکہ کسی چیز مین تفرقہ باقی نہین رہتا ہے اور بجز ذات حق کے ہستی سالک بالکل نہین رہتی ہے جیسے تاریکی شب آفتاب نکلنے سے غائب ہو جاتی ہے (غالب) ؎

نہ تھا جب کچھ خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا	ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا

ناسوت سے عرش معلےٰ تک یعنی ناف سے قلب تک جسقدر تعینات ہین ہر تعین سالک کے لیے ایک پاک وصاف تجلی ہے۔ سالک طالب حق مین اور مورد تجلیات ہونے مین ایک ایسا شخص ہو جاتا ہے کہ موجب خیر وبرکت ہو اور عالم باعمل ہوتا ہے تو ایسے متبرک شخص کا مقام دیوانگی یعنی میکدہ مین در آنہ آسان نہین ہے میکدہ مین بالکل مبتلا ہوتا ہے۔ جیسے مردہ بدست زندہ۔ عالم باعمل ایسے مقام مین جانے سے تبرا کرتا ہے اور اسکا اعلے ترین تبرا یہ ہے کہ ایسے محل وموقع پر تمسک بالشریعۃ کرے پس حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کے تین شخصونکے تین دوائر کو چھوڑ کر ایک دائرہ لاہوتی کے قوس عروجی کو مقام قلب سے جو شریعت کی رو سے فکان قاب قوسین اوادنی ثابت تھا تمسک فرمالیا اور دائرہ سری کیطرف جہان شیطان دم بان تھا رخ نہین فرمایا اور بائین جانب کے قوس عروجی دائرہ لاہوتی کو لیکر ارادہ کیا کہ اسی قوس پر مقام لاہوت پہونچ جائین مگر وہ راستہ حکمت تکوینی کی رو سے دائرہ سری کے اندر ہوکر تھا اوس کی پروا آپنے بسبب غلبۂ شریعت کے نہین فرمائی اسلیے غلبہ توحید وجودی سے غلبہ توحید شہودی مین آگئے غلبۂ توحید وجودی یہ تھا کہ عین قرآن ہوجاتے اور غلبۂ توحید شہودی یہ ہوا کہ عین فرقان ہو گئے لیکن توحید وجودی کی رو سے قرآن قرآن وفرقان دونون ہے چونکہ آپ کو غلبہ فرقان کا ہوا لہذا آپنے توحید شہودی کو اختیار فرمایا یعنی توحید شہودی کو توحید وجودی پر غلبہ دیا اور یہ سیر وسلوک موافق استعداد ومشرب ہر شخص کے ہوتا ہے جیسے سالک مجذوب ومجذوب سالک اور محض سالک اور محض مجذوب اعلیٰ ترین وہ شخص ہے جو مجذوب سالک ہو اگرچہ سالک مجذوب بھی مجذوب سالک سے کم نہین ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ مجذوب سالک کو خداوند تعالیٰ بلا کسی عمل کے اپنے جذبہ الوہیت سے اپنی طرف کھینچتا ہے اور سالک مجذوب کو بھی تقرب ویسا ہی حاصل ہوتا ہے مگر موافق عمل کے اور جاذبہ اور عمل مین زمین وآسمان کا فرق ہے جذبۃ[۱] من جذبات الحق توازی عمل الثقلین اور محض سالک ان دونون سے نہایت

---

[۱] ایک جذبہ جاذبات حق سے دونون جہان کے عمل کی برابری کرتا ہے ۱۲

کمتر ہے کیونکہ اوسکا عمل بلا جاذبہ کے حقیقت تک نہین پہونچا سکتا ہے اور محض مجذوب محض سالک سے افضل ہے لیکن پہلے دونون سے کم ہے کہ اس مین وہ جامعیت اسما نہین ہوتی جو اُن دونون مین ہے پس ترتیب یون ہوئی کہ مجذوب سالک سالک مجذوب مجذوب۔ سالک ۔

امین مشو کہ مرکب مردان زہد را نومید ہم مباش کہ رندان جرعہ نوش	در سنگلاخ بادیہ پے ہا بریدہ اند ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

پس حضرت مجدد نے تکمیل میکدہ کی مخ دماغ یعنی دائرہ اخفی مین پہونچکر یقیناً کی ہوگی کہ جسمین سلوک کرنے پر بجز ناسوت مین آجانے کے چارہ نہین ہے کیونکہ سیر لاہوتی کی قوس سے یہ عالم مخلوق ہوا ہے جو ہماری آنکھون کے سامنے ہی کہ جس سے ع دنیا تمام بزم خرابات ہوگئی ۔

مسجد ایسی بھری بھری کب ہے	میکدہ اک جہان ہے گویا

اسکے بعد حضرت مجدد کو اسکا موقع بھی نہ رہا ہو گا کہ آپ توحید وجودی کی نسبت کچھ تحریر فرماتے لہذا آپ بھی یقیناً توحید وجودی ہی کے قائل تھے یہ معلوم کرکے مجھے اطمینان قلب ہوا تب مین صبح کو ملیح آباد سے کاکوری آیا اور یہ سب قصہ مین نے اپنے حضرت (حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ) سے عرض کیا۔ آپنے مجھ کو بزرگان سلف مین سے ایکسہ بزرگ کی کتاب دکھائی جسمین ہو بہو یہی حال لکھا تھا جو مین نے مشاہدہ کیا تھا مجھ کو اور زیادہ تسکین و انشراح صدر ہوا فاذا فرغت فانصب و الی ربک فارغب۔ پھر وہ اطمینان قلب مسرور دتیار رہا اور میرا تبادلہ ایک مہینہ کے بعد صفی پور ضلع اُناؤ کا ہوگیا چونکہ اسوقت یہی معاملہ میرے پیش نظر تھا حضرت شاہ امیر اللہ صاحب صفی پوری سے اول ہی ملاقات مین مین نے اسکا تذکرہ بطرز استفسار کیا اون کے بیان سے بھی میرے مشاہدہ کی تصدیق ہوئی اور پھر اوسکے تھوڑے عرصہ کے بعد دورہ مین حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا اس حاضری کی مفصل کیفیت لکھدینا زیادہ مناسب

معلوم ہوتا ہے۔ مین جسوقت حاضر ہوا تو آپ مسجد کے شمالی کی جانب حجرہ کے آگے چھپر کے
نیچے ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور آپ کے داہنی جانب چارپائی کے قریب زمین پر
چٹائی بچھی ہوئی تھی مین جاکر بعد سلام کے اوس چٹائی پر بیٹھ گیا آپ نے پہلے میرے
داڑھی منڈانے پر اعتراض فرمایا مین نے عرض کیا کہ آپ دعا فرمائین کہ مین نہ منڈاؤن چنانچہ
آپنے دعا فرمائی۔ مین نے حضرت مجدد کی نسبت استفسار کیا کہ حضرت کو سیر انفسی و آفاقی مین
توحید شہودی کس مقام پر مکشوف ہوئی تھی آپ نے فرمایا کہ حضرت مجدد شہودی نہین تھے
بلکہ وجودی تھے مین نے عرض کیا کہ حضرت کے مکتوبات مین تو برابر توحید شہودی تحریر
ہے آپنے فرمایا کہ حضرت نے شریعت کی وجہ سے کیا ہے پھر مین نے عرض کیا کہ کیا وحدت
شہود مین وحدت وجود سے زیادہ شریعت ہوسکتی ہے۔ اِسپر آپ کو جوش آگیا جسکی لذت
مجھ کو بہت دنون تک رہی اور آپنے یہ الفاظ فرمائے کہ "حاشا وکلاّ وحدت وجود عین
شریعت ہے وحدت وجود عین شریعت ہے اور کوئی دو منٹ تک آپ یہی فرماتے رہے مین
محظوظ ہوتا رہا۔ پھر آپنے سکوت فرمایا پھر مین نے عرض کیا کہ مین سائل ہون واما السائل
فلا تنھر مجھکو بتایا جائے تب آپنے فرمایا کہ ہمارا جوتہ لاؤ مین نے آپ کے جوتے جانب شمال
چارپائی کے رکھدیے آپ میرے دونون شانون پر زور دیکر اُٹھے جس سے محبت و عنایت ٹپکتی
تھی مین نے آپ کو پکڑ لیا اور آپ آہستہ آہستہ اُس قدمچے پر جو مسجد کے دروازہ کے پاس تھا
استنجا کرنیکے لیے تشریف لیگئے اتنے فاصلے مین آپ نے حضرت ابوبکر صدیق اور صحابۂ کرام کی تعریف بیان فرمائی مینے عرض
کیا کہ صحابۂ کرام کا کیا کہنا ہے ان مین سے ہر ایک آیۃ من آیات اللہ تھے لیکن رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ واشوقاہ الی لقاء اخوانی من بعدی[۱]۔ اسپر آپ بہت خوش
ہوے اور فرمایا کہ یہ حدیث بہت صحیح ہے۔ اس عرصہ مین قدمچہ آگیا اور مین نے آپ کو قدمچہ پر
بٹھلا دیا اور اُسوقت تک کھڑا رہا کہ آپ استنجے سے فارغ ہوئے اور تب آپ کو اوسی طرح سے

---

[۱] مجھے بڑا شوق اپنے اُن بھائیون کے ملنے کا ہے جو میرے بعد ہون گے ۱۲

چارپائی پر پہونچا دیا اور رخصت ہو کر چلا آیا الغرض مجھے آپ کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوا کہ وحدت وجود برحق ہے اور وحدت وجود عین شریعت ہے اور وحدت شہود وحدت وجود مین داخل ہے جیسے قرآن عین فرقان ہے صرف لفظی واعتباری تفاوت ہی۔

پس چونکہ قاب قوسین مین بھی فی الجملہ تفرقہ تھا لہذا اوس تفرقہ کو گوارا نہ فرماکر حق تعالیٰ نے او ادنیٰ فرمایا پس جبوقت کہ او ادنیٰ فرمایا تو کل عوالم کا علم صفحۂ ہستی قلب رسول اللہی سے غائب ہو گیا اور آپ امیت کے لقب کے مستحق ہوے تب شعاع علم حق آپ کے قلب مطہر مین چمکی اور قلب شیونات سے مطمئن ہو کر آپ کے نفس نے فواد کی خاصیت حاصل کی جس کی شان یہ ہی کہ اوس مین ہر شے یعنی ہر اسم وصفت بیکدفعہ بلا تفرقہ نسبت کے حاضر ہے یہیں گنجائش غلط سمجھنے یا غلط سننے یا غلط دیکھنے کی ہرگز نہیں ہوسکتی کیونکہ یہان پر دیکھنا سننا اور سمجھنا سب ایک ہے جیسے کہ ہر شخص مین حواس خمسہ ہین جن سے وہ بمناسبت ہر حس کے ادراک کرتا ہے مگر ادراک کرنے والا یہی ایک شخص ہے جو آنکھ سے دیکھتے ہے یا کان سے سنتے ہی یا ناک سے سونگھتے ہی یا زبان سے چکھتے ہی یا ہاتھ سے چھوتے ہی فوراً ادراک کر لیتا ہے اس شخص مین ایک عجیب کمال ودیعت ہے کہ جس سے ان سب محسوسات کو ادراک کرتا ہے اور خود ان سب سے بری ہے پس مدرکات کے لحاظ سے نفس مین تو فواد ہے اور محسوسات کے لحاظ سے تعین شخصی آفاقی مین بت کہا جاتا ہے کہ دیکھنے مین تو پرنقش ونگار ہے اور سب تعینات اوسمین پاے جاتے ہین لیکن فی الواقع کوئی تعین بت کا نہین ہے محض تنزیہ ہے کیونکہ اوس بت کے تعینات کو فواد کا علم ومشاہدہ بتاتا ہے اور اگر وہ نہ بتلاے تو فی الواقع بت کا کوئی وجود ہی نہین ہے۔ نفس وآفاق ساتھ ساتھ چلتے ہین پس فواد نفس ہے جو روح کہا جاسکتا ہے اور آفاق بُت ہے جو تجلی جلالی حق سے ساکت وصامت وبحس وحرکت متحیر ہے اب ایسے بت کو جو متحیر ہے اور محض ظلوم وجہول ہے جب ایسے فواد نے بحالت امیت یعنی اپنی تمامی ہستی میٹ کر ادراک کیا ہو تو اوس مین کسی جھگڑے کی گنجائش نہین ہے اور نہ وہ غلط ہوسکتا ہی اور نہ وہان

بیہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا کیا دیکھا اور کیا نہین دیکھا کیونکہ دیکھنا سننا یہ سب انفس و آفاق کے تحت ہین لیکن تنزیہ محض کا کمال یہ ہے کہ وہ تشبیہ محض ہو جائے جس طرح سے بت یعنے تشبیہ محض کا کمال یہ تھا کہ وہ تنزیہ محض ہو گئی پس تقاضائے کمال تنزیہ محض یہ ہوا کہ وہ بعینہ کل تشبیہ ہو گئی اور اسی کو نزلۃً اخریٰ کہتے ہین اور انھین تبدیلات بلا تبدل کو آیات کبریٰ کہتے ہین کہ جس قدر تشبیہات دیکھو وہ سب آپ مین موجود ہین اور باوجود اس کے تنزیہ کل الکل سے ہے ؎

	خاکی و بر اوج عرش منزل	اُمی و کتاب خانہ در دل	

اور اسی کو ام الکتاب کہتے ہین اور اسی کو کتاب مبین کہتے ہین اور اسی کو قلم اعلےٰ کہتے ہین اور اسی کو عقل کل کہتے ہین اور اسی کو صمدیت کہتے ہین اور اسی کو سراج منیر کہتے ہین۔ اور اسی کو الوہیت کہین گے اوس وقت کہ جب اپنی صمدیت مین قائم رہ کر اپنی ذاتی نسبتون کا ملاحظہ فرما کر ایک ایک پیغمبر کو ظاہر کرتا رہے اور اپنی ذاتی و صفاتی نسبتون کا ملاحظہ فرما کر اولیاء اللہ کو پیدا کرتا رہے اور اپنی ذاتی و جمالی نسبت کا ملاحظہ فرما کر رحمٰن ہو کر مستوی علی العرش ہو اور اپنی جلالی و جمالی نسبتون پر جمال کو غلبہ دے کر مومنین کا ظہور فرمائے اور جلال کو غلبہ دے کر کفار و شیاطین کا ظہور فرمائے یہان تک کہ نسبتون کے بتائن کے لحاظ سے جمادات تک کوئی شئے اوسکے احاطہ قدرت سے باہر نہ جائے اور نہ کسی شئے کی طرف بھٹک جائے اور بالاستقلال ان سب تنزلات مین یکسان رہے اور عین تنزل مین ترفع کو دیکھتا رہے اور ترفع مین تنزل سے نگاہ نہ چوکے اور تب وہ مستحق خطاب مازاغ البصر وما طغےٰ کا ہوگا اور وہی بت اس مقام الوہیت مین ایک امر دہوگا جسکو تجلی حق کہتے ہین اور جسکا مشاہدہ بلا اعتدالی تعین کے جو آن حضرت کا تعین تھا ناممکن ہے چنانچہ جب آپ رفرف پر سوار ہوے اور تمام عالم (اعلےٰ علیین سے تحت الثریٰ تک) کو چھوڑ کر آپ افق اعلیٰ مین پہونچے تو جبرئیل امین چک گئے اور ذاتی نسبتون نے آپ کے سدرہ کو جامعیت کے

ساتھ گھیر لیا تب آپ کو بجز نسبتی حجابات کے کہ یہ بھی فی الجملہ تفرقہ تھا اور کوئی حجاب باقی نہ رہا اور وہ نسبتی حجابات صفات ذاتیہ حق یعنے پیغمبران علیہم السلام سے ملاقات ہونا تھا۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ اعلیٰ علیین سے تحت الثریٰ تک سب کچھ چھوڑکر تو آپ اُفق اعلیٰ مین پہونچے تھے یہان پیغمبرون سے ملاقات کیونکر ہوئی پیغمبرون کا قیام تو آسمانون مین ہے۔ تب ہم آپ سے کہین گے کہ ہماری مراد ملاقات سے پیغمبرون کی ارواح سے تلاقی ہے اور آسمانون پر اون کے اجساد مین اور ارواح انبیا علیہم السلام کے نفسی مقامات معراجی ماورائے اعلیٰ علیین و آفاق مین ہے ؎

آسمانہاست در ولایت جان	کار فرمائے آسمانِ جہان
در رہ روح پست و بالاہاست	کوہ ہائے بلند و صحراہاست

جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اوس کی تابش مطابق نسبت خط کے ہوتی ہے جس خط پر جائیگا اوس کی ضیاء و تاثیر بمناسبت اوس خط کے ہوگی اگرچہ یہ ضیائی حجابات بہت اعلیٰ ہین لیکن خط استوائے اعتدالی سے آفتاب کو محجوب کرتے ہین اور اعتدال کا پانا بجز ید قدرت کے ناممکن ہے لہذا ید قدرت نے استوائے حقیقت کے قریب تک پہونچا دیا تب آواز آئی کہ قِفْ یَا مُحَمَّدْ۔ یہ کیون؟ اِس لیے کہ اب کوئی شے بجز مجاذبہ عشقی کے ایسی باقی نہین رہی تھی کہ جو فی الجملہ ہستی جامعیت محمدی سے آپ کو فانی کرکے عین حقیقت کردے اور جاذبہ عشقی مین حسب و فریفتگی باعتبار تعشق کے ہے اور غنج و دلال باعتبار معشوقیت کے ہے۔ یہ دونون جاذبات ایک ساتھ حقیقت مین موجود تھے حق کی محبت نے یہ نہ چاہا کہ محب اپنی محمدیت سے فانی ہوجاے اور محمدؐ کی معشوقیت کا یہ تقاضا ہوا کہ باقی رہے لہذا فی الجملہ جو جامعیت کا حجاب باقی تھا اوسکو اس کلام ذوالجلالی حق نے فنا کردیا پھر محمدؐ کی معشوقیت نے چاہا کہ بقا رحقیقت کو گھیرے لہذا آنا فانا تعین محمدی اپنے تعین سے فانی ہوکر حقیقت کی بیرنگی کے رنگ مین باقی ہوگیا اسی واسطے آپ نے حق تعالیٰ کے اس کلام کے جواب مین فرمایا

کہ لحہ کیونکہ بسبب یکتائی کے بے تکلفی کا منصب آپ کو حاصل ہوگیا تھا۔ اور یہ قف کا لفظ ایک
عاشق ومعشوق کے واسطے کہ جو اس سازوسامان سے بلایا گیا ہو اس محل اتحاد مین پورا جان سوز
کلمہ تھا پس قف کی آواز نے وہ سوزوگداز عشقی تعین محمدی مین پھونک دیا کہ جو فی الجملہ تفرقہ تھا
اوسکو نیست ونابود کردیا اور تفرقہ کا نابود ہونا یہ تھا کہ معشوقیت محمدی نے حقیقت مین اپنا
گھر کرلیا لہذا قف کا نتیجہ یہ نکلا کہ تعالی ادر حبیب حقیقی نے بسبب تفرقہ کے دور ہوجانے کے
اِس وہم کا پیدا ہوجانا گوارا نہ کیا کہ عین اتحاد مین جب محمد مقام الوہیت مین بعینہ اپنے
آپ کو دیکھے گا تو ایسا نہو کہ اوسکا کلیجہ دھک سے ہوجاے کہ مین نے اپنے مطلوب یعنی حقیقت
کو نہین پایا پس اگر میرا دِل ٹوٹ کر تعین محمدی قائم ہوگیا تو کچھ مضائقہ نہین ہے گویا کلام
بے کلامی سے حقیقت نے تعین محمدی کو جس نے الوہیت مین بقا حاصل کرلی تھی مخاطب کرکے
زبان حال سے ارشاد فرمایا کہ ؎

جام ٹوٹا بُتِ بدست کہ مینا ٹوٹا	دلِ عاشق بھی کوئی چیز ہے ٹوٹا ٹوٹا

انّ ربّک یصلّی یعنی اب تم جو صلوٰۃ ورجوع الی الحقیقۃ کرنا چاہتے ہو تو تم نہین ہو
بلکہ مین ہون اور تم اسکا اندیشہ نکرو کہ مین بجز تمھارے اور کچھ ہون۔ اور مین اپنی نماز آپ پڑھتا
ہون کیونکہ اگر مین اپنی نماز آپ نہ پڑھتا تو الوہیت کا مقام ہی غائب تھا جو کہ تمامی
مراتب کا جامع ہے۔ جیسے آفاق مین آفتاب عالمتاب اپنی تیز روی مین آناً فاناً خط استوٰی
پر فائز ہوکر بلا چلے ہوے جھک کر زوال کی جانب متدلی ہوتا ہے اوسی طرح پر آفتاب
انفسی تعین محمدی مع آفاق کے اوادنی یعنی حقیقت مین فانی ہوکر مقام محمود مین باقی ہوگیا اور
اُسوقت آپکے جسد مقدس کی یہ حالت تھی ؎

ید او قدرت است وجہ بقاش	آمدن حکمت ونزول عطاش

آپ اس مضمون سے سمجھ گئے ہون گے کہ سورہ والنجم کی تفسیر یہان تک پہونچ گئی ہے کہ
لقد رای من ایات ربہ الکبری افرایتم اللات والعزی ومنوٰۃ الثالثۃ الاخری

یہ آیت ظاہر اوالنجم کی اوپر کی آیتون سے مضامین مین الگ معلوم ہوتی ہے مگر فی الواقع
الگ نہین ہے اس آیت مین ایک سر خاص ہے جسکا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اور جو
خدا کے اسم رحمن یعنی الرحمن علی العرش استویٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم
رحمۃ للعالمین مین مندرج ہے اور وہ یہ ہو کہ والنجم کے نزول کے وقت جب آن حضرت
کی زبان مبارک سے یہ آیت نازل ہوئی افرایتم اللات والعزیٰ ومنواۃ الثالثۃ الاخریٰ
تو آپنے بھی فرمایا کہ تلک الغرانیق العلیٰ ان شفاعتھن لترتجیٰ۔ اسکے معنی یہ ہین کہ
کہ یہ بت جیلان عالی ہین ان کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے جب مشرکان عرب نے آپ کی
زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے تو بہت خوش ہوے اور کہنے لگے کہ محمدؐ بھی ہمارے ہی ایسے
ہین اور ہمارے الٰہ یعنی بتون کی شفاعت کی اُمید دلاتے ہین اور جب آنحضرت نے بعد
ختم سورہ کے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ کل مشرکین نے معتقد ہو کر سجدہ کیا۔ اب اس امر پر
کہ آن حضرت نے یہ فقرہ فرمایا بڑی بحثین ہین لیکن کسی بحث کا نتیجہ ایسا نہین نکلتا ہے
جو سکت ممکن ہو بعض نے کہا کہ یہ قصہ گڑھا ہوا ہے فی الواقع یہ واقعہ نہین ہوا اور بعض نے
کہا کہ نعوذ باللہ وہ شیطان بول اُٹھا تھا اور اوسکی تردید حضرت جبرئیل نے یہ کی کہ یہ فقرہ جو
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہے وہ نصِ کلام مجید مین داخل نہین ہے
وحی کے نزول مین اگر شیطان کو دخل ہوتا تو نعوذ باللہ سارا کلام مجید مشکوک ہو جاتا لھذا یہ
آواز شیطان کی نہ تھی اور یہ قصہ گڑھا ہوا بھی نہین ہے اسوجہ سے کہ حضرات صوفیہ کا
مسلک یہ ہو کہ جو شئے ظاہر ہوتی ہے وہ جناب باری کے ایک اسم کی مظہر ہے اور
اوس کا وجود ضروری ہے پس اس قصہ کا مشہور ہونا اس کے واقع ہونے پر دلالت کرتا
ہے اور خداوند عالم نص صریح سے کلام مجید کا محافظ ہو اوسکے نزول مین شیطان کا دخل یا قصہ
کی گڑھت نہین ہو سکتی۔ اسکی تفسیر حضرت مولانائے رومی نے اپنے مثنوی شریف کے ان اشعار
مین صاف و صریح فرمائی ہے کہ ؎

مثنوی ما دکان وحدت است	غیر واحد ہر چہ بینی آن بت است
بت ستودن بہر دام عامہ را	ہمچنان دان کالغرانیق العلےٰ
خواندہ اش در سورۂ والنجم زود	لیک آن فتنہ بداز سورہ نبود
جملہ کفار آن زمان ساجد شدند	ہم سرے بود آنکہ سر بر در زدند
بعد ازین حرفیست بیجا تیج و دور	با سلیمان باش یا دیوان را مشور

ان اشعار کے معنے یہ ہین کہ میری مثنوی وحدت کی دوکان ہے اس مثنوی مین اگر خلاف وحدت کے کوئی مضمون تمھاری فہم ناقص مین آوے تو وہ بت ہے یعنی بجز حق کے کچھ نہین اور جسکو تم ماسوے حق سمجھو وہ بھی حق ہے اور جو تمھاری فہم مین وہم غیریت آتا ہے یہ بت پرستی ہے اور تمھاری سمجھ مین جو ماسواے حق آتا ہے اوسکے مجلا و مورد سے ناواقف ہو کر تم ماسواے حق سمجھتے ہو فی الحقیقہ ماسواے حق نہین ہے اور کوئی چیز جو معدوم محض سمجھی جاتی ہے وہ ماسواے حق کا وہمی خطرہ ہے جسکا ظہور ممتنع ہے مگر قادر مطلق نے اس ممتنع الوجود وہم غیر کا بھی ظہور اپنے وہم حقیقی سے کردیا حق کی نسبت یہ وہم وہم نہین ہے کیونکہ وہ اس کی حقیقت سے واقف ہے عامۂ خلائق کے لیے یہ وہم پہاڑ ہو گیا ہے کہ ٹالے نہین ٹلتا ہے حالانکہ اسکا وجود کچھ نہین ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بت کی تعریف اسواسطے کی تاکہ عامہ خلائق یعنی مشرکین بھی آپ کی رحمۃ للعالمینے سے مستفید ہون۔ جس طرح سے خدا کے اسم رحمن سے مومن وکافر دکل مخلوق علی التساوی مستفید ہین کیا دنیا مین آپ نہین دیکھتے ہین کہ جو نعم دنیاوی افعالی وصفاتی وذاتی حق تعالیٰ نے مومن کو عطا کیے ہین وہی نعم علی التساوی کفار و مشرکین کو بھی عطا فرماے ہین۔ پس آن حضرت بھی چونکہ رحمۃ للعالمین ہین لہذا آپ کی رحمت سے بھی کل مخلوق مومن وکافر کو استفادہ ہونا چاہیے استفادہ کے یہ معنی نہین ہین کہ کافر مومن ہو کر استفادہ کرے کہ کفر و شرک اوس سے نکل جائے گا۔ بلکہ مومن مومن رہے گا مشرک مشرک رہے گا کافر کافر رہے گا اور آپ کی رحمت علیہ بھی

فائدہ اٹھاے جیسا کہ خدا کے اسم رحمن سے ہر کافر ومشرک عین کافری ومشرکی مین فائدہ اٹھاتا ہے۔ پس جب کہ آن حضرت کے یہ فقرہ فرمانے سے مشرکین نے آن حضرت کے ساتھ سجدہ کیا تب عین حالت مشرکی مین آن حضرت کی رحمت عامہ سے ہر مشرک مستفید ہوا اور اگر اس طرح پر سجدہ کرنے کا طریقہ واقع نہوتا اور مسلمان ہو کر ہر مشرک آپ کے ساتھ سجدہ کرتا تو مشرک آپ کی رحمت عامہ سے نکلجاتا اور وہ سجدہ ایک مومن کرتا نہ ایک مشرک یہ محل تھا اور اسم رحمۃ للعالمین کے ظہور کا تقاضا تھا کہ آپ نے وہ فقرہ ارشاد فرمایا مگر چونکہ عامہ خلائق کی سمجھ مین ایسا ستر باریک نہین آسکتا تھا اور اوس سے فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ تھا لہذا آیت کلام مجید مین وہ فقرہ داخل نہین کیا گیا پس یہ بحثین بیچا بیچ ددور ہین ہم کو سلیمان یعنی خدا کے ساتھ رہنا چاہیے اور دیو یعنی شیطان کی بحث کو اوس مین نہین داخل کرنا چاہیے۔ بہت سی احادیث قدسیہ ہین جو بلا توسط جبرئیل کے براہ راست آنحضرت کی زبان مبارک سے خدا کے ارشادات ظاہر فرماے گئے ہین اور قرآن مین داخل نہین ہین کیا وہ غلط ہوسکتی ہین۔ ہرگز نہین بلکہ وہ قطعی صحیح ہین اب یہان پر یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ فی الواقع بت کی تعریف کرنا خواہ وہ کسی مصلحت سے ہو صحیح تھا یا غلط۔ مین کہون گا کہ بالکل صحیح تھا اور یہ بتان جمیلہ تعین اعتدالی الوہیتی رسول اللہی مع اور پیغمبرون کے تعینات کے ہین جن کا ذکر مین نے اوپر کیا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خاصۃً اور دیگر پیغمبرون سے عامۃً ضرور امید کی جاتی ہے کہ وہ شفاعت کرین گے بت آفاق مین غلبہ توحید جلالی سے وجود تعینات سے مبرا ہے اور حقیقی بت تعین الوہیتی رسول اللہی ہے جو حق تعالیٰ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون پس حقیقی شفاعت رسول اللہی ہے جس کا سجدہ مشرکین سے کرایا گیا جیسے حضرت آدم کا سجدہ ملائکہ سے کرایا گیا ہ

نازل ہے زمین پہ کبریائی	بندہ کے لباس مین خدائی

اور تین بتون سکے نام لینے مین یہ بلاغت ہے کہ انسان مین تین دائرہ ہین ایک وجہ اللہ دوسرا وفی انفسکم افلا تبصرون اور تیسرا سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اب ان تین دائرون مین کل عوالم آگئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بدرجہ کمال رحمۃ للعالمین اور مظہر الرحمن علی العرش استوی ہین

مسلمان گر بدانستی کہ بت چیست	بدانستی کہ دین در بت پرستی ست
برہمن گر ز بت آگاہ گشتے	کجا در دین خود گمراہ گشتے

اور بت پرستی ممنوع اسواسطے ہے کہ بت سنگی آفاقی کی روح انسان ہے اور اوسکے ساتھ انسان کی معیت طبعیت حق تمامہ ہے پس وہ شخص یعنی انسان بجامعیت معیت حق کے ساتھ متحد ہوکر محض ایک آفاقی ظہور کا سجدہ کرے جس کا خالق خود انسان ہے یعنی تمامی مظہر ناتمام مظہر کا سجدہ کرے یہ ذہنی بات ہے اور ناجائز ہے اور اس کا وجود نہین ہے أرباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار جیسا کہ بت کو اسماء وصفات حق سے علحدہ سمجھنا ناجائز ہے۔ حق تمامی مخلوقات کا جامع ہے پس یہ تقسیم بھی ناجائز ہے کہ تم اپنے لیے مرد یعنی بیٹے سمجھو اور خدا سے اون کو ماسواے سمجھکر محض فرشتون کو خدا کی بٹیان جانو نہین بلکہ خدا کل الکل ہے اور باوجود اسکے سب سے منزہ ہے۔ یعنی کل بتان عوالم کو اوسنے اپنے اسماء وصفات سے تمھاری زبانون سے نام رکھکر ظاہر کیا ہے لہذا فرمایا کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباءکم ما انزل اللہ بھا من سلطان ان یتبعون الا الظن وما تھوی الانفس ولقد جاءھم من ربھم الھدی۔ حالانکہ رب سے تمھارے پاس بنفس نفیس تعین الوہیت جامعیت کے ساتھ ہدایت کرنیوالا رحمۃ للعالمین توحید کا سمجھانے والا آگیا ہے تب بھی وہم یعنی غیریت کے خطرہ کو نہین چھوڑتے۔

اب مین یہان تک سورۂ والنجم کی آیتون کے بیان پر اکتفا کرتا ہون۔ اس تحریر سے

یہ تو آپ کو ثابت ہو گیا ہو گا کہ معراج شریف کے بیان مین آیہ سبحان الذی اسریٰ کے اجمال کی تفصیل سورہ والنجم ہے اور نیز یہ کہ معراج آن حضرت کی جسدی و روحی دونون ہوئی تھی اب ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ آپ کی معراج جسدی معراج روحی سے جلد تر ہوئی۔ اور اس بیان کے آخر مین حضرت مصنفؒ کی اس عبارت کی شرح ہو گی کہ

" اور جاننا چاہیے کہ وہ عالم جس سے ہم نے غیب الغیب مراد لیا ہے ذات الہیہ کے کمال کی تفصیل ہے" الخ جس کے معانی کے نازک اور مغلق ہونے کی وجہ سے حضرت مصنفؒ نے یہ لکھا ہے کہ

" تو اپنے آپ کو اس خیال سے بچا کہ مین نے شمار کیا یا تقسیم کیا یا معطل کیا یا تشابہ کیا یا مجسم کیا" الخ

اور ان الفاظ کے ذریعہ سے جلدی جلدی اُن سب باتون سے تبرا کیا ہے کہ جن سے تحشی کرنا ایک شیخ کامل کے واسطے ضروری تھا۔ مگر رندان بادہ نوش شاہد معانی کے رُخِ زیبا سے نقاب ہٹائے بغیر نہین رہ سکتے کیونکہ اون کے پاس اون کی ملک سے کوئی چیز نہین ہے جسکے ضایع ہو جانے کا اون کو خوف ہو ع

	اب کیا رہا ہے جسپہ رقیبون کا ڈر کرین	

کیونکہ اون کی ہستی نے خطرۂ غیر کو بھی عین حق کر دیا ہے اوسکا میدا ابھی ذات حق قرار دیکر حق مین لفظ شک حقیقی قائم کرتے ہین کیونکہ ذات حق کا تنزہ ایسا ہے کہ جسکے لیے علویت دھبہ ہے اور لاعلمی مقتضی شک حقیقی ہے۔ اسلیے حق تعالیٰ نے اوس شک حقیقی کو اپنے علم بسیط قائم بالذات سے رفع کرنے کے لیے پھر ہر اسم و صفت کی صورتین بنا کر پوچھ لیا کہ الست بربکم اور معلوم کر لیا اور تحقیق کر لیا کہ قالوا بلےٰ۔ یعنی عقل و فہم و ادراک و علم و جہل و شک و یقین سب کچھ مین ہی ہون۔ جو ولنبلونکم حتے نعلم سے بھی ثابت ہے جانتے ہوے ہونا کسی شئے کا دیسا تفصیلی و یقینی نہین ہے جیسا کہ بتقاضائے ہر اسم و صفت و فعل تفصیلاً جانی بوجھی سمجھی

اور تعین کی جاتی ہے۔ چونکہ تفصیل اسمار وصفات کی یکے بعد دیگرے مقتضی استعداد زمانی کو ہر
درجہ نفس زمانہ کی تفصیل بھی نہ ہو سکتی لہذا ازل سے ابد تک ایک عالم تفصیلی جس مین لاتعد
ولاتحصی عوالم داخل ہین نظر آتا ہے اور ابد سے ازل تک جبکہ وہ کل عوالم ذات حق مین
مندرج ہوجاتے ہین تو کچھ نظر نہین آتا ہے۔ مگر اسوقت بھی اس اجمال ابدی مین حق کو جہل
نہین ہوتا ہے جیسے کہ بعد فنا ہونے شے معلوم کے اوسکا علم اندماجا شخص عالم مین رہتا
ہے۔ جاننا چاہیے کہ اندماج مین فی نفسہ سکون و آرام ہے یعنی اسمار وصفات وافعال کے
ظاہر کرنے مین اگرچہ وہ کیسے ہی سکن ہون وہ سکون و آرام نہین ہے جو اون کے نہ ظاہر
کرنے مین ہے مثلاً کسی فعل کی قابلیت یا کسی صفت کی استعداد یا کسی اسم کے ظہور کی
قدرت آپ مین ہے جب آپ اوس اسم یا صفت یا فعل کو ظاہر کرین گے تو بہ نسبت اس کے
نہ ظاہر کرنے مین خواہ مخواہ آپ کو سکون ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ اسمار وصفات و
افعال ذات کے شیون واطوار مین جو تنزل کے مقتضی ہین تنزل ہمیشہ مکلف ہوتا ہے
اور اس صورت مین نفس ذات کا سر در پردۂ خفا مین ہوجاتا ہے اسی واسطے عمل مین تکلیف
ہے اور بے عملی مین آرام ہے یعنی جاگنے مین تکلیف ہے اور سونے مین آرام ہے اور
علی الخصوص ایسی حالت مین اور زیادہ آرام ہے کہ جب سونے مین کوئی خواب بھی نہ دیکھے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس دار العمل ناسوتی سے فارغ ہوکر بحکم فاذا فرغت
فانصب والی ربك فارغب حضرت ام ہانی کے گھر مین استراحت فرماتے تھے یعنی اپنے
نفس مرکز ذات اقدس سے مسرور اور محو درمحو تھے یعنی ذات سے ملے ہوے تھے کہ جسمین
خواب کی گنجائش نہ تھی کیونکہ خواب مین خیالات ناسوتی کا اکثر شمول ہوتا ہے اور سچے
خوابون مین خیالات برزخی وملکوتی کا شمول ہوتا ہے آپ ان دونون سے مبرا بحکم لاینام
قلبی استراحت فرماتے تھے اور اپنے فواد سے حصہ لیکر اپنے آپ مین مسرور تھے اور اس فناء
سے کوئی شے چھپی نہین رہ سکتی ہر شے دم نقد حاضر ہوتی ہے عالم ملک وملکوت ومافیہا سب

آپ مین دم نقد موجود تھے اودس موجودیت کو باور کرنے مین آپ تعجب نہ کیجیے کیونکہ جس قدر صفات جسمی دروحی آپ مین ہین وہ سب اسی طرح پر تعجب خیز وششدر کرنے والے ہین جیسے قوادی کی حالت ہے۔ آنکھ کیونکر دیکھتی ہے کان کیونکر سنتا ہے ناک کیونکر سونگھتی ہی منھ کیونکر چکھتا ہی ہاتھ کیونکر لمس کرتا ہے۔ دماغ کیونکر خیال کرتا ہے عقل کیونکر تفکر کرتی ہے۔ آپ کو کچھ نہین معلوم ہوتا ہے حالانکہ یہ عجیب وغریب حالات آپ مین موجود ہین۔ اور سنیئے آپ تو مادی معلوم ہوتے ہین۔ مادہ کیمیائی ترکیب مین یہ قدرت نہین ہے کہ اپنی خاصیت کو کبھی ظاہر کرے اور کبھی ظاہر نہ کرے اور آپ باوجود مادی معلوم ہونے کے اُس ترکیب کیمیادی کے خلاف اپنے ارادہ کو جب چاہتے ہین ظاہر کرتے ہین اور جب چاہتے ہین روک لیتے ہین۔ ایک عجیب وغریب لطیفہ آپ مین ودیعت ہے کہ جس کی ابتدا وانتہا نہین معلوم ہوتی اور آپ اوس پر قابض ہین اور باوجود اسکے اوس کی ماہیت سے ناواقف ہین آپ قطعی ویقینی مادہ کے شمول سے بنے ہین اور یقینا نفس ذات مین مادہ سے ماوری ہین بلکہ مادہ کا وجود آپ اپنے ادراک سے قائم کرتے ہین اور یہ ادراک جو مادہ مین نہین ہے اور آپ مین موجود ہے اسی کو آپ روح سے تعبیر کرتے ہین اور روح کو بھی آپ اپنی روح بتاتے ہین یعنی اپنے سے تحت جانتے ہین پس آپ کوئی اور چیز ہین جسکا اور چھور کہین نہین ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی نفس ذات مین اس حالت مابین بیداری وخواب مین تھے کہ عالم روحانیات وعالم جسمانیات سب آپ کے زیر پا تھے اور آپ اون سب کو تمامہ جانتے تھے اور اون سے مستغنی تھے۔ جانتے اسوجہ سے تھے کہ سب عوالم آپ ہی مین تھے اور مستغنی اسوجہ سے تھے کہ آپ علائق سے مبرا اسرور محض مین تھے ؎

نہ ترک عمل کار ہر کس بود	نہ فضل خدا یار ہر کس بود	

جبرئیل امین بھی دربانی کے لیے حاضر تھے جو روح کہے جاتے ہین اور جن کی خاصیت یہ ہے کہ جس شے سے وہ مس کرتے ہین اوس مین حیات آجاتی ہے۔ سامری کا قصہ کلام مجید مین

ملاحظہ ہو کہ ایک مشت خاک جبرئیل علیہ السلام کے قدم کے نیچے سے سامری علے لی تھی اوس
سے گوسالہ بنایا تو وہ جاندار ہو کر بولنے لگا۔ یہان پر اس بات کو یاد رکھنا ضروری ہے کہ
حق تعالی لے الانسان کی تخلیق مین فرمایا ہے کہ خلقتہ بیدی جبرئیل کے قدم سے مس کردہ
خاک کی خاصیت یہ ہو کہ اوس سے ہر شے مین حیات آجاے تو خدا کے ہاتھون مین کیا کچھ
خاصیت نہو گی کہ جس سے بشر مستفید نہوا ہو گا اور جبرئیل کے قدم مین یہ لطافت روحانیت
ہو تو رخسارون کے مس کرنے مین کسقدر نزاہت حاصل نہوئی ہو گی اور علی الخصوص کف پا
مین ملنے سے کہ جس سے دماغ تک تمام جسم مین روحانیت کا سرایت کر جانا یقینی تھا اور
سامری کے قصہ مین بلا ارادہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے مادہ نے سرایت کی تھی اور یہان
تو بارادۂ جبرئیل سرایت مقصود تھی۔ پورا جسم عنصری آپ کا یقیناً روح ہو گیا۔ ہر شخص تاثیر
اشیار کا قائل ہے جبرئیل امین مخلوقات مین ہین اور روح الامین ہین اگر اون کے مس
کرنے سے جسم عنصری روحانی ہو جاے تو کیا عجب ہے اور اگر عجب ہے تو ہمارے وجدانیات
اسکے شاہد ہین کہ جیسے ہم مین ہر بات عجیب و غریب ہے ویسے ہی جبرئیلی خاصیت بھی ہم
مین عجیب و غریب ہے۔ صرف وہ خاصیت نہ کھلنے کی وجہ سے فوراً نہین معلوم ہوتی ہے
یا دیگر حجابات کی وجہ سے نہین کھلتی ہے اور یہی حال اپنے کل صفات و افعال کا طفولیت
سے لیکر کبر سنی تک ہمکو نظر آتا ہے اور اُن خاصیات کے کھل جانے سے ہمکو عجب نہین
معلوم ہوتا ہے اور جب ایک صفت نامعلوم کا اظہار ہم سے ہوتا ہے تو وہ صفت ہم سے باہر
نہین ہوتی ہے مگر ہمارے اندر رہی ہم سے ممتاز معلوم ہوتی ہے اور ہم اوس سے ماوری
ہوتے ہین پس جسم عنصری حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا روحانی ہو گیا۔ جس مین خاصیت
کافوری بھی تھی اور آپ مین وہ جسم خاصیت کافوری علٰحدہ بھی نظر آتا تھا اور وہ آپ کے
تحت تھا۔ یہ براق بصورت انسانی تھا جو خاصیت کافوری سے بسبب اوڑتے رہنے کے
پھولا نہین سماتا تھا اور جبرئیل کا ہمرنگ تھا۔ آپ اوسپر اپنی روحانیت سے سوار ہوے

اوسکا مبدار روحانیت تھی اوس کی سرعت کا کیا کہنا ہے روح الامین ساتھ تھے اونکی سرعت
رفتار لامحالہ براق کی رفتار سے کم نہ تھی جہان تک جبرئیل کی رسائی ہے یعنی سدرۃ المنتہیٰ
تک آپ اپنی روحانیت جسمی نفسی اور اپنی روحانیت حقیقی نفسی اور اپنی روحانیت آفاقی
یعنی جبرئیلی تعقلی سے عوالم کی سیر کرتے ہوے اور کل عوالم کو کطی السجل للکتب ساتھ لیتے
ہوے سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچے یعنی جس شے کا آپ نے ارادہ و تعقل فرمایا اوسکو بتمامہ دیکھا
اور پہچانا اور اوسکے عالم پر پہونچے اور بات چیت کی یعنی نفس و آفاق کو سمجھ لیا کیونکہ یہ سب
آپ ہی سے پیدا و مفصل ہوا تھا اور آپ ہی مین مجمل ہو کر اوسکا سمٹنا لازمی تھا۔ عوالم جہانتک
تھے وہ سدرۃ المنتہیٰ تک ختم ہو گئے اور چاہے جتنی دیر لگی ہو آپ کی استراحت بستر مین
نہ کچھ فرق آسکتا تھا اور نہ آیا کہ آمدن و رفتن کی گنجائش کل عوالم کے متحد ہو جانے کی وجہ سے
باقی نہین تھی جانا آنا تھا اور آنا جانا تھا۔ اور یہ سب تعینات اعتباری آپ کی ذات کے اندر
مندمج تھے اب آپ کی حقیقت نے یہ نہ چاہا کہ تعینات کا بھی امتیاز رہے لہذا حقیقت کی
شیون و نسبتون نے آپ کو بسبب شدت ولہ کے گھیر لیا۔ اذ یغشی السدرۃ ما یغشی یہ نسبتین
صفاتی ذاتی تہین جنھون نے اپنی گود مین آپ کو لے لیا جس کی تعبیر رفرف سے کی جاتی
ہے نسبت ذاتی کے گھیر لینے کی حقیقت یہ ہے تاکہ اپنی شیون ذاتیہ متباینہ سے بھی آپ
واقف ہو جائین اب روحانیات کے اجسام کی ضرورت نہ رہی اور جون جون آپ ان نسبتون
مین دہاتے گئے روحانیت کے جسم نے مثل کافور کے اڑنا شروع کیا اور روحانیت بھی
صفات ذاتیہ حق مین سے ہے اوس نے اپنے مبدا یعنی حقیقت الحقائق کی طرف رجوع کی
جیسے کہ آپ اپنی ذات کی طرف رجوع فرماتے چلے جاتے تھے قاعدہ ہے کہ جب روحانیت
اپنی مبدا کی طرف رجوع کرتی ہے تو جسم عنصری بھی مثل بخار کے اڑتا اور نازک ہوتا جاتا
ہے یہان تک کہ روح نکلجانے کے بعد جسم عنصری بالکل باقی نہین رہتا ہے مگر اوسکا باقی
نہ رہنا دلیل اسکی نہین ہے کہ وہ معدوم ہو جاتا ہے بلکہ روح تو جسم سے نکلنے کے بعد اپنے

مبداء کو جاتی ہے جو علوی ہے اور اسمین ہل ہل جاتی ہے اور جسم اپنے مبداء کو جاتا ہے جو آفاق
ہے اور اوس مین بمناسبت ہر ذرہ کے ہل ہل جاتا ہے - رفرف پر سوار ہونے سے روح اپنے
مبداء علوی انفسی کی طرف چلی اور جسم اپنے مبداء اسفلی آفاقی کی طرف چلا بہر حال انفس و
آفاق دونون جسمانیت موجود سے شخص جسم محمدی کے فرش استراحت پر نازک ہوتے گئے
جون جون روح نے رفرف پر عروج فرمایا بستر استراحت پر آپ کا جسم بمناسبت علوے روحانیت
انفسی و آفاقی الطف و نازک ترین حالت مین تھا نسب بھی تفرقہ پر دلالت کرتے ہین تب
یکرنگ کرینگے یہ ید قدرت کی ضرورت تھی جس کی خاصیت مباشرت روحی و تن بہی جبرئیل
امین کے رخسارون سے کہین زیادہ الطف تھی اور جسم روحی کو رفرف سے ید قدرت نے اپنے
ہاتھ مین لے لیا اور اب یہان جسم عنصری بستر استراحت پر بسبب روح کی انتہائی نزاکت
کے اور زیادہ نازک ہو گیا مگر ہنوز بستر استراحت پر موجود تھا کیونکہ فی الجملہ تعین جسمی صفاتی
ذاتی موجود تھا کیونکہ ید قدرت فی نفسہ ایک تعین ہے حقیقت الحقائق نے یہ گوارا نہ کیا کہ نام
غیریت بھی باقی رہے ؎

باسایہ ترانمی پسندم | عشق ست ہزار بدگمانی

لہذا راز و نیاز کی مکالمت شروع ہوئی اور سوز و گداز عشقی کی شمع شبستان خلوت
روشن و گرم ہوئی اور ارشاد ہوا کہ قف یا محمد تاکہ اس روک ٹوک کے سوز و گداز سے جو ہستی
فی الجملہ باقی رہ گئی تھی اور جس کے رفع کرنے کے لیے بجز جاذبات عشقیہ کے اور کوئی شئے باقی
نہین رہی تھی وہ بھی فانی فی اللہ ہو جائے بس آنا فانا اس کلام قف کا نتیجہ یہ ہوا کہ تعال
یعنی بقیہ ہستی فانی فی اللہ ہو کر تعین جسمی مثالی آپ کا حقیقت الحقائق مین غائب ہو گیا
اور غائب ہو کر فوراً فتدلیٰ ہو کر مقام الوہیت مین قائم ہو گیا اور جس آن مین آپ کا جسم مثالی
غائب ہوا اوسی آن مین فتدلیٰ مین الوہیت سے ہمرنگ ہو کر مقام محمود موجود ہو گیا اور
چونکہ اصل جسم مثالی غائب ہو گیا تھا لہذا اوسی آن مین جسم عنصری بھی جو بستر استراحت پر تھا

فانی ہوگیا جیسے کہ طائر اوڑتا چلا جاتا ہو اور اوسکا سایہ زمین پر معلوم ہوتا ہو پس جس وقت
کہ طائر اپنے طیران مین غائب ہوجائے گا اُسیوقت وہ سایہ بھی غائب ہوجائے گا جو بمنزلہ
جسم طائر کے ہے پس جب آپ کا طائر روح مثالی غیب الغیب مین فانی ہو کر غائب ہوگیا تو
آپکا جسم عنصری بھی روح کے ساتھ بستر استراحت سے حقیقۃ الحقائق مین غائب ہوگیا اور
جب آپکا طائر روح بمقام الوہیت فوراً قائم ہوا تو آپ کا جسم بھی مثل سایہ طائر کے بستر
استراحت پر فوراً ظاہر ہوگیا۔ پس اس طرح پر آن حضرت کی معراج جسدی معراج روحی
سے عقلاً سُرعت کے ساتھ ہوئی اور اوسی سرعت سے واپسی ہوئی یعنی کلمح البصر اور چونکہ
جانا اور آنا ایک ہی آن مین تھا لہذا بستر استراحت گرم رہا اور زنجیر دروازہ ہلتی رہی اور
چونکہ آفاقی سیر بھی آپ کی نفسی سیر کے ساتھ یکسان رہی تو کل عالم بھی مثل آپکے جسم کے
غائب ہوگیا اور آپکے فتدلیٰ ہوتے ہی پھر قائم ہوگیا لہذا ہوا چلنے سے اور پانی بہنے
سے اور جو مقتضیات عالم تھے وہ سب حرکت سے رُک گئے اور عالم کو معلوم اسوجہ سے نہین
ہوا کہ معلومات بوجہ بیہوشی وخودی کے ہوتے ہین اور اس معراج مین ہستی نفسی وآفاقی باقی نہین
رہی تھی جو عالم کو اسکی اطلاع ہوتی اور آپ کو اطلاع اسوجہ سے ہوئی کہ عوالم تو اپنے اپنے
مراتب کی روسے بعد فانی ہونے کے قائم ہوے اور آپ مقام محمود مین علم حق سے
بہرہ ور ہو کر بیکدفعہ فتدلیٰ ہوے یعنی حق شئی کا ادراک کیا اور چونکہ آواز جو حق کی جانب
سے آئی تھی وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز تھی یعنی حضرت صدیق
کی روحانیت کو بطفیل صحبت رسول مقبولؐ اتنا قرب حاصل ہوگیا تھا کہ مقام لاہوت سے
جسمین جنسیت کا ہونا طیران وسیران کے لیے ضروری تھا آپ کی آواز آن حضرت کو سنائی
گئی لہذا اس عالم ناسوت مین بھی سب سے پہلے معراج شریف کی تصدیق حضرت صدیقؓ اکبر
ہی نے کی کہ صدقت یا رسول اللہ۔

اب جاننا چاہیے کہ حضرت مصنف نے اس فصل جلالت مین تین عوالم لکھے ہین۔ ایک

عالم غیب الغیب دوسرا عالم غیب برزخی تیسرا عالم شہادی عالم غیب الغیب سے مراد اُنھون نے
حق کی تفصیل لی ہے اور یہ مسئلہ بہت نازک ہے اور باوجود مشاہدہ کی خود مشاہدہ کرنیوالے کی سمجھ مین آنا
نہایت دشوار ہے چہ جائیکہ تحریرًا یا تقریرًا اوسکی تفہیم و تشریح کی جاسکے یحذرکم اللہ نفسہٗ
واللہ رؤف بالعباد اسی عالم غیب الغیب کی نسبت ارشاد ہے بجز اسکے کہ انفسی وجدانیات
اور آفاقی مشاہدات سے اوسکی تمثیل دیجاے اس تمثیل کے سمجھنے پر بھی اگرچہ وہ پورے طور پر
سمجھ مین نہین آئے گا اور نہ آسکتا ہے مگر پتہ اسکا لگ جائے گا کہ کوئی عالم غیب الغیب ضرور
ہے جس کی شناخت یہی کہ سمجھ مین نہ آئے۔ انفسی وجدانیات کی مثال یہ ہے کہ آپ
لاتعد ولاتحصیٰ اسمار و صفات کے مجموعہ ہین اور ان اسمار و صفات و افعال کا صدور جب
آپ سے ہوتا ہے تب آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسم یا صفت یا فعل ہم مین تھا جو ہم سے صادر ہوا
اور جب تھا تو کہان تھا اور کیونکر تھا اور کیونکر اوسکا صدور ہوا اور کب تک ہم اوسکو اس طرح
پر صادر کرتے رہین گے اور کب وہ ختم ہوگا اور بعد اختتام کے جو ظاہرا معلوم ہوتا ہے وہ
کہان چلا جاتا ہے اور جب چلا جاتا ہے تو کہان ٹھہرتا ہے۔ آیا کوئی جگہہ اوسکے ٹھہرنے
کی ہے اور پھر جب ہم اوسی اسم یا اوسی صفت یا اوسی فعل کو مکرر ظاہر کرتے ہین تو آیا وہ بعینہٖ
پہلا اسم اور پہلی صفت اور پہلا ہی فعل ہوتا ہے یا یہ دوسرا ہے؟ حالانکہ یہ دوسرا اسم
و صفت و فعل بھی ویسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن بعینہٖ اوسکو نہین کہہ سکتے کیونکہ اس
دوبارہ صدور کی آن اور ہے وقت اور ہے حکمت اور ہے تاثیر اور ہے اگرچہ یہ سب
کسیقدر موافقت کے ساتھ ہون لیکن فرق ضرور ہے۔ پس نہ معلوم ہونا آپ کا معلوم ہونا
ہے اور معلوم ہونا آپ کا نہ معلوم ہونا ہے اور مجموعی طور پر کچھ نہ معلوم ہونا ہے۔ جیسے آپ
اپنی روح کو اپنے جسم مین معلوم کرتے ہین اور پھر نہین معلوم کرتے ہین یہ آپ کے اسماء و
صفات و افعال کی کی حالت یا طور یا شان ہے اوس حالت مین کہ جب آپ نطفگی کی حالت
سے فتبارک اللہ احسن الخالقین ہوگئے ہین تب یہ نزاکت ہے اور اگر رجوع کرکے آپ اپنے کو

نطفگی کی حالت مین لے جایئے تو اور زیادہ نزاکت ہے اور اگر رحم مادر سے نکل کر صلب پدر مین اپنے آپ کو لے جایئن تو اور زیادہ نزاکت ہے اور اگر صلب پدر سے اپنے آپ کو مع اوس حب شہوتی کے جو پدر کو ہوی تھی دیگر اصلاب مین حضرت آدم تک لیجایئن تو کہین زیادہ نازک حالت ہے اور حضرت آدم سے اور کہین لے جانے کی گنجائش نہین ہم بجز اسکے کہ آدم کا جسم عناصر سے بنا ہے اور پورے عالم کا خلاصہ آدم ہے اور آدم کی تفصیل پورا عالم ہے پس عالم و آدم سبکو سمیٹ کر ہم کو ضرور ہوگا کہ ایک نقطہ بار بسملہ ہو جایئن کہ جسکی جگہ تو مقرر ہے لیکن لجز انہین ہو سکتے اور جسمین آدم و عالم متحد ہین ایک نقطہ غیب الغیب ہے جسکے تفصیل آدم و عالم ہر اور یہ نقطہ اپنے ظہورات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کا سویداے قلب ہے جو انسان مین ودیعت ہے اور جسمین حق کی سمائی ہے اور آفاق مین حجر اسود ہے جو اللہ کے گھر مین ہے اور آفاقی مشاہدات کی مثال یہ ہے کہ جیسے ہر شے کے تخم کو آپ دیکھتے ہین کہ وہ جب غیب الغیب مین ہوتا ہی تب بھی اوسکا اکھوا اور پتی اور شاخ اور پھول اور پھل تقاضا بتقاضا نمودار ہوتے ہین اور یہ سب اوس بیج مین لامعلوم طور پر متحد ہوتے ہین اور اوس بیج سے جتنے اور پھلون کے بیج ہوے ہین اگر اون کو بوتا چلا جاے تو لاتعد ولاتحصی صورتون مین وہی بیج ظاہر ہوتا چلا جائے گا اور یقیناً کبھی ختم نہین ہو سکتا اور پھر ویسا ہی بیج پیدا ہوتا ہے جیسا کہ پہلا تھا۔ بلکہ وہی ہوتا ہے مگر وہ نہین ہوتا ہے۔ چونکہ عالم کے بیج مختلف اقسام کے ہوتے ہین جیسے گندم و نخود وغیرہ وغیرہ اونکا شمار بہت دشوار بلکہ محال ہے۔ مجموعہ کل بیجون کا آپ کسی انسان ہی کو لے لیجیے کہ جس سے عالم کے کل بیج پیدا ہو سکتے ہین جیسے نفس مین مجموعی اسماء وصفات و افعال کا بیج اور پر آپ جسم انسانی مین روح کو قرار دے چکے ہین اوسی طرح آفاق مین کسی انسان کامل کو مع اوسکے جسم کے آفاق کی روح ماننا پڑے گا۔ اور جو تفصیل نفس کی ہے وہی آفاق کی ہے اور جو تفصیل آفاق کی ہے وہی نفس کی ہے۔ پس یہ نفس و آفاق دونون ایک ہی تفصیل ہو کر مجموعی ایک نقطہ ہون گے

کہ جس کو سویدا کہنا بھی جائز نہین ہے اور نہ حجر اسود اور انکا اتحاد بالکل نامعلوم طور پر معلوم ہے اور حجر اسود کا بوسہ دینا حب حقیقی پر دلالت کرتا ہے کہ جس حب سے نزول ہو کر نطفہ آدم یا تخم عالم بلکہ محض نطفۂ آدم بحکم فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق بنا ہے پس بوسہ دینا حجر اسود کا شریعت مین تخلیق کا فائدہ دیتا ہے اور بعد بوسہ دینے کے میدان عرفات مین محض خطیب کی آواز سننا بلا نظر آنے کے یا باوجود نظر آنے کے تعلق سے رجوع الی الحق یعنی اپنے مبدار کی طرف جاتا ہے اور عرفات مین بجز یکتائی کے کوئی تزہد و تعبد نہین ہے ؎

کس ندانست کہ منزلگہ مقصود کجاست	این قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

یہی آواز خطیب بانگ جرس ہے اور بانگ جرس سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ قافلہ ہے ؎

دلیل کاروان بانگ جرس ہے	گواہ درد دل اِک نالہ بس ہے

پس غیب الغیب نامعلوم طور پر معلوم ہے اور معلوم طور پر نامعلوم ہے اور یہی اصل معلومات ہے کہ جس سے آدم و عالم کی تفصیل و اجمال و رجوع ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس غیب الغیب کی دو مثالین نفسی و آفاقی اور بیان کر دینا ضروری ہین تاکہ ناسمجھی مین سمجھ اور سمجھ مین ناسمجھی پوری ہو جائے اور دونون متحد ہو کر ایک قطعی و حقیقی سمجھ ہو جائین جسکو یقین کہتے ہین۔ آپ کو حیرت ہو گی کہ یہ تمامی اسمار و صفات و افعال جن کا صدور ہمسے ہوتا ہے اور جو عالم مین ہم سے صادر ہو کر نظر آتے ہین عالم مین تو جانے دیجیے ہم مین کہان ہین کیونکہ اگر ہم اپنے آپ کو دیکھکر اوسکی جگہ اپنے آپ مین معلوم کر لین گے تو عالم مین بھی اوسکی جگہ معلوم ہو جائیگی کیونکہ عالم بھی ہم ہی ہین ہم اور ہم مین سے ہے اور اگر عالم مین معلوم ہوگی تو بھی نہ سہی لازمی سہی متعدی نہ سہی اپنی کشتی کو تو آپ پار کر لے جائینگے لہذا پہلے مین ہر اسم و ہر صفت اور ہر فعل کی جگہ جسکا صدور انسان سے ہوتا ہے انسان مین بصورت متحدہ

بتاتا ہون اور وہ اسم یا صفت یا فعل باوجود اسم وصفت وفعل ہونے کے امتیازی حالت کے ذات مین بلا امتیاز موجود ہے۔ آپ دیکھتے ہین کہ جس وقت آپنے کلام کیا تو تین وجہ سے وہ کلام ظہور مین آیا بلکہ پانچ وجوہ سے تین وجہین یہ ہین کہ۔

اوّل اوس اسم یا صفت کے ظاہر کرنے کی حُب آپ کو ہوئی۔

دوّم۔ آپنے اوس اسم یا صفت کے ظاہر کرنے کا ارادہ کیا۔

سوم آپ نے اوس حُب وارادہ سے اپنی زبان کو حرکت دی۔ یہ تین وجہین ہوگئین

چہارم۔ زبان کی حرکت سے جو آواز نکلی اوسکی ہوا آپنے آفاق سے لی۔

پنجم۔ وہ آواز اپنے آفاق کو دی۔

اب آپ کا کلام پورا ہوگیا یہ سب آپکو معلوم ہوگیا اور معلوم ہوکر یہ کلام بھی ختم ہوگیا اور ختم ہوکر یہ کلام اسی غیب الغیب مین چلا گیا جو آپ مین موجود ہے اور جس سے اس کلام کی ابتدا ہوئی تھی لیکن آپ کو یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ غیب الغیب آپ مین کہان تھا مگر یہ آپکو ضرور معلوم ہوگیا کہ اس کلام کے نزول وعروج مین جونہی کہ نزول شروع ہوا ہی عروج اوسکے ساتھ ہی ساتھ چل رہا ہے اور برابر دوائر بنتے چلے جاتے ہین اور یہ دوائر اسقدر اقرب بنتے ہین کہ کہین خلا کی جگہہ باقی نہین رہتی۔ اور جب نزول کی حالت مین آپ کوئی مقام لین گے تو وہ نزول ہوگا عروج نہوگا اور جب عروج کی حالت مین کوئی مقام لینگے تو وہ عروج ہوگا نزول نہوگا اور جب نزول نزول ہوگا اور عروج عروج ہوگا تب ہی تفکل اعتباری نفس مین الفاظ کا ہے اور آفاق مین صورت کا ہے اور جب نزول مین عروج ہوا اور عروج مین نزول تو اسکا محل بے نشان آپ کو نفس ہین وہ ملے گا جہان پر اس نزول وعروج کا تقاطع ہوا ہے یعنی جس نقطہ پر یہ عروج ونزول ملے ہین اور اس نقطہ کو اگر نزول کی طرف لیجیے گا تو نزولی کہا جائے گا اور اگر اوسکو عروج کی طرف لیجیے گا تو عروجی کہا جائے گا لہذا اوس نقطہ کا جزء نہو سکے گا۔ تو جہان پر عروج ونزول کا دائرہ ملا ہے وہ

نقطہ ہر نفس مین محل اسمار و صفات و افعال ہے اور وہ نقطہ بسبب اپنی لامکانی کے اوس
پورے دائرہ کے ہر مقام پر حاوی ہے جہان پر اوسکو مانیے - لہذا وہ نقطہ باوجود ظہور وصورت
کے الآن کما کان غیب الغیب ہے اور اسی طرح پر اگر ہزارون دائرہ اسمار و صفات و افعال
کے بنائے جائین توہر صورت و ہر شکل کا ظہور اوسی نقطہ غیب الغیب سے ہوگا اور وہ نقطہ
الآن کما کان بے صورت رہے گا اور ہر اسم و ہر صفت کے متبائن دوائر جو آپ سے صادر
ہوتے ہین وہ تبائن و امتیاز اوس اسم یا صفت یا فعل کی انانیت کیوجہ سے ہی کہ حق نے
بسبب جود و بخشش کے اوسکو بھی دائرہ بنانے کی اجازت دی ہے لہذا تمامی اسمار و صفات
و افعال اوس نقطہ مین بلا امتیاز موجود ہین اور اون کی جگہ جسم انسانی مین بیرون و درون
وہ ہے کہ جہان پر ہر دائرہ اسم و صفت فعل کا دائرہ کلی تمامی جسم سے کسی محل پر تقاطع ہوا
ہے اس دائرہ کلی کے کسی محل پر تقاطع ہونے سے وہ تاثیر اوس اسم یا صفت یا فعل مین
پیدا ہوگئی ہے کیونکہ دائرہ کلی مین جہان پر تقاطع ہوا ہے وہان پر بھی نقطہ غیب الغیب
الآن کما کان ہے اور اس دائرہ جزدی اسم یا صفت یا فعل کا جس جگہ پر دائرہ کلی مین تقاطع
ہوا ہی وہی اوس اسم یا صفت یا فعل کی جگہ جسم انسانی مین ہے اس طرح پر ہر اسم و صفت
و فعل باوجود اختیاری ہونے کے بے اختیاری ہے لاجبر و لا اختیار ولکن الامر بین
امرین کہ ظاہر مین ہر اسم ہر صفت اور ہر فعل کی جگہ بھی جسم انسانی مین مقرر ہے اور صدور بھی
اسی جسم انسانی سے ہوتا ہے اور ایک صورت یعنی دائرہ بھی بنتا ہے لیکن جو جگہ اوسکی مقرر
ہے وہ مقام تقاطع دائرہ کلی مین ہے اور دائرہ کلی مین ہر جگہ نقطہ غیب الغیب ہے - بلا اختیار
و ارادہ غیب الغیب کے ہرگز ہرگز مقام تقاطع سے امتیازی طور پر ظہور کسی اسم یا صفت یا فعل
کا نہین ہوسکتا ہے اوس اسم یا صفت یا فعل کا اختیار اسوجہ سے کہا جاتا ہے کہ اوس کی
انانیت امتیازی نے حق سے اپنا ظہور چاہا ہے اور اوس کے چاہنے کے موافق حق نے
اپنے جود و بخشش سے اوسکو ظہور دیا ہے حق کا عدل علی التساوی ہے مار ڈالنے مین بھی

عدل ہے اور قتل کی سزا دینے مین بھی عدل ہے کوئی شخص نیک کام کرے تو عدل ہے
اور برا کام کرے تو عدل ہے۔ بلحاظ انانیت امتیازی کے کہ وہی ہر اسم وصفت کی اور ہر فعل
کی اصل ہے نیک شخص دائرہ نزولی مین نیک کام ضرور کرے گا اور دائرہ عروجی مین اوسکی جزا
پائیگا اور بد شخص دائرہ نزولی مین بد کام ضرور کرے گا اور دائرہ عروجی مین اوسکی سزا پاوے گا۔
حق اپنے جلالی وجمالی صفات سے منزہ ہے اپنا اپنا لہنا ہے چاہے بھگتو اور چاہے
عیشین بکرو از ماست کہ برماست اسی واسطے باوجود بے اختیاری کے شرایع واحکام مین
آپ کہین گے کہ شرایع واحکام فضول ہین جبکہ نہ خدا کے جبر سے بلکہ خدا کی انانیت امتیازی
کے جبر سے ہر اسم وصفت مجبور ہے تو شرایع واحکام کیا فائدہ دے سکتے ہین۔ مین کہونگا کہ
چونکہ اوس اسم وصفت کی فطرت ہی یہی ہے فی الواقع وہ مجبور ہے اور اسی واسطے اگرچہ
خدا کو کوئی دکھ نہین ہے مگر خدا نے فرمایا ہے کہ انك لاتهدی من احببت ولکن الله یهدی
من یشاء اسکا مطلب یہ ہے کہ شرایع واحکام بتا رہے ہین کہ ہر اسم صفت یا فعل جب اپنی
انانیت امتیازی سے امتیازی فائدہ اوٹھانا چاہے گا تو جنت ونار سے استفادہ کریگا اور جب
امتیازی فائدہ اٹھانا نہین چاہے گا بلکہ توحیدی فائدہ اٹھانا چاہے گا تو جنت ونار نیک وبد
جمال وجلال وجود وعدم پیچھے رہجائینگے اور حق چونکہ سرور محض ہے اوس سے متحد ہوکر ہر اسم
وصفت وفعل بحالت اندماج ذات خدا کے ساتھ رہیگا ؏

تا خدا مست درین عمر کہ ما ہم ہستیم

اور چونکہ وہ انانیت حق دائرہ کلی مین کسی محل پر امتیازی انانیت ہر اسم وصفت وفعل
کی ہوئی ہے کوئی علیحدہ انانیت حق سے نہین ہے لہذا ہر اسم وہر صفت وہر فعل کا حق کو
پالینا کچھ دشوار نہین ہے کیونکہ اوسکی ذات ہی وہی ہے۔ دشوار وہ چیز ہے جو اپنے آپ مین
ہو پس سلوک اس مرتبہ غیب الغیب کا یہ ہے کہ صورت جو فی الواقع نہین ہے اوسکو صورت
نہ جانے اور بے کیفی وبے حدی وبے جہتی کا مراقبہ کرے ٥

صورت از بے صورتی آمد بیرون	باز شد کانا الیہ راجعون
رہ شاد تراب اپنی حقیقت کو سمجھکر	صورت کے لیے کاہے کو غمناک بنے گا

پھر ایسی حالت مین جب سالک رجوع الی المبدا کرے گا تو فرض کیا جاے مظہر جلال ہے دوزخ مین ضرور جائے گا لیکن دوزخ اوسکو نقصان نہین پہونچا سکتی ہے وہ آگ باغ ہو جائے گی جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو ہوئی تھی اور وہ آگ آرامگاہ وعیشگاہ ہوگی جیسے اوس سمندر کے لیے جو آگ ہی مین پیدا ہوتا ہے. جیسے کہ رحم کرنے مین آپ کو اپنی صفت سے آپ ہی آپ سرور ہوتا ہے اور غصہ کرنے مین آپ کو اپنی صفت سے آپ ہی آپ دکھ پہونچتا ہے مگر آپ یہ نہین چاہتے کہ آپ کے غصہ کو کوئی فرو کرے کیونکہ اوسوقت آپکو غصہ ہی محبوب و مرغوب ہوتا ہے۔ اہل جنت زہاد وعباد ہین اور اہل نار عشاق ہین جنکو سوز وگداز ہی پسند ہے۔ ع

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

اور ان دونون سے ماورٰی عرفا و محققین ہین وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماھم یہ بڑے لوگ ہین جنکا حال یہ ہو کہ ؎

جملہ معشوق است عاشق پردہ	زندہ معشوق ہست عاشق مردہ
قصر جنت چہ کنم کو چہ یارے دارم ؎	ترس دوزخ نہ کنم روی نگارے دارم

اس غیب الغیب کے بیان مین جو متضاد الفاظ معلومیت و نامعلومیت کے لکھے گئے ہین ان مین سے نامعلومیت کے الفاظ عالم غیب الغیب کو بتا رہے ہین اور معلومیت کے الفاظ عالم غیب برزخی یعنی لاہوت کو بتا رہے ہین جس کا ذکر ہم عالم غیب برزخی کی تعریف مین کرینگے. جو بعد آفاقی مثال کے بیان ہوگی۔ اس مقام پر اس قدر بیان کر دینا ضروری تھا کہ آفاقی مثال مین شائبہ معلومیت کا جو عالم لاہوت کے پایا جائے گا وہ نفس مثال آفاقی سے نہین ہوگا بلکہ اس نفس کہ جسکی مثال ہمنے یہان پر ختم کر دی ہے اوسکے ادراک پر

منحصر ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ جو مثال نفس کی بیان کی گئی وہی مثال آفاق کی بھی ہے اسوجہ سے کہ نفس عالم صغیر ہے اور آفاق عالم کبیر ہے۔ عالم کبیر کو بھی مثل نفس کے ایک بڑا شخص سمجھیے جو اعلی علیین سے تحت الثری تک ایک شخص ہے اور جسقدر اسمار وصفات نفس مین ہین وہ نمونہ کے طور پر چھوٹے پیمانہ پر ہین اور آفاق مین وہی اسمار وصفات بڑے پیمانہ پر ہین اس طرح پر کہ جیسے آپ ایک تصویر کا فوکس لیجیے توبسبب نزاکت کے فوکس لینے کے وقت اوس تصویر کی کوئی شے نہین معلوم ہوتی ہے لیکن جب اوس تصویر کو اوس پہ ڈال کر کھو لیے یا بڑا کیجیے تو وہ تصویر مع اپنے کل اسمار وصفات کے کھل کر آپ کو صاف نظر آئے گی اب یہ غیب الغیب سے عالم غیب برزخی نفسی نمایان ہوگیا اب اس تصویر کو مع اسماء وصفات کے بہت زیادہ بڑھاتے چلے جائیے تو یہی تصویر آفاق ہوجائے گی اب اس آفاقی تصویر کی جان وہ تصویر نفسی اسمائی وصفاتی ہے کہ جسکو بڑھاکر آپ نے عالم آفاق بنایا ہے۔ فرق اس تصویر اور عالم نفس کی تصویر مین یہ ہے کہ نفسی تصویر مین ادراکی وعلمی اوصاف موجود ہین اور آفاقی تصویر مین بذاتہ وہ ادراکی وعلمی اوصاف نہین ہین بلکہ نفسی اوصاف ادراکی وعلمی عالم آفاق کو محیط ہین اور انھین سے آفاقی اشیاء کا تاثیر وتاثر مدرک ومعلوم ہوتا ہے جیسے کہ آپ اپنے آپ کو کسی آئینہ مین دیکھیے تو آپ کی تصویر اوس مین نظر آئے گی۔ اگر کج آئینہ مین دیکھیے تو کج نظر آئے گی اور اگر ٹھیک آئینہ مین دیکھیے تو ٹھیک نظر آئے گی اور آئینہ طویل مین طویل اور آئینہ قصیر مین قصیر ایک آئینہ مین ایک اور متعدد آئینون مین متعدد نظر آئے گی اور یہ نظر جو بظاہر متعدد معلوم ہوتی ہے توبسبب توحید افعالی کے کہ وہ انتہائی درجہ کو مبرہن ہے اور اسیطرح پر توحید صفاتی مین بھی اوسی آئینہ آفاقی مین نفس کے صفات بحیثیت صفات کے ظاہر ہوتے ہین کہ جو مثل توحید افعالی کے مبرہن نہین ہین بلکہ خفا مین ہین جسکو آفاق مین اشیا کا تاثیر وتاثر

کہتے ہین اون کا ادراک مجموعی طور سے عالم نفسی سے انسان ہی کر سکتا ہے عالم آفاقی کو
کچھ خبر نہین ہوتی کیونکہ اوس مین ادراک وعلم نہین ہے جب تک نفس نہ بتلائے کہ فلان شئے
کھٹی اور فلان شے میٹھی ہے وہ شے نہ کھٹی ہے نہ میٹھی اور وجودان اشیاء آفاقی افعالی کا
مع تاثیرات وتاثرات کے اوسی طرح ہر آن ہوتا رہتا ہے اور ہر آن غائب ہوتا رہتا ہی
جیسا کہ انفس مین ہم اوپر بیان کر چکے ہین اور اس وجود افعالی اور وجود صفاتی سے بڑے
بڑے دوائر مثل دوائر نفسی کے بنتے رہتے ہین اور بگڑتے رہتے ہین اور خلا مین بسبب
سرعت تخلیق وتجدد امثال کے جگہ باقی نہین رہتی ہے کہ جہان پر ہر آن نیا عالم بنتا ہو
اور نہ بگڑتا ہو پس حکما کا یہ قول کہ لاخلاء ولاملا مسلم ہے خلا اسوجہ سے نہین ہے کہ ملا ہے
اور ملا اسوجہ سے نہین ہے کہ خلا ہے۔ اور یہ اسلیے ہے کہ نفس یعنی عالم صغیر جو ارادہ یا حرکت
کرتا ہے وہی آفاق مین بصورت افعالی تاثیر وتاثر کے ظاہر ہوتا ہے ہم آئینہ مین اپنی
صورت دیکھین یہ دیکھنا ایک صفت فعلی ہے ہماری صورت نظر آئے گی اگر سکون کیساتھ
دیکھین تو صورت بھی سکون کے ساتھ نظر آئے گی اور اگر حرکت کے ساتھ دیکھین تو صورت بھی
موافق ومخالف متحرک معلوم ہوگی۔ موافق اسلیے کہ ہماری حرکت سے وہ حرکت پیدا ہوئی
ہے اور مخالف اسلیے کہ اوس آئینہ کی قابلیت نے ہماری اوس حرکت کو اپنے مین مطابق
اپنی قابلیت کے ہماری حرکت سے متبائن دکھایا ہے مثلاً آفتاب افق سے بر آمد ہوا
تو جن جن خطوط پر وہ آفتاب آئے گا بمناسبت اون خطوط کے آفتاب کا تاثر ہوگا۔
نفس آفاق مین بمنزلہ آفتاب کے ہے اوسی کی حرکت سے تاثیر وتاثر ہوتا ہے مگر وہ حرکت
نہ اوس تاثیر کی عین ہے نہ غیر ہے عین اسوجہ سے نہین ہے کہ آفتاب نے اگرچہ مع اپنے
اسماء وصفات کے کلیتہً ظہور کیا ہے لیکن جس خط پر ظہور کیا ہے وہ خط اپنے تعین کیوجہ
سے آفتابی اسماء وصفات کو ظاہر نہین کر سکتا اور غیر اسوجہ سے نہین ہے کہ جو کچھ تاثیر وتاثر
وہ خط ظاہر کرتا ہے وہ سب اسی انانیت آفتاب سے ہے یہان تک کہ وہ آفتاب کل خطوط

گذرتا ہوا خط استوی پر آئے گا۔ اب وس کے تمامی اسمار وصفات بمناسبت خط استوی کے
ظاہر ہون گے یہان پر بھی نہ عین ہے اور نہ غیر۔ غیر نہونا تو ظاہر ہے اور عین اِسوجہ سے
نہین ہے کہ آفتاب کی انانیت کچھ اسپر منحصر نہین ہے کیونکہ جس طرح پر وہ آج خط استوی
پر آیا ہے اور آنا فانا او سپر ہوکر گذرا ہے اوسی طرح کلہ پھر آئے گا اور گذرے گا تو کل والی آن
وہ آن نہین ہوگی جو آج والی آن ہے یہ بتا ئن ہے چونکہ احاطہ اوقات کا بہت مشکل ہے
بلکہ محال ہے۔ اسکو غیب الغیب کہتے ہین اور جو آنًا فانًا آفتاب خط استوی پر ہوکر گذرتا
ہے یہ عالم غیب برزخی ہے اور جو دیگر خطوط پر آفتاب گذرتا ہے یہ عالم شہادت ہی لیکن
مجموعی طور پر ان کل مدرکات کا ادراک نفس نے کیا ہے اور نفس بہ نسبت آفاق کے
کہین زیادہ نازک ہے اور آفاق کی نزاکت نفس مین کھپ چکی ہے لہذا عالم غیب برزخی
اور عالم شہادت عالم غیب الغیب کی تفصیل ہے اور چاہے عالم نفس وعالم آفاق موجود
ہو یا نہو حق غیب الغیب مین متغنی ہے کیونکہ اوسی کی استغنا کی وجہ سے پہلے ظہور اوسکے
اجمالی اسمار وصفات کا جسکو نفس وعالم لاہوت کہتے ہین اور اوس انفس وعالم لاہوت سے
تقاضا بتقاضا عالم آفاقی مع نفسی کے موجود ہوا جسکو تفصیل یا عالم شہادی کہتے ہین یعنی
عالم لاہوت برزخ ہے مابین عالم غیب الغیب وعالم شہادت کے یعنی عالم لاہوت آئینہ
دل غیب الغیب ہے کہ جو بسبب نزاکت کے نظر نہین آتا ہے۔ اور اوس مین جو چیز کہ
منعکس ہوئی ہے وہ عالم شہادی ہے اور چونکہ آئینہ لاہوتی کے اندر ہی عالم شہادی ہے
یعنی نفس کے اندر ہی آفاق ہے لہذا نفس کی معیت آفاق کے ساتھ ہے پس اوس معیت
نفسی کو جو آفاق کے ساتھ ہے عالم جبروتی یا عالم تجلیات کہتے ہین اور اسی کو اعیان ثابتہ
کہتے ہین اب جو شخص عالم غیب الغیب وعالم غیب برزخی لاہوتی وعالم جبروت یعنے
معیت نفسی کو اپنے حال پر رکھتا ہے اور عالم آفاق کو فانی جانتا ہے وہ شخص اسم رحمن کا
مظہر تام ہے کہ جو عرش آفاقی پر ستوی ہے اور اسی کو روح کلی کہتے ہین اور یہی انسان کامل ہی

اور استوی یہ ہے کہ عالم آفاقی مین جو موجودات ظاہر ہین اور جو تاثیر و تاثر ہوتا ہے وہ نفس کے ارادہ و مشیت سے ہوتا ہے اگرچہ آفاق مین ظہور اوس ارادہ و مشیت کا بسبب قابلیت آئینہ آفاقی کے متبائن معلوم ہوتا ہے اور یہی تبائن عالم کی ہر شے کی انانیت ہے جسکو مشیت و ارادہ نفس نے اپنے جود سے حق دیا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر نفس کی مثال مین بیان کیا ہے اور یہ انانیت فی الواقع اوس شے کی نہین ہے بلکہ نفس کی انانیت سے ہی کہ جسکے شدت ظہور سے خطرۂ غیر کا ظہور ہوا ہے۔ اور یہ خطرہ غیر باطل ہے لیکن چونکہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے لہذا باطل نہین ہے اگر یہ خطرۂ غیر نہوتا تو کہا جاسکتا تھا کہ نعوذ باللہ خدا عالم کو پیدا نہین کرسکتا۔ پس عالم باطل ہے اور باطل نہین ہے۔ باطل اسوجہ سے ہے کہ اوسکا مبداء وہم غیریت ممتنع الوجود ہے العالم ماشمت رائحۃ الوجود اور باطل اسوجہ سے نہین ہے کہ من جمیع الوجوہ وجود حق ہے ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ اور حق تعالی کی الوہیت کا پورا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اسکے وجود سے تمام ہے اور پھر تمام نہین ہے کیونکہ ظہورات کی حد و انتہا نہین ہے۔ سالک کو چاہیے کہ ہس تمام و ناتمام کی تحقیق کو چھوڑکر اپنی حقیقت کو بجائے کہ ان اللہ غنی عن العالمین اور جب سالک مستغنی ہوگا تو آپ ہی آپ غیب الغیب سے استفادہ کرے گا ؎

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معمارا

اسی واسطے حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا کہ [1] لا احب الافلین اور اسی استغنا کو حضرت غوث الاعظم محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ؎

[2] افلت شموس الاولین وشمسنا	ابدا علی افق العلی لا تغرب

[1] دوست نہین رکھتا ہون مین غائب ہونے والون کو ۱۲

[2] اگلے لوگون کے آفتاب غروب ہوگئے اور ہمارا آفتاب ہمیشہ اُفق اعلے مین ہر کبھی غروب نہین ہوتا ۱۲

اس شعر مین یہ انا شمسی تعین ناسوتی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی نہین ہے بلکہ انا حقیقی ہی اسیواسطے بصیغۂ جمع فرمایا ہے جو انانیت ہر موجود کو محیط ہی جیسے جناب باری نے فرمایا کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ اور یہ اسوجہ سے فرمایا کہ انکا فیض محض لازمی نہین بلکہ متعدی ہے ؎

میر کلے دسے کیسے جو اور کو تیرا دے	خود دار ہوا تو کیا اور یار ہوا تو کیا

اور یہی اعلی ترین رفاہ عام حضرات صوفیہ کے وجود باجود سے ہی جس سے بڑھکر رفاہ ممکن نہین ہے جسکے لیے حضرات صوفیہ پر فی زماننا اعتراض ہے کہ اپاہج و خود غرض ہین۔ نعوذ باللہ من ھذا القول والاعتقاد۔

عرش عالم کبیر ہے

العرش ھو العالم الکبیر وھو محل مستوی الرحمٰن والانسان ھو العالم الصغیر وھو محل مستوی اللہ لانّہ خلق آدم علی صورتہ فانظر الی ھذا العالم الصغیر اللطیف الانسانی کیف لہ الفضل والشرف علی ھذا العالم الکبیر وتامل کیف صغر الکبیر وکبر الصغیر وکل فی محلہ ومرتبتہ فلو عرفت ھذا السر

عرش عالم کبیر ہے اور وہ محل مستوی الرحمٰن ہے اور انسان عالم صغیر ہے اور وہ (انسان) محل مستوی اللہ ہے اس لیے کہ حق سبحانہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے پس اس عالم صغیر لطیف انسان کی طرف نظر کر کہ اوس کے لیے اس عالم کبیر پر کیسا فضل و شرف ہے اور غور کر کہ کیسا صغیر کبیر اور کبیر صغیر ہے (؎ جہان انسان شد و انسان جہانے ؞ ازین پاکیزہ ترنہ بود بیانے ؎) اور ہر ایک اپنے محل و مرتبہ مین ہی پس اگر تو

لعرفت معنى قوله ويسعني قلب
عبدى المومن واما قوله لى
مع الله وقت لا يسعني فيه
ملك مقرب ولا نبي مرسل
فظاهر انه ما وسعه في ذلك
الوقت الا الله وكم من نبي
مرسل وملك مقرب وعارف
ولى قد وسع العرش الذى هو
العالم الكبير باجمعه وما احس
به وكا بالى فظهر عظم هذه
اللطيفة الانسانية وفضلها
وشرفها على العالم الكبير وبان
انه العالم الكبير كالنقطة
للمحيط فان المحيط ولو كبرت هيئة
مركب على تلك النقطة و
منها وللنقطة الى كل جزء من
الدائرة نسب مخصوص و
تفضل على الدائرة بما يختص به
بعد ذلك من عدم التعداد
في نفسها وغير ذالك من الخصائص

اس سر کو پہچانے تو البتہ تو حق سبحانہ کے اس
ارشاد کے معنی کو جانے گا کہ ویسعنی[1] قلب عبدی
المؤمن لیکن آن حضرت کا یہ قول کہ "میرا اللہ کے
ساتھ ایک وقت ہے کہ نہین سماتا ہے مجکو
اوس مین ملک مقرب اور نہ نبی مرسل"،
پس یہ ظاہر ہے کہ اس وقت مین آنحضرت
کو نہین سما سکتا ہے مگر اللہ اور کتنے نبی مرسل
اور ملک مقرب اور عارف ولی ہین کہ عرش
مین جو کہ عالم کبیر ہے تمامتر سمائے ہین کہ
جن کا احساس مین نہین کرتا اور نہ جانتا ہون
پس اس مین لطیفہ انسانیہ کا عظم عالم کبیر پر
اور اوسکا فضل و شرف ظاہر ہوا اور ظاہر
ہوا کہ وہ لطیفہ انسانیہ عالم کبیر ہے مثل نقطہ
کے محیط کے لیے پس محیط اگرچہ اوس کی ہیئت
بزرگ ہے مرکب ہے اس نقطہ پر اور اس
نقطہ سے اور نقطہ کے لیے دائرہ کے ہر جزو
کی طرف نسبت مخصوصہ ہے اور دائرہ پر اُس
شے سے تفضیل ہے کہ جو شے بعد اس کے
اوس کے ساتھ مختص ہے عدم تعدد فی نفسہا
سے اور اس کے علاوہ خصائص سے پس نقطہ

[1] اور سما لیا مجھ کو میرے مؤمن بندہ کے دل نے ۱۲

فالنقطة هو اسم الله والمحيط
هو اسم الرحمن قال الله تعالى
قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن
ايا ما تدعوا فله الاسماء
الحسنى وقد بينا ان النقطة
لها الى كل جزء من اجزاء الدائرة
نسب واضافات ولا شك ان
تلك النسب والاضافات جميعها
للدائرة ايضا فايا ما منها نسب
اليه هذه النسب والاضافات
كان مستحقا لها كما ان الاسماء
الحسنى جميعها ان سميت ووصفت
بها اسم الله كانت له وليس
للرحمن الا وجه من وجوه الله
ظهر فيه كما تستحق المرتبة
الوحدانية كمال الدائرة ليست
الا عين النقطة لظهور النقطة
في كل جزء منها فما ثم في الدائرة
الا النقطة - واعلم ان الرحمن
فعلان وهذه الصفة متى كانت
في اسم صفة كانت لعموم ذلك الوصف

اسم اللہ ہے اور محیط اسم رحمن ہے فرمایا اللہ تعالے
نے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما
تدعوا فلہ الاسماء الحسنے اور ہم بیان
کرچکے ہین کہ نقطہ کے لیے ہر جزء کی طرف اجزاء
دائرہ سے نسب واضافات ہین اور
شک نہین ہے کہ یہ کل نسب واضافات
دائرہ کے لیے بھی ہین پس ان (اسماے
حسنیٰ) مین سے جس کی طرف یہ نسب واضافات
منسوب کیے گئے وہ اون (نسب واضافات)
کے لیے مستحق تھا جیسے کہ اسماء حسنے کل
اگر اسم اللہ اوس سے منسوب کیا جاے اور
موصوف کیا جاے تو وہ اسماء حسنے اوس
اسم اللہ کے لیے ہون گے اور رحمن کے لیے
صرف ایک وجہ وجوہ اللہ سے ہے کہ اوس
وجہ مین وہ ظاہر ہوا جیسا کہ اوس کو مرتبہ
وحدانیت مستحق تھا جس طرح کہ دائرہ نہین ہے
مگر عین نقطہ بسبب ظہور نقطہ کے ہر جزء مین
دائرہ سے۔ پس نہین ہے دائرہ مگر نقطہ
اور جاننا چاہیے کہ رحمن فعلان کے وزن
پر ہے اور یہ صفت جبکہ اسم صفت مین
ہوگی تو اس وصف کی متصف بہ مین نام

في محل المتصف به ولذا لا اشتدة
ظهور ذالك الوصف في الموصوف
به ولهذا كان اسمه الرحمن عاما
ظاهرا في الدنيا والاخرة بخلاف
اسمه الرحيم فان الرحمة في
الاخرة اشد ظهورا من الدنيا
للحديث ان الله مائة رحمة
فواحدة في الدنيا بين الخلق بها
يتواصلون وبها يتراحمون و
تسعة وتسعون في الاخرة مدخرة
عند الله لا يخرجها الا في يوم
القيامة وسر اسمه الرحيم انتهاء
العالم الى الله ورجوع الخلقية الى
الحقيقة وان الى ربك المنتهى - الا
الى الله تصير الامور - لمن الملك اليوم
لله الواحد القهار ٥

تعالوا ابنا حتى نعود كما كنا
فما عهدنا خنتم وما عهدكم خنا
فنترك وشيا والوشاة وطائرا

کرنے کے لیے ہوگی اور بوجہ دلالت شدت
ظہور اس وصف کے موصوف بہ مین اور
اس لیے اوس کا اسم رحمن دینا و آخرت مین
عام ہے بخلاف اوس کے اسم رحیم کے پس
ظہور رحمت آخرت مین دنیا سے بہت زیادہ
ہے حدیث مین ہے کہ "اللہ کی سو رحمتین
ہین ایک دنیا مین خلق کے درمیان مین
ہے جس سے ملتے جلتے اور مہربانی کرتے
ہین اور ننانوے آخرت مین ہین اللہ کے
پاس جمع ہین اون کو قیامت کے دن نکالے گا"
اور سر اوسکے اسم رحیم کا عالم کا اللہ کی طرف
منتہی ہونا اور خلقیت کا حقیقت کی طرف
رجوع کرنا ہے (جیسا کہ ان آیات سے ظاہر
ہے) وان[۵۱] الی ربک المنتہی - الا[۵۲] الی اللہ
تصیر الامور - ان الملک الیوم للہ الواحد
القہار ٥

ہمارے ساتھ آؤ یہانتک کہ ہم اپنے حال ابتدائی پر عود کرین
پس نہ ہمارا عہد تمنے توڑا اور نہ تمہارا عہد ہم نے -
اور چھوڑ دین ہم جامہ رنگین کو اور وشاۃ اور طائر

۵۱ بتحقیق تیرے پروردگار کی طرف سب کی انتہا ہے ۱۲
۵۲ خبر دار ہو کہ سب امور اللہ کی طرف لوٹتے ہین ۱۲

غرابا لوقع البین فی ربعنا عمنا
ونطوی بساط العتب والحب والجفا
ونرمی لسوی البین لیس السوی یفنی
عسی الله یعود الشمل بالحی مثل ما
عهدنا وعود الوصل ثماره تجتنی
وینشد حاوی الحال منا مترجما
الا لا اعاد الله بیتا نای عنا
احبابنا طیبوا فلو یک ما مضی
سوی حلم کاللفظ لیس له معنی
فلا طال هجران ولا ثم عاذل
ولا سهر المشتاق لیلا ولا احنا
ولا کان ماقلتم ولا کان ملضی
ولا تمتموا عنا ولا عنکم تممنا
تم الکتاب بعون الله الملک الوهاب
فالحمد لله وحده وصلی الله علی
سیدنا محمد وعلی اله وصحبه و
سلم تسلیما کثیرا کثیرا برحمتک
یا ارحم الراحمین۔

غراب کو کیونکہ ہمارا فائدہ جنگل کے ہمارے ربع مین ہے
لپیٹ دین ہم دکھ درد اور حب وجفا کی بساط کو
اور تیر پھینکین ہم اوس میدان اور جنگل مین جو کبھی فانی نہین ہوتا ہی
قریب ہے کہ عود کرے یائین جانب یعنی دل حی قیوم کی طرف۔
جیسا کہ ہمنے عہد کیا تھا اور عود نام شجر اول ہے کے پھل چنے جائین
اور شعر پڑھے حال بیان کرنے والا جسے لیکر دکھ
کاش نہ پلٹائے اللہ اوس جگہہ کو جو دور ہوئی ہم سے
کیا ہماری احباب خوش ہو؟ پس جو گزرا وہ تھا ہی نہین
(یعنی) مثل لفظ بے معنی کے تھا سوائے حلم کے
پس نہ دراز ہوئی جدائی اور نہ بیان عاذل معشوقہ ہے
نہ مشتاق کا راتون کو جاگنا ہے اور نہ خوشی ہے
اور نہ وہ تھا جو تم نے کہا اور نہ وہ جو جاری ہوا
اور نہ تم سے تمام ہوا اور نہ ہم سے پورا ہوا۔
کتاب تمام ہوئی اللہ ملک وہاب کی مدد سے پس
حمد تنہا خدا کیلیے ہے اور اللہ کا درود وسلام ہمارے
سردار محمد صلعم پر نازل ہو اور اون کی اولاد و اصحاب
پر بہت بہت تیری رحمت سے۔ اے سب سے
بڑی رحمت والے۔

جاننا چاہیے کہ عرش سے لیکر فرش تک عالم کبیر ہے اور اس عالم کبیر کے تین حصے
ہین ایک عرش دماغی جو قلب تک ہے دوسرا عرش قلبی جو ناف تک ہو تیسرا عرش نافی جو
قدم تک سا ہے اور پورا عرش یہ تینون عرش و فرش ملا کر ایک ہے کیونکہ عرش کسے ۔۔۔

عرش ہے۔ وہ پہلے عرش کا فرش ہے۔ اب تینون عرشون کو ملا دیے تو پورا جسم انسانی ہو گیا
جس کو عالم کبیر کہتے ہین اور جس کی جسمانیت کے مقابلہ مین انسان عالم صغیر ہے
کیونکہ اس کے تین کھنڈ چھوٹے چھوٹے ہین اور آفاق کے تینون کھنڈ بڑے بڑے
ہین لیکن اس عالم کبیر کو ادراک کرنے والا انسان ہے جو عالم صغیر ہے اور کل موجودات
عالم کا بلا انسان کے وجود نہین ہو سکتا ہے جیسے کل جسم انسانی کا بلا روح کے وجود
نہین ہو سکتا ہے اور انسان کو اسی لیے حق تعالی نے فرمایا ہے کہ وہ حق سبحانہ کی
صورت پر ہے تو بڑی فضیلت اس انسانی عالم صغیر کی اوس آفاقی عالم کبیر پر
اسی وجہ سے ہے اور اسی فضیلت کی وجہ سے یہ انسانی عالم صغیر بمقابلہ آفاقی عالم کبیر
کے عالم کبیر ہے اور جو عرش کہ عالم کبیر مین بہت بڑا ہے اوس سے کہین زیادہ
بڑا عرش قلب انسانی ہے اسواسطے کہ قلب انسانی مین سمائی اللہ کی ہے اور عرش مین
سمائی اللہ کی نہین ہے ہان اگر عرش کو مع قلب انسانی کے ملا لیجیے تو البتہ عرش مین سمائی اللہ
کی بوجہ لطیفہ قلب انسانی کے ہو سکتی ہے پس اللہ تعالی لطیفہ قلب انسانی سے عرش پر مستوی
ہے اور اوس لطیفہ قلب انسانی کا نام رحمن ہے۔ اسواسطے انسان کو فضیلت حق کی نظر
مین صرف عرش عالم کبیر کے مقابلہ مین زیادہ ہے ایسی صورت مین عالم صغیر انسانی کو عالم
کبیر آفاقی پر فوقیت ہے اور وسیعنی قلب عبدی المؤمن کے یہی معنی ہین کیونکہ تعریف
لامکانی حق کی وسیعنی قلب عبدی المؤمن پر تمام ہے اگر عرش مین سمائی ہوتی تو حق لامکان
نہین ہو سکتا تھا اور عرش کیسا ہی بڑا ہوتا تو بھی محدود ہوتا لامکانی کی سمائی مکان مین
نہین ہو سکتی کیونکہ عرش مجسمات مین ہے اور مجسمات محدود ہین اور قلب عبد مومن اوس
گوشت کے لوتھڑے سے مراد نہین ہے جو انسان کے ربع شمالی جسم مین آویزان ہے
بلکہ قلب مومن اوسکو کہتے ہین کہ جس کے علوم و معارف و مدرکات و مبصرات کی انتہا
نہو پس چونکہ حق تعالی کے علوم و معارف و مدرکات و مبصرات کی انتہا نہین ہے پس وہی علوم معارف

و مدرکات و مبصرات غیر متناہی قلب عبد مومن کہلاتے ہین جو غیر محدود ہے۔ اور وہ علوم و مدرکات و مبصرات و معارف و حقائق جون جون قلب عبد مومن مین سماتے جائینگے وہی قلب ہوتے جائین گے لہذا قلب مومن کا تجسم علوم و معارف و حقائق و مدرکات و مبصرات حق ہی سے جو محض لاامکان ہے اور وہ جسقدر قلب مومن مین آتے جائینگے تو بجائے تنگی ہونیکے قلب مومن بڑھتا جائیگا اور کبھی ختم نہوگا بخلاف عرش عالم کبیر کے کہ وہ اپنے تجسم کی وجہ سے ضرور جک جائیگا ایک تو یون ختم ہوگیا اور حق کی سمائی کے لائق نہین رہا کیونکہ حق غیر مجسم و غیر محدود ہے دوسرے اوس مین باکیفی و باروئی و باجہتی ہے بے کیفی و بے روئی و بے جہتی کی مکانیت کے قابل نہین ہے تیسرے اوسمین معارف و حقائق و علوم و مدرکات و مبصرات کچھ نہین ہین اور یہ حق کے کمال کے شایان نہین ہے کہ اوس مین کسی وقت یہ باتین نہ ہون۔ چوتھے عرش اپنے جسم کی وجہ سے حق کے مقابلہ مین دم انا جسمانی مارتا ہے تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا پس حق کی سمائی مع اون تمامی اسمار و صفات کے جو حق کے شایان شان ہین بجز قلب عبد مومن کے کہین نہین ہوسکتی ہے اگر پاؤگے تو یہین سے پاؤگے اگر ٹھکانا ہے تو یہی ٹھکانا ہے اور یہ ٹھکانا ایسا ہے کہ جسمین ایسی یکتائی ہے کہ نام ہی قلب کا ہی ورنہ بجز خدا کے کچھ نہین ہے۔ ہمکو اس مقام پر ایک قصہ حضرت مرزا مظہر جان جانان کا یاد آگیا سنا جاتا ہے کہ حضرت بڑے عاشق تن تھے جب بازار مین نکلتے تو کسی نہ کسی پر عاشق ہوجاتے آخر کار تنگ آکر آپنے دن کو بازار مین نکلنا ترک کردیا رات کو اپنے کھانے پینے کے واسطے سودا بازار سے لے آتے تھے اوسطرح بسر کرتے تھے تقدیر الٰہی سے آپکی وفات اسطرح پر ہوئی کہ کسی نے آپکے گولی ماری اور وہ گولی دلمین لگی۔ تب آپنے یہ کہکر انتقال فرمایا کہ جب لگتی ہے یہین لگتی ہے۔ تو حق کو جب پاؤگے قلب مومن مین پاؤگے اور اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل آپ خود بھی تھے اور انبیا کو جانے دیجیے وہان سب سمائی حق کے آپکی بھی گنجائش تھی۔

بروائے عقل نامحرم کہ امشب باخیال او ‌‌‌‌ ‌‌ چنان خوش خلوتے دارم کہ من ہم نیستم محرم

پس سوائے اللہ کے اور کچھ نہ تھا ؏

دہد یکبارہ ہستی را بتاراج ‌‌ ‌‌ درآید در پئے احمد بمعراج

اور جب آپ کی گنجائش بھی نہ تھی تب آپ اس کے مستحق تھے کہ پورے الرحمن علی العرش استوی ہون اور اس استوی کیوجہ سے آپ رحمن ورحیم دونون کے جامع ہوے اور شفیع ہوے عالم آخرت مین اور آپ وجود دیتے ہین ہر شے کو عالم ناسوت مین اور دیگر عوالم مین اور آپ کو فوقیت ہوئی تامی پیغمبرون پر اسوجہ سے کہ دیگر پیغمبران مین سمائی اسماء ذاتیہ حق کی ہے اور آپ مین سمائی ذات کی مع کل اسماء وصفات وافعال کے ہی آپکی امت جو مخصوص ہی یہ آپکے اسم رحیم کی وجہ سے مخصوص ہے اور کل پیغمبرون کی امتین آپ سے تعلق رکھتی ہین یہ تعلق آپکے اسم رحمن کی وجہ سے ہی لہذا شفاعت کا مرتبہ جو آپ کو ملا وہ بہت بڑا مرتبہ ہے اور اس عالم مین بھی آپ رحمۃ للعالمین ہین اور اوس عالم مین بھی اس عالم مین آپ علاوہ مومنین کے ہر کافر و مردود و ملعون کو بسبب اپنے اسم رحمن کے وجود دیتے ہین اور اس مین کچھ تفرقہ مومن و کافر کا نہین فرماتے ہین وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور مومن کو علاوہ وجود کے فیض باطنی بھی عطا فرماتے ہین یہ بسبب آپکے اسم رحیم کے ہے وبالمومنین رؤف رحیم چونکہ رحمت عامہ وخاصہ کا اظہار آخرت مین بمقابلہ ناسوت کے بدرجہ کمال ہوگا لہذا بحکم سبقت رحمتی علی غضبی آپ عالم آخرت مین شفاعت فرمائین گے اور وہ شفاعت مقبول ہوگی - اس لطیفہ انسانی کیوجہ سے انسان عالم کبیر ہوگیا اور عرش عالم صغیر ہوگیا کیونکہ قلب انسانی مثل نقطہ مرکز کے عرش محیط کے واسطے ہے پس محیط کی ہیئت اگرچہ بڑی ہے لیکن جو ہیئت اوسکی قائم ہوئی ہے وہ اسی نقطہ کیوجہ سے ہی اور اس نقطہ کو محیط دائرہ پر تفضل ہے کیونکہ نقطہ کی جانب سے محیط کی ہر جگہ کو ایک نسبت مخصوصہ ہی پس نقطہ کو بلحاظ اوسکی نظر مخلوقاتی کے چاہے اسم اللہ کہو اور چاہے اسم رحمن کہو اسی واسطے ارشاد ہے کہ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ لیکن ظاہر انقطہ اللہ کہا جائیگا اور محیط دائرہ اسم رحمن کہا جائیگا اگرچہ یہ دونون ایک ہین

سو جہ سے کہ نقطہ کو جو نسبتین اور اضافتین محیط کے ہر ہر جزر لا یتجزی سے ہین وہی نسبتین اور اضافتین
محیط کے ہر ہر جزر لا یتجزی کو نقطہ کے ساتھ ہین پس بجز نقطہ کے کوئی چیز نہ رہی۔ صرف خفا و ظہور
کا فرق ہی محیط مین ظہور زیادہ ہے اور نقطہ مین خفا زیادہ ہے اور یہ ظہور و خفا بھی اعتباری ہے
پس فرق کرنا رحمن و اللہ مین ناممکن ہے پس قلب مومن جو محض استوا اللہ ہے اور رحمن اور اللہ
مین کوئی فرق نہین ہے اللہ رحمن ہی اور رحمن اللہ ہے جیسے قلب عرشی دماغی قلب عرشی قلبی ہی
اور قلب عرشی قلبی قلب عرشی دماغی ہے یعنی جو صفت دل سے پیدا ہوئی ہے وہی دماغ کی ہی
اور جو دماغ سے پیدا ہوتی ہے وہی دل کی ہی صرف فرق اسقدر ہی کہ بعض صفت قلب مین بہ نسبت
دماغ کے کھلی ہوئی اور ظاہر ہوتی ہی جیسے ارادہ وغیرہ اور دماغ مین پوشیدہ ہوتی ہے اور بعض صفت
دماغ مین بہ نسبت قلب کے ظاہر ہوتی ہی جیسے خیال وغیرہ اور قلب مین پوشیدہ ہوتی ہے اور مجموعی طور
پر یہ دونون باتین اعتباری ہین چونکہ رحمن صیغہ مبالغہ کا ہے لہذا اسکا مستحق صرف اللہ ہی ہے
یعنی وہ متصف ہی عمومیت کے ساتھ۔ کوئی ذرہ عالم مین رحمن کے فیض سے خالی نہین ہو سکتا
لہذا دنیا و آخرت مین دونون جگہ اوسکا ظہور ہے بخلاف اسم رحیم کے اسم رحیم مخصوص ہی اپنے
ظہور تام کے لیے آخرت مین جو دنیا سے بہت زیادہ ہے جسکا ذکر حدیث شریف مین یا ہی
کہ ان للہ مائة رحمة فواحدة فی الدنیا بین الخلق بها یتواددون [illegible] بهای [illegible]
وتسعة وتسعون فی الاخرة مدخرة عند اللہ لا یخرجها الا فی یوم القیمة اس حدیث کے
حقیقی معنی یہ [illegible] ہین کہ آخرت مین سعدا فیض رحیم سے نعم جنت سے استفادہ کرین گے اور
اشقیا فیض رحیم سے نکال ووزخ مین عذاب عذب سے ولولہ شوق کے سوز و گداز مین مست ان
کرین گے بلکہ اسم رحیم کا فائدہ یہ ہے کہ اپنے مبدا رست جا ملین اور عالم خلقیت سے رجوع کر کے
اپنی حقیقت [illegible] ی الوہیت مین اپنا ٹھکانا کرین وان الی ربک المنتہی اور الا الی اللہ
تصیر الامور اور لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار کے یہی معنی ہین۔ اور معدوم
کرین کہ ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

پس کسی در نا کسی در باختیم	چون کسی در نا کسی دریافتیم

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز فرماتے ہین ؎

بیخودی در خود نمائی یافتیم در رسائی نا رسائی یافتیم	تا چو آئینہ صفائی یافتیم دور شد از رخ سر زلف رسا

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب کا ارشاد رسالہ وحدت وجود مین خوب لکھا ہے کہ سی مرغ (۳۰ مرغ) بتلاش سیمرغ (پرند) رفتند چون بانجام کار رسیدند خود را سیمرغ دیدند ؎

ملیگا کون ہمسے جس گھڑی اپنا بدن چھوٹا	تراب اوسکا فراق ایسا یونہی ہے نہین کچھ اصل

من مات فقد قامت قیامتہ قیامت کیا ہی؟ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار

دیدن ہر چیز را شرط است این	تو قیامت شو قیامت را ببین

چنانچہ اسی مضمون کو حضرت مصنف رح نے آزادانہ بہ پردہ اشعار ارشاد فرمایا ہے جنکا خلاصہ یہ ہیکہ "ہمارے ساتھ آؤ یہانتک کہ ہم اپنے حال ابتدائی پر عود کرین پس نہ ہمارا عہد تمنے توڑا اور تمھارا عہد ہمنے"۔ "چھوڑ دین ہم جامہ رنگین کو اور دشاۃ اور طائر غراب کو کیونکہ ہمارا فائدہ جنگل کے ہمارے ربع مین ہے" یعنی تعینات اعتباری سے نکل جائین جو وجہ حقیقی کو زلف و دشا کیطرح چھپائے ہوئے ہین اگرچہ وہ بھی دلفریب ہین کیونکہ یہ بھی معشوق حقیقی کی زلفین ہین جو سانپ کی طرح دلبر لوٹتی ہین لیکن اصلی و حقیقی فائدہ ہمارا اوس ربع شمالی کے جنگل مین ہے جسمین وجہ اللہ کی نمائی ہے بلکہ وہ عین اللہ ہے۔ "لپیٹ دین ہم دکھ درد اور حب وجفا کی بساط کو اور تیر پھینکین ہم اوس میدان اور جنگل مین یعنی فضاء قدس مین) جو کبھی فانی نہین ہوتا ہے" "وہ دور قریب ہے (یعنی آسان ہے) یہ کہ عود کرے دل حی قیوم کی طرف (اور سمجھے کہ جو عہد ہم نے کیا تھا (اوسکو پورا کیا اور رجوع الی اللہ مین اپنے) شجر وصل سے پھل چنے" اور ہم اپنے حال سے ذوق اوٹھائین کہ ؎

ہست محفل بران قرار کہ بود نقشے کہ کشیدیم ازان ہیچ نہ گشتیم	ہست مطرب بدان ترانہ ہنوز در روز ازل انچہ کہ بودیم ہمانیم

اور اپنے دل مین اپنے آپ کو متنبہ کرکے اپنے آپ سے دعا مانگین کہ اب خدا یہان سے نہ لے جائے جیسے حضرت ادریس علیہ السلام جنت مین جاکر پھر وہان سے نہ نکلے ؎ (مجذوب)

ایسی زمین پہ گھر کرے رُخ نہ ادھر اودھر کرے
عُمر یہین بسر کرے بخت کرے جو یاوری

اور بحکم المؤمن کنفس واحدۃ سب کے سب مل کر گلے اُڑائین اور مضی ما مضی کہکر حلم اور صبر سے کام لین اگرچہ وہان حلم وصبر کی بھی گنجائش نہین ہے اب نہ درازی فراق ہے اور نہ معشوقہ عاذل ہے بلکہ یہ کیفیت ہے کہ ؎

مراول وہی دلربا بھی وہی ہے وجود اپنا ٹھہرا تو پھر کیا ہی دھوکہ	جو ہے مدعی مدعا بھی وہی ہے صنم بھی وہی ہے خدا بھی وہی ہے

نہ اشتیاق مین راتون کی بیداری ہے اور نہ تفرقۂ خیالی سے معشوق کے ملنے کی خوشی ہے اور نہ وہ تھا جو تم نے کہا اور نہ وہ کہ جو جاری ہوا اور نہ تم سے تمام ہوا اور نہ ہم سے پورا ہوا۔ یعنی عالم وما فیہا کچھ نہین تھا اور نہ ہے کن فیکون کچھ نہین تھا اور نہ ہے انا کنت کنا انا۔ جیسا کہ معراج شریف مین حضرت حق نے اپنے محبوب سے فرمایا کہ "مین ہون اور تو اور مین نے سب کچھ تجھ کو دیا" محبوب نے جواب مین فرمایا کہ "مین ہون اور تو اور مین نے سب کچھ چھوڑا۔ انجام کار یہ ہوا کہ ؎

شمس الحق تبریزی از بسکہ در آمیزی
تبریز خراسان شد تا باد چنین بادا،

تت

تصوف کی شہرۂ آفاق کتاب "انسانِ کامل" کے مُصنّف حضرت سیّد عبد الکریم الجیلی قدس سرہٗ دورِ متوسّط کے معروف صُوفیاء میں سے تھے۔ آپ نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی ایک عارفانہ شرح بھی لکھی ہے۔ شرح کیا ہے علم و عرفان کا گنج گرانمایہ ہے جس میں آپ نے ایک ایک لفظ بلکہ نقطہ کی تفسیر میں اسرار و حقائق کے دریا بہائے ہیں۔ آپ نے اس کتاب کو "الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" سے موسُوم کیا ہے۔ یہ نام ہی کسقدر موزوں اور پُر معنی ہے، اس کی داد کچھ اہلِ نظر ہی دے سکتے ہیں۔ اس شرح کو مولینا محمد تقی حیدر قلندر کاظمی نے اُردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اُردو ترجمہ کے تحت اس کتاب میں ایک اردو شرح بھی شامل ہے جس کے مُصنّف شاہ و تاج الدین قلندر کاکوروی ہیں۔ حضرت جیلی قدس سرہٗ کی شرح میں جو نکاتِ معنوی بیان ہوئے ہیں وہ بآسانی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ عام قاری کی اس دُشواری کے پیشِ نظر شاہ و تاج الدین نے ان مشکل مقامات کی مزید وضاحت کردی ہے۔ اس لحاظ سے یہ "شرح کی شرح" ہے۔ علاوہ ازیں شاہ و تاج الدین کے قلم سے ہی ایک مقدّمہ بھی شاملِ کتاب ہے۔ اس میں وہ مبادیات، جن کے جانے بغیر اس شرح کا سمجھنا محال ہے، بیان کئے گئے ہیں۔ ان "اضافوں" سے نہ صرف کتاب کی علمی قدر و قیمت بڑھ گئی ہے، قارئین کے لئے اس سے استفادہ بھی آسان ہوگیا ہے۔

ایسی کتاب کا، جو سراسر دقیق مطالب پر مشتمل ہو، ایک سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا سہل کام نہیں۔ مولینا تقی حیدر نے اس کٹھن کام کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ مترجم اور مقدمہ و شرحِ اُردو کے مُصنّف دونوں حضرات "خانقاہِ کاظمیہ" (کاکوری) کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کے ذوق اور تبحرِ علمی پر ان کے یہ رشحاتِ قلم شاہد ہیں۔

یہ کتاب ۱۹۱۵ء میں اصح المطابع (لکھنو) میں طبع ہوکر شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے اب تک ناپید ہی رہی۔ ادارہ "الکتاب" اس نادرۂ علمی کو ایک بار پھر اربابِ ذوق کے سامنے پیش کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہے۔